نام کتاب :- معارف القرآن جلد ۸

نام مصنف :- حضرت مولانا محمد مالک کاندھلوی ؒ ابن حضرت مولانا محمد ادریس کاندھلوی ؒ

مکمل سیٹ :- ۸ جلد

صفحات جلد ۸ :- ۹۰۰

کتابت متن قرآن کریم : خطاط القرآن حضرت سید محمد اشرف علی الحسینی سیالکوٹی رحمۃ اللہ علیہ

کتابت سرورق :- سید انیس الحسن ابن سید الخطاطین سید نفیس الحسینی دامت برکاتہم العالیہ لاہور

کتابت ترجمہ و تفسیر :- سید نعمت اللہ ، سید جعفر حسین ، سید ضیاء اللہ گوجرانوالہ

تعداد طبع اول :- ۱۴۱۹ھ ۱۱۰۰ (گیارہ سو)

تعداد طبع دوم :- ۱۴۲۲ھ

پریس :- القادر پرنٹنگ پریس کراچی

ناشر :- مکتبہ المعارف دار العلوم حسینیہ شہداد پور سندھ پاکستان

فون ۴۲۲۷۶ ، ۴۱۳۷۶ (۰۲۳۳۲)

ملنے کے پتے :

کراچی :- صدیقی ٹرسٹ ، صدیقی ہاؤس ، المنظر اپارٹمنٹس ۴۵۸ گارڈن ایسٹ
نزد لسبیلہ چوک کراچی ۔ پوسٹ کوڈ نمبر ۷۴۸۰۰

لاہور :- مکتبہ عثمانیہ بیت الحمد ۳۵۳ مہران بلاک علامہ اقبال ٹاؤن لاہور

شہداد پور :- مکتبہ المعارف دار العلوم حسینیہ شہداد پور ضلع سانگھڑ سندھ پاکستان پوسٹ کوڈ ۶۸۰۳۰

اہم نوٹ

ہم نے اس کتاب کی تصحیح میں حتی الوسع کوشش کی ہے پھر بھی ممکن ہے کوئی غلطی رہ گئی ہو۔ لہذا تمام قارئین سے التماس ہے کہ اگر کہیں غلطی پاویں تو براہ راست ہمیں اطلاع دیں تاکہ آئندہ اشاعت میں اسے درست کیا جاسکے۔ اللہ تعالیٰ اس کا اجر آپ کو عطا فرمائیں گے ۔

خط و کتابت کیلئے :- مکتبہ المعارف دار العلوم حسینیہ شہداد پور پوسٹ کوڈ ۶۸۰۳۰

بسم اللہ الرحمن الرحیم

اجازت نامہ

برائے اشاعت معارف القرآن بنام مکتبۃ المعارف شہداد پور

تفسیر کتاب معارف القرآن از مولانا محمد ادریس کاندھلوی صاحبؒ
جو کہ دار العلوم الحسینیہ شہداد پور والے حضرات خود دوبارہ
کمپوز کروا رہے ہیں اور چھاپ رہے ہیں ۔
ہماری طرف سے اجازت ہے ۔ ہمیں کوئی اعتراض نہیں کہ وہ اس کو
چھپوائیں اور فروخت کریں ۔

7/1/99

ڈاکٹر محمد سعد صدیقی
نبیرہ حضرت مصنفؒ

فہرست معارف القرآن جلد ہشتم (تکملہ)

مشتمل بر پارہ نمبر ۲۸ ۲۹ ۳۰

از سورۃ مجادلہ ... تا ... سورۃ والناس

صفحہ	مضمون	نمبر شمار
۴۰۸	فائدہ مہمہ	۱۹۲
۴۰۹	**تفسیر سورۃ الانشقاق**	
۴۱۰	قانون مجازات و مراتب جہد و عمل در حیات انسانی	۱۹۳
۴۱۳	شفق کی تفسیر و حاشیہ	۱۹۴
۴۱۴	احکام الٰہی کی تقسیم	۱۹۵
۴۱۵	آیت سجدہ	۱۹۶
۴۱۶	**تفسیر سورۃ البروج**	
۴۱۸	تفسیر و تمہید بر سرتابی منافی اطاعت خداوندی و تاکید استقامت بر ایمان	۱۹۷
۴۲۰	یوم موعود اور شاہد و مشہود کی تفسیر	۱۹۸
۴۲۱	اصحاب الاخدود یعنی آگ کی خندقیں کھودنے والوں کا قصہ	۱۹۹
۴۲۲	تنبیہ خداوندی بدوام عذاب جہنم بر تعذیب مومنین و مومنات	۲۰۰
۴۲۴	**تفسیر سورۃ الطارق**	
۴۲۸	دعوت فکر در تخلیق انسان و شہادت ارض و سماء و تکریم بسلسلہ بعث بعد الموت	۲۰۱
۴۳۰	**تفسیر سورۃ الاعلیٰ**	
۴۳۱	ذریعہ سعادت ذکر خداوندی و انہماک در صلوٰۃ و عبادت	۲۰۲
۴۳۵	**تفسیر سورۃ الغاشیہ**	

نمبر شمار	مضمون	صفحہ

کتابت ح.م. شہدادپوری

تمام عالم کی آوازوں کو سنتے۔

یہ عورت جھگڑا لے کر آئی اور میرے حجرہ کے گوشے میں بیٹھی وہ جھگڑ رہی تھی بات کر رہی تھی اور میں حجرہ کے گوشہ میں ہونے کے باوجود اس کی کچھ باتیں نہیں سن سکی تھی مگر سبحان اللہ کہ رب العزت سات آسمانوں کی بلندی سے اس کی باتیں سن رہا تھا جب وہ یہ کہہ رہی تھی اللّٰھم انی اشکو الیک۔ بس ابھی تھوڑی دیر گذری کہ جبریل امین یہ آیات لے کر نازل ہو گئے۔

سورۃ مجادلہ مدنی ہے، اور اس کی بائیس آیتیں اور تین رکوع ہیں

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

شروع اللہ کے نام سے جو بےحد مہربان نہایت رحم والا

قَدْ سَمِعَ اللّٰهُ قَوْلَ الَّتِيْ تُجَادِلُكَ فِيْ زَوْجِهَا وَتَشْتَكِيْٓ اِلَى

سن لی اللہ نے بات اس عورت کی جو جھگڑتی ہے تجھ سے اپنے خاوند کے حق میں اور جھینکتی ہے

اللّٰهِ ۖ وَاللّٰهُ يَسْمَعُ تَحَاوُرَكُمَا ۭ اِنَّ اللّٰهَ سَمِيْعٌۢ بَصِيْرٌ ①

اللہ کے آگے، اور اللہ سنتا ہے سوال جواب تم دونوں کا، بےشک اللہ سنتا ہے دیکھتا۔

اَلَّذِيْنَ يُظٰهِرُوْنَ مِنْكُمْ مِّنْ نِّسَاۗىِٕهِمْ مَّا هُنَّ اُمَّهٰتِهِمْ ۭ

جو لوگ ماں کہہ بیٹھیں تم میں اپنی عورتوں کو وہ نہیں ان کی مائیں۔

اِنْ اُمَّهٰتُهُمْ اِلَّا الّٰۗـِٔيْ وَلَدْنَهُمْ ۭ وَاِنَّهُمْ لَيَقُوْلُوْنَ مُنْكَرًا

مائیں وہی جنہوں نے ان کو جنا، اور وہ بولتے ہیں ایک ناپسند

مِّنَ الْقَوْلِ وَزُوْرًا ۭ وَاِنَّ اللّٰهَ لَعَفُوٌّ غَفُوْرٌ ② وَالَّذِيْنَ

بات اور جھوٹ، اور اللہ معاف کرتا ہے بخشنے والا، اور جو

[1] صحیح بخاری، ابن ماجہ

يُظٰهِرُوْنَ مِنْ نِّسَآئِهِمْ ثُمَّ يَعُوْدُوْنَ لِمَا قَالُوْا فَتَحْرِيْرُ

ماں کہہ بیٹھیں اپنی عورتوں کو، پھر وہی کام چاہیں جس کو کہا ہے تو آزاد کرنا

رَقَبَةٍ مِّنْ قَبْلِ اَنْ يَّتَمَآسَّا ۚ ذٰلِكُمْ تُوْعَظُوْنَ بِهٖ ۚ وَاللّٰهُ

ایک بردہ، پہلے اس سے کہ آپس میں ہاتھ لگاویں، اس سے تم کو نصیحت ہوگی، اور اللہ

بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِيْرٌ ۞ فَمَنْ لَّمْ يَجِدْ فَصِيَامُ شَهْرَيْنِ

خبر رکھتا ہے جو کچھ تم کرتے ہو۔ پھر جو کوئی نہ پاوے، تو روزے دو مہینے کے

مُتَتَابِعَيْنِ مِنْ قَبْلِ اَنْ يَّتَمَآسَّا ۚ فَمَنْ لَّمْ يَسْتَطِعْ

لگاتار، پہلے اس سے کہ آپس میں چھوئیں، پھر جو کوئی نہ کر سکے تو

فَاِطْعَامُ سِتِّيْنَ مِسْكِيْنًا ۚ ذٰلِكَ لِتُؤْمِنُوْا بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ ۚ

کھانا دینا ہے ساٹھ محتاج کا۔ یہ اس واسطے کہ تم حکم مانو اللہ کا اور اس کے رسول کا،

وَتِلْكَ حُدُوْدُ اللّٰهِ ۚ وَلِلْكٰفِرِيْنَ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ۞

اور یہ حدیں باندھی ہیں اللہ کی، اور منکروں کو دکھ کی مار ہے۔

شکوہ و التجا خاتون پریشان حال دربارگاہِ ربُّ العزت ذی الجلال ونزولِ حکم ظہار

قال اللہ تعالیٰ: قَدْ سَمِعَ اللّٰهُ قَوْلَ الَّتِيْ تُجَادِلُكَ ..... الٰی ..... عَذَابٌ اَلِيْمٌ۔

(ربط) گزشتہ سورت کا مضمون انبیاء علیہم السلام کی بعثت اور ان کے ذریعہ عالم دنیا کے لئے سامانِ ہدایت و رحمت کا ذکر تھا اب اس سورت کی ابتداء اس مضمون سے کی جا رہی ہے کہ اللہ رب العزت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ذریعہ ایسے ہدایات و احکام نازل فرماتا ہے جن سے لوگ اپنی پریشانیوں سے چھٹکارا حاصل کر سکتے ہیں اگر وہ اپنی زندگی کے کسی شعبہ میں بھی کسی وقت پریشان و مضطرب ہوں تو خدا تعالیٰ کس طرح ان کی التجا سنتا ہے اور احکام شریعت کے ذریعہ کس طرح ان کی پریشانیاں دور فرماتا ہے۔

چنانچہ ارشاد فرمایا۔

بے شک اللہ نے سن لی ہے اس عورت کی بات جو اے ہمارے پیغمبر آپ سے جھگڑ رہی تھی اپنے خاوند کے حق میں اور شکایت کر رہی تھی اپنی مصیبت و پریشانی کی اللہ کے سامنے اور اسی کی بارگاہ میں اصرار کر رہی تھی اور اللہ سن رہا تھا تم دونوں کے سوال و جواب کو اور آپس کی رد و قدح کو کہ خولہؓ کہہ رہی تھی یا رسول اللہ اس نے مجھے طلاق نہیں دی اور اب میں کس طرح زندگی گزاروں کہ اس کے یہ کہنے سے کہ تو مجھ پر میری ماں کی پشت کی طرح ہے، میں حرام ہو گئی۔ اور آپ کہتے تھے کہ مجھ پر تو کوئی اور حکم اللہ کی طرف سے نازل نہیں ہوا۔ بے شک اللہ خوب سنتا دیکھتا ہے تو اس نے ایک دکھی عورت کی آواز و التجاء کو سنا اور اس کی مصیبت و پریشانی سے نجات پانے کا راستہ پیدا کر دیا اور آئندہ کے لیے اس قسم کی بات کرنے والوں کے واسطے یہ حکم نازل کر دیا کہ جو لوگ ظہار کر بیٹھیں تم میں سے اپنی عورتوں سے اور ان کو اپنی ماں کہہ بیٹھیں اور ماں کے بدن سے تشبیہ دے دیں تو وہ نہیں ہو جاتیں ان کی مائیں ـــــ ان کی مائیں تو صرف وہی ہیں جنہوں نے ان کو جنا اور یقیناً وہ بول رہے ہیں ایک بہت ہی ناپسندیدہ اور جھوٹی بات کہ جس عورت نے ان کو جنا نہیں وہ سمجھے اس پر ماں کی طرح حرام ہو گئی ہے یہ بیہودہ بات ایسی تو نہ تھی کہ اس پر درگذر کیا جاتا لیکن اللہ بہت ہی درگزر کرنے والا ہے جو اپنے بندوں کو بخشنے والا ہے تو اب ایسی صورت حال میں قانون خداوندی اور حکم شریعت یہ ہے۔ اور وہ لوگ جو اپنی عورتوں سے ظہار کر لیں اور پھر وہ لوٹنا چاہیں اسی چیز کی طرف جس کے واسطے انہوں نے یہ کہا یعنی حرمت تعلق اور وہ پھر اس علاقہ زوجیت کی طرف لوٹنا چاہیں تو ایک غلام آزاد کرنا ہے اس سے قبل کہ وہ ایک دوسرے کو چھوئیں عہ۔

اے مسلمانو! یہ ہے وہ بات جس کی نصیحت تم کو کی جا رہی ہے، اور اس حکم کا تم کو پابند کیا جا رہا ہے۔ اور اللہ تو خوب خبر رکھنے والا ہے ان تمام کاموں کی جو تم کرتے ہو پھر اگر کوئی شخص نہ پائے غلام اور اس کی

عہ حنفیہ کے یہاں ظہار میں یہی حکم ہے کہ کفارہ ادا کرنے سے قبل مرد و عورت آپس میں نہیں مل سکتے جماع اور دواعی جماع سب ممنوع ہیں، چنانچہ متعدد احادیث میں اس کی تصریح ہے۔ زہریؒ نے تصریح کی ہے کہ لمس و تقبیل وغیرہ بھی جائز و حلال نہیں ہے جب تک کہ کفارہ نہ ادا کرے عکرمہؓ، ابن عباسؓ سے روایت کرتے ہیں کہ ایک شخص نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آکر عرض کیا یا رسول اللہ میں نے اپنی عورت سے قربت کر لی قبل اس کے کہ میں کفارہ ادا کروں، آپ نے اس پر نکیر فرمائی اور فرمایا اس بات پر آخر تجھے کس بات نے آمادہ کیا اس نے اپنا عذر بیان کیا تو آپ نے فرمایا لا تقربها حتى تفعل ما امرك الله عز و جل کہ تو اس کے قریب بھی نہ جا جب تک کہ تو اس بات کی تکمیل نہ کرلے جس کا اللہ عز و جل نے تجھے حکم دیا ہے یعنی کفارہ ادا کرنے امام ترمذیؒ نے اس حدیث کو حسن غریب صحیح فرمایا ہے اور امام ابوداؤد و نسائی نے اس کو عکرمہؓ سے مرسلاً روایت کیا ہے۔ (تفسیر ابن کثیر ج ۴)

ظہار کے تفصیلی احکام کے لیے کتب فقہ کی مراجعت فرمائی جاوے۔ ۱۲

قدرت نہ ہو کہ غلام آزاد کرے تو پھر دو مہینے کے روزے ہیں پے در پے قبل اس کے کہ دونوں ایک دوسرے کو ہاتھ لگائیں پھر اگر کوئی اس کی بھی کوئی استطاعت نہیں رکھتا تو ساٹھ مسکینوں کو کھانا کھلانا ہے یہ حکم مذکورہ بالا کفارہ کی تین صورتوں میں سے اس لئے کہ تم ایمان لاؤ اللہ پر اور تابع دار ہو اللہ کے ہر حکم کے اور اس کے رسول کے اور یہ اللہ کی حدود ہیں جو اللہ نے اپنے بندوں پر مقرر کر دی ہیں ان پر ایمان لانا اور ان کی اطاعت و فرمانبرداری لازم ہے اور کافروں کے واسطے بڑا ہی دردناک عذاب ہے۔ اللہ کے حکم سے روگردانی درحقیقت انسان کا خود اپنے اوپر ظلم ہے جس کی سزا سے وہ ہرگز نہیں بچ سکتا اسی وجہ سے اللہ نے حدود مقرر کر دیں تاکہ ان سے کوئی تجاوز نہ کرے۔

ظہار کا مفہوم اور اس کا حکم شرعی

جیسا کہ تفسیری کلمات سے معلوم ہو چکا ظہار کا مفہوم یہ ہے کہ کوئی مرد اپنی عورت کو یہ کہے انت علیّ کظہر امی کہ تو مجھ پر میری ماں کی پشت کی طرح حرام ہے۔ اصطلاح شریعت میں ظہار اپنی بیوی کو یا اس کے کسی ایسے جزو شائع کو جس سے سارے جسم کو اور ذات کو تعبیر کیا جا سکتا ہو، اپنی ماں سے یا اس کے کسی ایسے عضو سے تشبیہ دینا جس کا دیکھنا جائز نہیں ہے اسی طرح دیگر محرمات ابدیہ سے تشبیہ دینا ظہار ہے لفظ ظہار ظہر بمعنی پشت سے مشتق ہے یہ لفظ اگرچہ لفظاً اور ذکر کیا جاتا ہے مگر مراد مجازاً پیٹھ یا مقام مخصوص ہوتا ہے حیاءً لفظ ظہار بولنا اختیار کیا گیا۔ کلام عرب میں اس طرح کا مجازاً استعمال شائع اور معروف ہے۔ ان آیات کے نزول سے پیشتر ظہار کو قطعی طلاق شمار کیا جاتا تھا اور اس وقت اسلام میں اس صورت خاص کا کوئی حکم بھی نازل نہ ہوا تھا اسی وجہ سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ابتداءً فرما دیا تھا کہ آپ تو اس پر حرام ہو چکی اور اب کوئی صورت تیرے واسطے نہیں یہاں تک کہ یہ کفارہ کا حکم قرآن کریم میں نازل ہو گیا اب ظہار کرنے پر شریعت کے نزدیک کفارہ کی یہ شکل نکل آئی اور اس طرح کفارہ ادا کر کے مرد اپنی بیوی کی طرف رجوع کر سکتا ہے۔

فقہاء کے نزدیک یہ بات تو بالاجماع ہے کہ ان الفاظ کے کہنے سے ظہار ہو جاتا ہے، لیکن ان الفاظ میں "انت علیّ کظہر امی" کے علاوہ اور کوئی لفظ کہے اس کی متعدد صورتیں ہو سکتی ہیں، مثلاً "انت کظہر" تو کہے لیکن "ام" کا لفظ نہ کہے تو اگر ام کے علاوہ کسی غیر محرم کا ذکر کیا یعنی محرم سے تشبیہ نہیں دی تو اس صورت میں بالاتفاق ظہار نہ ہوگا اس لئے کہ اپنی عورت سے قربت کو اگر ایسی عورت کی قربت سے تشبیہ دی جس سے نکاح ہو سکتا ہے تو کوئی مضائقہ نہیں۔ البتہ اگر ماں کے سوا ان عورتوں کے ساتھ تشبیہ دی جو اس پر ہمیشہ کے لئے حرام ہیں خواہ نسباً ہوں مثلاً بہن، پھوپھی، بیٹی، نواسی یا رضاعت کے رشتہ سے مثلاً جیسے کہ رضاعی بہن اور رضاعی بیٹی وغیرہ تو ان صورتوں میں امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک ظہار ہو گا، امام شافعیؒ کے نزدیک اس میں دو قول ہیں پہلا قول یہ تھا کہ ظہار نہ ہو گا، دوسرا یہ کہ ظہار ہے۔ دوسری شکل یہ کہ ماں کی پشت سے تو تشبیہ نہیں دی بلکہ اس کے کسی عضو کے ساتھ تشبیہ دی ہے تو اس کی دو صورتیں ہیں ایک ایسے عضو کے ساتھ تشبیہ دی ہے کہ اس کا دیکھنا

حرام نہیں مثلاً ہاتھ، پاؤں، چہرہ، آنکھ تو اس میں ظہار نہیں اور اگر ایسے اعضاء سے تشبیہ دی ہے کہ ان کا دیکھنا حرام ہو مثلاً ران، سرین اور پیٹ تو امام ابو حنیفہؒ کے نزدیک ظہار ہے۔

تیسری شکل یہ کہ رشتہ کا ذکر ہو اور نہ پشت کا بلکہ یہ کہے کہ تو مجھ پر میری بہن یا بیٹی کی طرح ہے تو اس شکل میں فقہاء حنابلہ و شافعیہ ظہار نہیں کہتے لیکن امام ابو حنیفہؒ کے نزدیک اس شکل میں بھی ظہار ہے لفظ منکم سے ظاہر ہوتا ہے کہ ظہار مسلمان کر سکتا ہے کافر ذمی کو ظہار کا حق نہیں۔

تفصیل کے لیے کتب فقہ کی مراجعت فرمائیں۔

إِنَّ الَّذِينَ يُحَادُّونَ اللَّهَ وَرَسُولَهُ كُبِتُوا كَمَا كُبِتَ

جو لوگ مخالفت ہوتے اللہ سے اور اس کے رسول سے وہ خوار ہوئے جیسے خوار ہوئے

الَّذِينَ مِن قَبْلِهِمْ وَقَدْ أَنزَلْنَا آيَاتٍ بَيِّنَاتٍ ۚ وَلِلْكَافِرِينَ

جو ان سے پہلے، اور ہم نے اتاری ہیں آیتیں صاف۔ اور منکروں کو

عَذَابٌ مُّهِينٌ ﴿٥﴾ يَوْمَ يَبْعَثُهُمُ اللَّهُ جَمِيعًا فَيُنَبِّئُهُم بِمَا

ذلت کی مار ہے۔ جس دن اٹھاوے گا اللہ ان سب کو، پھر جتاوے گا ان کو

عَمِلُوا ۚ أَحْصَاهُ اللَّهُ وَنَسُوهُ ۚ وَاللَّهُ عَلَىٰ كُلِّ شَيْءٍ

جو کچھ کیا ہے۔ اللہ نے وہ گن رکھے ہیں اور وہ بھول گئے۔ اور اللہ کے سامنے ہے

شَهِيدٌ ﴿٦﴾

ہر چیز۔

ع ۱

تنبیہ و وعید بر بغاوت و نافرمانی از حکم خدا و رسول صلی اللہ علیہ وسلم

قال اللہ تعالیٰ ۔ اِنَّ الَّذِیْنَ یُحَآدُّوْنَ اللّٰہَ وَرَسُوْلَہٗ .... الیٰ .... وَاللّٰہُ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ شَہِیْدٌ

ربط: گزشتہ آیات میں کفارہ ظہار کا حکم بیان فرما کر اخیر میں فرما دیا گیا تھا یہ احکام اللہ کی حدود ہیں۔ اور حدود خداوندی سے تجاوز کرنا اللہ کو ہرگز گوارا نہیں ہو سکتا تو اب ان آیات میں احکام خداوندی سے بغاوت

کرنے والوں اور اللہ کی حدود سے تجاوز کرنے والوں پر وعید و تنبیہ ہے فرمایا۔
بے شک جو لوگ مخالفت کرتے ہیں اللہ کی اور اس کے رسول کی وہ ذلیل و خوار ہوں گے جیسا کہ ذلیل ہوئے وہ لوگ جو ان سے پہلے تھے اور ہم نے اتاری ہیں کھلی کھلی نشانیاں اور واضح احکام جن کے بعد نہ کوئی تردد ہو سکتا ہے اور نہ ہی کوئی ابہام باقی رہ سکتا ہے اور کافروں کے واسطے بڑا ہی ذلیل کر دینے والا عذاب ہے، جس دن کہ اٹھائے گا اللہ ان سب کو پھر کھول کر رکھ دے گا ان کے سامنے ان کے وہ کام جو انہوں نے کئے، اللہ نے تو اس کا احاطہ کر رکھا ہے اور انہوں نے اس کو بھلا دیا ہے ہر انسان اور اس کا عمل اور اس کی ہر حالت خدا کے احاطہ میں ہے کوئی چیز اس سے پوشیدہ نہیں گو انسان اپنے اعمال اور احوال کو بھلا دیتا ہے اور نہ ہی اس کو قیامت یاد رہتی ہے۔ اور اللہ کے سامنے ہر چیز حاضر ہے کوئی ذرہ آسمانوں اور زمین میں اس سے پوشیدہ نہیں، ہر ایک کے سامنے اس کے اعمال کا دفتر کھول کر رکھ دیا جائے گا زبان پر مہر لگا دی جائے گی اور انسان کے ہاتھ پاؤں گواہی دیتے ہوں گے۔ الغرض اس حقیقت کو سامنے رکھتے ہوئے کسی بھی نافرمان اور اللہ کی حدود سے تجاوز کرنے والے کو دھوکہ میں نہ رہنا چاہئے کہ وہ اللہ کی گرفت اور عذاب سے بچ جائے گا۔

أَلَمْ تَرَ أَنَّ اللّٰهَ يَعْلَمُ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْأَرْضِ ۖ

تو نے نہ دیکھا! کہ اللہ کو معلوم ہے جو کچھ ہے آسمانوں میں اور زمین میں۔

مَا يَكُوْنُ مِنْ نَّجْوٰى ثَلٰثَةٍ إِلَّا هُوَ رَابِعُهُمْ وَلَا خَمْسَةٍ

کہیں نہیں ہوتا مشورہ تین کا جہاں وہ نہیں ان میں چوتھا، اور نہ پانچ

إِلَّا هُوَ سَادِسُهُمْ وَلَا أَدْنٰى مِنْ ذٰلِكَ وَلَا أَكْثَرَ إِلَّا

جہاں وہ نہیں ان میں چھٹا، اور نہ اس سے کم نہ زیادہ جہاں وہ نہیں

هُوَ مَعَهُمْ أَيْنَ مَا كَانُوْا ۚ ثُمَّ يُنَبِّئُهُمْ بِمَا عَمِلُوْا يَوْمَ

ان کے ساتھ، جہاں کہیں ہوں۔ پھر جتا دے گا ان کو جو انہوں نے کیا قیامت

الْقِيٰمَةِ ۚ إِنَّ اللّٰهَ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمٌ ﴿۷﴾ أَلَمْ تَرَ إِلَى

کے دن۔ بے شک اللہ کو معلوم ہے ہر چیز۔ تو نے نہ دیکھے؟

الَّذِيْنَ نُهُوْا عَنِ النَّجْوٰى ثُمَّ يَعُوْدُوْنَ لِمَا نُهُوْا عَنْهُ

جن کو منع ہوئی کانا پھوسی، پھر وہی کرتے ہیں جو منع ہو چکا ہے۔

وَيَتَنٰجَوْنَ بِالْاِثْمِ وَالْعُدْوَانِ وَمَعْصِيَتِ الرَّسُوْلِ وَ

اور کان میں باتیں کرتے ہیں گناہ کی، اور زیادتی کی، اور رسول کی بے حکمی کی۔ اور

اِذَا جَآءُوْكَ حَيَّوْكَ بِمَا لَمْ يُحَيِّكَ بِهِ اللّٰهُ وَيَقُوْلُوْنَ فِيْٓ

جب آویں تیرے پاس تجھ کو دعا دیں جو دعا نہیں دی تجھ کو اللہ نے، اور کہتے ہیں

اَنْفُسِهِمْ لَوْلَا يُعَذِّبُنَا اللّٰهُ بِمَا نَقُوْلُ ۭ حَسْبُهُمْ جَهَنَّمُ ۚ

اپنے دل میں، کیوں نہیں عذاب کرتا ہم کو اللہ اس پر جو ہم کہتے ہیں، بس ہے ان کو دوزخ

يَصْلَوْنَهَا ۚ فَبِئْسَ الْمَصِيْرُ ۝۸ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِذَا

پیٹھیں گے اس میں، سو بری جگہ پہنچے۔ اے ایمان والو! جب

تَنَاجَيْتُمْ فَلَا تَتَنَاجَوْا بِالْاِثْمِ وَالْعُدْوَانِ وَمَعْصِيَتِ

کان میں بات کرو، تو مت کرو بات گناہ کی اور زیادتی کی اور رسول کی

الرَّسُوْلِ وَتَنَاجَوْا بِالْبِرِّ وَالتَّقْوٰى ۭ وَاتَّقُوا اللّٰهَ الَّذِيْٓ

بے حکمی کی، اور بات کرو احسان کی اور ادب کی، اور ڈرتے رہو اللہ سے جس

اِلَيْهِ تُحْشَرُوْنَ ۝۹ اِنَّمَا النَّجْوٰى مِنَ الشَّيْطٰنِ لِيَحْزُنَ

کے پاس جمع ہو گے۔ یہ جو ہے کانا پھوسی، سو شیطان کا کام ہے کہ دلگیر کرے

الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَلَيْسَ بِضَاۗرِّهِمْ شَـيْـــًٔا اِلَّا بِاِذْنِ اللّٰهِ ۭ وَ

ایمان والوں کو، اور وہ ان کا کچھ نہ بگاڑے گا بدون حکم اللہ کے۔ اور

عَلَى اللّٰهِ فَلْيَتَوَكَّلِ الْمُؤْمِنُوْنَ ۝۱۰ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِذَا

اللہ پر چاہیے بھروسا کریں ایمان والے۔ اے ایمان والو! جب تم کو کہے

قِيْلَ لَكُمْ تَفَسَّحُوْا فِي الْمَجٰلِسِ فَافْسَحُوْا يَفْسَحِ اللّٰهُ

کھل بیٹھو مجلسوں میں، تو کھل جاؤ، اللہ کشادگی

لَكُمْ ۚ وَإِذَا قِيلَ انشُزُوا فَانشُزُوا يَرْفَعِ اللَّهُ الَّذِينَ

دے تم کو ۔ اور جب کہئے اٹھ کھڑے ہو تو اٹھ کھڑے ہو اللہ اونچے کرے ان کے جو ایمان

آمَنُوا مِنكُمْ وَالَّذِينَ أُوتُوا الْعِلْمَ دَرَجَاتٍ ۚ وَاللَّهُ بِمَا

رکھتے ہیں تم میں ، اور علم ، بڑے درجے ۔ اللہ خبر

تَعْمَلُونَ خَبِيرٌ ﴿١١﴾ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِذَا نَاجَيْتُمُ

رکھتا ہے جو کرتے ہو ۔ اے ایمان والو ! جب تم کان میں بات

الرَّسُولَ فَقَدِّمُوا بَيْنَ يَدَيْ نَجْوَاكُمْ صَدَقَةً ۚ ذَٰلِكَ

کہو رسول سے تو آگے دھرلو اپنی بات کہنے سے پہلے خیرات ۔ یہ

خَيْرٌ لَّكُمْ وَأَطْهَرُ ۚ فَإِن لَّمْ تَجِدُوا فَإِنَّ اللَّهَ غَفُورٌ رَّحِيمٌ ﴿١٢﴾

بہتر ہے تمہارے حق میں ، اور بہت ستھرا پھر اگر نہ پاؤ تو اللہ بخشنے والا مہربان ہے ۔

أَأَشْفَقْتُمْ أَن تُقَدِّمُوا بَيْنَ يَدَيْ نَجْوَاكُمْ صَدَقَاتٍ ۚ

کیا تم ڈر گئے ؟ کہ آگے بھیجا کرو کان کی بات سے پہلے خیراتیں ۔

فَإِذْ لَمْ تَفْعَلُوا وَتَابَ اللَّهُ عَلَيْكُمْ فَأَقِيمُوا الصَّلَاةَ وَ

سو جب تم نے نہ کیا ، اور اللہ نے معاف کیا تم کو تو اب کھڑی رکھو نماز اور

آتُوا الزَّكَاةَ وَأَطِيعُوا اللَّهَ وَرَسُولَهُ ۚ

دیتے رہو زکوٰۃ ، اور حکم پر چلو اللہ کے اور اس کے رسول کے ،

وَاللَّهُ خَبِيرٌ بِمَا

اور اللہ کو خبر ہے جو کچھ

تَعْمَلُونَ ﴿١٣﴾

تم کرتے ہو ۔

بجز اللہ کے حکم کے کہ اگر کسی بات کے متعلق اسی کا حکم ہو تو وہ بہر کیف ہو جائے گی اور ایمان والوں کو چاہئے کہ اللہ ہی پر بھروسہ کریں اور اللہ پر بھروسہ کرنے سے ان پر اس قسم کی دل آزار سرگوشیں زیادہ اثر انداز نہ ہوں گی۔ اور ان کا یہ اعتقاد ہے کہ کوئی چیز اور کوئی بھی سازش بغیر اذنِ الٰہی کسی کو نقصان نہیں پہنچا سکتی۔ ان کے دلوں کے ایمان و تقویٰ کو اور مضبوط کرے گا اگر منافق و یہود ایسی باتوں کی سرگوشیوں میں مصروف ہیں تو اہل ایمان کو نیکی اور تقویٰ کے مشوروں میں لگ جانا چاہئے۔ ان آداب و ہدایات کے ساتھ اس ادب کا بھی لحاظ رکھنا چاہئے کہ

اے ایمان والو جب تم کو کہا جائے کھل کر بیٹھو مجلس میں تو کھل جاؤ اللہ تعالیٰ تمہارے واسطے کشادگی فرمائے گا۔ اس لیے ایسا کرنا چاہئے کہ منتشر بیٹھیں اور دوسرے آنے والوں کے لیے جگہ کشادہ ہو رہے بلکہ قریب قریب حلقہ بنا کر بیٹھتے رہیں اور اگر کہا جائے اٹھ جاؤ تو اٹھ کھڑے ہو جایا کرو حلقہ بنانے اور جگہ کشادہ کرنے کے لیے یا مجلس برخاست ہو رہی ہے، آنے والوں کو جگہ دینے کے لیے اللہ تعالیٰ بلند کرتا ہے تم میں سے ایمان لانے والوں اور علم والوں کے درجات حقیقت یہ ہے کہ ایمان، اخلاص اور تہذیب و شائستگی جہاں انسان کو تواضع سکھانے کا ذریعہ ہے اسی کے ساتھ مراتب و درجات کی بلندی کا بھی باعث ہے اور اللہ خوب جانتا ہے ان تمام کاموں کو جو نیک لوگ تم کرتے ہو، اسی وجہ سے ہر ایک کو اس کے اخلاص اور صلاحیت کے اعتبار سے اجر و ثواب دے گا ایمان اور علم ہی وہ نعمتیں ہیں جن سے انسانوں کی صلاحیتوں اور استعداد میں جلا اور قبولیت حاصل ہوتی ہے تو ان ہی پر درجات و مراتب کی بلندی مرتب فرمائی گئی۔

منافق چونکہ ہر طرح اسی کی کوشش کرتے تھے کہ مسلمانوں کو ایذا پہنچے اور اسی طرح وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے فیوض و برکات سے مستفیض نہ ہوں تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں غیر ضروری باتیں کرنے لگے اور وقت ضائع کرتے اور آپ اپنی مروت و اخلاص کے باعث کسی کو منع نہ فرماتے تو اس وجہ سے یہ حکم نازل فرمایا گیا کہ آنحضرت سے جو بھی کوئی خصوصی مجلس کی طرح مشورہ کرنا چاہے تو اس کو چاہئے کہ پہلے وہ ان غرباء کے واسطے صدقہ دے جو اصحاب صفہ اور دیگر غرباء مسجد نبوی میں شب و روز رہتے ہوں تاکہ ان غرباء کی اعانت بھی ہو اور اس کے باعث جو در حقیقت ضرورت مند اور مخلص ہوگا وہی خصوصی مشورہ اور سرگوشی کے لیے حاضری چاہے گا تو فرمایا اے ایمان والو جب تم کوئی سرگوشی اور مشورہ کرو رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے تو اپنی سرگوشی سے پہلے کوئی صدقہ بھیج دیا کرو یہی بہتر ہے تمہارے واسطے اور زیادہ پاکیزگی کا باعث ہے۔ کیونکہ صدقات سے انسان کی باطنی کدورتوں اور کثافتوں کا ازالہ ہوتا ہے اور تقویٰ و طہارت کے آثار رونما ہوتے ہیں پھر اگر تم نہ پاؤ کوئی چیز صدقہ کی پہلے بھیج دینے کے لیے تو بس اللہ بڑا ہی بخشش دینے والا مہربان ہے۔ اس طرح غیر مستطیع لوگوں کے حق میں پہلے ہی سہولت فرما دی گئی۔

یہ جو کچھ مقرر ہوا تھا محض نفس کے تزکیہ اور منافق و مخلص کے امتیاز کے لیے۔ منافقین سے تو بخل کی

وجہ سے پہلے ہی مجلس میں خصوصی سرگوشی کا سلسلہ بند کر دیا اور جو مسلمان بلا وجہ ہی خصوصی ملاقات کا ارادہ کرتے

تھے۔ انہوں نے بھی یہ سوچ کر کہ یہ سرگوشیاں اللہ کو پسند نہیں بالآخر اسی طرح اس حکم کو تبدیل فرما دیا گیا کہ تم اس بات سے ڈر گئے ہو کہ اپنی سرگوشی سے پہلے صدقات بھیجا کرو، بہرحال جب تم نے اس بات نہیں کی اور اللہ نے تمہیں معاف کر دیا تو اب تم قائم رکھو نماز اور زکوٰۃ دیتے رہو اور اللہ اور اس کے رسول کے حکم کی اطاعت کرتے رہو اسی میں تمہارے واسطے نجات دو جہانی اور فلاح و سعادت ہے اور اللہ خوب جانتا ہے ان کاموں کو جو تم کرتے ہو، نہ کسی کا عمل خدا سے مخفی ہے اور نہ کسی کے اخلاص اور سعادت سے اللہ تعالیٰ بے خبر ہے ہر ایک کو اس کے اخلاص و عمل کا ضرور پورا پورا اجر و ثواب دے گا۔

مناجات و سرگوشی پر جو صدقہ کا حکم تھا وہ عارضی تھا اور اس کی غرض پوری ہو گئی تو اس کو تو اٹھا لیا گیا ہاں جو احکام ابدی اور دائمی ہیں وہ ہمیشہ قائم و باقی رہیں گے سو ان کو قائم رکھو نماز پڑھتے رہو، زکوٰۃ ادا کرتے رہو اور ہر حکم کی اطاعت و فرمانبرداری میں مستعد و تیار رہو۔

استاذی محترم شیخ الاسلامؒ فرماتے ہیں کہ فَاِذْ لَمْ تَفْعَلُوْا سے معلوم ہوتا ہے کہ اس حکم پر عام طور سے عمل کرنے کی نوبت ہی نہیں آئی بعض روایات میں ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ فرمایا کرتے تھے امت میں صرف میں ہی ایک شخص ہوں جس نے اس حکم پر عمل کیا اتفاق اور کسی کو نوبت ہی نہیں آئی۔

اَلَمْ تَرَ اِلَى الَّذِيْنَ تَوَلَّوْا قَوْمًا غَضِبَ اللّٰهُ

تو نے نہ دیکھا وہ جو رفیق ہوتے ہیں ایک لوگوں کے جن پر غصے

عَلَيْهِمْ ۭ مَا هُمْ مِّنْكُمْ وَلَا مِنْهُمْ ۙ وَيَحْلِفُوْنَ عَلَى الْكَذِبِ

ہوا ہے اللہ، نہ وہ تم میں ہیں نہ ان میں ہیں اور قسمیں کھاتے ہیں جھوٹ بات پر

وَهُمْ يَعْلَمُوْنَ ۝۱۴ اَعَدَّ اللّٰهُ لَهُمْ عَذَابًا شَدِيْدًا ۭ اِنَّهُمْ

اور خبر رکھتے ہیں۔ رکھی ہے اللہ نے ان کو سخت مار، بے شک وہ

سَاۗءَ مَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ۝۱۵ اِتَّخَذُوْٓا اَيْمَانَهُمْ جُنَّةً فَصَدُّوْا

برے کام ہیں جو کر رہے ہیں۔ بنایا ہے اپنی قسموں کو ڈھال، پھر روکتے ہیں

عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ فَلَهُمْ عَذَابٌ مُّهِيْنٌ ۝۱۶ لَنْ تُغْنِيَ

اللہ کی راہ سے، تو ان کو ذلت کی مار ہے۔ کام نہ آویں گے

عَنْهُمْ أَمْوَالُهُمْ وَلَآ أَوْلَادُهُم مِّنَ اللّٰهِ شَيْـًٔا ۚ أُولٰٓئِكَ

ان کو ان کے مال اور نہ ان کی اولاد، اللہ کے ہاتھ سے کچھ۔ وہ لوگ

أَصْحٰبُ النَّارِ ۖ هُمْ فِيهَا خٰلِدُونَ ﴿١٧﴾ يَوْمَ يَبْعَثُهُمُ اللّٰهُ

ہیں دوزخ کے۔ اسی میں رہ پڑے۔ جس دن جمع کرے گا اللہ ان کو

جَمِيعًا فَيَحْلِفُونَ لَهٗ كَمَا يَحْلِفُونَ لَكُمْ وَيَحْسَبُونَ أَنَّهُمْ

سارے، پھر قسمیں کھائیں گے اس کے آگے جیسے کھاتے ہیں تمہارے آگے۔ اور خیال رکھتے ہیں کہ

عَلٰى شَيْءٍ ۚ أَلَآ إِنَّهُمْ هُمُ الْكٰذِبُونَ ﴿١٨﴾ اِسْتَحْوَذَ عَلَيْهِمُ

وہ کچھ بھلی راہ پر ہیں۔ سنتا ہے وہی ہیں اصل جھوٹے۔ قابو میں کر لیا ہے ان کو

الشَّيْطٰنُ فَأَنْسٰىهُمْ ذِكْرَ اللّٰهِ ۚ أُولٰٓئِكَ حِزْبُ الشَّيْطٰنِ ۚ

شیطان نے پھر بھلا دی ان کو اللہ کی یاد۔ وہ لوگ ہیں گروہ شیطان کا۔

أَلَآ إِنَّ حِزْبَ الشَّيْطٰنِ هُمُ الْخٰسِرُونَ ﴿١٩﴾ إِنَّ الَّذِينَ

سنتا ہے جو گروہ ہے شیطان کا، وہی خراب ہوتے ہیں۔ جو لوگ مخالفت

يُحَآدُّونَ اللّٰهَ وَرَسُولَهٗٓ أُولٰٓئِكَ فِي الْأَذَلِّينَ ﴿٢٠﴾ كَتَبَ

کرتے ہیں اللہ سے اور رسول سے اس کے، وہ لوگ ہیں سب سے بے قدر لوگوں میں۔ اللہ

اللّٰهُ لَأَغْلِبَنَّ أَنَا وَرُسُلِيْ ۚ إِنَّ اللّٰهَ قَوِيٌّ عَزِيزٌ ﴿٢١﴾ لَا

لکھ چکا کہ میں غالب رہوں گا اور میرے رسول۔ بیشک اللہ زور آور ہے زبردست۔ تو نہ

تَجِدُ قَوْمًا يُؤْمِنُونَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ يُوَآدُّونَ

پائے گا کوئی لوگ جو یقین رکھتے ہوں اللہ پر اور پچھلے دن پر کہ دوستی کریں

مَنْ حَآدَّ اللّٰهَ وَرَسُولَهٗ وَلَوْ كَانُوٓا اٰبَآءَهُمْ أَوْ أَبْنَآءَهُمْ

ایسوں سے جو مخالف ہوئے اللہ اور اس کے رسول کے، خواہ وہ اپنے باپ ہوں یا بیٹے ہوں

أَوْ إِخْوَانَهُمْ أَوْ عَشِيرَتَهُمْ ۚ أُولَٰئِكَ كَتَبَ فِي قُلُوبِهِمُ

یا اپنے بھائی یا اپنے گھرانے کے۔ ان کے دلوں میں لکھ دیا ہے

الْإِيمَانَ وَأَيَّدَهُم بِرُوحٍ مِّنْهُ ۖ وَيُدْخِلُهُمْ جَنَّاتٍ

ایمان اور ان کی مدد کی ہے اپنے غیب کے فیض سے، اور داخل کرے گا ان کو باغوں

تَجْرِي مِن تَحْتِهَا الْأَنْهَارُ خَالِدِينَ فِيهَا ۚ رَضِيَ اللَّهُ

میں جن کے نیچے بہتی ہیں نہریں، سدا رہیں ان میں۔ اللہ ان سے راضی

عَنْهُمْ وَرَضُوا عَنْهُ ۚ أُولَٰئِكَ حِزْبُ اللَّهِ ۚ أَلَا إِنَّ

اور وہ اس سے راضی، وہ ہیں گروہ اللہ کا۔ سنتا ہے جو

حِزْبَ اللَّهِ هُمُ الْمُفْلِحُونَ ﴿٢٢﴾

گروہ ہے اللہ کا وہی مراد کو پہنچے۔

تنبیہ و وعید بر موالات و دوستی از قوم مغضوب علیہم و ذلت و ناکامی حزب الشیطان و فلاح و کامیابی حزب اللہ

قال اللہ تعالیٰ: أَلَمْ تَرَ إِلَى الَّذِينَ تَوَلَّوْا ... الیٰ ... أَلَا إِنَّ حِزْبَ الشَّيْطَانِ هُمُ الْخَاسِرُونَ

اوپر ابتداء سورت سے گزشتہ آیات میں ان منافقین و یہود کا ذکر تھا جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی مجلس میں حاضر ہو کر آپ کو اور مسلمانوں کو ایذاء پہنچانا چاہتے تھے اور مختلف طریقوں سے یہی چاہتے تھے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی تردید و تحقیر کی جائے تو اب ان آیات میں مسلمانوں کو اس بات پر تنبیہ کی جا رہی ہے کہ ایسے گستاخوں اور مغضوب علیہم لوگوں کے ساتھ کسی طرح موالات و دوستی نہ کی جائے مقصود یہ کہ جو اسلام اور اللہ کے رسول کے وفادار ہیں ان کے واسطے یہ بات زیب نہیں دیتی کہ ایسے گستاخوں اور اسلام دشمن عناصر سے تعلقات دوستی قائم کریں اسی کے ضمن میں اللہ کی رسول سے ان لوگوں اور اسلام کے خلاف ان کی عداوت کو بیان کیا جا رہا ہے جو دوستی ظاہر کیا کرتے تھے تو ارشاد فرمایا کہ اے مخاطب کیا تو نے نہیں دیکھا ان لوگوں کو جو دوست رکھتے ہیں ایسی

قوم کو جس پر غضب ہوا اللہ کا۔ اور ان کو خدا نے مغضوب علیہم قرار دیا اور یہ گروہ منافقین ہے جنہوں نے
یہود سے دوستی اور موالات قائم کی جو نہ تو تم میں سے ہیں کیونکہ ان کے دل ایمان سے خالی ہیں محض زبانی
اسلام کا دعویٰ ہے اور نہ ان کافروں سے ہیں جو کھلم کھلا کفر و انکار کرتے ہیں بلکہ یہ لوگ زبان سے
کہنے والے ہیں "آمَنَّا بِاللّٰهِ وَبِالْيَوْمِ الْآخِرِ" اور حقیقت یہ ہے کہ "وَمَا هُمْ بِمُؤْمِنِينَ"
اور قسم کھاتے ہیں جھوٹی بات پر اور حال کہ وہ جانتے ہیں کہ وہ جھوٹے ہیں تیار کر رکھا ہے اللہ نے ان منافقوں
کے واسطے ایک سخت عذاب [illegible] بے شک بہت ہی برے ہیں وہ کام جو یہ
لوگ کرتے ہیں، نفاق و مکر، ایذا رسانی اور لوگوں کو راہ ہدایت سے روکنے کی پوری پوری کوشش۔ یقیناً یہ
کام عقل اور فطرت کی رو سے بدترین کام ہیں جن کے باعث یقیناً ان کے واسطے دنیا میں بھی ذلت اور آخرت
میں بھی شدید عذاب ہے۔ ان لوگوں نے اپنی قسموں کو ڈھال بنا رکھا ہے اپنے بچاؤ اور اعتراض و گرفت
سے بچنے کے لیے پھر اس ڈھال اور رکاوٹ کے ساتھ روک رہے ہیں لوگوں کو اللہ کی راہ سے تو یقیناً ان
کے لیے ذلیل کرنے والا عذاب ہے ان کو اس گمان میں نہ رہنا چاہئے کہ کوئی تدبیر اور ذریعہ ان کو عذاب خداوندی
سے بچا دے گا ان کو آگاہ ہو جانا چاہئے کہ ہرگز کام نہیں آئیں گے ان کے مال اور نہ ان کی اولاد اللہ کے حکم اور
اس کے فیصلے کے مطابق ذرہ برابر بھی اور یہ لوگ جہنم والے ہوں گے ہمیشہ عذاب جہنم ہی میں رہیں گے جس روز
اللہ ان سب کو قیامت کے روز جمع کرے گا تو دنیا کی عادت کی طرح وہاں بھی یہی کریں گے کہ پھر اس کے سامنے
بھی قسمیں کھائیں گے جس طرح دنیا میں اے مسلمانو تمہارے سامنے قسمیں کھایا کرتے تھے اور کہیں گے اے
پروردگار ہم تو ایسے نہیں تھے ہم تو ایمان و یقین رکھتے تھے اور گمان کریں گے کہ وہ کسی راہ پر ہیں خبردار ہو جاؤ
یقیناً یہ لوگ جھوٹے ہی ہیں۔ ان کی کسی بات میں صداقت کا امکان ہی نہیں اور نہ یہ ممکن ہے کہ یہ کسی صحیح
راستہ پر ہوں۔ حقیقت تو یہ ہے کہ شیطان ان پر مسلط ہو چکا پھر ان کو خدا کی یاد سے قطعاً غافل بنا دیا۔
ایسے ہی لوگ شیطان کی پارٹی ہیں۔ آگاہ ہو جانا چاہئے کہ شیطان کے گروہ والے ہی وہ ہیں جو خسارہ اٹھانے
والے ہیں اور ناکام و ذلیل ہوں گے دنیا میں بھی اور آخرت میں بھی شیطان اور شیطان کے گروہ کے منصوبے
نہ دنیا میں کامیاب ہوں گے اور نہ ہی آخرت میں ان کو نجات نصیب ہوگی اور نہ عذاب شدید سے کہیں سے
چھٹکارے کی کوئی سبیل ہوگی۔ بے شک جو لوگ اللہ اور اس کے رسول سے مخالفت و دشمنی کرتے ہیں یہ سب
ذلیل ہونے والوں میں شامل ہیں۔ حق و صداقت کے خلاف جنگ اور مقابلہ ذلت و ناکامی ہی کا سبب
ہوگا۔

فیصلہ لکھ دیا ہے اللہ نے اس بات کا کہ یقیناً میں غالب ہوں گا اور میرے رسول کامیاب و غالب
ہوں گے بے شک اللہ تو قوت و عزت والا ہے۔ خدا کی طاقت کو نہ کوئی زیر کر سکتا ہے اور نہ کوئی باطل
کی طاقت خدا کے ارادوں کو مغلوب کر سکتی ہے۔ حق تعالیٰ کے اس فیصلہ اور قانون کے پیش نظر اے ہمارے
پیغمبر ہم آپ پر یہ بات واضح کر رہے ہیں، آپ ہرگز کسی بھی ایسی قوم کو جو اللہ پر اور روز قیامت پر

ایمان لانے والی ہے نہیں پائیں گے کہ وہ دوستی کریں ایسی قوم سے جو اللہ اور اس کے رسول سے مقابلہ کرتے ہوں اور ان کے احکام سے بغاوت کرتے ہوں اگرچہ وہ ان کے باپ دادا ہوں یا ان کے بیٹے یا بھائی ہوں یا ان کے قبیلے وخاندان ہوں ایسے ہی لوگ ہیں وہ جن کے دل میں اللہ نے ایمان کو دیا ہے اور ان کے دلوں کی گہرائی میں ایمان راسخ ہے اور تائید کی ہے ان لوگوں کی اپنی طرف سے ایک غیبی فیض سے اور روحانی برکات سے ان کو ایسا صبر عطا کر دیا ہے کہ وہ ایسے احوال کا مقابلہ کرتے رہیں اور ہر مخالفت اور مانع کی دور کرنے کی ہمت اپنے میں پاتے ہیں اس تائید غیبی یا جبریل امین (جن کا لقب روح الامین ہے) کی مدد سے ان کو ایک خاص معنوی حیات وقوت نصیب ہوتی ہے۔ کفار اور کافروں کے مقابلہ میں اس تائید غیبی سے مومن کامیاب وغالب ہوتا ہے جیسا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ کو منبر پر فرمایا کرتے تھے کہ کفر وشرک کا رد کرو اور کفار مکہ کی ہجو میں وہ اشعار پڑھتے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرمایا کرتے اَللّٰھُمَّ اَیِّدْہُ بِرُوْحِ الْقُدُسِ کہ اے اللہ تو ان کی مدد فرما روح القدس کے ذریعے۔ اور داخل کرے گا اللہ ان کو جنت کے ایسے باغوں میں جن کے نیچے نہریں بہتی ہوں گی جن میں ہمیشہ رہنے والے ہوں گے کہ جنت کی تمام نعمتیں دائمی ہیں ان انعامات وکرامتوں پر مزید انعام یہ ہوگا کہ راضی ہوگا اللہ ان سے اور وہ اللہ سے راضی ہوں گے اس کے انعامات پر خوش ہوں گے یہ اللہ کی رضا وخوشنودی اور اہل ایمان کا اللہ کی نعمتوں پر خوش ہونا اس بات کا ثمرہ ہوگا کہ خدا ایسے ایمان والوں سے دنیا میں بھی راضی ہوا اور وہ مومنین بھی اس کی اطاعت وفرمانبرداری پر راضی رہے تو اس کا نتیجہ آخرت میں رضا ہی کی صورت میں ملا اور اہل ایمان اس کے انعامات پر خوش ہوئے جب کہ ان کو اپنے اعمال کی نسبت سے بہت زیادہ گراں قدر نعمتیں ملیں جن کا وہ تصور بھی نہ کر سکتے تھے۔ یہی لوگ ہیں حزب اللہ (خدا کا گروہ) بے شک خدا کا گروہ ہی کامیاب ہونے والا ہے اور خدا کے گروہ والے ہی دنیا میں بھی غالب آتے ہیں اپنی مراد پاتے ہیں اور آخرت میں بھی ان ہی کو کامرانی وخوشی نصیب ہوتی ہے۔ اور ظاہر ہے کہ جن اللہ کے برگزیدہ بندوں نے خدا کی رضا وخوشنودی کے لیے اپنے خویش واقارب کو ناراض کیا ان کی دشمنی مول لی بلاشبہ اس کا بدلہ یہی ہونا چاہیے کہ وہ خدا اور عالم کی خوشنودی ورضا سے سرفراز فرمائے جائیں اور ایسی نعمتیں اور راحتیں ملیں کہ وہ خود بھی خوش ہو جائیں۔ اَللّٰھُمَّ اجْعَلْنِیْ مِنْھُمْ آمین یارب العٰلمین۔

حافظ ابن کثیرؒ نے لَا تَجِدُ قَوْمًا یُّؤْمِنُوْنَ بِاللّٰہِ کی تفسیر میں سعید بن عبدالعزیزؒ کی سند سے روایت کیا کہ یہ آیت حضرت ابوعبیدہ بن جراحؓ کے بارہ میں نازل ہوئی جنہوں نے اپنے مشرک باپ کو غزوۂ بدر میں قتل کیا تھا اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جب مجلس شوریٰ قائم فرمائی تو ان چھ حضرات کی خاص خصوصیت میں یہ فرمایا اُولٰٓئِکَ السِّتَّةُ الَّذِیْنَ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْھُمْ کہ یہ وہ چھ حضرات ہیں جن سے اللہ راضی ہوا۔ تو ابوعبیدہؓ وَلَوْ کَانُوْٓا اٰبَآءَھُمْ کا مصداق ہوئے اور اَبْنَآءَھُمْ کا مصداق حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ ہوئے جب کہ وہ یہ چاہتے تھے کہ ان کے بیٹے عبدالرحمٰن جو اس وقت مشرکین مکہ کی فوج میں تھے اگر سامنے آجائے

قتل کر دوں گا اور یہی قصہ حضرت مصعب بن عمیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ہے انہوں نے اپنے بھائی عبید بن عمیر کو بدر میں قتل کیا اور یہی قصہ حضرت عمر کا ہے حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ جنہوں نے اپنے خاندان کے بعض افراد کو قتل کیا۔

اس آیت مبارکہ میں بیان کردہ اہل ایمان کی شان اس وقت بھی ظاہر ہوئی جب کہ بدر کے قیدیوں کے بارہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ سے مشورہ لیا تو صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے یہ خیال کیا کہ فدیہ لے کر چھوڑ دیا جائے جس سے مسلمانوں کے واسطے مدد اور تقویت کا سامان ہو جائے گا اور یہ لوگ جب کہ خود اپنے عشیرہ و قبیلہ ہی کے ہیں تو کیا عجب ہے کہ انعام و احسان سے ممکن ہے اسلام کی طرف مائل ہو جائیں۔ مگر عمر فاروق نے فرمایا یا رسول اللہ میری رائے نہیں ہے جو ابو بکر کی ہے۔ میری رائے یہ ہے کہ یہ لوگ ائمۃ الکفر ہیں ان کو قتل کر دیا جائے تاکہ کفر کی طاقت و شوکت پامال ہو مجھے آپ اجازت دیں کہ اپنے فلاں رشتہ دار یا بھائی کو قتل کروں اور علی کو (اپنے گروہ) عقیل اپنے بھائی کو قتل کرے، اور فلاں کو فرما دیجئے کہ فلاں کو قتل کرے تاکہ اللہ تعالیٰ یہ دیکھ لے کہ ہمارے دلوں میں مشرکین اور خدا کے دشمنوں کی قطعاً کوئی محبت نہیں۔ قصہ کی تفصیل کے لئے کتب سیرت کی مراجعت فرمائی جائے۔ (تفسیر ابن کثیر، روح المعانی)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

سورۃ الحشر

حضرت عبداللہ بن عباس اس سورت کو سورۂ بنی النضیر بھی کہا کرتے تھے اسی وجہ سے کہ اس سورۃ میں بنو نضیر کا واقعہ ذکر فرمایا گیا ہے۔

حشر کے معنی لغت میں جمع کرنے کے ہیں تو اس سورت میں یہودیوں کی جلا وطنی اور ذلت و خواری کا ذکر ہے کہ وہ کس طرح مدینہ اور مضافات مدینہ سے جلا وطن کئے گئے اور قدرت خداوندی کا عظیم کرشمہ تھا کہ اس نے اپنے رسول کو ان پر تسلط اور غلبہ عطا فرمایا۔ اسی مناسبت سے اس سورت کا آغاز حق تعالیٰ نے اپنی تسبیح و تقدیس سے فرمایا اور ختم بھی تسبیح و تنزیہ پر فرمایا اور سورت کے اختتام پر اپنی صفات کمال وجلال کو بھی ذکر فرما دیا تاکہ اللہ رب العزت کی کمال قدرت اور کمال حکمت ظاہر ہو۔

حضرت عبداللہ بن عباس، مجاہد اور زہری سے منقول ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم جب ہجرت کر کے مدینہ منورہ تشریف لائے تو مدینہ اور مضافات مدینہ میں بسنے والے یہودیوں سے صلح و معاہدہ فرما لیا تھا۔ معاہدہ کی اصل بنیاد یہ تھی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان کے خلاف کوئی اقدام نہ فرمائیں گے نہ خود قتال کریں گے اور

نہ کسی قتال کرنے والی قوم کی مدد کریں گے، اسی طرح یہودی نہ قتال کریں گے اور نہ قتال کرنے والی کسی قوم کی مدد کریں گے مگر یہودیوں نے غزوۂ احد کے بعد کیا توڑ کر کعب بن اشرف کے ذریعہ سازباز شروع کی اور ان کو جنگ پر آمادہ کیا۔ ان کا ایک بڑا سردار کعب بن الاشرف چالیس سواروں کے ساتھ مکہ پہنچا اور بیت اللہ کے سامنے قریش مکہ سے مسلمانوں کے خلاف جنگ کرنے کا معاہدہ کیا۔

غزوۂ احد کے بعد ان یہودیوں کی عداوت و دشمنی میں اور اضافہ ہوگیا جب یہ دیکھا کہ احد میں مسلمانوں کو پریشانی اٹھانی پڑی اور بظاہر شکست کی صورت پیش آئی تو اپنی سازشیں اور زیادہ کر دیں حتیٰ کہ ایک مرتبہ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کسی خون بہا کے ادا کرنے کے سلسلہ میں بنو نضیر کے یہود کے یہاں تشریف لے گئے تو ان خبیثوں نے یہ منصوبہ بنایا کہ آپ جس جگہ تشریف فرما ہیں وہاں اوپر سے ایک بڑا پتھر گرا کر آپ کا اور آپ کے چند رفقاء کا خاتمہ کر دیا جائے جس کو اللہ نے بذریعہ وحی آپ کو مطلع کر دیا، یہ آپ وہاں سے اٹھ کر واپس آگئے۔

ان واقعات کو دیکھ کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اعلان فرما دیا کہ اب ہمارا اور تمہارا کوئی عہد باقی نہ رہا اور تم یہاں سے نکل جاؤ ورنہ پھر جہاد و قتال ہے ان متمردوں نے نقض عہد سے تعظیم صحابہ اور دیگر منافقوں کے تعاون کے دھوکہ میں بجائے اطاعت کے اپنے قلعوں کے دروازے بند کر لئے اور سمجھے کہ ان محفوظ قلعوں سے ہم کو کوئی نکال نہیں سکتا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کچھ صحابہ کو لے کر ان کا محاصرہ کر لیا۔ جب یہودی اپنے مکانات اور قلعوں میں محصور ہو گئے تو مرعوب و خوفزدہ ہو کر صلح کی التجا کی، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم فرمایا کہ اپنے جلا وطنی قبول کر دیں یہ زمین جس اور اس کے مکانات کی کسی کی جان سے کوئی تعرض نہیں کیا جائے گا اور جو کچھ مال و اسباب کوئی ساتھ لے جا سکتا ہے لے جائے مگر اب یہاں کسی طرح نہیں رہ سکتے۔

محاصرہ کے دوران ان کے باغات و کھجوروں کو کاٹا اور جلایا بھی گیا اس طرح اس قوم بنو نضیر کو پہلی مرتبہ جلا وطن کیا گیا اور ان میں سے بعض تو ملک شام کے علاقوں میں جا کر بسے اور کچھ یہودی جیسے ابو الحقیق اور حیی بن اخطب خیبر چلے گئے اور یہ زمین و باغات مہاجرین و انصار کو تقسیم کیے گئے۔ تو اس سورۂ مبارکہ میں بنو نضیر کی جلا وطنی ذلت و شکست کا ذکر ہے اور یہ کہ اللہ رب العزت نے اپنی قدرت کاملہ سے کس طرح ان کو ان کی زمینوں قلعوں اور باغات سے نکال اور مسلمانوں کو ان کی زمینوں کا وارث بنا دیا۔ جب کہ یہودی یہ کہتے تھے کہ ہم حشر تک اپنی زمینیں نہیں چھوڑیں گے خدا تعالیٰ نے ابھی کا حشر اور جلا وطنی کا منظر ان کو دکھلا دیا اس وجہ سے اس سورت کا نام سورۃ حشر مقرر ہوا۔

(صحیح بخاری۔ تفسیر ابن کثیر۔ روح المعانی۔ قرطبی)

آیاتہا ۲۴ ۵۹ سُوْرَةُ الْحَشْرِ مَدَنِيَّةٌ ۱۰۱ رکوعاتہا ۳

سورۂ حشر مدنی ہے اور اس کی چوبیس آیتیں اور تین رکوع ہیں۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

شروع اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم والا۔

سَبَّحَ لِلّٰهِ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ ۚ وَهُوَ الْعَزِيْزُ

اللہ کی پاکی بولتا ہے جو کچھ ہے آسمانوں میں اور زمین میں، اور وہی ہے زبردست

الْحَكِيْمُ ① هُوَ الَّذِيْٓ اَخْرَجَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْ اَهْلِ

حکمت والا۔ وہی ہے جس نے نکال دیئے، جو منکر ہیں کتاب والوں سے

الْكِتٰبِ مِنْ دِيَارِهِمْ لِاَوَّلِ الْحَشْرِ ۭ مَا ظَنَنْتُمْ اَنْ يَّخْرُجُوْا

ان کے گھروں سے پہلے ہی بھیڑ ہوتے۔ تم نہ اٹکلتے تھے کہ وہ نکلیں گے

وَظَنُّوْٓا اَنَّهُمْ مَّانِعَتُهُمْ حُصُوْنُهُمْ مِّنَ اللّٰهِ فَاَتٰىهُمُ اللّٰهُ

اور وہ خیال کرتے تھے کہ ان کا بچاؤ ہے ان کے قلعے اللہ کے ہاتھ سے، پھر پہنچا ان پر اللہ

مِنْ حَيْثُ لَمْ يَحْتَسِبُوْا ۤ وَقَذَفَ فِيْ قُلُوْبِهِمُ الرُّعْبَ

جہاں سے ان کو خیال نہ تھا، اور ڈالی ان کے دل میں دھاک،

يُخْرِبُوْنَ بُيُوْتَهُمْ بِاَيْدِيْهِمْ وَاَيْدِي الْمُؤْمِنِيْنَ ۤ فَاعْتَبِرُوْا

اجاڑنے لگے اپنے گھر اپنے ہاتھوں اور مسلمانوں کے ہاتھوں، سو عبرت پکڑو

يٰٓاُولِي الْاَبْصَارِ ② وَلَوْلَآ اَنْ كَتَبَ اللّٰهُ عَلَيْهِمُ الْجَلَاۗءَ

اے آنکھ والو! اور اگر نہ ہوتا کہ لکھا تھا اللہ نے ان پر اجڑنا

لَعَذَّبَهُمْ فِي الدُّنْيَا ۭ وَلَهُمْ فِي الْاٰخِرَةِ عَذَابُ النَّارِ ③

تو ان کو مار دیتا دنیا میں، اور آخرت میں ہے ان کو آگ کی مار۔

ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ شَآقُّوا اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ ۚ وَمَنْ يُّشَآقِّ اللّٰهَ

اس پر کہ وہ مخالف ہوئے اللہ سے اور اس کے رسول سے، اور جو کوئی مخالف ہو اللہ سے

فَاِنَّ اللّٰهَ شَدِيْدُ الْعِقَابِ ④ مَا قَطَعْتُمْ مِّنْ لِّيْنَةٍ اَوْ

تو اللہ کی مار سخت ہے۔ جو کاٹ ڈالا تم نے کھجور کا پیڑ یا

تَرَكْتُمُوْهَا قَآئِمَةً عَلٰٓى اُصُوْلِهَا فَبِاِذْنِ اللّٰهِ وَلِيُخْزِيَ

رہنے دیا کھڑا اپنی جڑ پر، سو اللہ کے حکم سے، اور تا رسوا کرے

الْفٰسِقِيْنَ ⑤ وَمَآ اَفَآءَ اللّٰهُ عَلٰى رَسُوْلِهٖ مِنْهُمْ فَمَآ

بے حکموں کو۔ اور جو ہاتھ لگایا اللہ نے اپنے رسول کو ان سے، سو تم

اَوْجَفْتُمْ عَلَيْهِ مِنْ خَيْلٍ وَّلَا رِكَابٍ وَّلٰكِنَّ اللّٰهَ

نے نہیں دوڑائے اس پر گھوڑے اور نہ اونٹ، لیکن اللہ

يُسَلِّطُ رُسُلَهٗ عَلٰى مَنْ يَّشَآءُ ۭ وَاللّٰهُ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ

جتا دیتا ہے اپنے رسولوں کو جس پر چاہے۔ اور اللہ سب چیز کر

قَدِيْرٌ ⑥ مَآ اَفَآءَ اللّٰهُ عَلٰى رَسُوْلِهٖ مِنْ اَهْلِ الْقُرٰى

سکتا ہے۔ جو ہاتھ لگوا دے اللہ اپنے رسول کو بستیوں والوں سے

فَلِلّٰهِ وَلِلرَّسُوْلِ وَلِذِي الْقُرْبٰى وَالْيَتٰمٰى وَالْمَسٰكِيْنِ

سو اللہ کے واسطے اور رسول کے اور ناتے والے کے اور بن باپ کے لڑکوں کے اور

وَابْنِ السَّبِيْلِ ۙ كَيْ لَا يَكُوْنَ دُوْلَةًۢ بَيْنَ الْاَغْنِيَآءِ

محتاجوں کے اور مسافروں کے تا نہ آوے لینے دینے میں دولت مندوں کے تم

مِنْكُمْ ۭ وَمَآ اٰتٰىكُمُ الرَّسُوْلُ فَخُذُوْهُ ۤ وَمَا نَهٰىكُمْ عَنْهُ

میں سے۔ اور جو دے تم کو رسول سو لے لو، اور جس سے منع کرے

تمہیں منع کر دیں اس سے رُک جاؤ اور اللہ سے ڈرتے رہو تاکہ کسی بھی مرحلہ پر اللہ اور اس کے رسول کے حکم کی نافرمانی نہ ہو سکے بے شک اللہ کا عذاب بڑا ہی سخت ہے۔

اللہ اور اس کے رسول کی طرف سے کوئی عطا ہو یا احکام ہوں اور اوامر و نواہی جو بھی کچھ دیا جائے اس کو لینا چاہیے اس پر عمل کرنا چاہیے اور جس سے روکا جائے اور منع کیا جائے سعادت یہی ہے کہ اس سے باز رہا جائے اس کی خلاف ورزی بدنصیبی اور شقاوت ہے۔

جزیرۂ عرب سے یہود کی جلاوطنی

اس سورت کی ابتداء هُوَ الَّذِيْٓ اَخْرَجَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ مِنْ دِيَارِهِمْ ان کے گھروں سے جلاوطنی کا مضمون ادا کر رہی ہے اور لفظ اَوَّلِ الْحَشْرِ سے ظاہر کر دیا گیا کہ اس پہلی مرتبہ کی جلاوطنی کے بعد پھر بھی کوئی اور وقت آئے گا کہ وہ اپنے گھروں سے نکالے جائیں گے۔

امام بخاریؒ اور امام مسلمؒ نے موسیٰ بن عقبہؒ کی سند سے نیز امام بخاریؒ نے دوسرے موقعہ پر بسند عبدالرزاق عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کیا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بنو نضیر پر حملہ کیا اور قریظہ پر بھی، تو بنو نضیر کو جلاوطن کیا اور قریظہ پر احسان و کرم کرتے ہوئے ان کو رہنے دیا۔ لیکن جب قریظہ نے بھی بغاوت کی تو ان پر بھی حملہ کیا گیا ان کے مردوں کو قتل کیا گیا عورتوں اور بچوں کو قیدی بنایا گیا البتہ بعض اہل کتاب نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی پناہ لی تو آپ نے ان کو پناہ دے دی اور وہ لوگ اسلام لے آئے تھے۔

پہلی مرتبہ کی جلاوطنی کا ذکر اس سورت میں وضاحت و تفصیل کے ساتھ کیا گیا اور دوسری مرتبہ کی جلاوطنی جو فاروق اعظمؓ کے زمانہ میں ہوئی صرف لِاَوَّلِ الْحَشْرِ کہہ کر اشارہ کر دیا گیا۔ عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ان کو اس طرح نکالا کہ ان کا نام و نشان بھی باقی نہ چھوڑا گویا جس کام کی ابتداء آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمائی تھی اس کی تکمیل فاروق اعظمؓ کے ہاتھوں ہوئی جو ان کی فضیلت کی عظیم ترین دلیل ہے۔

ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان فرماتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بنو نضیر کا محاصرہ کیا۔ یہاں تک کہ یہود بنو نضیر مجبور و بے بس ہو گئے تو ان لوگوں نے اپنی عاجزی کا اعلان کرتے ہوئے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ہر فیصلہ ہمیں منظور ہے بشرطیکہ آپ ہماری جان بخشی کر دیں تو آپ نے ان کے حق میں یہی فیصلہ فرمایا کہ وہ اپنی زمینوں، مکانوں اور وطن سے نکل جائیں اور شام کے علاقہ میں جا کر بس جائیں آپ نے ہر تین کو ایک مشکیزہ اور ایک اونٹ کی اجازت دی تاکہ وہ اس پر سفر کر سکیں اور پینے کے لیے

۱؎ تفسیر ابن کثیر، صحیح بخاری و صحیح مسلم، روح المعانی۔ ۱۲

الَّذِينَ أُخْرِجُوا مِن دِيَارِهِمْ وَأَمْوَالِهِمْ

جو نکالے آئے ہیں اپنے گھروں سے اور مالوں سے

يَبْتَغُونَ فَضْلًا مِّنَ اللَّهِ وَرِضْوَانًا وَيَنصُرُونَ اللَّهَ

ڈھونڈتے آئے ہیں اللہ کا فضل اور اُس کی رضامندی، اور مدد کرنے کو اللہ کی

وَرَسُولَهُ ۚ أُولَٰئِكَ هُمُ الصَّادِقُونَ ﴿٨﴾ وَالَّذِينَ تَبَوَّءُوا

اور اس کے رسول کی۔ وہ لوگ وہی ہیں سچے۔ اور جو لوگ جگہ پکڑ رہے

الدَّارَ وَالْإِيمَانَ مِن قَبْلِهِمْ يُحِبُّونَ مَنْ هَاجَرَ إِلَيْهِمْ

ہیں اس گھر میں اور ایمان میں ان سے پہلے، محبت کرتے ہیں اُس سے جو وطن چھوڑ

وَلَا يَجِدُونَ فِي صُدُورِهِمْ حَاجَةً مِّمَّا أُوتُوا وَيُؤْثِرُونَ

آوے اُن کے پاس اور نہیں پاتے اپنے دل میں تنگی اس چیز سے جو ان کو ملے، اور مقدم رکھتے ہیں

عَلَىٰ أَنفُسِهِمْ وَلَوْ كَانَ بِهِمْ خَصَاصَةٌ ۚ وَمَن يُوقَ

ان کو اپنی جان سے، اور اگرچہ ہو اپنے اوپر بھوک۔ اور جو بچایا گیا

شُحَّ نَفْسِهِ فَأُولَٰئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُونَ ﴿٩﴾ وَالَّذِينَ جَاءُوا

اپنے جی کے لالچ سے، تو وہی لوگ ہیں مراد پانے والے۔ اور واسطے ان کے جو

مِن بَعْدِهِمْ يَقُولُونَ رَبَّنَا اغْفِرْ لَنَا وَلِإِخْوَانِنَا الَّذِينَ

آئے ان کے پیچھے کہتے ہوئے، اے رب! بخش ہم کو اور ہمارے بھائیوں کو جو

سَبَقُونَا بِالْإِيمَانِ وَلَا تَجْعَلْ فِي قُلُوبِنَا غِلًّا لِّلَّذِينَ

ہم سے آگے پہنچے ایمان میں، اور نہ رکھ ہمارے دل میں بَیر ایمان

آمَنُوا رَبَّنَا إِنَّكَ رَءُوفٌ رَّحِيمٌ ﴿١٠﴾

والوں کا، اے رب! تو ہی ہے نرمی والا مہربان۔

استحقاق مہاجرین و انصار و محبین مخلصین صحابہ کرامؓ در مال فئی

قال اللہ تعالیٰ لِلْفُقَرَآءِ الْمُهٰجِرِيْنَ الَّذِيْنَ اُخْرِجُوْا ... الی ... رَءُوْفٌ رَّحِيْمٌ

ربط: گزشتہ آیات میں بنو نضیر کی جلاوطنی کا ذکر تھا اور یہ کہ ان کے اموال جو بطور فئی حاصل ہوئے ہیں ان کا متولی و متصرف محض اللہ نے اپنے پیغمبر کو بنا دیا ہے کیونکہ ان پر تسلط و غلبہ عطا کیا گیا اب ان ہی کے اختیار میں ہے کہ جس کو چاہیں اور جتنا چاہیں عطا کریں کسی کو اس میں ذرہ برابر نکتہ چینی کا حق نہیں اور اللہ نے ان اموال کے مستحق ذوی القربیٰ یتامیٰ و مساکین اور ابن السبیل بتائے ہیں ان مصارف کے ذکر کے بعد خاص طور پر اب ان آیات میں مہاجرین و انصار اور حضرات مہاجرین و انصار سے محبت رکھنے والوں کا استحقاق بیان کیا جا رہا ہے ساتھ ہی مہاجرین و انصار کے ایسے عظیم فضائل اور وہ بلند پایہ قربانیاں ذکر فرمائیں جن کے سامنے ہر شخص گرویدہ ہو جائے جس کے دل میں ادنیٰ درجہ کا بھی ایمان ہو اسی ضمن میں یہ بات بھی واضح ہوگئی کہ جو بھی شخص یا گروہ مہاجرین و انصار سے العیاذ باللہ ثم العیاذ باللہ بغض رکھتا ہے درحقیقت وہ ایمانی جذبات اور تقاضوں سے قطعاً محروم ہے اور بے بہرہ ہے ورنہ یہ کیسے ممکن ہے کہ کوئی شخص مسلمان ہو اور اس کو اسلام کی خاطر ہجرت کرنے والے اور اس کی وجہ سے اپنے وطن جائیداد اور خاندانوں کو چھوڑ دینے والے محبوب نہ ہوں اسی طرح وہ شخص بھی ہرگز مومن نہیں ہو سکتا جو ایمان اور پیغمبر خدا کو ٹھکانا دینے اور مدد کرنے والوں کو محبوب نہ رکھتا ہو تو ارشاد فرمایا۔

یہ مال فئی ان فقراء مہاجرین کے لیے ہے جو اپنے گھروں سے اور اپنے مالوں سے نکالے گئے انہوں نے اپنی زندگی کی ہر محبوب چیز قربان کی صرف اللہ کا فضل اور رضا مندی چاہتے ہوئے اور اس لیے کہ مدد کریں اللہ کی اور اس کے رسول کی یہ لوگ سچے ہیں جن کی صداقت پر ان کی بے مثال قربانیاں و جاں نثاریاں اور اپنے جان و مال سے اللہ اور اس کے رسول کی امداد و اعانت جیسے سورج سے زیادہ روشن دلائل و شواہد ہیں اور اسی طرح وہ لوگ جنہوں نے ٹھکانا بنایا اس گھر کو یعنی مدینہ منورہ کو جس میں وہ بستے تھے اور اس سرزمین میں ایمان کو بھی بسایا ان مہاجرین کی مدینہ منورہ آمد سے قبل جن کی حالت یہ ہے کہ محبت کرتے ہیں ان لوگوں سے جو ہجرت کرکے ان کی طرف آئے ہیں نہ صرف محبت بلکہ کمال اخلاق اور بلندی حوصلگی کی نوبت یہاں تک ہے کہ اور اپنے دلوں میں کسی قسم کا حسد اور تنگی بھی محسوس نہیں کرتے اس شرف فضیلت سے کہ جو ان مہاجرین کو دی گئی اور اس سے بڑھ کر یہ کہ اپنے اوپر ان کو ترجیح دیتے ہیں اگرچہ ان کو فاقہ ہی ہو اور سب پاکیزہ خصلتیں اس بنیاد پر قائم ہیں کہ ان حضرات کے قلوب حرص اور حب مال سے پاک ہیں اور بے شک جو بھی اپنے نفس کی حرص سے بچا لیا گیا تو بس ایسے ہی لوگ کامیاب ہیں اور یہ مال فئی ان لوگوں کے لیے بھی ہے جو ان کے بعد آئے۔ یہ

کہتے ہوئے کہ اے ہمارے پروردگار مغفرت فرما ہماری اور ہمارے ان بھائیوں کی جو ہم سے پہلے ایمان کے ساتھ گزر چکے ہیں، اور نہ رکھ ہمارے دلوں میں کوئی کھوٹ اور کینہ ایمان والوں کے لیے اے پروردگار ہمارے ہمارے رب بے شک تو بہت ہی نرمی کرنے والا مہربان ہے۔

تو یہ ہیں مصارف اور مستحقین اموال فیٔ جن کے اوصاف ایمان و اخلاص کے بیان ہونے چاہئیں۔ سب سے مقدم اور اعلیٰ مستحق مہاجرین و انصار ہیں کیونکہ وہ اصل اسلام کی عمارت ہیں، جنہوں نے اسلام کی خاطر قربانیاں دیں۔ اور اللہ اور اس کے رسول کی مدد کی اور ایمان کو اپنی بستی "مدینہ پاک" میں بسایا۔ پھر ان کے بعد جو لوگ ان کے ساتھ اخلاص و محبت رکھنے والے ہوں ان کو دعائیں دیتے ہوں ان کے قلوب ان نفوس قدسیہ سے بغض و حسد سے پاک ہوں وہ مستحق ہوں گے۔

اسی آیت مبارکہ کے مضمون کو مد نظر رکھتے ہوئے حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے اپنے ایک خطبہ میں ارشاد فرمایا: أوصي الخليفة بعدي بالمهاجرين الأولين أن يعرف لهم حقهم ويحفظ لهم كرامتهم وأوصيه بالأنصار خيرا الذين تبوؤ الدار والإيمان من قبل أن يقبل من محسنهم وأن يعفوا عن مسيئهم۔ کہ میں وصیت کرتا ہوں اپنے بعد آنے والے خلیفہ کو اس بات کی کہ مہاجرین اولین کے ساتھ بہتر معاملہ کرے۔ ان کا حق پہچانے اور ان کی عظمت و کرامت کو محفوظ رکھے اور اسی طرح اپنے بعد آنے والے خلیفہ کو انصار کے بارہ میں بھی وصیت کرتا ہوں خیر اور بھلائی کے لیے۔ یہ لوگ وہ ہیں جو مدینہ کو پہلے سے مرکز ایمان بنا چکے ہیں اور اس بستی میں پہلے ہی انہوں نے ایمان کو بسایا اخلاص امر کی وصیت کرتا ہوں کہ ان کی بھلائیاں قبول کرے۔ (اور ان کو سراہے) اور ان کی کوتاہیوں سے درگذر کرے۔
(صحیح بخاری)

وَلَا يَجِدُونَ فِي صُدُورِهِمْ حَاجَةً مِّمَّا أُوتُوا۔ مکارم اخلاق کی بلند ترین تعلیم ہے اور انسان کا اصل شرف اسی میں مضمر ہے کہ وہ کسی دوسرے کی فضیلت و برتری پر حسد نہ کرے۔ اس آیت کی تفسیر کرتے ہوئے حافظ ابن کثیرؒ نے انس بن مالکؓ کی روایت نقل فرمائی کہ انس رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ ایک روز ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں بیٹھے ہوئے تھے کہ آپ نے فرمایا کہ لوگو! ابھی ایک شخص اہل جنت میں سے تمہارے سامنے رونما ہوگا۔ تو ناگہاں ایک انصاری صاحب نظر آئے، سامنے سے آ رہے ہیں اور ان کی داڑھی سے وضو کے پانی کے قطرات ٹپک رہے ہیں اور بائیں ہاتھ میں انہوں نے اپنا جوتا لٹکایا ہوا ہے۔ راوی بیان کرتے ہیں کہ جب آئندہ روز ہوا تو بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسا ہی فرمایا۔ اور پھر وہی شخص اسی شان کے ساتھ رونما ہوئے۔ پھر تیسرا دن ہوا تو بھی آپ نے ایسا ہی فرمایا اور پھر وہی شخص اسی طرح سامنے سے آئے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم جب مجلس سے اٹھ کر تشریف لے گئے تو عبد اللہ بن عمرو بن العاصؓ ان صاحب کے پیچھے پیچھے چلے اور ان سے الحاح و اصرار سے درخواست کی کہ مجھے اپنے ساتھ تین روز رہنے کی اجازت دے دیں انہوں نے اس کو منظور کر لیا۔ تو عبد اللہ بن عمروؓ نے ان کے ساتھ تین راتیں گزاریں

کوئی خاص قابلِ حیرت عمل نہ دیکھا بجز اس کے کہ رات کو آرام کرتے کچھ حصہ عبادت میں گزارتے تھے اور پھر صبح کے لئے اُٹھ جاتے تھے۔ تین راتیں گزارنے پر میں نے ان سے دریافت کیا کہ اے بندۂ خدا میں نے تین روز تک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اس طرح سنا جس کے باعث تجسس میں رہا کہ دیکھوں تمہارا خاص عمل کیا ہے۔ لیکن میں نے تمہارا کوئی حیرت ناک عمل نہیں دیکھا۔ انصاری صاحب نے جواب دیا بس میرے پاس یہی کچھ ہے جو تم نے دیکھا۔ بیان کرتے ہیں کہ جب واپس ہونے لگا تو مجھ کو بلایا اور فرمایا اے بندۂ خدا میرے پاس بیشک کوئی خاص عمل تو نہیں البتہ یہ بات ضرور ہے کہ میں کسی شخص سے کوئی حسد اور دل میں قطعاً کوئی بغض نہیں رکھتا۔ عبداللہ بن عمروؓ اس کو سن کر فرمانے لگے بس یہی تو وہ خوبی ہے جس کی ہر شخص طاقت نہیں رکھتا۔[1] حسن بصریؒ سے بھی یہی منقول ہے۔

یُحِبُّوْنَ مَنْ هَاجَرَ اِلَیْهِمْ کا تو یہ مقام تھا کہ مہاجرین جب مدینہ منورہ آئے تو انصار نے کہا اے ہمارے مہاجر بھائیو! آجاؤ ہم اپنا مال زمینیں نصف نصف برابر بانٹ لیں اور تمہارے درمیان تقسیم کر لیں حتیٰ کہ کسی کے پاس دو بیویاں تھیں وہ کہنے لگا میں ایک بیوی کو طلاق دے دیتا ہوں تاکہ اس سے شادی کر لو تم کو مناسب معلوم ہو جاتا۔ اس ایثار و اخوت کی دنیا میں ظاہر ہے کیا مثال مل سکتی ہے۔ لیکن اس کے ساتھ مہاجرین نے بھی عزت نفس اور استغناء کا وہ ثبوت پیش کیا کہ تاریخ اس کی مثال پیش کرنے سے عاجز ہے۔ فرمایا خدا تعالیٰ تمہارے مال تمہیں مبارک فرمائے بس آپ لوگ ہمیں بازار بتا دیں تجارت کر لو ہم محنت و مشقت سے کما لیں گے۔

وَیُؤْثِرُوْنَ عَلٰۤی اَنْفُسِهِمْ وَلَوْ كَانَ بِهِمْ خَصَاصَةٌ کی تفسیر میں حضرات مفسرینؒ نے وہ معروف روایت بیان کی ہے کہ ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ ایک شخص رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا کہ یا رسول اللہ میں فاقہ کی مشقت[2] میں مبتلا ہوں میری مدد فرمائیے۔ آپؐ نے ازواج مطہرات کے گھروں کی طرف کسی کو بھیجا شاید کچھ مل جائے لیکن کچھ نہ مل سکا آپؐ نے فرمایا ہے کوئی ایسا شخص جو آج رات اس کی مہمانی کر سکے تو ایک انصاری شخص کھڑے ہوئے اور عرض کیا میں حاضر ہوں اور اپنی اہلیہ کی طرف گئے اور بتایا کہ یہ صورت حال ہے۔ اہلیہ نے کہا آج تو بس بچوں ہی کے کھانے کے بقدر ہے اس کے سوا کچھ نہیں۔ انصاری نے کہا جب رات ہو تو بچوں کو کسی طرح بہلا کر سلا دینا اور پھر جب مہمان کھانے پر بیٹھے تو چراغ بجھا دینا تاکہ یہ بات مہمان کو نظر نہ آسکے کہ ہم نہیں کھا رہے ہیں چنانچہ ایسا ہی کیا صبح کو جب یہ صحابی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں گئے تو آپؐ نے فرمایا اللہ کو اس مرد اور عورت کی یہ بات بہت ہی پسند آئی اور ان ہی کے متعلق اس نے یہ فرمایا۔ وَیُؤْثِرُوْنَ عَلٰۤی اَنْفُسِهِمْ وَلَوْ كَانَ بِهِمْ خَصَاصَةٌ یہ صحابی ابوطلحہؓ تھے۔ ایسا ہی وہ مشہور قصہ ہے جو جنگ یرموک میں پیش آیا تھا کہ چند زخمی لب دم تھے۔ ان میں سے جس کسی کے سامنے پانی لایا گیا اس نے کہا کہ پہلے یہ پانی میرا بھائی پی لے اور اسکی جان بچ جائے تو اچھا ہے۔ ہر ایک دوسرے کی

[1] تفسیر ابن کثیر ج ۴۔ [2] صحیح بخاری، مسلم، نسائی۔ ۱۲

منافقین اور کافروں کا حال۔

قسم سوم عام اہل اسلام

وَالَّذِينَ جَاءُوا مِن بَعْدِهِمْ میں گروہ مہاجرین وانصار کے بعد عامۃ المسلمین کو بیان فرمایا کہ وہ مال فئی کے مستحق ہیں اور اس تیسری جماعت کو مال فئی میں حصہ ملنے کے اوصاف دو وجوہ کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا کہ یہ لوگ سابقین اولین اور متقین کی توقیر وتعظیم کریں ان کے واسطے دعائے مغفرت کریں اور ان کے دل میں ان حضرات صحابہ کی طرف سے کسی قسم کی کدورت یا بغض نہ ہو۔ ان اوصاف سے یہ بات واضح ہوگئی کہ جس کسی کے دل میں مہاجرین وانصار کی عظمت ومحبت وخیر خواہی کا جذبہ نہ ہو بلکہ بغض ونفرت یا کینہ یا طعن وتشنیع اور تحقیر وتوہین ہو وہ کبھی ان حقوق میں شامل نہیں ہو سکتا جو حقوق اللہ رب العزت نے اہل اسلام کے لیے مقرر فرمائے ہیں۔

حضرت عبداللہ بن عمرؓ ان آیات کو تلاوت کر کے فرمایا کرتے تھے خدا کی قسم جو شخص مہاجرین کی طرف سے کدورت رکھتا ہو وہ ہرگز ان لوگوں میں سے نہیں ہو سکتا، وہ نہیں جن کو اس آیت میں بیان کیا گیا اور حق تعالیٰ شانہ نے مدح فرمائی۔

چنانچہ شیخ الاسلام حافظ ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ منہاج السنۃ جلد اول میں ان آیات کا ذکر کر کے لکھتے ہیں۔

وهذه الآيات تتضمن الثناء على المهاجرين والانصار وعلى الذين جاءوا من بعدهم يستغفرون لهم ويسئلون الله عز وجل ان لا يجعل فى قلوبهم غلا لهم، وتتضمن ان هؤلاء الاصناف هم المستحقون للفئ. ولا ريب ان هؤلاء الرافضة خارجون من الاصناف

اور یہ آیتیں مہاجرین وانصار کی مدح پر مشتمل ہیں اور ان لوگوں کی بھی تعریف پر مشتمل ہیں جو انصار ومہاجرین کے بعد آئیں گے اور یہ بعد میں آنے والے سابقین اولین کے لیے دعاء مغفرت کریں گے اور اللہ تعالیٰ سے یہ بھی دعا کریں گے کہ اے اللہ ہمارے دلوں کو مہاجرین وانصار کے کینہ سے بالکل پاک و صاف رکھ نیز ان آیات میں یہ مضمون بھی ہے کہ مال فئی کی مستحق یہ تین جماعتیں ہیں ان کے سوا اور کسی کا اس میں استحقاق نہیں اور اس میں کوئی شک نہیں کہ رافضی ان تینوں قسموں سے خارج ہیں

منہاج السنۃ [illegible] الشیعہ [illegible]

الثلاثة فانهم لم يستغفروا للسابقين وفي قلوبهم غل عليهم. ففي الآيات الثناء على الصحابة وعلى اهل السنة الذين يتولونهم واخراج الرافضة من ذلك. وهذا ينقض مذهب الرافضة.

اس لیے کہ وہ مہاجرین و انصار کے لیے دعاءِ مغفرت نہیں کرتے ان کے دلوں میں تو مہاجرین و انصار کا کینہ بھرا ہوا ہے۔ تو ان آیات میں صحابہ کرام کی فضیلت و مدح ہے اور اسی طرح اہل السنۃ کی مدح ہے جو صحابہ کرام سے محبت رکھتے ہیں اور یہ آخری قید رافضیوں کے خارج کرنے کے لیے ہے اور یہ آیت رافضیوں کے مذہب کو بالکل پاک کردیتی ہے۔

اور ان کے اس عیب و خبث کی پردہ دری کر رہی ہے جو ان کے سینوں میں بھرا ہوا ہے۔ اللّٰھم حببنا حتی نحیی بحبک وبحب رسولک واملأ قلوبنا من حب اصحاب نبیک صلی اللہ علیہ وسلم وعلی آلہ واصحابہ ..... اجمعین۔

مستحقین و مصارفِ مالِ فئی

حق تعالیٰ شانہ نے مال فئی کے مصارف اور ان کا استحقاق بیان فرمانے کے لیے ارشاد فرمایا۔ مَا أَفَاءَ اللَّهُ عَلَىٰ رَسُولِهِ مِنْ أَهْلِ الْقُرَىٰ فَلِلَّهِ وَلِلرَّسُولِ ۔۔۔ یہ عنوان بالکل اسی طرح ہے جیسے مال غنیمت کے مصارف ذکر کرتے ہوئے فرمایا گیا۔ وَاعْلَمُوا أَنَّمَا غَنِمْتُم مِّن شَيْءٍ فَأَنَّ لِلَّهِ خُمُسَهُ وَلِلرَّسُولِ ۔۔۔ تو وہاں بھی یہی لام ہیں۔ لام کلام عرب میں استحقاق کے مفہوم پر دلالت کرتا ہے لیکن ظاہر ہے کہ متعلق کے فرق سے استحقاق کی صورتوں میں بھی فرق ہوگا۔ اللہ کے لیے مال غنیمت اور مال فئی ہونا ملکیت کے معنی ظاہر کر رہا ہے کیونکہ اللہ ہی مالک الملک اور حقیقی مالک ہے اور للرسول میں تولیت کا مفہوم ادا کر رہا ہے۔ جس سے یہ بتانا مقصود ہے کہ ان اموال کے اصل متولی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں، مالک حقیقی کی امانت کو بطور امانت و نیابت صرف کرنے کا حق آپ کو حاصل ہے کہ آپ مالک حقیقی کے حکم کے مطابق خرچ فرمائیں گے اور ولذی القربیٰ میں لام صرف محل صرف ہونا ظاہر کر رہا ہے کہ مال فئی کے یہ مستحق اور مصرف ہیں۔

حضرت شاہ ولی اللہ قدس سرہ ازالۃ الخفاء میں فرماتے ہیں کہ اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے یہ بیان فرمایا ہے کہ مال فئی اللہ اور اس کے رسول کے اور قرابت داروں، یتیموں اور مسافروں کے لیے ہے۔ للہ میں خدا کی ملکیت کا بیان ہوا اور للرسول کا مطلب یہ ہوا کہ آپ رسولِ خدا ہیں۔ خدا کے کام میں لگے ہوئے ہیں۔ ان کو اتنی فرصت نہیں کہ کمائیں اور اطمینان سے بیٹھ کر کھائیں تو جب وہ خدا کے کام میں لگے ہوئے ہیں

تو مقتضا ئے قدرشناسی رسول کو ان وظائف بھی خدا ہی کے ذمہ ہونا چاہیئے اس سے بہتر اور کیا صورت ہو سکتی ہے کہ جو مال خاص خدا کا دیا ہوا ہے اور بغیر منت غیر حاصل ہوا اس میں سے کچھ اس پروردگار کے رسول کے لیے تجویز کیا جائے اور یتیم و مساکین اور ابن السبیل اس وجہ سے کہ ان سے اسباب رزق منقطع ہو گئے ہیں مورد رحم ہیں تو ان کی ضرورت کو ملحوظ رکھتے ہوئے ان کو دینے کا حکم دیا گیا خواہ وہ ذوی القربیٰ ہوں یا ان کے علاوہ۔

اس کے بعد اللہ رب العزت نے فرمایا، فقراء مہاجرین و انصار اور ان کے متبعین اور ان مہاجرین سے محبت رکھنے والوں کے لیے جن کی کوئی تحدید نہیں بلکہ ان کے بعد آنے والے ان مومنین کے لیے جو ان حضرات کے واسطے دعاء مغفرت کرتے ہوں اور ان کے دلوں میں مہاجرین و انصار کے لیے بے پناہ جذبات محبت و عظمت ہوں۔

مالک بن اوس بن حدثانؓ سے روایت ہے کہ ایک مرتبہ فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے آیت مبارکہ اِنَّمَا الصَّدَقٰتُ لِلْفُقَرَآءِ وَ الْمَسٰكِيْنِ وَ الْعٰمِلِيْنَ عَلَيْهَا ۔ عَلِيْمٌ حَكِيْمٌ تک تلاوت کی اور فرمایا یہ آیت مصارف صدقات کو بیان کر رہی ہے اور وہ ان لوگوں کے لیے ہے جو صدقات کے مستحق ہیں؛ پھر یہ آیت تلاوت فرمائی وَ اعْلَمُوْٓا اَنَّمَا غَنِمْتُمْ مِّنْ شَيْءٍ فَاَنَّ لِلّٰهِ خُمُسَهٗ وَ لِلرَّسُوْلِ وَ لِذِي الْقُرْبٰى وَ الْيَتٰمٰى وَ الْمَسٰكِيْنِ وَ ابْنِ السَّبِيْلِ اور فرمایا اس آیت نے ان لوگوں کو بیان کیا ہے جو مال غنیمت کے مستحق ہیں اس کے بعد سورۂ حشر کی یہ آیت تلاوت کی۔ مَآ اَفَآءَ اللّٰهُ عَلٰى رَسُوْلِهٖ مِنْ اَهْلِ الْقُرٰى ...... الخ .... لِلْفُقَرَآءِ الْمُهٰجِرِيْنَ اور فرمایا کہ یہ آیت مال فئی میں مہاجرین کا حق بیان کر رہی ہے، پھر آیت وَ الَّذِيْنَ تَبَوَّؤُ الدَّارَ وَ الْاِيْمَانَ مِنْ قَبْلِهِمْ پڑھ کر فرمانے لگے کہ اس آیت نے مال فئی میں انصار کا حق بیان کیا ہے اور اخیر میں وَ الَّذِيْنَ جَآءُوْ مِنْۢ بَعْدِهِمْ پڑھ کر فرمانے لگے کہ اس آیت نے تمام مسلمانوں کا احاطہ کر لیا ہے۔ جس سے ثابت ہو گیا کہ بیت المال اور مال فئی میں ہر مسلمان کا حق ہے۔ اگر میں زندہ رہا تو تم دیکھ لینا کہ ایک چرواہے کا حق بھی اس کے گھر پہنچا کرے گا بغیر اس کے کہ اس کی پیشانی پر پسینہ بھی آئے ہر مسلمان کا حق اس تک پہنچ کر رہے گا خواہ وہ کسی بھی دور دراز مقام پر ہو۔

مال فئی اور مال غنیمت میں فرق

مال فئی شریعت کی اصطلاح میں اس مال کو کہا جاتا ہے جو کافروں کے قبضہ سے مسلمانوں کو بغیر جہاد اور قتال کے حاصل ہو جائے کفار محض رعب سے یا صلح کر کے ان اموال اور علاقوں سے دست بردار ہو جائیں تو ان اموال کو فئی کہا جائے گا۔ مال غنیمت وہ ہے جو جہاد و قتال کے بعد مسلمانوں کو حاصل ہوا اور مسلمانوں کی

ؔ صحیح بخاری، تفسیر روح المعانی، تفسیر ابن کثیر۔

جو انفشا تموں سے ہے پہلا مال یعنی فئی مجاہدین کو ان کی سعی اور کوشش کے بغیر محض اللہ کے فضل سے حاصل ہوتا ہے اسی وجہ سے اللہ نے اس میں تصرف کا حق کلیۃً اپنے پیغمبر کو عطا فرمادیا کہ جس طرح چاہیں وہ بیان کردہ مصارف میں اس کو خرچ کریں۔ برخلاف مال غنیمت کے کہ وہ مجاہدین کی محنت اور مشقت سے حاصل ہوتا ہے تو اس میں مجاہدین کا حصہ رکھا گیا اور خمس کے علاوہ وہی اس کے مستحق قرار دیئے گئے۔ یہی وجہ ہے کہ مال فئی کا کوئی مصرف متعین نہیں۔ جمیع مصالح مسلمین پر مسلمین امیر و فقیر سب پر خرچ کیا جا سکتا ہے بخلاف زکوٰۃ، خمس اور مال غنیمت کے کہ مصارف متعین اور محدود کر دیئے گئے۔

جیسا کہ قرآن کریم نے ان کی وضاحت اور تعیین کر دی۔

استحقاق کی اقسام

اصول شریعت کی رو سے استحقاق دو قسم کا ہے۔ ایک استحقاق قوی جس کو استحقاق فعلی اور استحقاق شخصی بھی کہا جاتا ہے اور یہی استحقاق حقیقی ہے۔ دوسرا استحقاق ضعیف ہے جس کو استحقاق انفعالی اور استحقاق نوعی بھی کہا جا سکتا ہے اور یہ استحقاق مجازی ہے۔ استحقاق قوی وہ ہے جس کا منشاء امر وجودی ہو جیسے مال غنیمت میں مجاہدین اور غانمین کے استحقاق کا منشاء ان کا جہاد ہے جو کہ امر وجودی ہے اسی بناء پر وَاعْلَمُوْٓا اَنَّمَا غَنِمْتُمْ مِّنْ شَيْءٍ فَاَنَّ لِلّٰهِ خُمُسَهٗ میں غنیمت کو مجاہدین کی طرف منسوب کر کے یہ ظاہر کر دیا کہ غنیمت کی تحصیل مجاہدین کی سعی اور جد و جہد کے باعث ہے۔

استحقاق ضعیف وہ ہے کہ جس کا منشاء امر عدمی ہو جیسے صدقات میں فقراء و مساکین کا استحقاق ان کی ناداری اور مفلسی کی وجہ سے ہے جو کہ امر عدمی ہے۔ اسی وجہ سے فقراء کو دعوی کا حق نہیں اور نہ یہ ضروری ہے کہ کسی خاص شخص معین کو فقراء و مساکین میں سے دیا جائے۔ واللہ اعلم بالصواب۔

(ہٰذا من افادات حضرۃ الوالد مولانا محمد ادریس کاندھلوی)

اَلَمْ تَرَ اِلَى الَّذِيْنَ

تو نے دیکھے وہ جو

نَافَقُوْا يَقُوْلُوْنَ لِاِخْوَانِهِمُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْ

دغاباز ہیں، کہتے ہیں اپنے بھائیوں کو، جو منکر ہیں کتاب

اَهْلِ الْكِتٰبِ لَئِنْ اُخْرِجْتُمْ لَنَخْرُجَنَّ مَعَكُمْ وَلَا

والوں میں سے۔ اگر تم کو کوئی نکال دے گا تو ہم بھی نکلیں گے تمہارے ساتھ اور کہنا

نُطِيعُ فِيكُمْ أَحَدًا أَبَدًا وَإِن قُوتِلْتُمْ لَنَنصُرَنَّكُمْ وَ

مانیں گے کسی کا تمہارے حق میں کبھی، اور اگر تم سے لڑائی ہوئی تو ہم تمہاری مدد کریں گے اور

اللَّهُ يَشْهَدُ إِنَّهُمْ لَكَاذِبُونَ ﴿١١﴾ لَئِنْ أُخْرِجُوا لَا يَخْرُجُونَ

اللہ گواہی دیتا ہے وہ جھوٹے ہیں ۔ اگر وہ نکالے جاویں گے یہ نہ نکلیں گے

مَعَهُمْ وَلَئِن قُوتِلُوا لَا يَنصُرُونَهُمْ وَلَئِن نَّصَرُوهُمْ

ان کے ساتھ، اور اگر ان سے لڑائی ہوئی یہ مدد کریں گے انکی۔ اور اگر مدد کریں گے تو

لَيُوَلُّنَّ الْأَدْبَارَ ثُمَّ لَا يُنصَرُونَ ﴿١٢﴾ لَأَنتُمْ أَشَدُّ

بھاگیں گے پیٹھ دے کر، پھر کہیں مدد نہ پاویں گے ۔ البتہ تمہارا ڈر زیادہ ہے

رَهْبَةً فِي صُدُورِهِم مِّنَ اللَّهِ ۚ ذَٰلِكَ بِأَنَّهُمْ قَوْمٌ

ان کے دل میں اللہ سے ۔ یہ اس سے کہ وہ لوگ

لَّا يَفْقَهُونَ ﴿١٣﴾ لَا يُقَاتِلُونَكُمْ جَمِيعًا إِلَّا فِي قُرًى

کچھ نہیں رکھتے ۔ لڑ نہ سکیں گے تم سے سب مل کر، مگر بستیوں کے

مُّحَصَّنَةٍ أَوْ مِن وَرَاءِ جُدُرٍ ۚ بَأْسُهُم بَيْنَهُمْ شَدِيدٌ ۚ

کوٹ میں یا دیواروں کی اوٹ میں ۔ ان کی لڑائی آپس میں سخت ہے ۔

تَحْسَبُهُمْ جَمِيعًا وَقُلُوبُهُمْ شَتَّىٰ ۚ ذَٰلِكَ بِأَنَّهُمْ قَوْمٌ

تو جانے وہ اکٹھے ہیں اور ان کے دل جدا جدا ہو رہے ہیں ۔ یہ اس سے کہ وہ لوگ عقل

لَّا يَعْقِلُونَ ﴿١٤﴾ كَمَثَلِ الَّذِينَ مِن قَبْلِهِمْ قَرِيبًا ۖ ذَاقُوا

نہیں رکھتے ۔ جیسے کہاوت ان کی جو ہو چکے ہیں ان سے پہلے پاس ہی چکھی

وَبَالَ أَمْرِهِمْ وَلَهُمْ عَذَابٌ أَلِيمٌ ﴿١٥﴾ كَمَثَلِ الشَّيْطَانِ

سزا اپنے کام کی، اور ان کو دکھ کی مار ہے ۔ جیسے کہاوت شیطان کی،

إِذْ قَالَ لِلْإِنسَانِ اكْفُرْ فَلَمَّا كَفَرَ قَالَ إِنِّي بَرِيءٌ

جب کہے انسان کو تو منکر ہو ۔ پھر جب وہ منکر ہوا، کہے میں الگ ہوں

مِّنكَ إِنِّي أَخَافُ اللَّهَ رَبَّ الْعَالَمِينَ ﴿۱۶﴾ فَكَانَ عَاقِبَتَهُمَا

تجھ سے، میں ڈرتا ہوں اللہ سے جو رب سارے جہان کا ۔ پھر آخر ان دونوں کا یہی کہ

أَنَّهُمَا فِي النَّارِ خَالِدَيْنِ فِيهَا ۚ وَذَٰلِكَ جَزَاءُ الظَّالِمِينَ ﴿۱۷﴾

وہ دونوں ہیں آگ میں ہمیشہ رہیں اس میں ۔ اور یہی ہے سزا گناہگاروں کی ۔

احوال منافقین و کاذبین بعد بیانِ اوصاف مخلصین و صادقین

قال اللہ تعالیٰ ۔ اَلَمْ تَرَ اِلَى الَّذِيْنَ نَافَقُوْا ... الیٰ ... وَذٰلِكَ جَزٰٓؤُا الظّٰلِمِيْنَ

ربط: گزشتہ آیات میں اہل فئی اور اس کے مستحقین کا ذکر کرتے ہوئے ان اہل ایمان و اخلاص کا بیان فرمایا جو اپنے ایمانی اوصاف میں وہ عظمت و بلندی حاصل کرنے والے ہیں کہ ان کو قرآن کریم نے "الصادقون" اور "المفلحون" کے لقب سے یاد کیا، ان کے برعکس اب ایک گروہ منافقین و کاذبین کا بیان ہے جن کے قبائح اور بدترین خصلتوں کو ذکر کرکے ان کی ذلت و ناکامی کو بیان فرمایا جا رہا ہے، ارشاد فرمایا۔

کیا نہیں دیکھا آپ نے ان لوگوں کو جنہوں نے نفاق کا پیشہ اختیار کر رکھا ہے۔ یہ منافق کہتے ہیں اپنے بھائیوں سے جو اہل کتاب میں سے کافر ہیں کہ اگر تم کو اپنے گھروں سے نکالا گیا تو ہم بھی ضرور بالضرور تمہارے ساتھ نکل جائیں گے اور ہم تمہارے معاملہ میں کسی کی بھی بات نہ مانیں گے کبھی بھی، اور اسی طرح ہم تمہارے معاون و مددگار رہیں گے اور اگر تم سے قتال کیا گیا تو ہم ضرور تمہاری مدد کریں گے۔ رئیس المنافقین عبداللہ بن اُبی نے یہود بنی نضیر کو خفیہ پیغام بھیجا تھا اور تاکید سے کہلوایا کہ ہرگز نہ گھبرانا اور نہ اپنے آبائی وطن کو چھوڑنا اگر مسلمانوں نے تم کو نکالنا چاہا تو ہم بھی یقیناً تمہارے ساتھ نکل کھڑے ہوں گے اور اگر جہاد و قتال کی نوبت آئی تو ہم تمہاری پوری پوری مدد کریں گے یہ ہمارا ایسا قطعی اور یقینی فیصلہ ہے کہ اس کے خلاف ہم کسی کی بات ماننے کے واسطے ہرگز تیار نہ ہوں گے، ان کے اس طرح کے باطل وعدوں پر قرآن کریم نے رد کرتے ہوئے فرمایا اور اللہ گواہی دے رہا ہے کہ بیشک یہ منافق جھوٹے ہیں محض مسلمانوں کے خلاف اکسانے اور ورغلانے کے لیے یہ باتیں بنا رہے ہیں، آگاہ ہو جانا چاہیے اگر وہ اہل کتاب نکالے گئے تو یہ ہرگز ان کے ساتھ نہیں نکلیں گے اور اگر ان سے قتال کیا گیا تو یہ کبھی بھی ان کی مدد نہ کریں گے اور اگر کچھ تھوڑی بہت دکھاوے کے طور پر مدد بھی کی تو

پیٹھ پھیر کر بھاگیں گے پھر کہیں سے بھی ان کی مدد نہیں کی جائے گی کسی اور کی کیا مدد کرتے اس طرح پیٹھ پھیر کر بھاگنے کے بعد تو یہ خود بھی ایسے بے یار و مددگار ہو جائیں گے کہ ان کی بھی کوئی مدد نہ کر سکے گا۔ چہ جائیکہ یہ دوسروں کی مدد کریں۔ ان کی اس منافقانہ روش سے معلوم ہوتا ہے کہ البتہ تمہارا ڈر زیادہ ہے ان کے دلوں میں بہ نسبت اللہ کے یہ اس وجہ سے کہ یہ ایک ایسی قوم ہے کہ کچھ نہیں سمجھتے۔ کیونکہ اللہ کی عظمت و ہیبت اور قدرت و کبریائی کی کوئی حد نہیں اس سے تو معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ کا ڈر نہیں ورنہ تو نفاق کیوں اختیار کرتے اس کے بالمقابل مسلمانوں کی قوت و شجاعت سے ڈر رہے ہیں اور ان سے مرعوب و خوفزدہ ہو کر نفاق اختیار کیا اور کھلم کھلا کفر کے اعلان کی جرأت نہیں۔ تو ان کے اس طرز عمل نے ثابت کیا کہ مسلمانوں کا ڈر ان کے دلوں میں اللہ تعالیٰ کے ڈر سے زیادہ ہے۔ ان کے مرعوب اور خوفزدہ ہونے کی تو یہ حالت ہے کہ یہ لوگ نہیں لڑ سکیں گے تم سے ایک جگہ جمع ہو کر اس طرح جیسے میدان جنگ میں کوئی فوج کسی فوج کا مقابلہ کرتی ہو مگر ایسی بستیوں میں جو احاطہ بندی کے ساتھ محفوظ ہوں اور قلعے کی شکل میں کہ اندر چھپ جانے والوں کو پناہ دے سکیں یا دیواروں کے پیچھے سے تو جو قوم اس قدر بزدل ہو وہ کبھی کامیاب نہ ہوگی اور نہ ہی مسلمانوں کو ایسی بزدل قوم سے خائف ہونا چاہئے۔ یہ لوگ اگرچہ مسلمانوں کے مقابلہ میں بظاہر متحد نظر آتے ہیں اور اے مخاطب! گمان کرتا ہے تو ان کو اکٹھا اور باہم متحد لیکن ان کے دل جدا جدا ہیں یہ اس لیے کہ یہ لوگ عقل نہیں رکھتے۔ ہر ایک کی اپنی اپنی غرض اور خواہش جدا ہے اگرچہ مسلمانوں کی مخالفت میں سب متفق اور متحد ہیں مگر ہر ایک اپنی اغراض و خواہشات کے باعث مختلف اور متفرق ہے تو ایسے منافقین کے ظاہری اتحاد سے مسلمانوں کو فکرمند و پریشان نہ ہونا چاہئے اس صورت حال میں یہ دشمنان اسلام بلاشبہ کمزور ہیں اور اسلام کا مقابلہ ہرگز نہ کر سکیں گے اگر انسان میں عقل ہو تو سمجھ سکتا ہے اگر اندر سے دل پھٹے ہوئے ہوں تو ظاہری اجتماعیت کچھ کام نہیں آتی۔ اس امر کو ملحوظ رکھتے ہوئے مسلمانوں کو چاہئے کہ وہ اپنی ذاتی اغراض و خواہشات سے کنارہ کش ہو کر سب مل کر اللہ کی رسی کو مضبوطی سے پکڑیں اور اپنا مرنا جینا سب اسی خدائے وحدہٗ لاشریک لہ کے لیے بنالیں۔

ان منافقین کی یہ حالت تو بالکل ایسی ہی ہو گئی جیسے کہ مثال ہے ان لوگوں کی جو ان سے پہلے قریب ہی وقت میں گذرے کہ مزہ چکھ لیا اپنے کام کا دنیا میں بھی ذلیل و ناکام ہو کر اور مختلف قسم کے عذاب میں ہلاک و تباہ ہو کر اور آخرت میں بھی ان کے واسطے ایک دردناک عذاب ہے۔ چنانچہ یہود بنی قینقاع نے اپنی غداری کا مزہ چکھ لیا۔ جب انہوں نے بدعہدی کی تو مسلمانوں نے ایک مختصر سی لڑائی کے بعد ان کو ان کے گھروں سے نکال باہر کیا اور اس سے پیشتر ماضی قریب میں مکہ والے بدر میں سزا پا چکے ہیں ایسا ہی انجام بنو نضیر کا دیکھ لو دنیا میں مسلمانوں کے ہاتھوں سزا مل چکی اور آخرت کا دردناک عذاب اپنی جگہ باقی ہے۔

یہ حالت بالکل شیطان کے قصہ کی طرح ہے جب وہ انسان سے کہتا ہے کفر کر پھر جب انسان کفر کرتا ہے اور عذاب خداوندی اس کے سامنے ہوتا ہے اور شیطان پر وہ کافر ذمہ داری ڈالتا ہے کہ مجھ سے کفر تو اس نے کرایا ہے تو کہتا ہے کہ میں تجھ سے بری ہوں۔ میرا تجھ سے کوئی واسطہ نہیں میں تو اللہ سے ڈرتا ہوں جو

الْقُرْاٰنَ عَلٰى جَبَلٍ لَّرَاَيْتَهٗ خَاشِعًا مُّتَصَدِّعًا مِّنْ

قرآن ایک پہاڑ پر ، تو تو دیکھتا دب جاتا پھٹ جاتا اللہ

خَشْيَةِ اللّٰهِ ؕ وَتِلْكَ الْاَمْثَالُ نَضْرِبُهَا لِلنَّاسِ لَعَلَّهُمْ

کے ڈر سے ، اور یہ کہاوتیں ہم سناتے ہیں لوگوں کو ، شاید وہ

يَتَفَكَّرُوْنَ ﴿٢١﴾ هُوَ اللّٰهُ الَّذِيْ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ۚ عٰلِمُ

دھیان کریں ۔ وہ اللہ ہے جس کے سوا بندگی نہیں کسی کی ، جانتا

الْغَيْبِ وَالشَّهَادَةِ ۚ هُوَ الرَّحْمٰنُ الرَّحِيْمُ ﴿٢٢﴾ هُوَ اللّٰهُ

ہے چھپا اور کھلا ، وہ ہے بڑا مہربان رحم والا ۔ وہ اللہ ہے

الَّذِيْ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ۚ اَلْمَلِكُ الْقُدُّوْسُ السَّلٰمُ

جس کے سوا بندگی نہیں کسی کی ، وہ بادشاہ پاک ذات چنگا

الْمُؤْمِنُ الْمُهَيْمِنُ الْعَزِيْزُ الْجَبَّارُ الْمُتَكَبِّرُ ؕ سُبْحٰنَ

امان دیتا پناہ میں لیتا زبردست دباؤ والا صاحب بڑائی کا ۔ پاک ہے

اللّٰهِ عَمَّا يُشْرِكُوْنَ ﴿٢٣﴾ هُوَ اللّٰهُ الْخَالِقُ الْبَارِئُ الْمُصَوِّرُ

اللہ اس سے جو شریک بتاتے ہیں ۔ وہ اللہ ہے بنانے والا نکال کھڑا کرنے والا صورت کھینچنے والا

لَهُ الْاَسْمَآءُ الْحُسْنٰى ؕ يُسَبِّحُ لَهٗ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَ

اسی کے ہیں سب نام خاصے ۔ اس کی پاکی بولتا ہے جو کچھ ہے آسمانوں میں اور

الْاَرْضِ ۚ وَهُوَ الْعَزِيْزُ

زمین میں ، اور وہی ہے زبردست

الْحَكِيْمُ ﴿٢٤﴾

حکمت والا ۔

دعوت تقویٰ وفکر آخرت برائے اہلِ ایمان
مع ذکر عظمت ربّ ذوالجلال والاکرام

قال اللہ تعالیٰ: یٰٓاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ ..... الیٰ ..... وَهُوَ الْعَزِیْزُ الْحَكِیْمُ

ربط: گزشتہ آیات میں منافقین کی سازشوں اور اسلام کے خلاف ان کی معاندانہ سرگرمیوں کا ذکر تھا تو اب ان آیات میں اہل ایمان کو تقویٰ اور فکر آخرت کی دعوت دی جارہی ہے اس لیے کہ ایمان و تقویٰ اور فکر آخرت ہی مسلمان قوم کے لیے ہر عزت و غلبہ اور ترقی کا باعث ہے یہی وہ عظیم وصف ہے جس کے باعث مسلمان اپنے دشمن کی ہر سازش سے محفوظ رہتا ہے تو ارشاد فرمایا۔

اے ایمان والو! ڈرتے رہو خدا سے اور ہر متنفس کو دیکھنا چاہیئے کہ اس نے کیا بھیجا ہے کل آنے والے دن کے واسطے۔ ایمان اور اعمال صالحہ کا ذخیرہ ہی روز آخرت کام آنے والا ہے اور روز آخرت جس کل آنے والا ہی دن ہے تو اس کے واسطے تیاری کر لی چاہیئے۔ دیکھنا اور سوچنا چاہیئے کہ اس کے واسطے اعمال صالحہ کا کیا ذخیرہ مہیا کیا ہے اور تقویٰ اختیار کرو اللہ کا۔ تقویٰ ہی اساس ہے ایمان وعمل کی۔ بے شک اللہ ان تمام کاموں سے باخبر ہے جو تم کرتے ہو۔ اگر کسی متنفس کے قلب میں یہ اعتقاد راسخ ہے کہ خداوند عالم کے سامنے بندہ کا ہر کام اور اس کا ہر حال عیاں ہے تو بلاشبہ خوف و تقویٰ پیدا ہو جائے گا یہ اعتقاد ہی تقویٰ کی بنیاد ہے جس کا لازمی اثر انسانی زندگی میں احتیاط اور فکر کی صورت میں رونما ہوگا اور یہی وہ بنیاد ہے جس پر ایمان اور اخلاص مرتب ہے اور نفاق کی گندگی سے پاک رہنے کا باعث ہے۔

اور نہ ہو جاؤ تم ان لوگوں سے جنہوں نے خدا کو بھلا دیا اور شب و روز اپنی نفسانی شہوتوں اور دنیوی لذتوں میں منہمک رہے جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ پھر اللہ نے بھی ان کو بھلا دیا اور اس طرح اللہ کی توفیق اور خیر کے کاموں کی صلاحیت اور اس کا احساس بھی ان سے مفقود ہو گیا۔ اور آخرت کے فکر و تصور سے بھی غافل ہو گئے۔ یہ لوگ اللہ کی فرمانبرداری سے خارج ہیں کیونکہ ان کی اس غفلت و لاپرواہی اور انہماک فی الدنیا کی وجہ سے وہ صلاحیت اور جوہر ہی ختم ہو گیا جس کے ذریعے انسان سعادت اور انابت الی اللہ حاصل کر سکتا ہے۔ بلاشبہ یہ حقیقت ہے کہ برابر نہیں ہیں جہنم والے اور جنت والے جہنمی عذاب جہنم میں مبتلا ہوتے ہیں وہ عذاب جس کا انسان تصور بھی نہیں کر سکتا۔ اور اہل جنت اللہ تعالیٰ کے انعامات اور جنت کی راحتوں اور نعمتوں سے نوازے جاتے ہیں تو یقیناً جنت والے ہی کامیاب ہیں اور اپنی مراد پانے والے ہیں۔ فلاح وسعادت کے اصول اور قوت نظریہ وعملیہ کی اصلاح کے ضابطے اللہ رب العزت نے قرآن کریم کی صورت میں دنیا کے انسانوں کے واسطے نازل کیے۔ اس سے انسانی زندگی فلاح وسعادت سے ہمکنار

ہو سکتی ہے۔ اس کلام الٰہی کی عظمت کا یہ مقام ہے کہ اگر ہم نازل کرتے اس قرآن کو کسی پہاڑ پر تو اے مخاطب
یقیناً تو دیکھتا اس پہاڑ کو ہیبت الٰہی سے پارہ پارہ ہو جانے والا۔ اگر اس پہاڑ میں انسان کی طرح عقل ہوتی
شعور عطا کر کے اس پر قرآن نازل کیا جاتا تو وہ سمجھتا اور عظمت و ہیبت خداوندی سے ایسا متاثر ہوتا کہ ریزہ ریزہ
ہو جاتا لیکن افسوس کہ یہ انسان جس پر یہ کلام الٰہی اتارا گیا ایسا سخت دل واقع ہوا ہے کہ نہ اس کا دل کانپتا ہے
اور نہ خشیت و تقویٰ کے آثار اس میں نظر آتے ہیں انسان کو چاہئے کہ اس امانت الٰہیہ کی عظمت کو پہچانے
اس کا حق ادا کرنے کی کوشش کرے نیز اس انسان کو یاد کرنا چاہئے کہ روز میثاق اس امانت کو جب اللہ
نے آسمان وزمین اور پہاڑوں پر پیش فرمایا تھا اور آسمان وزمین نے اس کی عظمت و ہیبت سے گھبرا کر
انکار کر دیا تھا تو اس حضرت انسان نے اس بوجھ کو اٹھایا تھا اور اس امانت کی حفاظت اور اس کا حق ادا
کرنے کا اقرار کیا تھا۔ کما قال اللہ تعالیٰ۔ إِنَّا عَرَضْنَا الْأَمَانَةَ عَلَى السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ
وَالْجِبَالِ فَأَبَيْنَ أَن يَحْمِلْنَهَا وَأَشْفَقْنَ مِنْهَا وَحَمَلَهَا الْإِنسَانُ إِنَّهُ كَانَ
ظَلُومًا جَهُولًا۔

اور یہ مثالیں ہم بیان کرتے ہیں لوگوں کے لیے شاید وہ نصیحت حاصل کرلیں اور جس سعادت
ابدیہ کا حصول انسان کی فطرت میں ودیعت رکھا گیا ہے اس کو حاصل کرسکیں اور فلاح و کامیابی کی منزل تک
پہنچنے کی جو صلاحیتیں اس کو عطا کی گئی ہیں ان کو بروئے کار لاسکے اور قوت نظریہ درست کرنے کے بعد
قوائے عملیہ کو اس کے تابع کردے۔ جو معرفت حق تعالیٰ شانہ کی ذات و صفات کی معرفت اور دل ودماغ میں
اس عقیدہ کو راسخ کرلینے پر موقوف ہے تو جان لینا چاہئے کہ وہی اللہ ہے جس کے سوا کوئی معبود نہیں وہ
ہی پوشیدہ اور ظاہر کا جاننے والا ہے جو چیز انسانی ادراک وشعور سے ماوراء ہو اس چیز کو نہ انسانی حواس
ادراک کرسکتے ہیں اور نہ ہی وہاں تک عقل کی پرواز ہے، وہ صرف خدا ہی جانتا ہے اور ہر ظاہر چیز کو بھی

عہ "الغیب" لغۃً ہی وسیع المعنیٰ لفظ ہے انسان کی نظر سے لے کر جو اس کے حس تک ہر جس سے جو چیز غائب
ہے اس کو غیب کہا جائے گا۔ اضافہ کردہ الفاظ میں بھی اشارہ کردیا گیا کہ غیب کا اطلاق حواس ظاہرہ
سے غائب ہی چیز پر نہیں بلکہ جو انسانی ادراک اور عقل و فکر کی پرواز سے بالاوبرتر ہے وہ بھی غیب ہے
چنانچہ آخرت اور احوال آخرت جیسی جملہ چیزیں غیب کا مصداق ہیں۔ انسان ہی کیا بلکہ ملائکہ اور جنوں
کے ادراک وشعور سے بھی پوشیدہ چیزیں اس میں شامل ہیں۔
چنانچہ ملاء اعلیٰ اور ملکوت السمٰوٰت کی بہت سی چیزیں فرشتوں سے بھی پوشیدہ ہیں الغرض ہر وہ چیز
جو مخلوق کے ادراک و شعور سے بالا ہو یا بُعد مکانی سے حواس بصریہ وغیرہ سے مستور و پوشیدہ ہو اس کو غیب کہا
جائے گا، جو ایک وسیع عالم ہے۔ اور اس کے بے شمار مراتب و درجات ہیں جیسا کہ حضرات علماء و صوفیہ
بیان کرتے ہیں اسی طرح عالم شہادت کے بھی بے شمار مراتب و درجات ہیں ۔۔۔

خدا ہی جانتا ہے جب کہ انسان بہت سی چیزوں کو دیکھنے اور محسوس کرنے کے باوجود اس کے جاننے سے عاجز رہتے ہیں۔ وہی بڑا مہربان اور نہایت رحم والا ہے جس کی عنایات و رحمتیں انسان کو آمادہ کرتی ہیں کہ وہ صرف اسی رحمٰن و رحیم کی عبادت و بندگی کرے۔ اس کے خزائن رحمت بے پایاں ہیں دنیا میں وہ اپنی رحمتوں سے مؤمن و کافر، انسان و حیوان، شجر و حجر سب ہی کو نوازتا ہے اس طرح کہ اس کی رحمت و عنایت رحمت و مہربانی کے لباس میں ظاہر ہوتی ہے اور کبھی بظاہر تکلیف و شدت میں اس کی یہ رحمت اس کے بندوں کی طرف متوجہ ہوتی ہے اور ان ظاہری و باطنی رحمتوں کو اس پروردگار نے اپنے مؤمن بندوں کے لیے آخرت میں مخصوص کر دیا۔ غرض وہ پروردگار ہی ایسا معبود ہے جس کے سوا کوئی معبود نہیں وہی بادشاہ ہے تمام کائنات کا اسی کی سلطنت و حکمرانی کائنات پر جاری ہے بر و بحر زمین و آسمان پر بسنے والی ہر مخلوق اس کے فرمان کے تابع ہے کسی کو مجال نہیں کہ اس کے حکم سے عدول کر سکے یا بغاوت کر سکے، وہی بادشاہ ہے جس کے قبضہ میں تمام خزانے ہیں جن کی کوئی حد و انتہا نہیں اور اسی کی بادشاہت دنیا و آخرت میں ایسی کامل اور مضبوط بادشاہت ہے کہ اس کے حکم سے کسی کو سرتابی کی مجال نہیں، جس کو نہ کسی کی بغاوت کا خطرہ ہے اور نہ کسی کی خیانت کی فکر اور نہ کسی کی معاونت و امداد کا محتاج، وہ پاک ہے ہر عیب سے اور ایسی ہر بری بات سے جو اس کے شایان شان نہ ہو، وہ ہر نقصان و زوال سے محفوظ و سالم ہے اور اپنی مخلوق و بندوں کو سلامتی عطا کرنے والا ہے۔ وہی امن و چین دینے والا ہے خواہ دنیا کی کوئی مصیبت و پریشانی ہو یا آخرت کی، وہی نگہبان و نگہبان ہے اپنی مخلوق پر کہ ہر آفت و مصیبت سے بھی وہ ہی محفوظ رکھتا ہے اور وہی بندوں کے ہر عمل کا نگران اور ان کے احوال کا رقیب ہے کما قال اللہ تعالیٰ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَلَيْكُمْ رَقِيْبًا۔

وہ بڑی ہی عزت والا، غالب و قاہر اور زبردست و بازو والا صاحب عظمت ہے، پاکی ہے

ف لفظ المتکبر کا ترجمہ صاحب عظمت سے کیا، لفظ کبر بڑائی اور عظمت کے معنی کے لیے وضع کیا گیا ہے تو باب تفعل میں استعمال ہونے سے مفہوم ہوگا علو و بلندی اور عظمت کو اختیار کرنے والا یعنی اس سے متصف، امام رازیؒ اپنی تفسیر میں فرماتے ہیں کہ تکبر انسانوں کی صفات میں مذموم ہے، اور تکبر کو صفت ذم شمار کیا گیا ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ متکبر کے معنی جب یہ ہوتے کہ وہ اپنی ذات سے کبر و بڑائی ظاہر کرنے والا ہو تو مخلوق تو سراسر عاجز ہے، ہزاروں ہزار عیب ہر انسان میں ہوتے ہیں تو ایسے نقائص اور عیوب کے ہوتے ہوئے انسان کا کبر اور بڑائی کرنا یقیناً مذموم ہوگا اور وہ اس میں جھوٹا ہوگا، اس کو تذلل و تواضع اور اظہار پستی ہی زیب دیتا ہے لیکن اس کے برعکس اللہ رب العزت کی ذات تو ہر کمال و بلندی سے متصف ہے اس لیے جب وہ اپنی بڑائی اور علو کو ظاہر کرے گا تو حقیقت کے عین مطابق ہوگا۔ اور بندوں کو یہ بات رہنمائی کرنے والی ہوگی کہ حق تعالیٰ جل شانہ و عم نوالہ کی جلالت شان اور اس کی عظمت و برتری کو پہچانیں۔

آں ستوں جس میں وہ نغمہ منبر دیکھی — پارہ جس کے لحن سے طور بھی ذوق ہونے کو ہے
حیف کہ ثابت ہو سکی تیری سوال پر کچھ نہ ہو — کہ جس سے کہ انشق القمر ہونے کو ہے

حضرات عارفین اور علماء ربانیین کی تحقیق یہ ہے۔ جیسا کہ پیچھے لکھا جا چکا ہے کہ جمادات و نباتات میں بھی اللہ رب العزت نے احساس و شعور کی صلاحیت رکھی ہے چنانچہ سورۂ بقرہ میں بنی اسرائیل کی شقاوت اور قساوت قلبیہ کا ذکر کرتے ہوئے ارشاد فرمایا۔

ثُمَّ قَسَتْ قُلُوْبُكُمْ مِّنْ بَعْدِ ذٰلِكَ فَهِيَ كَالْحِجَارَةِ اَوْ اَشَدُّ قَسْوَةً وَّ اِنَّ مِنَ الْحِجَارَةِ لَمَا يَتَفَجَّرُ مِنْهُ الْاَنْهٰرُ وَ اِنَّ مِنْهَا لَمَا يَشَّقَّقُ فَيَخْرُجُ مِنْهُ الْمَآءُ وَ اِنَّ مِنْهَا لَمَا يَهْبِطُ مِنْ خَشْيَةِ اللّٰهِ۔

چنانچہ جمادات کے احساس و شعور کا ثبوت اس واقعہ سے بھی ملتا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے واسطے جب منبر تیار کیا گیا اور آپ نے پہلی مرتبہ اس پر خطبہ دینا شروع فرمایا تو وہ کھجور کے درخت کا تنا جو ستون کی طرح مسجد میں گڑا ہوا تھا اور آپ اس پر ٹیک و سہارا لے کر خطبہ ارشاد فرمایا کرتے تھے تو وہ ستون بیقرار ہو کر اس طرح رونے لگا کہ جیسے کوئی بچہ رو رہا ہو، آواز سب نے سنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم منبر سے نیچے اترے اس ستون کو تھپکا تسلی دی۔ جیسے بچے کو تھپک کر تسلی دی جاتی ہو اور اس کو خاموش کیا جاتا ہو، حضرات صحابہؓ فرماتے ہیں ہم نے دیکھا کہ وہ ستون اپنی آواز ضبط کرنے لگا۔ راوی حدیث اس قصہ کو ذکر کرتے ہوئے [illegible] انما کان یسمع من الذکر والوحی کہ وہ ستون اس وجہ سے رویا کہ وہ جو ذکر اور وحی الٰہی سنا کرتا تھا اب اس سے بعید ہو گیا [1] اسی وجہ سے اس ستون کا نام ستون حنانہ رکھا گیا۔

حسن بصریؒ اس حدیث کو نقل کر کے فرماتے ہیں اے مسلمانو دیکھو جب ایک لکڑی کا تنا اور ستون رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے شوق و محبت میں بے قرار ہو کر آہ و زاری کرنے لگا تو تم انسان ذی عقل ہو تمہیں چاہئے کہ تم بھی اپنے قلب میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا شوق اور محبت اس لکڑی کے ستون سے زائد پیدا کرو یہی وہ چیز ہے جس کو حضرت رومیؒ نے فرمایا ہے ؎

فلسفی کو منکر حنانہ است — از حواس انبیاء بیگانہ است

اسماء حسنٰی و صفات خداوندی

قال اللہ تعالیٰ۔ وَلِلّٰهِ الْاَسْمَآءُ الْحُسْنٰى فَادْعُوْهُ بِهَا۔

[1] صحیح بخاری جلد ۱۔ ابواب الخطبہ۔

ارشاد مبارک ہے اللہ تعالیٰ کے لیے اسماء حسنیٰ اور صفات عُلیٰ ہیں انہی کے ذریعہ خدا تعالیٰ سے دعا مانگا کرو مثلاً یا اللہ اور یا رحمٰن اور یا غفار کہہ کر دعا مانگو اور یا ذات یا موجودُ یا شَیٔ کہہ کر دعا مت مانگو اللہ تعالیٰ کے اسماء حسنٰے کو سوال اور دعا کا ذریعہ بناؤ خود تراشیدہ ناموں سے اللہ کو مت پکارو۔

اسماء حسنیٰ سے اللہ کے نام اور اوصاف مراد ہیں جو اس کی ذات پاک پر یا اس کی کسی صفت پر دلالت کریں لفظ "اللہ" ذاتِ خداوندی کا اسم علَم ہے اور اسم ذات ہے جو اس کی ذات پر دلالت کرتا ہے اور باقی اوصاف سب اس کے تابع ہیں اور بعثت نبوی سے پہلے عرف عرب میں "اللہ" ذاتِ خداوندی کے لئے بولا جاتا تھا۔ شریعت نے اسی نام کو بحال رکھا۔ اللہ تعالیٰ کے اسماء اور صفات اور اس کے کمالات کی کوئی حد نہیں مگر اللہ پر صرف ان اسماء کا اطلاق درست ہے جو شرع شریف سے ثابت ہیں اپنی رائے سے ان میں کوئی تبدیلی نہیں کرنی چاہیئے۔

علماء متکلمین کی رائے ہے کہ اللہ تعالیٰ کے اسماء توقیفی ہیں یعنی صاحب شرع کے واقف کرانے اور بتلانے پر موقوف ہیں شرع میں جس اسم کا اطلاق حق تعالیٰ کی ذات پر آیا ہے اس اسم کا اطلاق کرنا تو جائز ہے۔

اور جس اسم کا اطلاق نہیں آیا اس کا اطلاق نہیں کرنا چاہیئے اگرچہ اس میں معنی کمال کے پائے جاتے ہوں۔ مثلاً اللہ تعالیٰ پر جواد اور کریم کا اطلاق جائز ہے اس لیے کہ اس اسم کا اطلاق شرع میں آیا ہے اور اللہ تعالیٰ کو سخی کہنا جائز نہیں اس لیے کہ اس اسم کا اطلاق شرع میں نہیں آیا لہٰذا ہم کو چاہیئے کہ خدا تعالیٰ کو ان ناموں سے پکاریں جو قرآن اور حدیث سے ثابت ہیں اپنی رائے اور قیاس سے خدا کے نام تجویز نہ کریں۔ حدیث شریف میں ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اِنَّ لِلّٰہِ تِسْعَۃً وَّ تِسْعِیْنَ اِسْمًا مَنْ اَحْصَاھَا دَخَلَ الْجَنَّۃَ یعنی اللہ کے ننانوے نام ہیں جس نے ان کو محفوظ اور یاد کر لیا وہ جنت میں داخل ہوا۔ سو جاننا چاہیئے کہ اللہ تعالیٰ کے اسماء و صفات بے شمار ہیں لیکن یہ ننانوے نام۔ تمام اسماء حسنیٰ اور صفات عُلیٰ کی اصل ہیں کہ دنیا میں اہل عقل کے نزدیک جس قدر صفاتِ کمال متصور ہو سکتی ہیں وہ سب انہی ننانوے اسماء حسنیٰ کے تحت درج ہیں اور یہ ننانوے اسماء حسنٰے بے شمار صفات کمالیہ کے لیے بمنزلہ اصل کے ہیں اور تمام صفات کمال کا خلاصہ اور اجمال ہیں اور حدیث میں اسماء سے محض زبانی یاد کر لینا مراد نہیں بلکہ یہ عقیدہ رکھنا کہ اللہ تعالیٰ ان تمام اسماء حسنیٰ اور صفات عُلیٰ کے ساتھ موصوف ہے تو جس نے حق تعالیٰ کو تمام صفات کمالیہ کے ساتھ موصوف جانا وہ جنت میں داخل ہو گا۔

ناتمام ہوتی ہے بندہ کسی کو کچھ روپیہ پیسہ دے سکتا ہے مگر صحت اور عافیت نہیں دے سکتا۔

۱۸۔ **اَلرَّزَّاقُ** روزی دینے والا اور روزی کا پیدا کرنے والا رزق اور مرزوق سب اسی کی مخلوق ہے۔

۱۹۔ **اَلْفَتَّاحُ** رزق اور رحمت کا دروازہ کھولنے والا اور مشکلات کی گرہ کھولنے والا۔

۲۰۔ **اَلْعَلِیْمُ** بہت جاننے والا جس سے کوئی چیز مخفی نہ ہو۔ اس کا علم تمام کائنات کے ظاہر و باطن کو محیط ہے۔

۲۱۔ **اَلْقَابِضُ** تنگی کرنے والا۔

۲۲۔ **اَلْبَاسِطُ** فراخی کرنے والا یعنی رزق حسی اور معنوی کی تنگی اور فراخی سب اسی کے ہاتھ میں ہے کسی پر رزق کو فراخ کیا اور کسی پر تنگ کیا۔

۲۳۔ **اَلْخَافِضُ** پست کرنے والا۔

۲۴۔ **اَلرَّافِعُ** بلند کرنے والا۔ جس کو چاہے پست کرے اور جس کو چاہے بلند کرے۔

۲۵۔ **اَلْمُعِزُّ** عزت دینے والا۔

۲۶۔ **اَلْمُذِلُّ** ذلت دینے والا جس کو چاہے عزت دے اور جس کو چاہے ذلت دے جس کو چاہے ہدایت دے اور جس کو چاہے گمراہ کردے۔

۲۷۔ **اَلسَّمِیْعُ** بہت سننے والا۔

۲۸۔ **اَلْبَصِیْرُ** بہت دیکھنے والا

۲۹۔ **اَلْحَکَمُ** حکم کرنے والا اور فیصلہ کرنے والا کوئی اس کے فیصلہ کو رد نہیں کرسکتا اور نہ کوئی اس کے فیصلہ پر تبصرہ کرسکتا ہے۔

۳۰۔ **اَلْعَدْلُ** انصاف کرنے والا۔ اس کی بارگاہ میں ظلم اور جور و ستم عقلاً محال ہے۔

۳۱۔ **اَللَّطِیْفُ** باریک بین اور بخشی اور نرمی کرنے والا ایسی مخفی اور باریک چیزوں کا ادراک کرنے والا جہاں نگاہیں نہیں پہنچ سکتیں۔

۳۲۔ **اَلْخَبِیْرُ** بڑا ہی آگاہ اور باخبر ہے۔ ہر چیز کی حقیقت کو جانتا ہے ہر چیز کی اس کو خبر ہے یہ ناممکن ہے کہ کوئی چیز موجود ہو اور خدا کو اس کی خبر نہ ہو۔

۳۳۔ **اَلْحَلِیْمُ** بڑا ہی بُردبار۔ علانیہ نافرمانی بھی اس کو مجرمین کی فوری سزا پر آمادہ نہیں کرتی گناہوں کی وجہ سے وہ رزق نہیں روکتا۔

۳۴۔ **اَلْعَظِیْمُ** بڑا ہی عظمت والا جس کے سامنے سب ہیچ ہیں اور کسی کی اس تک رسائی نہیں۔

۳۵۔ **اَلْغَفُوْرُ** بہت بخشنے والا۔

۳۶۔ **اَلشَّکُوْرُ** بڑا قدردان۔ تھوڑے عمل پر بڑا ثواب دینے والا۔

۳۷۔ **اَلْعَلِیُّ** بلند مرتبہ کہ اس سے اوپر کسی کا مرتبہ نہیں۔

۳۸۔ **اَلْکَبِیْرُ** بہت بڑا کہ اس سے بڑا کوئی متصور نہیں۔

۳۹۔ **اَلْحَفِیْظُ** نگہبان مخلوق کو آفتوں اور بلاؤں سے محفوظ رکھنے والا

۴۰۔ **اَلْمُقِیْتُ** مخلوق کو قوت یعنی روزی اور غذا پہنچانے والا۔ روح اور جسم دونوں کو روزی دینے والا۔ اور بعض نسخوں میں المغیث ہے یعنی امداد کو پہنچنے والا۔

۴۱۔ **اَلْحَسِیْبُ** سب بندوں کو کفایت کرنے والا یا قیامت کے دن بندوں سے حساب لینے والا۔

۴۲۔ **اَلْجَلِیْلُ** بزرگ تر یعنی کمال استغناء اور کمال تقدس اور کمال تنزیہ کے ساتھ موصوف ہے۔

۴۳۔ **اَلْکَرِیْمُ** کرم اور بخشش والا بغیر سوال کے اور بغیر وسیلہ کے عطا کرنے والا۔

۴۴۔ **اَلرَّقِیْبُ** نگہبان اور نگران کسی شے سے غافل نہیں اور کوئی شے اس کی نظر سے پوشیدہ نہیں۔

۴۵۔ **اَلْمُجِیْبُ** دعاؤں کا قبول کرنے والا اور بندوں کی پکار کا جواب دینے والا۔

۴۶۔ **اَلْوَاسِعُ** فراخ علم والا جس کا علم اور جس کی رحمت تمام اشیاء کو محیط ہے۔

۴۷۔ **اَلْحَکِیْمُ** حقائق اور اسرار کا جاننے والا جس کا کوئی کام حکمت سے خالی نہیں اور حکمت کے معنی کمال علم کے ساتھ فعل اور عمل کا عمدہ ہونا اور پختہ ہونا یعنی اس کی کار اور گفتار سب درست اور استوار ہے۔

۴۸۔ **اَلْوَدُوْدُ** نیک بندوں کو دوست رکھنے والا خیر اور احسان کو پسند کرنے والا۔

۴۹۔ **اَلْمَجِیْدُ** ذات اور صفات اور افعال میں بزرگ اور شریف۔

۵۰۔ **اَلْبَاعِثُ** مردوں کو زندہ کرنے والا اور قبروں سے اٹھانے والا اور سوتے ہوؤں کو بستروں سے جگانے والا۔

۵۱۔ **اَلشَّهِیْدُ** حاضر و ناظر اور ظاہر و باطن پر مطلع اور بعض کہتے ہیں کہ امور ظاہرہ کے جاننے والے کو شہید کہتے ہیں اور امور باطنہ کے جاننے والے کو خبیر کہتے ہیں اور مطلق جاننے والے کو علیم کہتے ہیں۔

۵۲۔ **اَلْحَقُّ** ثابت اور برحق یعنی جس کی خدائی اور شہنشاہی حق ہے اور اس کے ما سوا سب باطل اور ہیچ۔

۵۳۔ **اَلْوَکِیْلُ** کارساز جس کی طرف کسی نے اپنا کام سپرد کر دیا ہو وہ اس کا کام بنانے والا ہے۔

۵۴۔ **اَلْقَوِیُّ** بڑی قوت والا یعنی توانا اور زور آور والا جس کو کبھی ضعف لاحق نہیں ہوتا۔

۵۵۔ **اَلْمَتِیْنُ** استوار اور شدید القوت جس میں ضعف اور اضمحلال کا امکان نہیں اور اس کی قوت میں کوئی اس کا مقابل اور شریک نہیں۔

۵۶۔ **اَلْوَلِیُّ** مددگار اور دوست رکھنے والا یعنی اہل ایمان کا محب اور ناصر۔

۵۷۔ **اَلْحَمِیْدُ** سزاوار حمد و ثنا ذات و صفات اور افعال کے اعتبار سے ستودہ۔

۵۸۔ **اَلْمُحْصِیْ** کائنات عالم کی مقدار اور شمار کو جاننے والا زمین کے ذرّے اور بارش کے قطرے اور درختوں کے پتے اور انسانوں اور حیوانوں کے سانس سب اس کو معلوم ہیں۔

۵۹۔ **اَلْمُبْدِئُ** پہلی بار پیدا کرنے والا اور عدم سے وجود میں لانے والا۔

۶۰۔ **اَلْمُعِیْدُ** دوبارہ پیدا کرنے والا۔ پہلی بار بھی اس نے پیدا کیا اور قیامت کے دن بھی وہی دوبارہ پیدا کرے گا اور معدومات کو دوبارہ ہستی کا لباس پہنائے گا۔

۶۱۔ **اَلْمُحْیِیْ** زندہ کرنے والا۔

۶۲۔ **اَلْمُمِیْتُ** مارنے والا جسمانی اور روحانی ظاہری اور باطنی موت اور حیات کا مالک جس نے ہر ایک کی موت اور حیات کا وقت اور اس کی مدت مقرر اور مقدر کر دی۔

۶۳۔ **اَلْحَیُّ** بذات خود زندہ اور قائم بالذات جس کی حیات کو کبھی زوال نہیں۔

۶۴۔ **اَلْقَیُّوْمُ** کائنات عالم کی ذات وصفات کا قائم رکھنے والا اور تھامنے والا یعنی تمام کائنات کا وجود اور ہستی اس کے سہارے سے قائم ہے۔

۶۵۔ **اَلْوَاجِدُ** غنی اور بے پرواہ کہ کسی چیز میں کسی کا محتاج نہیں۔ یا یہ معنی کہ اپنی مراد کو پانیوالا جو چاہتا ہے کرتا ہے نہ کوئی اس سے چھوٹ سکتا ہے اور نہ کوئی اس تک پہنچ سکتا ہے۔

۶۶۔ **اَلْمَاجِدُ** بڑی بزرگی والا مطلق بزرگ۔

۶۷۔ **اَلْوَاحِدُ** ایک، کوئی اس کا شریک نہیں۔

۶۸۔ **اَلْاَحَدُ** ذات وصفات میں یکتا اور یگانہ یعنی بے مثال اور بے نظیر[1]

۶۹۔ **اَلصَّمَدُ** سردار کامل، سب سے بے نیاز اور سب اس کے محتاج۔ یعنی ذات وصفات کے اعتبار سے ایسا کامل مطلق کہ وہ کسی کا محتاج نہ ہو اور سب اس کے محتاج ہوں۔

۷۰۔ **اَلْقَادِرُ** قدرت والا اسے اپنے کام میں کسی آلہ کی ضرورت نہیں عجز اور بے چارگی سے پاک اور منزّہ۔

۷۱۔ **اَلْمُقْتَدِرُ** بذاتِ خود کامل القدرت کسی چیز کے کرنے میں اسے دشواری نہیں اور کسی میں یہ قدرت نہیں کہ اس کی قدرت میں مزاحمت کر سکے۔

۷۲۔ **اَلْمُقَدِّمُ** دوستوں کو آگے کرنے والا۔

۷۳۔ **اَلْمُؤَخِّرُ** دشمنوں کو پیچھے کرنے والا۔

۷۴۔ **اَلْاَوَّلُ** سب سے پہلا۔

---

[1] احد کا لفظ ترمذی کی روایت اور بیہقی کی دعوات کبیر میں نہیں آیا۔ البتہ ابن ماجہ کی روایت میں یہ لفظ آیا ہے۔ دیکھو شرح کتاب الاذکار ص ۲۱۵ ج ۳۔

۷۵۔ **اَلْاٰخِرُ** سب سے پچھلا یعنی اس سے پیچھے کوئی موجود نہ تھا اور اس کے سوا جو موجود ہوا اس کو اسی کی بارگاہ سے وجود ملا۔

۷۶۔ **اَلظَّاھِرُ** آشکارا

۷۷۔ **اَلْبَاطِنُ** پوشیدہ، یعنی جو دلائل قدرت کے آشکارا ہے کہ ہر ذرہ اس کے کمال قدرت پر دلالت کرتا ہے اور باعتبار کنہ اور حقیقت کے پوشیدہ ہے۔

۷۸۔ **اَلْوَالِیُ** کارساز اور مالک و تمام امور کا متولی اور منتظم۔

۷۹۔ **اَلْمُتَعَالِیُ** عالیشان اور بہت بلند و برتر کہ جہاں تک کوئی نہ پہنچ سکے۔

۸۰۔ **اَلْبَرُّ** نیکی اور احسان کرنے والا نیکوکار

۸۱۔ **اَلتَّوَّابُ** توبہ قبول کرنے والا، اور توجہ کرنے والا۔

۸۲۔ **اَلْمُنْتَقِمُ** سرکشوں سے بدلہ لینے والا۔

۸۳۔ **اَلْعَفُوُّ** گناہوں اور تقصیروں سے بڑا درگذر کرنے والا اور گناہوں کو مٹا دینے والا۔

۸۴۔ **اَلرَّؤُوْفُ** بڑا ہی مہربان جس کی رحمت کی غایت اور نہایت نہیں۔

۸۵۔ **مَالِکُ الْمُلْکِ** خداوند جہان و ملک کا جس طرح چاہے تصرف کرے کوئی اس کے حکم اور تصرف کو نہ روک سکے۔

۸۶۔ **ذُوالْجَلَالِ وَالْاِکْرَامِ** صاحب عظمت و جلال جس کا حکم جاری اور نافذ ہے اور اس کی اطاعت لازم ہے اور اپنے فرمانبردار بندوں کی تعظیم و تکریم کرنے والا اور ان کو عزت دینے والا اور ان پر کرم کرنے والا جس کے پاس جو عزت اور کرامت ہے وہ اسی کا عطیہ ہے۔

۸۷۔ **اَلْمُقْسِطُ** عادل اور منصف مظلوم کا ظالم سے بدلہ لیتا ہے۔

۸۸۔ **اَلْجَامِعُ** تمام متفرق چیزوں کو جمع کرنے والا جس نے اپنی قدرت و حکمت سے جسم انسانی اور حیوانی میں عناصر متضادہ کو جمع کیا۔

۸۹۔ **اَلْغَنِیُّ** بے پرواہ اسے کسی کی حاجت نہیں اور کوئی اس سے مستغنی نہیں۔

۹۰۔ **اَلْمُغْنِیُ** مخلوق کو بے پرواہ کرنے والا یعنی وہ خود بے نیاز ہے اور جس کو چاہتا ہے اپنے بندوں میں سے حسب حکمت و مصلحت اس کو بے پرواہ کر دیتا ہے اور بقدر ضرورت اس کو دے دیتا ہے۔

۹۱۔ **اَلْمَانِعُ** روکنے والا اور باز رکھنے والا جس چیز کو وہ روک لے کوئی اس کو دے نہیں سکتا۔

۹۲۔ **اَلضَّآرُّ** ضرر پہنچانے والا۔

۹۳۔ **اَلنَّافِعُ** نفع پہنچانے والا یعنی نفع اور ضرر سب اللہ کے ہاتھ میں ہے خیر و شر نفع و ضرر سب اسی کی طرف سے ہے۔

جیسے وہ یا رزاق کہہ کر دعا مانگے اور طالب علم یا علیم یا حکیم کہہ کر دعا مانگے۔ اور گمشدہ راہ یا ہادی کہہ کر دعا مانگے وغیرہ وغیرہ جو ایسا کرے گا وہ بہشت میں داخل ہوگا۔ اسماء اللہ تعالیٰ کے یہ ننانوے نام ترمذی وغیرہ کی روایت میں آتے ہیں جن میں اکثر قرآن کریم میں مذکور ہیں۔ اللہ کے اسماء و صفات بے شمار ہیں مگر مشہور حدیثوں میں ان ننانوے ناموں کا ذکر آیا ہے کیونکہ یہ نام تمام صفات کمالیہ کی اصل اور جڑ ہیں باقی ان کے علاوہ اور بھی اللہ کے کچھ نام جو بعض احادیث میں وارد ہوئے ہیں، مثلاً قاہر اور شاکر اور دائم اور قدیم اور وتر اور فاطر اور علام اور ملیک اور اکرم اور مدبر اور رفیع اور ذی الطول اور ذی المعارج اور ذی الفضل اور خلاق اور سید اور حنان اور منان اور دیان وغیرہ وغیرہ۔

اسی لیے ہم نے ان ننانوے ناموں کی شرح پر کفایت کیا جو سلف صالحین میں بطور ورد معروف و مشہور ہیں۔ ہر مسلمان کو چاہیے کہ ان اسماء الحسنیٰ کو یاد کرے اور ان کو ورد اور وظیفہ بنائے اور ان تمام اسماء حسنیٰ میں اسم الجلالۃ اللہ تعالیٰ کا اسم اعظم ہے جس کے ذریعے دعا قبول ہوتی ہے اور اسم اللہ ذات واجب الوجود اور معبود برحق کا نام ہے اور یہ نام سوائے حق تعالیٰ کے کسی اور پر اطلاق نہیں کیا جاتا نہ حقیقۃً اور نہ مجازاً۔

حضرات اہل علم اگر اسماء حسنیٰ کی مزید تفصیل معلوم کرنا چاہیں تو امام بیہقیؒ کی کتاب الاسماء والصفات از ص ۲ تا ص ۹۳ دیکھیں اور امام غزالیؒ کی کتاب المقصد الاسنیٰ شرح اسماء اللہ الحسنیٰ اور شرح کتاب الاذکار از ص ۲۱۸ تا ص ۲۲۶ جلد ۳ دیکھیں۔

غرض اس ذات مبارکہ میں ابتداء میں حکم تقویٰ فرمایا گیا اور آخرت کی فکر اور تیاری کے لیے متوجہ کیا گیا، اس مقصد کا حصول چونکہ عظمت وحی اور خداوند عالم کی ذات و صفات کی معرفت پر موقوف تھا تو قرآن کریم کی شان اور عظمت بیان کرتے ہوئے حق تعالیٰ نے اپنی صفات عظیمہ کے بیان پر اس مضمون کو ختم فرمایا۔

تم تفسیر سورۃ الحشر وللہ الحمد والمنۃ

ــــ المقصد الاسنیٰ شرح اسماء الحسنیٰ للامام الغزالیؒ۔ اسم اعظم کی تفصیل کے لیے شرح حصن حصین اور شرح کتاب الاذکار کی مراجعت فرمائیں۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

سُورَۃُ المُمتَحِنَۃ

اس سورت کا شان نزول حاطب بن ابی بلتعہؓ کا وہ واقعہ ہے کہ انہوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم جب فتح مکہ کے لیے فوج لے کر مکہ کی طرف روانہ ہو رہے تھے تو آپ کے اس ارادہ کی اطلاع قریش مکہ کو کر دی تھی اور ایک عورت کے ذریعے ایک خط روانہ کیا تھا جس پر بذریعہ وحی اللہ تعالیٰ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو مطلع فرمایا۔

حافظ ابن کثیرؒ بیان فرماتے ہیں کہ حاطب بن ابی بلتعہؓ مہاجرین میں سے تھے اور غزوۂ بدر میں شریک ہوئے تھے مکہ مکرمہ میں ان کے خاندان کے کچھ افراد اور بچے تھے قریش سے کوئی نسبی قرابت نہ تھی، حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے حلیف تھے۔ صلح حدیبیہ میں جو معاہدہ ہوا تھا قریش مکہ نے جب اس کو توڑ ڈالا تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مکہ کی طرف مجاہدین کی فوج لے کر روانہ ہوئے تو حاطب بن ابی بلتعہؓ نے یہ سوچ کر کہ ایسے ہنگامے میں اگر میرے اہل وعیال کی وہاں کوئی حفاظت کی صورت ہو جائے تو اچھا ہے قریش مکہ کو لشکر کی روانگی کی اطلاع کر دی۔ حضرت علی بن ابی طالبؓ بیان کرتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ کو، زبیر بن العوامؓ اور مقداد بن الاسودؓ کو حکم دیا کہ تم لوگ روانہ ہو جاؤ اور چلتے رہو تا آنکہ تم روضہ خاخ نامی مقام تک پہنچ جاؤ تو اس جگہ تم کو ایک سوار عورت ملے گی اس کے پاس ایک خط ہوگا اس سے وہ خط لے لینا۔ بیان کرتے ہیں ہم گھوڑوں پر سوار تیزی سے روانہ ہو گئے یہاں تک کہ روضہ خاخ پر جب پہنچے تو ایک عورت ملی ہم نے اس سے کہا خط نکال کر ہمیں دے دے۔ اس نے کہا میرے پاس تو کوئی خط نہیں۔ ہم نے اس پر سختی کی اور کہا یا تو خط دیدے ورنہ تجھ کو کپڑے اتار کر برہنہ کر دیں گے اور وہ خط کسی نہ کسی طرح ہم تجھ سے لے ہی لیں گے جس کی خبر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دی ہے اور اس کو لینے کے ہم مامور ہیں، تو اس نے ایک خط اپنے بالوں کے جوڑے سے نکال کر ہمیں دے دیا۔ ہم خط لے کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس حاضر ہوئے وہ خط حاطب بن ابی بلتعہؓ کی طرف سے بعض مشرکین مکہ کے نام تھا جس میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی مکہ کی طرف روانگی کی اطلاع تھی آپؐ نے دریافت فرمایا اے حاطبؓ یہ کیا ہے۔ حاطبؓ نے عرض کیا یا رسول اللہ مجھے اظہار حقیقت کی مہلت عنایت فرمائیے۔ اصل حقیقت یہ ہے کہ میں قریش کے خاندانوں کے ساتھ وابستہ تھا اور میری ان کے ساتھ کوئی نسبی قرابت نہ تھی جیسا کہ دوسرے مہاجرین کی ان کے ساتھ قرابتیں ہیں میں نے خیال کیا یہ ایک ظاہری سلوک ان کے ساتھ کر دوں تاکہ وہ میرے بچوں کی (ایسے زمانہ میں) کچھ دیکھ بھال کریں (خدا گواہ ہے) میں نے یہ

سوا اور کچھ نہ ہو۔ علامہ زرقانیؒ اور بعض محدثین نے بیان کیا ہے کہ اس خط کا خود مضمون ایسا تھا جس کو دیکھ کر حاطب کا ایمان و تقویٰ ثابت ہوتا ہے اس میں یہ کلمات تھے یا معشر قریش ان محمدا ﷺ یجیئ الیکم بجیش کاللیل ویسیر الیکم کالسیل واللہ لو جاءکم وحدہ لاعزہ اللہ وعدہ ولینصرنہ علیکم فانظروا لانفسکم والسلام

یعنی محمد صلی اللہ علیہ وسلم تمہاری جانب ایک ایسا لشکر لے کر آرہے ہیں جو رات کی تاریکی کی طرح پھیل جانے والا ہے اور اس طرح تمہاری طرف بڑھ رہے ہیں جیسے کوئی طوفانی سیلاب ہو (میں تو یہ کہتا ہوں) خدا کی قسم اگر وہ تن تنہا بھی تمہاری طرف آئیں تو اللہ تعالیٰ ضرور اپنا وعدہ پورا کرے گا اور اپنے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کو فاتح و کامیاب فرمائے گا۔ الغرض معاف تو فرما دیا گیا لیکن غلطی بہر کیف تھی اسی وجہ سے اسی واقعہ پر سورت نازل ہوئی۔

اس سورۂ مبارکہ کے مضامین خاص طور پر الحب فی اللہ والبغض فی اللہ کی بنیاد پر دائر اور مبنی ہیں۔ ابتداء سورت میں حاطب بن ابی بلتعہؓ کی بات پر عتاب کے ساتھ یہ ہدایت فرمائی جا رہی ہے کہ کسی بھی مسلمان کے واسطے اللہ کے اور اپنے دشمنوں کو دوست بنانے کی اجازت نہیں ان کی طرف دوستی کا ہاتھ بڑھانا ایمانی غیرت کے منافی ہے پھر یہ فرمایا گیا کہ مسلمانوں کو یہ بات یاد رکھنی چاہئے کہ قیامت کے روز یہ قرابتیں اور اس قسم کی دوستیاں ہرگز کام نہ آئیں گی وہاں تو صرف ایمان و عمل صالح ہی کام آسکتا ہے اس کے بعد اس معیار ایمان کو حضرت ابراہیم علیہ السلام کی زندگی کا نمونہ پیش کرتے ہوئے واضح اور مؤکد کیا گیا کہ مسلمان کو چاہئے کہ ان کا طرز زندگی اختیار کرے کہ انہوں نے کس طرح اپنی مشرک قوم سے براءت و بیزاری کا اعلان کر دیا تھا پھر اہل شرک میں سے ان لوگوں کے متعلق حکم بیان فرمایا جنہوں نے مسلمانوں سے نہ دشمنی کی اور نہ قتال کیا اس کے ساتھ ان اسلام لانے والی عورتوں کا ذکر کیا جو ہجرت کر کے دارالاسلام آجائیں تو ان کی تحقیق حال اور امتحان کس طرح ہو

ملہ یہ خط یحییٰ بن سلامؒ نے اپنی تفسیر میں ذکر کیا ہے جس کو علامہ قسطلانیؒ نے شرح بخاری کتاب الجہاد وباب حکم الجاسوس میں نقل کیا ہے اسی طرح البدایہ والنہایہ ص ۲۹۰ میں اور فتح الباری جلد ۸ میں اس خط کے مضمون کو نقل کیا ہے ...... واقدی کی روایت میں ہے کہ یہ خط سہیل بن عمروؓ، صفوان بن امیہ اور عکرمہ بن ابی جہلؓ کے نام تھا اور بظاہر اس خط سے مقصد بھی یہ تھا کہ ان کو اطلاع ہو وہ اسلام قبول کریں۔ چنانچہ یہ تینوں فتح مکہ کے وقت مشرف با اسلام ہوئے۔

اور واقدی کی روایت سے اس خط کے یہ الفاظ معلوم ہوتے ہیں۔ ان محمدا قد نفر فاما الیکم او الی غیرکم فعلیکم الحذر کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم روانہ ہو رہے ہیں یا تو تمہاری طرف یا تمہارے علاوہ کسی اور طرف بہر حال تم احتیاط کرو اور اپنی فکر کرو تو اس کا مطلب گویا ان کو اسلام کی دعوت دینا اور اس کے لیے آمادہ کرنا تھا۔

اور مہاجرات کے متعلق احکام ذکر کیے ہیں۔ ان احکام کے بعد سورت کے آخر میں پھر کافروں کے ساتھ دوستی اور موالات و ہمدردی پر تنبیہ کردی گئی جس سے مضمون سورت کا آغاز کیا گیا تھا۔ نیز یہ کہ سورۂ حشر میں منافقین کے خصائل ذمیمہ کا ذکر تھا تو اس مناسبت سے اس کے بعد سورۂ ممتحنہ میں ان باتوں سے آگاہ کیا جا رہا ہے جن سے اسلام کو نقصان پہنچ سکتا ہے اور ان چیزوں کی مذمت کی جا رہی ہے جو نفاق کی خصلتوں میں شمار ہوتی ہیں۔

آیاتہا ۱۳ (۶۰) سُورَةُ الْمُمْتَحِنَةِ مَدَنِيَّةٌ (۹۱) رکوعاتہا ۲

سورۂ ممتحنہ مدنی ہے، اور اس میں تیرہ آیتیں اور دو رکوع ہیں۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

شروع اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم والا۔

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَتَّخِذُوْا عَدُوِّيْ وَعَدُوَّكُمْ اَوْلِيَآءَ

اے ایمان والو! نہ پکڑو میرے اور اپنے دشمنوں کو دوست،

تُلْقُوْنَ اِلَيْهِمْ بِالْمَوَدَّةِ وَقَدْ كَفَرُوْا بِمَا جَآءَكُمْ مِّنَ

ان کو پیغام بھیجتے ہو دوستی سے، اور وہ منکر ہوئے ہیں اس سے جو تم کو آیا

الْحَقِّ ۚ يُخْرِجُوْنَ الرَّسُوْلَ وَاِيَّاكُمْ اَنْ تُؤْمِنُوْا بِاللّٰهِ

سچا دین، نکالتے ہیں رسول کو اور تم کو اس پر کہ تم مانتے ہو اللہ اپنے

رَبِّكُمْ ۭ اِنْ كُنْتُمْ خَرَجْتُمْ جِهَادًا فِيْ سَبِيْلِيْ وَابْتِغَآءَ

رب کو۔ اگر تم نکلے ہو لڑائی کو میری راہ میں اور چاہنے کو

مَرْضَاتِيْ ڰ تُسِرُّوْنَ اِلَيْهِمْ بِالْمَوَدَّةِ ڰ وَاَنَا اَعْلَمُ بِمَآ

میری رضامندی، تم ان کو چھپے پیغام بھیجتے ہو دوستی کے۔ اور مجھ کو خوب معلوم ہے جو

اَخْفَيْتُمْ وَمَآ اَعْلَنْتُمْ ۭ وَمَنْ يَّفْعَلْهُ مِنْكُمْ فَقَدْ

چھپایا تم نے اور جو کھولا تم نے۔ اور جو کوئی تم میں یہ کام کرے وہ

ضَلَّ سَوَآءَ السَّبِيْلِ ﴿۱﴾ اِنْ يَّثْقَفُوْكُمْ يَكُوْنُوْا لَكُمْ

بھولا سیدھی راہ ۔ اگر تم کو وہ پاویں دشمن ہوں تمہارے

اَعْدَآءً وَّيَبْسُطُوْٓا اِلَيْكُمْ اَيْدِيَهُمْ وَاَلْسِنَتَهُمْ بِالسُّوْٓءِ

اور چلاویں تم پر اپنے ہاتھ ۔ اور زبانیں برائی کو۔

وَوَدُّوْا لَوْ تَكْفُرُوْنَ ﴿۲﴾ لَنْ تَنْفَعَكُمْ اَرْحَامُكُمْ وَلَآ

اور چاہیں کسی طرح تم منکر ہو جاؤ ۔ ہرگز کام نہ آویں گے تم کو تمہارے ناتے اور نہ

اَوْلَادُكُمْ ۚ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ ۚ يَفْصِلُ بَيْنَكُمْ ۭ وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ

تمہاری اولاد ۔ قیامت کے دن ۔ وہ فیصلہ کرے گا تم میں ۔ اور اللہ جو کرتے ہو

بَصِيْرٌ ﴿۳﴾

دیکھتا ہے ۔

حکمِ خداوندی برائے ترکِ محبت و دوستی از دشمنانِ اسلام و تکمیلِ اقتضاء ایمان بصورتِ بغض و نفرت از کفار

قال اللہ تعالیٰ ۔ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَتَّخِذُوْا عَدُوِّيْ وَعَدُوَّكُمْ اَوْلِيَآءَ ۔۔۔ الیٰ ۔۔۔ وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ بَصِيْرٌ

(ربط) حاطب بن ابی بلتعہؓ اگرچہ ایک مخلص صحابی تھے جن کو غزوۂ بدر کی شرکت نصیب ہوئی تھی اور جملہ اہلِ بدر خدا کی نظر میں وہ مقدس ہستیاں تھے جن کے لیے بارگاہ خداوندی سے پروانۂ مغفرت جاری ہو چکا تھا مگر یہ فعل خواہ کسی سے بھی ہو اچھی بات نہیں ہے اس سے بچنا ہر ایک کے لیے لازم ہے تو حکم خداوندی نازل ہوا کہ مسلمان کو یہ بات زیب نہیں دیتی کہ وہ خدا کے دشمنوں اور خود اپنے دشمنوں کو اپنا دوست بنائیں اور ان کی طرف دوستی کا ہاتھ بڑھائیں ۔ ایمان کا تقاضا یہ ہے کہ مؤمن کے قلب میں کفر اور کافروں کی نفرت اور بغض ہو اور یہ بات تو انسانی حمیت بھی چاہتی ہے کہ جب کافر مسلمان سے دشمنی پر تلے ہوئے ہیں تو یہ کیسے ممکن ہے کہ مسلمان ایسے دشمن سے محبت کرے ۔ اسی حکم اور ہدایت کو اس طرح ارشاد فرمایا جا رہا ہے ۔

اے ایمان والو! ہرگز نہ بناؤ میرے دشمن اور اپنے دشمن کو اپنا دوست کہ بھیجتے ہو تم ان کو پیغام دوستی کے
ساتھ اور ایسی باتیں ان کی طرف بھیجتے ہو جن سے یہی سمجھا جا سکتا ہے کہ تم ان سے محبت و دوستی کرتے ہو۔
اور دوستی کا ہاتھ ان کی طرف بڑھا رہے ہو۔ حالانکہ وہ انکار کر چکے ہیں اس حق کا جو تمہارے پاس آیا ہے
نہ انہوں نے اس حق کو مانا اور نہ ایمان لائے بلکہ دشمنی ہی پر کمر بستہ رہے ایسی صورت میں تو عقلاً و طبعاً یہ
توقع نہیں ہو سکتی کہ ان کی طرف دوستی کا ہاتھ بڑھایا جائے۔ ان کی دشمنی کی یہ انتہا ہے وہ نکال رہے ہیں رسول
کو اور تم کو تمہارے گھروں سے اور ہجرت پر مجبور کیا اور اب تک بھی وہ اسی روش پر قائم ہیں محض اس
وجہ سے کہ تم ایمان رکھتے ہو اللہ پر جو تمہارا رب ہے۔ حالانکہ یہ کوئی قصور نہیں بلکہ حق و ہدایت کو قبول کرنا تو عقلاً
مستحسن بات ہے پھر بھی وہ تمہاری دشمنی پر تلے ہوئے ہیں۔ اے مسلمانو! اگر تم نکلے ہو میری راہ میں جہاد کرنے کیلئے
اور میری رضامندی حاصل کرنے کے لیے تو پھر دشمنوں کو دشمن سمجھو اور جن کے ساتھ مقابلہ اور جہاد کے لیے نکلے ہو
ان کے ساتھ دشمنوں کا سا معاملہ کرو۔ یہ بات قابل تعجب ہے کہ پوشیدہ طور پر تم ان کو بھیجتے ہو دوستی کا پیغام
کوئی تصور کرنے والا یہ نہ سوچے کہ کسی خفیہ بات کا مجھے علم نہ ہوگا۔ حالانکہ میں تو خوب جاننے والا ہوں ان باتوں
کا جو تم چھپاتے ہو اور ان باتوں کا بھی جو تم ظاہر کرتے ہو چنانچہ حاطبؓ کی بات کا پتہ چل ہی گیا حالانکہ اس کو
مخفی رکھنے کی کوشش کی گئی تھی۔ الغرض یہ بات انتہائی خطرناک اور نامناسب ہے اور جو شخص بھی تم میں سے ایسا
کرے گا وہ سیدھے راستہ سے بھٹک جائے گا۔ انسان کی یہ فطرت ہے اور غیرت کا تقاضا ہے کہ اپنے دشمن سے
نفرت کرے۔ پھر جب کہ یہ دشمن تو ایسے ہیں اگر یہ تم پر قابو پا لیں اور ان کا کسی طرح تم پر بس چل جائے تو یہ
تمہارے کھلم کھلا دشمن بن جائیں اور دراز کریں تمہاری طرف اپنے ہاتھ ظلم و تعدی کے اور زبانیں بھی برائی کے ساتھ
اور یہی چاہیں کہ کسی طرح تم کافر ہو جاؤ۔ اس لیے یہ کسی طرح بھی ممکن نہیں کہ ایسے دشمنوں سے بھلائی کی امید رکھی
جائے تو آخر پھر یہ مسلمان ایسے دشمنوں سے کیوں روا داری برت رہے ہیں یہ تو سخت غلطی اور بہت بڑی بھول ہے۔
بلاشبہ ایسے خبیث اور بد باطن دشمن اس لائق نہیں ہیں کہ ان کو پیغام دوستی بھیجا جائے اور کافر تو غایت دشمنی میں یہی
چاہتا ہے اور اسی کی کوشش بھی ہوتی ہے کہ وہ تم کو کافر بنا دے جو کافر تمہاری عزت و عظمت اور دین و
ایمان کا دشمن ہے ان سے ہمدردی یا دوستی کا معاملہ کیسے عقل و فطرت کے لحاظ سے درست ہو سکتا ہے۔

اہل و عیال کی محبت میں ایسی غلطی کر بیٹھنا جس طرح کہ حاطبؓ سے ہوئی۔ اے مسلمانو! ہرگز تم سے ایسی غلطی کا
ارتکاب نہ ہونا چاہیے۔ سمجھ لینا چاہیے کہ جس اولاد و خاندان کی محبت میں تم اس قسم کی غلطی کرو گے ہرگز کام نہ آئیں
گی تمہاری قرابتیں اور نہ تمہاری اولاد قیامت کے دن اللہ رب العزت تو ہر ایک کا عمل دیکھتا ہے۔ وہ فیصلہ کریگا
تمہارے درمیان اسی کے مطابق۔ اور اللہ تعالیٰ خوب دیکھتا ہے جو وہ کام جو تم کرتے ہو پھر سوچو اور فیصلہ کرو
یہ کہاں کی عقلمندی ہے کہ ایک مسلمان اہل و عیال یا خاندان کی محبت میں ایسا کام کر بیٹھے جو اللہ اور اس کے رسولؐ
کو ناراض کر دینے والا ہو حالانکہ مومن کی زندگی میں تو ہر چیز سے مقدم اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی
خوشنودی ہے۔ اس کی رضا سے وہ سب پریشانیاں بھی دور ہو جاتی ہیں۔ جن کے باعث بسا اوقات

انسان ایسا کر گزرتا ہے۔

قَدْ كَانَتْ لَكُمْ أُسْوَةٌ حَسَنَةٌ فِيْ إِبْرٰهِيْمَ

تم کو چال چلنی ہے اچھی ۔ ابراہیم کی

وَالَّذِيْنَ مَعَهٗ ۚ إِذْ قَالُوْا لِقَوْمِهِمْ إِنَّا بُرَءٰٓؤُا مِنْكُمْ وَمِمَّا

اور جو اس کے ساتھ تھے، جب کہا اپنی قوم کو، ہم الگ ہیں تم سے ، اور جن کو

تَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ ۫ كَفَرْنَا بِكُمْ وَبَدَا بَيْنَنَا وَ

تم پوجتے ہو اللہ کے سوا ان سے، ہم منکر ہوئے تم سے، اور کھل پڑی ہم میں اور

بَيْنَكُمُ الْعَدَاوَةُ وَالْبَغْضَآءُ أَبَدًا حَتّٰى تُؤْمِنُوْا بِاللّٰهِ

تم میں دشمنی اور بیر ہمیشہ کو، جب تک تم یقین نہ لاؤ اللہ

وَحْدَهٗٓ إِلَّا قَوْلَ إِبْرٰهِيْمَ لِأَبِيْهِ لَأَسْتَغْفِرَنَّ لَكَ وَمَآ

اکیلے پر ، مگر ایک کہنا ابراہیم کا اپنے باپ کو، میں مانگوں گا معافی تیری، اور

أَمْلِكُ لَكَ مِنَ اللّٰهِ مِنْ شَيْءٍ ۭ رَبَّنَا عَلَيْكَ تَوَكَّلْنَا وَ

مالک نہیں میں تیرے بھلے کا اللہ کے ہاتھ سے کسی چیز کا، اے رب ہمارے! ہم نے تجھ پر بھروسا کیا اور

إِلَيْكَ أَنَبْنَا وَإِلَيْكَ الْمَصِيْرُ ④ رَبَّنَا لَا تَجْعَلْنَا فِتْنَةً

تیری طرف رجوع ہوئے اور تیری طرف پھر آنا۔ اے رب ہمارے نہ جانچ ہم پر

لِّلَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَاغْفِرْ لَنَا رَبَّنَا ۚ إِنَّكَ أَنْتَ الْعَزِيْزُ

کافروں کو اور ہم کو معاف کر، اے رب ہمارے! تو ہی ہے زبردست

الْحَكِيْمُ ⑤ لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِيْهِمْ أُسْوَةٌ حَسَنَةٌ لِّمَنْ

حکمت والا۔ البتہ تم کو بھلی چال چلنی ہے اُن کی، جو کوئی امید

تَبَيَّنَ لَهٗٓ اَنَّهٗ عَدُوٌّ لِّلّٰهِ تَبَرَّاَ مِنْهُ ۭ اِنَّ اِبْرٰهِيْمَ لَاَوَّاهٌ حَلِيْمٌ

تاہم یہ بھی امکان ہے کہ یہ دعا استغفار بمعنی طلب ایمان اور دعاء ہدایت ہو۔ اور کسی کافر کے واسطے ہدایت کی دعا مانگنا کفر اور کافر سے عداوت و نفرت کے منافی نہیں ہے اس لیے حضرت ابراہیم علیہ السلام نے یہ جو دعا مانگی یہ اعلان بغض و براءت کے خلاف نہ تھی اسی وجہ سے کسی کو ابراہیم علیہ السلام کی اس دعا سے یہ مغالطہ نہ ہو کر کافر سے ہمدردی اور دوستی درست ہو سکتی ہے۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے اسوۂ حسنہ میں یہ جذبات اور دعائیں بھی ہیں کہ اے ہمارے رب ہم نے تجھ ہی پر بھروسہ کیا اور تیری ہی طرف ہم نے رجوع کیا کہ ہر چیز میں تو ہی کارساز ہے اگر ہم کافروں سے دشمنی و براءت اختیار کریں گے تو ان کی دشمنی کا اور ان سے علیحدگی کا ہمیں کوئی خوف و اندیشہ نہیں اس لیے کہ ہم نے تجھ ہی پر بھروسہ کر لیا اور ہر پریشانی اور ضرورت کے لیے ہم نے دنیا سے اپنا رخ موڑ کر تیری ہی طرف اپنا رخ کر لیا اور کیوں نہ کریں جبکہ تیری ہی طرف لوٹنا ہے۔ اے اللہ ہم کمزور ہیں مصائب و شدائد برداشت کرنے کی طاقت نہیں تو اے پروردگار تو ہم کو کافروں کی آزمائش کا محل اور تختۂ مشق نہ بنانا اور ہم کو معاف کر دینا اگر کسی وقت صبر و استقامت کو ہاتھ سے چھوڑ دیں۔ اے ہمارے رب بے شک تو بڑی ہی عزت و حکمت والا ہے کہ تیری ہی عزت و قوت سے ہم کافروں کے مقابلہ میں زور آور ہو سکتے ہیں اور ہمارا ایمان ہے کہ اگر کسی وقت کافروں کے ہم تختۂ مشق بنیں اور وہ ہی غالب اور عارضی کامیابی پر ہمارا مذاق اڑائیں تو یہ بھی تیری حکمت سے ہماری اصلاح و تنبیہ کے لیے ہوگا۔

یقیناً اسی بیان کردہ ضابطہ میں اے مسلمانو! ایک بہترین نمونہ ہے ہر اس شخص کے لیے اس میں ایک عظیم سامان ہدایت و استقامت ہے جو امید رکھتا ہے اللہ کی اور قیامت کے دن کی تو بے شک ایسے لوگ ابراہیم علیہ السلام کی روش اختیار کریں گے اور ان کو اس بات کی ذرہ برابر پرواہ نہ ہوگی کہ دنیا ایسے لوگوں کو متعصب اور تنگ نظر کہے وہ دنیا کے موحد اعظم کے نقش قدم پر چلیں گے اور اپنے ایمان و اعتقاد سے اسی بات پر یقین و اعتماد رکھیں گے کہ مستقبل کی کامیابی اور عزت و عظمت کفر اور کافروں سے اعلان براءت و بیزاری ہی میں ہے وقتی مفاد اور عارضی منفعت کی خاطر کافروں سے دوستی کا تعلق کوئی اچھی بات نہیں بلکہ مسلمان قوم کے لیے مہلک اور خطرناک ہے۔ یہی ہے وہ ضابطہ جس پر مسلمان کی فلاح و کامیابی اور عظمت و ترقی موقوف ہے جو اس نعمت کو اختیار کرے گا وہ اس نعمت سے سرفراز ہوگا اور جو شخص اس سے منہ موڑے گا وہ خود ہی کو ذلیل و ناکام بنانے کا۔ بس اللہ تو ہر حال میں بے نیاز قابل تعریف ہے۔ اس کو نہ کسی کی اطاعت کی ضرورت ہے اور نہ کسی کی روگردانی سے اس کو کچھ نقصان ہے۔

عَسَى اللّٰهُ اَنْ يَّجْعَلَ

امید ہے کہ کر دے اللہ

بَيْنَكُمْ وَبَيْنَ الَّذِيْنَ عَادَيْتُمْ مِّنْهُمْ مَّوَدَّةً ۭ وَاللّٰهُ

تم میں اور جو دشمن ہیں تمہارے ان میں دوستی۔ اور اللہ

قَدِيْرٌ ۭ وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ۝ لَا يَنْهٰىكُمُ اللّٰهُ عَنِ الَّذِيْنَ

سب کر سکتا ہے اور اللہ بخشنے والا ہے مہربان۔ اللہ تم کو منع نہیں کرتا ان سے جو

لَمْ يُقَاتِلُوْكُمْ فِي الدِّيْنِ وَلَمْ يُخْرِجُوْكُمْ مِّنْ دِيَارِكُمْ

لڑے نہیں تم سے دین پر، اور نکالا نہیں تم کو تمہارے گھروں سے، کہ

اَنْ تَبَرُّوْهُمْ وَتُقْسِطُوْٓا اِلَيْهِمْ ۭ اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ

ان سے کرو بھلائی اور انصاف کا سلوک، اللہ چاہتا ہے

الْمُقْسِطِيْنَ ۝ اِنَّمَا يَنْهٰىكُمُ اللّٰهُ عَنِ الَّذِيْنَ قٰتَلُوْكُمْ

انصاف والوں کو۔ اللہ تو منع کرتا ہے تم کو ان سے جو لڑے تم سے

فِي الدِّيْنِ وَاَخْرَجُوْكُمْ مِّنْ دِيَارِكُمْ وَظٰهَرُوْا عَلٰٓي

دین پر، اور نکالا تم کو تمہارے گھروں سے، اور میل باندھا تمہارے

اِخْرَاجِكُمْ اَنْ تَوَلَّوْهُمْ ۚ وَمَنْ يَّتَوَلَّهُمْ فَاُولٰۗىِٕكَ هُمُ

نکالنے پر، کہ ان سے کرو دوستی، اور جو کوئی ان سے دوستی کرے سو وہ لوگ وہی

الظّٰلِمُوْنَ ۝

ہیں گنہگار۔

تسلّی اہل ایمان بذکر بشارت و کامیابی مسلمین بر اعلائے اسلام و اجازت حسن سلوک از کافران امن پسند و مصالحین

قال اللہ تعالیٰ، عَسَی اللّٰہُ اَنْ یَّجْعَلَ بَیْنَکُمْ ..... اِلٰی ..... فَاُولٰٓئِکَ هُمُ الظّٰلِمُوْنَ

ربط: گزشتہ آیات میں کفار و مشرکین کے ساتھ بغض و نفرت اور براءت و بیزاری کا ذکر تھا کہ یہی اسوۂ ابراہیمی ہے مسلمانوں کو چاہیے کہ اسی کو اختیار کریں۔ اب ان آیات میں مستقبل قریب میں پیش آنے والے فتح اور کامیابی کا ذکر ہے اور ضمناً اشارہ ہے کہ کچھ تو ان کافروں میں سے ایمان لے آئیں گے اور یہ اجازت دی جارہی ہے کہ جس کسی کافر قوم نے اب تک مسلمانوں کے ساتھ کوئی قتال نہیں کیا اور نہ دشمنی کا کوئی معاملہ کیا اور نہ ہی انہوں نے مسلمانوں کو ہجرت پر مجبور کیا ان کے ساتھ مسلمانوں کو رواداری اور حسن سلوک کی اجازت دی جاتی ہے، فرمایا۔

امید ہے کہ اللہ تعالیٰ دوستی قائم کر دے تمہارے اور ان لوگوں کے درمیان جن کے ساتھ تمہاری دشمنی ہے اور اللہ ہر چیز پر پوری قدرت رکھنے والا ہے دوستانہ اور برادرانہ تعلقات قائم ہو جائیں۔ اور اس طرح سے تمہارے اور ان کے درمیان رشتہ محبت و مودت قائم ہو جائے کہ وہ اسلام لے آئیں چنانچہ فتح مکہ کے وقت ایسا ہی ہوا کہ ساری عمر دشمنی کرنے والے اور ایک دوسرے کے مقابلہ میں تلوار اٹھانے والے ایک دوسرے کے بھائی بن گئے جیسے ابوسفیانؓ ہو، جو احد میں کافروں کی فوجوں کی کمان کر رہے تھے، اب وہ مجاہدین اسلام کے سپہ سالار ہو گئے اور کل گزشتہ ایک دوسرے کے خون کے دشمن اب ایک دوسرے پر جان قربان کرنے کو تیار ہو گئے تو ان الفاظ میں ذہنی طور سے تسلی دی گئی کہ قوم سے علیحدگی اور بیزاری کا ہمیشہ کے لئے تصور کر کے نہ گھبرانا چاہیے۔ بیزاری اور باہمی بغض کی یہ فضا بہت جلد ختم ہو کر باہمی مودت اور اخوت کی فضا قائم ہو جائے گی اور اللہ تعالیٰ بڑی ہی مغفرت و مہربانی فرمانے والا ہے، اور ایک عرصہ کفر کے بعد جو لوگ اسلام لے آئیں، خدا کی رحمت و مغفرت سے ان کو بھی نواز دیا جاتا ہے، بارگاہ خداوندی میں یہ نہیں دیکھا جاتا کہ ماضی میں اس نے کیا کیا بلکہ اس کی بارگاہ سے تو یہی اعلان ہے۔ یٰعِبَادِیَ الَّذِیْنَ اَسْرَفُوْا عَلٰٓی اَنْفُسِهِمْ لَا تَقْنَطُوْا مِنْ رَّحْمَةِ اللّٰهِ اِنَّ اللّٰهَ يَغْفِرُ الذُّنُوْبَ جَمِيْعًا۔

دوستی اور ہمدردی کے رشتے اللہ تعالیٰ ان لوگوں سے قائم کرنے سے منع فرماتا ہے جنہوں نے مسلمانوں کے ساتھ دشمنی کی، اس کے برعکس اللہ تعالیٰ تم کو منع نہیں کرتا ہے ان لوگوں کے ساتھ اچھا سلوک کرنے سے جنہوں نے تمہارے سے نہ تو قتال کیا دین کے معاملے میں اور نہ ہی تم کو تمہارے گھروں سے نکالا اور اس پر مجبور کیا تو اللہ تعالیٰ تم کو منع نہیں کرتا ہے اس چیز سے کہ تم ان کے ساتھ کوئی بھلائی کرو اور ان سے انصاف کا سلوک کرو بے شک اللہ انصاف کرنے والوں کو پسند کرتا ہے اللہ تو صرف ایسے لوگوں کے ساتھ دوستی اور اچھا سلوک کرنے سے منع کرتا ہے جنہوں نے تم سے قتال کیا دین کے معاملہ میں اور تم کو تمہارے گھروں سے نکالا اور دوسروں کی بھی مدد کی تمہارے نکالنے پر اور گھروں سے تم کو اجاڑنے پر کہ ایسے لوگوں سے تم دوستی کرو، ظاہر ہے کہ ایسے ظالموں اور دشمنوں سے دوستانہ برتاؤ بہت ہی بدترین چیز اور خود اپنے اوپر حقیقت ظلم ہے اس بنا پر یہ اصول فراموش نہ کرنا چاہیے کہ اور جو بھی ایسے ظالموں سے دوستی کریں وہ ظالم ہیں

أَنفَقُوا ۚ وَلَا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ أَن تَنكِحُوهُنَّ إِذَا آتَيْتُمُوهُنَّ

ان مردوں کو جو ان کا خرچ ہوا اور گناہ نہیں تم کو کہ نکاح کر لو اُن عورتوں سے، جب اُن کو

أُجُورَهُنَّ ۚ وَلَا تُمْسِكُوا بِعِصَمِ الْكَوَافِرِ وَاسْأَلُوا مَا

دو اُن کے مہر، اور نہ رکھو قبضہ میں ناموس کافر عورتوں کے، اور مانگ لو جو

أَنفَقْتُمْ وَلْيَسْأَلُوا مَا أَنفَقُوا ۚ ذَٰلِكُمْ حُكْمُ اللَّهِ ۖ يَحْكُمُ

تم نے خرچ کیا، اور وہ کافر مانگ لیں جو انہوں نے خرچ کیا، یہ اللہ کا فیصلہ ہے، تم میں

بَيْنَكُمْ ۚ وَاللَّهُ عَلِيمٌ حَكِيمٌ ﴿١٠﴾ وَإِن فَاتَكُمْ شَيْءٌ

فیصلہ کرتا ہے، اور اللہ سب جانتا ہے حکمت والا۔ اور اگر جاتی رہیں تمہارے ہاتھ سے

مِّنْ أَزْوَاجِكُمْ إِلَى الْكُفَّارِ فَعَاقَبْتُمْ فَآتُوا الَّذِينَ ذَهَبَتْ

کوئی تمہاری عورتیں کافروں کی طرف، پھر تم ہاتھ مارو، تو دو ان کو جن کی عورتیں جاتی

أَزْوَاجُهُم مِّثْلَ مَا أَنفَقُوا ۚ وَاتَّقُوا اللَّهَ الَّذِي أَنتُم بِهِ

رہیں جتنا انہوں نے خرچ کیا تھا۔ اور ڈرتے رہو اللہ سے، جس پر تم کو

مُؤْمِنُونَ ﴿١١﴾ يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ إِذَا جَاءَكَ الْمُؤْمِنَاتُ يُبَايِعْنَكَ

یقین ہے۔ اے نبی جب آویں تیرے پاس مسلمان عورتیں، اقرار کرنے کو

عَلَىٰ أَن لَّا يُشْرِكْنَ بِاللَّهِ شَيْئًا وَلَا يَسْرِقْنَ وَلَا يَزْنِينَ

اس پر کہ شریک نہ ٹھہراویں اللہ کا کسی کو اور چوری نہ کریں، اور بدکاری نہ کریں،

وَلَا يَقْتُلْنَ أَوْلَادَهُنَّ وَلَا يَأْتِينَ بِبُهْتَانٍ يَفْتَرِينَهُ

اور اپنی اولاد نہ مار ڈالیں، اور طوفان نہ لاویں باندھ کر

بَيْنَ أَيْدِيهِنَّ وَأَرْجُلِهِنَّ وَلَا يَعْصِينَكَ فِي مَعْرُوفٍ

اپنے ہاتھوں پاؤں میں، اور تیری بے حکمی نہ کریں کسی بھلے کام میں،

فَبَايِعْهُنَّ وَاسْتَغْفِرْ لَهُنَّ اللّٰهَ ۭ اِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ

تو اُن سے اقرار کر، اور معافی مانگ اُن کے واسطے اللہ سے، بیشک اللہ بخشنے والا

رَّحِيْمٌ ⑫ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَتَوَلَّوْا قَوْمًا غَضِبَ

مہربان ہے۔ اے ایمان والو! مت دوستی کرو ان لوگوں سے کہ غصے ہوا

اللّٰهُ عَلَيْهِمْ قَدْ يَىِٕسُوْا مِنَ الْاٰخِرَةِ كَمَا يَىِٕسَ الْكُفَّارُ

اللہ اُن پر، وہ آس توڑ بیٹھے ہیں پچھلے گھر سے، جیسے آس توڑی منکروں

مِنْ اَصْحٰبِ الْقُبُوْرِ ⑬

نے قبر والوں سے۔

حکم امتحانِ مہاجراتِ مؤمنات و احکامِ بیعتِ اطاعت

قال اللہ تعالیٰ یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا ..... اِلٰی ..... مِنْ اَصْحٰبِ الْقُبُوْرِ

ربط: گزشتہ آیات میں کافروں کے ساتھ دوستی اور موالات کے کچھ احکام بیان کئے گئے تھے اور یہ تلقین کی گئی تھی کہ مسلمانوں کو اس معاملہ میں اسوۂ ابراہیمی اختیار کرنا چاہئے اور نہایت واضح طور پر منع کر دیا گیا کہ اسلام اور مسلمانوں کے دشمنوں کے ساتھ کسی طرح موالات و دوستی جائز نہیں البتہ ان کافروں سے بہتر سلوک کرنے کی اجازت دے دی گئی جو نہ تو کبھی مسلمانوں سے لڑے اور نہ کبھی قوم کو دشمنی کی اب ان آیات میں بعض خاص احکام ایسی عورتوں کے متعلق بیان کیے جا رہے ہیں جو ہجرت کر کے دارالاسلام آ جائیں جیسا صلح حدیبیہ میں جو معاہدہ ہوا اور جو شرائط معاہدہ طے ہوئی تھیں ان میں یہ تھا "علی ان لا یاتیک منا رجل وان کان علی دینک الا رددتہ الینا" (ہم قریش مکہ اس پر معاہدہ کرتے ہیں کہ جو بھی مرد ہمارے پاس سے تمہارے پاس پہنچ جائے تو مسلمان اس کو واپس کرنے کے پابند ہوں گے، اگرچہ وہ تمہارے دین پر ہو) تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس معاہدہ کی رو سے جو مرد مسلمان مکہ سے مدینہ نکل کر آئے ان کو واپس فرما دیا جیسے ابوجندل بن سہیل کو قریش مکہ کے حوالے فرما دیا جب کہ وہ کفار کی قید سے نکل کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس پہنچ گئے تھے لیکن معاہدہ میں لفظ مرد تھا اس وجہ سے عورتوں کا واپس کرنا اس میں شامل نہ تھا، چنانچہ آپ نے ایسی مہاجر خواتین کی واپسی کا انکار فرما دیا جو کفار کی قید سے چھوٹ کر

آپ کے پاس آ جاتیں، جیسے قبیلہ اسلم کی سبیعہ بنت حارثؓ ان کا خاوند مسافر مخزومی دوڑا ہوا مقام حدیبیہ پہنچا، چنانچہ روایات میں ہے کہ اس معاہدہ کے بعد جب ام کلثومؓ ہجرت کر کے آپ کے پاس پہنچیں تو ان کے دو بھائی عمارہ اور ولید مکہ سے فوراً آپ کے پاس پہنچے اور واپسی کے لیے گفتگو کی تو آپ نے واپس بھیجنے سے انکار کر دیا اور اللہ تعالیٰ نے آیت نازل فرمائی فَلَا تَرْجِعُوْهُنَّ اِلَى الْكُفَّارِ اور اس آیت نے واضح کر دیا کہ یہ حکم عورتوں کے متعلق نہیں اور یہ حکم بھی اتارا گیا کہ ان کا امتحان لے لیا کرو تا کہ معلوم ہو جائے کہ وہ مومنات ہیں اور احکام بیعت بھی نازل فرمائے تو ارشاد فرمایا۔

اے ایمان والو! جب تمہارے پاس آجائیں ایمان والی عورتیں ہجرت کرتی ہوئی تو ان کا امتحان کر لو خوب جانچ لو کہ وہ ایمان اور اخلاص کیساتھ ہجرت کر کے آئی ہیں۔ اللہ تو خوب جانتا ہے ان کے ایمان کو لیکن مسلمانوں کو اپنے درمیان احکام اسلام کے جاری کرنے کے لیے یہ قانون نازل کیا جا رہا ہے بہرحال اگر امتحان و تحقیق کے بعد جان لو کہ یہ ایمان والی ہیں تو ان کو کافروں کی طرف مت واپس کرو اب جبکہ یہ ایمان لا کر اور ہجرت کر کے دارالاسلام آ گئیں تو نہ یہ عورتیں ان کافروں یعنی اپنے کافر خاوندوں کے لیے حلال ہیں اور نہ وہ مردان مہاجر عورتوں کے لیے حلال ہیں اور دیدو ان مردوں کو جو کچھ انہوں نے ان عورتوں پر خرچ کیا اور اس وجہ سے کہ اب وہ عورتیں اسلام لا کر ہجرت کرتی ہوئی دارالاسلام آ گئی ہیں ان کا نکاح پہلے کافر شوہروں سے ختم ہو گیا تو عدت گزرنے پر کوئی حرج نہیں ہے اگر تم ان عورتوں سے نکاح کر لو جب کہ تم ان کے مہر ان کو دے دو جو بھی مہر اس نکاح کے وقت مقرر کیا جائے وہ بہرحال مرد کے ذمے ہوتا ہے اور اس کا ادا کرنا ضروری ہے۔ اور نہ روکو تم اپنے قبضہ میں ناموس کافر عورتوں کی اور طلب کر لو جو کچھ تم نے خرچ کیا اور چاہیے کہ وہ بھی طلب کر لیں جو انہوں نے خرچ کیا یہ ہے تمہارے واسطے اے لوگو! اللہ کا حکم جس حکم سے وہ تمہارے درمیان فیصلہ فرماتا ہے اور اللہ تعالیٰ بڑا ہی علم والا صاحب حکمت ہے، اس وجہ سے اس کا ہر حکم صحیح اور حکمت و مصلحت پر مبنی ہے تو جب اللہ نے یہ حکم مقرر فرما دیا کہ کافر عورتوں کی ناموس و عصمت نہ روکے رکھو اور اپنے قبضہ میں تھامے نہ رکھو تو اس سے یہ امر واضح ہو گیا کہ کسی مسلمان کو اپنی ان بیویوں کو جو اسلام نہیں لائیں اور کفر پر قائم رہیں ان کو اپنی منکوحہ کی طرح روکے رکھنا درست نہیں بلکہ ان کو چھوڑ دیں کہ وہ پھر جس سے چاہیں نکاح کر لیں۔

زہریؒ بیان کرتے ہیں، اس آیت کے نازل ہونے کے بعد عمر بن الخطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنی دو بیویاں جو مکہ ہی میں مشرکہ رہ گئی تھیں چھوڑ دیں ایک کا نام قریبہ تھا جو امیہ بن المغیرہ کی بیٹی تھی جس نے بعد میں مکہ مکرمہ میں معاویہ بن ابی سفیانؓ سے نکاح کر لیا تھا اور اس وقت وہ دونوں مشرک تھے دوسری کا نام ام کلثوم تھا جو عمرو بن جرول کی بیٹی اور عبداللہ بن عمرؓ کی ماں تھی اس نے ابوجہم بن حذافہ سے نکاح کر لیا اور وہ دونوں بھی اس وقت مشرک تھے عہ

عہ تفسیر ابن کثیر جلد رابع۔

اور اگر جاتی رہیں تمہارے ہاتھ سے کچھ عورتیں تمہاری ازواج میں سے کافروں کی طرف، پھر تمہاری نوبت آئے تو تم دے دو مسلمانو! ان کو جن کی عورتیں جاتی رہی ہیں جتنا کہ انہوں نے خرچ کیا اور اب وہ عورتیں ان کے پاس نہیں رہیں اس وجہ سے کہ وہ دار الکفر سے ہجرت کر کے مسلمانوں کے پاس نہ آسکیں اور سابق نازل کردہ حکم کی رُو سے یہ درست تھا کہ مسلمان اپنی بیویوں پر خرچ کیے ہوئے خرچ کا مطالبہ کریں جیسا کہ مسلمانوں نے ان کافر خاوندوں کو ان کا کیا ہوا خرچ واپس کیا جن کی عورتیں مسلمان ہو کر مدینہ آگئی تھیں علا اور ڈرتے رہو اس اللہ سے جس پر تم ایمان رکھتے ہو۔

علا اصل حکم یہ نازل ہوا تھا کہ زوجین میں سے اگر کوئی ایک مسلمان ہو کر ہجرت کر کے دار الاسلام میں آجائے اور دوسرا شرک و کفر پر قائم رہتے ہوئے دار الاسلام کی طرف ہجرت نہ کرے تو اختلاف دارین کے بعد نکاح قائم نہ رہے گا، ایسی صورت میں اگر کسی کافر کی عورت مسلمان ہو کر دار الاسلام میں آجائے تو جو مسلمان اس سے نکاح کرے اس کے ذمہ یہ کیا گیا تھا کہ اس مسلمان عورت کے پہلے خاوند کافر نے جو مہر دیا ہے یہ مسلمان نکاح کرنے والا اس کافر شوہر کا دیا ہوا مہر واپس کر دے اور اس کے بعد جو اس نکاح میں مہر طے پائے وہ اپنی جگہ ادا کرے اس کے بالمقابل صورت میں کہ اگر کسی مسلمان مرد کی عورت کافرہ تھی اور وہ ہجرت کر کے دار الاسلام میں نہیں آئی اور یہی معنی ہیں قرآن فَاتَكُمْ شَيْءٌ مِّنْ أَزْوَاجِكُمْ إِلَى الْكُفَّارِ کے کہ اگر تم سے تمہاری بیویوں میں سے باقی رہیں کافروں کی طرف یعنی تم سے ضائع ہو گئیں اور کافروں کے پاس رہ گئیں نہ یہ کہ دار الاسلام سے العیاذ باللہ کسی مسلمان کی بیوی کافروں کی طرف چلی گئی کیونکہ نہ ایسا ممکن تھا اور نہ ایسا کوئی واقعہ پیش آیا جس پر تاریخی شواہد موجود ہیں، اگرچہ بعض مفسرین نے محض لفظی وسعت کے باعث اس معنی کو بیان کیا کہ کوئی مسلمان عورت العیاذ باللہ مرتد ہو کر چلی جائے، لیکن جمہور مفسرین کے نزدیک اس کی یہی تفسیر ہے کہ وہ عورتیں بحالت کفر وہیں رہ جائیں اور یہی مفہوم جاتی رہنے کا بلا شبہ ہے تو اس صورت میں یہ حکم تھا کہ وہ کافر جو اس عورت سے نکاح کرنا چاہے اس کے پہلے خاوند کو اس کا ادا کردہ مہر واپس کر دے۔ اس حکم کے نازل ہونے پر مسلمان تو تیار ہو گئے کہ اسلام لا کر آنے والی مہاجر عورتوں کا مہر ادا کر دیں، مگر کافر تیار نہ ہوئے اور اس صورت میں کہ دار الکفر میں رہ جانے والی اس عورت سے نکاح کریں جس کا خاوند اسلام لا کر دار الاسلام میں آچکا ہے اس مسلمان کو اس کا دیا ہوا مہر دینے سے انکار کر دیا اس پر آیت نازل ہوئی وَإِنْ فَاتَكُمْ شَيْءٌ مِّنْ أَزْوَاجِكُمْ ان الفاظ میں ایسی ہی صورت کا ذکر کرتے ہوئے گویا سابق حکم منسوخ کر دیا گیا۔ اب وہ مسلمان جن کی بیویاں دار الکفر میں رہ گئی ہیں ان کا اپنا ادا کردہ مہر کافروں سے وصول نہیں ہو رہا ہے۔ تو اب مسلمانوں کو چاہیے کہ دار الکفر سے ہجرت کر کے آنے والی مسلمان عورتوں کے ان خاوندوں کو کچھ نہ دیں جو دار الکفر میں رہ گئے ہیں (بعض فقہاء نے لکھا ہے کہ اگر کوئی مسلمان کافر کا دیا ہوا

(بقیہ بر صفحہ آئندہ)

حکم بیعت مہاجرات مومنات

اے ہمارے نبی جب آئیں آپ کے پاس ایمان والی عورتیں ہجرت کرتی ہوئیں تو وہ بیعت کریں آپ سے اس بات پر کہ نہ تو وہ اللہ کے ساتھ کسی کو شریک ٹھہرائیں اور نہ چوری کریں اور نہ زنا کریں اور نہ اپنی اولاد کو قتل کریں اور نہ کسی پر وہ ایسا بہتان لگائیں جس کا افتراء وہ اپنے ہاتھوں اور پاؤں کے درمیان باندھتی ہوں اور نہ وہ کسی بھی بھلے کام میں آپ کی نافرمانی کریں تو آپ ان کو بیعت کر لیجئے اور طلب مغفرت کیجئے ان کے لیے اللہ سے۔ ان کی ہر قسم کی اس کوتاہی اور غلطی پر جو ان سے سرزد ہو چکی یا بیعت کے بعد کوئی خطا و غلطی نادانستہ طور پر ہو جائے۔ بے شک اللہ بڑا ہی بخشنے والا مہربان ہے اللہ رب العزت آپ کے استغفار و دعا کی برکت سے ان کی مغفرت فرمائے گا اور اپنی عنایات و رحمتوں سے سرفراز فرمائے گا۔ یہ جملہ احکام جن میں مردوں اور عورتوں

(بقیہ حاشیہ) خرچ واپس نہیں ہو سکتا تو بیت المال سے ادا کر دیا جائے سبحان اللہ کیسا عدل و انصاف ہے۔ الغرض کما انفقتم کا مفہوم یہی راجح ہے کہ پھر تمہاری عورت آئے یعنی مہر جیسے کی۔ دوسرے معنی یہ بھی ہیں کہ کفار سے جہاد کرو اور مال غنیمت حاصل ہو تو اس مال غنیمت سے ان مسلمان مردوں کو وہ خرچ اور مہر ادا کر دو جو انہوں نے اپنی بیویوں پر کیا تھا جو اسلام نہیں لائیں اور دار الکفر میں رہ گئیں کیونکہ کافر تو یہ خرچ واپس نہیں کر رہے ہیں تو اب یہی صورت ہو سکے گی کہ مال غنیمت سے یا بیت المال سے اس کی تلافی کر دے۔

یہ آیت یعنی و سئلوا ما انفقتم ولیسئلوا ما انفقوا منسوخ ہے یا اپنے حکم پر باقی ہے؟ جمہور مفسرین کی رائے یہ ہے کہ یہ حکم چونکہ دو طرفہ ذمہ داریوں پر مشتمل تھا جو صلح حدیبیہ میں طے کردہ معاہدہ کی رو سے تسلیم کیا گیا تھا۔ مسلمانوں نے تو بلا کسی تردد اور تامل اس پر عمل کیا لیکن کفار مکہ میں سے کسی ایک فرد نے بھی اس پر عمل نہ کیا اسی وجہ سے یہ حکم خود بخود منسوخ ہو گیا اور برقرار نہ رہا یا یہ کہہ لیجئے کہ یہ حکم ابتداء ہی سے محدود اور موقت تھا کفار مکہ کے لیے بموجب عہد نامہ حدیبیہ۔ کفار عرب میں بھی مہر دینے کا دستور تھا اور وہ عورت کو پہلے ہی دے دیا جاتا تھا۔ اولاً تو کفار کی طرف سے اس حکم کی پابندی نہیں ہوئی پھر فتح مکہ کے بعد اس حکم کی ضرورت ہی نہ رہی۔ قبائل عرب کی عورتیں مسلمان ہو کر آئیں اور دار الاسلام میں بسنے والے مسلمانوں سے ان کے نکاح ہو گئے۔ ۱۲ واللہ اعلم بالصواب۔

ملخص من احکام القرآن للجصاص۔ و تفسیر روح المعانی۔ تفسیر حقانی۔ تفسیر ابن کثیر و مما افادنی شیخی شیخ الاسلام علامہ شبیر احمد عثمانی و حضرت الوالد المحترم محمد ادریس الکاندھلوی۔ ۱۲

ایک روایت میں ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے یہ منقول ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے عمر بن الخطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو فرمایا یہ اعلان کردیں کہ مسلمان عورتو! رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تم سے بیعت لینا چاہتے ہیں اس بات پر کہ تم شرک نہ کروگی، چوری نہ زنا و بدکاری اور نہ بہتان طرازی اور نہ رسول خدا کی نافرمانی کروگی، تو ان عورتوں میں ہندہ بنت عتبہ بن ربیعہ بھی تھی جس نے غزوۂ احد میں حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کے شہید ہونے کے بعد ان کے شکم مبارک کو چاک کرکے جگر کا ٹکڑا چبایا تھا، چاہتی اگرچہ اب اسلام لاچکی تھیں لیکن آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے ڈرتے ہوئے چھپی ہوئی تھیں اور کسی کو نہیں جتتی تھیں، جب فاروق اعظمؓ نے یہ کہا کہ عہد کرو چوری بھی نہ کروگی۔ تو کہنے لگی میں ابوسفیانؓ کے مال سے کچھ لے لیتی ہوں کیونکہ وہ مال کے حریص اور بخیل انسان ہیں اور گھر کے مصارف وغیرہ کے لیے ان سے چھپا کر کچھ لینا پڑتا ہے، ابوسفیانؓ ان کے خاوند بھی وہاں موجود تھے فوراً بول اٹھے لے ہندؓ تونے آج تک جو کچھ لیا یا آئندہ لے لی وہ سب تیرے واسطے حلال ہے۔ جب عمر فاروقؓ نے یہ کہا کہ تم اپنی اولاد کو قتل نہ کروگی تو کہنے لگی ہم نے تو ان کو پالا تھا مگر تم نے انہیں بدر میں قتل کردیا۔ اس جملہ پر فاروق اعظمؓ کو ہنسی آگئی۔

ایک روایت میں یہ ہے کہ کچھ عورتوں نے کہا کہ ہم تو اپنی اولاد کو قتل نہیں کرتے ان کے باپ قتل کرتے ہیں۔

عبداللہ بن عباسؓ فرماتے تھے کہ وَلَا يَأْتِينَ بِبُهْتَانٍ میں یہ چیز بھی داخل ہے، کوئی عورت اپنے شوہر کی طرف ایسے بچہ کی نسبت کرے جو درحقیقت اس شوہر سے نہیں جیسا کہ یہ فعل جاہلیت کے زمانہ میں ہوتا تھا۔ بعض کی تحقیق میں قبل از ہجرت آپؐ نے انصار مدینہ سے بیعت لی تو بھی وہ امور تھے جن پر ان سے عہد لیا اور فرمایا بایعونی علیٰ ان لا تشرکوا باللہ ولا تسرقوا ولا تزنوا ولا تقتلوا النفس التی حرم اللہ الا بالحق۔ الخ اس کے بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا تھا۔ ان وفیتم فلکم الجنۃ اگر تم ان باتوں کو پورا کروگے تو تمہارے واسطے جنت ہے عہ (رواہ ابن ابی حاتم)

(تم بحمد اللہ تفسیر سورۃ الممتحنہ)

عہ تفسیر ابن کثیر ۳۵۲/۴۔

آیاتہا ۱۴ — ۶۱ : سُوْرَۃُ الصَّفِّ مَدَنِیَّۃٌ ۱۰۹ — فیہا رکوعان

سورۂ صف مدینہ میں اتری، اور اس میں چودہ آیتیں اور دو رکوع ہیں

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

شروع اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم والا

سَبَّحَ لِلّٰهِ مَا فِی السَّمٰوٰتِ وَمَا فِی الْاَرْضِ ۚ وَهُوَ

اللہ کی پاکی بولتا ہے جو کچھ ہے آسمانوں میں اور زمین میں ، اور وہی ہے

الْعَزِیْزُ الْحَكِیْمُ ۝۱ یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لِمَ تَقُوْلُوْنَ

زبردست حکمت والا ، اے ایمان والو ! کیوں کہتے ہو منہ سے

مَا لَا تَفْعَلُوْنَ ۝۲ كَبُرَ مَقْتًا عِنْدَ اللّٰهِ اَنْ تَقُوْلُوْا

جو نہیں کرتے ! بڑی بیزاری ہے اللہ کے ہاں ، کہ کہو وہ چیز جو

مَا لَا تَفْعَلُوْنَ ۝۳ اِنَّ اللّٰهَ یُحِبُّ الَّذِیْنَ یُقَاتِلُوْنَ فِیْ

نہ کرو ۔ اللہ چاہتا ہے ان کو جو لڑتے ہیں اس

سَبِیْلِهٖ صَفًّا كَاَنَّهُمْ بُنْیَانٌ مَّرْصُوْصٌ ۝۴

کی راہ میں قطار باندھ کر، جیسے وہ دیوار ہیں سیسہ پلائی ۔

تسبیح و تحمید خداوندی مع ترغیب اہل ایمان برائے جہاد فی سبیل اللہ

قال اللہ تعالیٰ: سَبَّحَ لِلّٰهِ مَا فِی السَّمٰوٰتِ ۔۔۔ الیٰ ۔۔۔ كَاَنَّهُمْ بُنْیَانٌ مَّرْصُوْصٌ

ارتباط: گزشتہ سورت میں کافروں سے موالات و دوستی پر تنبیہ و وعید تھی اور واضح طور پر یہ فرما دیا یٰۤاَیُّهَا لَا تَتَوَلَّوْا قَوْمًا غَضِبَ اللّٰهُ عَلَیْهِمْ کہ اے مسلمانو! ہرگز ایسی قوم کو اپنا دوست نہ بناؤ جن پر خدا کا غضب ہے۔ اب اس سورت میں حق تعالیٰ نے اپنی پاکی اور بے نیازی کو ذکر کرتے

ہوتا ہے فرمایا ہے کہ مسلمانوں کو حکم دیا کہ سیسہ پلائی دیوار کی طرح متحد ہو کر کافروں کے مقابلہ پر متحد ہو کر ڈٹ کر کھڑا ہونا چاہیے، اور یہ وصف اس وقت پیدا ہوگا جب مسلمان اپنے قول و فعل میں صفائی اور یکجہتی پیدا کر لے۔ اس زمانہ میں عرب میں کھلبلی مچی ہوئی تھی کفار کا ہر طرف سے مسلمانوں پر حملہ ہو رہا تھا اور مسلمان باوجود اپنی قلت اور ضعف کے ہمت و بہادری سے کافروں کا مقابلہ کر رہے تھے تو اس سورت میں بالخصوص جہاد کی ترغیب دی جا رہی ہے۔ ارشاد فرمایا:

پاکی بیان کرتی ہے اللہ کی ہر وہ چیز جو آسمانوں اور زمین میں ہے۔ کائنات آسمان و زمین کی ہر چیز کا اس کی پاکی اور تسبیح میں مشغول ہونا اس کی عظمت و کبریائی کی واضح دلیل ہے بے شک وہی زبردست عزت و حکمت والا ہے ایسی ذات سراپا عزت و عظمت کے حامل یقیناً نہ دنیا کی طاقت سے مغلوب و مرعوب ہو سکتے ہیں اور نہ ناکام۔ لیکن انسانوں کی عزت اور کامیابی ایمانی اوصاف و کمالات پر ہی موقوف ہے کہ ان کے قول و فعل کی مطابقت و یکسانیت چاہیے تو ان کے قول و فعل میں تفاوت و نفاق کی علامت ہے۔ کہ اے مسلمانو! اے ایمان والو کیوں کہتے ہو ایسی بات جو کرتے نہیں ہو وہ بات کہ تم نہیں کرتے ہو بڑی ناراضگی کی بات ہے اللہ کے نزدیک کہ تم وہ چیز کہو جو نہیں کرتے ہو۔ اس طرح کے دعوے اور لاف زنی جھوٹوں اور منافقوں کا کام ہوتا ہے اور نفاق انسان کی سب سے بڑی کمزوری ہے تو ظاہر ہے کہ ایسی کمزوری کے بعد دشمن کا کیا مقابلہ کرے گا اور فتح و کامرانی کیونکر نصیب ہو سکتی ہے۔ ایمان والوں کو تو چاہیے کہ صداقت اور عزم و ہمت کے حامل بن کر اعلاء کلمۃ اللہ کے لیے اٹھ کھڑے ہوں، اور بڑی قوت و ہمت سے یک آہنگ دل ہو کر دشمن کے مقابلہ کے لیے میدان جہاد میں نکلیں انہیں اس پر یہ سمجھنا چاہیے کہ بے شک اللہ محبوب رکھتا ہے اپنے ان بندوں کو جو قتال و جہاد کرتے ہیں اس کی راہ میں صف بستہ ہو کر اس طرح گویا وہ ایک دیوار ہیں سیسہ پلائی ہوئی۔ یہی صفت اور علامت ان کے اخلاص و سعادت کی دلیل ہوگی۔ بخلاف دعوؤں کے بعد میدان جہاد سے بھاگنے منافقوں کا دستور ہے جن کو قرآن کریم نے بیان فرمایا کہ پہلے تو یہ لوگ جہاد کا مطالبہ کرتے رہے لیکن جب جہاد کا حکم نازل ہوا تو کہنے لگے رَبَّنَا لِمَ كَتَبْتَ عَلَيْنَا الْقِتَالَ لَوْلَا أَخَّرْتَنَا إِلَىٰ أَجَلٍ قَرِيبٍ. یہی حال قوم موسیٰ علیہ السلام کا تھا جب جہاد کا حکم ہوا تھا [illegible] تو کہہ دیا کہ اے موسیٰ اس بستی میں بڑی طاقت والی قوم ہے اور ہم اس بستی میں اس وقت تک داخل نہیں ہوں گے جب تک وہ اس میں موجود ہیں۔ ہاں اگر وہ لوگ اس بستی کو خالی کر کے وہاں سے نکل جائیں تو ہم ضرور اس میں داخل ہو جائیں گے اور یہ بھی جواب دے دیا۔ فَاذْهَبْ أَنتَ وَرَبُّكَ فَقَاتِلَا إِنَّا هَاهُنَا قَاعِدُونَ کہ اے موسیٰ بس تم اور تمہارا رب چلے جاؤ اور تم دونوں جا کر لڑو ہم تو یہاں بیٹھے ہیں تو حق تعالیٰ نے جہاد کے لیے اہل ایمان کو ترغیب دی اور یہی وہ اخلاص باطن کا رنگ ہے جو اس طرح حضرت صحابہ کی زندگیوں میں نمودار ہوا جب سب سے پہلے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جہاد کا اعلان کیا تو آپ کے جانثار صحابہ کا یہ جواب تھا یا رسول اللہ آپ جہاد کا حکم دیجیے ہم آپ کے آگے بھی لڑیں گے اور پیچھے بھی دائیں اور بائیں بھی اور ہم کسی قوم کی

فرماتے ہوں گے جنہوں نے اپنے پیغمبر کو یہ جواب دے دیا تھا کہ اِذْهَبْ اَنْتَ وَرَبُّكَ فَقَاتِلَآ اِنَّا هٰهُنَا قٰعِدُوْنَ۔

جہاد فی سبیل اللہ بارگاہِ خداوندی میں محبوب ترین عمل

اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الَّذِيْنَ۔ آیت مبارکہ حق تعالیٰ شانہٗ کی بارگاہ میں جہاد فی سبیل اللہ کو محبوب ترین عمل بیان کر رہی ہے اور ظاہر ہے کہ جب یہ عمل اللہ کو محبوب ہے تو مجاہدین بھی یقیناً اس کی نظروں میں محبوب ترین بندے ہوں گے اسی کو یہ الفاظ واضح کر رہے ہیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد مبارک ہے کہ اللہ تعالیٰ تین قسم کے لوگوں کو بڑی ہی محبت اور پیار کی نظر سے دیکھتا ہے ایک وہ جو رات کو بیدار ہو کر نماز میں مشغول ہو جائے۔ دوسری وہ قوم جو جماعت میں نماز کے لیے صف بستہ ہیں۔ تیسری وہ جماعت مجاہدین کی جو میدان جہاد میں کافروں سے قتال کے لیے صف بستہ ہے۔

حضرت کعب احبار رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ اللہ ربّ العزت خود اپنے پیغمبر محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی شان اس طرح بیان فرماتا ہے۔ محمد صلی اللہ علیہ وسلم میرے بندہ متوکل ہیں۔ پسندیدہ و برگزیدہ ہو نہ سخت دل ہیں نہ بدمزاج۔ اور نہ بازاروں میں شور و شغب کرنے والے اور نہ برائی کا بدلہ برائی سے دیتے ہیں بلکہ درگذر اور معاف کرتے ہیں جن کا مولد (جائے پیدائش) مکہ ہے اور ان کی ہجرت کی جگہ طیبہ (مدینہ) ہے اور ان کا ملک سلطنت شام ہوگا۔ ان کی امت حمّاد ہوگی جو ہر حال اور ہر حال میں اللہ کی حمد و ثنا کرتی ہوگی۔ ان کی سحر کے وقت خشیتِ خداوندی سے فضا میں ایک آواز ہوگی جیسے شہد کی مکھیوں کی آواز ہو جو اپنے اطراف اعضاء دھوتے ہوں گے (یعنی وضو) اور نصف پنڈلیوں پر اپنی ازار باندھتے ہوں گے اور اس کے بعد یہ آیت تلاوت کی۔ اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الَّذِيْنَ يُقَاتِلُوْنَ فِيْ سَبِيْلِهٖ صَفًّا الآیۃ اسی عمل کی محبوبیت کا تو یہ مقام ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرمایا کرتے۔ وددت انی اقتل فی سبیل اللہ ثم احیی ثم اقتل ثم احیی ثم اقتل۔ [1]

وَاِذْ قَالَ مُوْسٰى لِقَوْمِهٖ يٰقَوْمِ لِمَ تُؤْذُوْنَنِيْ وَقَدْ

اور جب کہا موسیٰ نے اپنی قوم کو اے قوم میری! کیوں ستاتے ہو مجھ کو؟ اور جانتے ہو کہ

تَّعْلَمُوْنَ اَنِّيْ رَسُوْلُ اللّٰهِ اِلَيْكُمْ ۭ فَلَمَّا زَاغُوْٓا اَزَاغَ

میں اللہ کا بھیجا آیا ہوں تمہارے پاس پھر جب وہ پھر گئے، پھیر دیئے

[1] تفسیر ابن کثیر صفحہ رواہ البخاری ومسلم واصحاب السنن۔

اللّٰهُ قُلُوْبَهُمْ ۚ وَاللّٰهُ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الْفٰسِقِيْنَ ۝۵

اللہ نے اُن کے دل۔ اور اللہ راہ نہیں دیتا بے حکم لوگوں کو۔

شکوہ موسیٰ کلیم اللہ علیہ السلام از ایذا رسانی قوم والتجاء بہ بارگاہِ خداوند ذوالجلال والاکرام

قال اللہ تعالیٰ۔ وَاِذْ قَالَ مُوْسٰی لِقَوْمِهٖ ..... الیٰ ..... لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الْفٰسِقِيْنَ

ربط: گزشتہ آیات میں حق تعالیٰ کی تسبیح و پاکی کے بیان کے ساتھ اس بدکرداری کی مذمت کی گئی تھی کہ انسان کے قول و عمل میں تضاد ہو اور یہ کہ ایمان کا تقاضا اللہ کی راہ میں جہاد ہے جو اللہ کے بندے ہیں وہ پورے اتحاد اور یکجہتی سے دشمنوں کے مقابلہ میں صف آرا رہتے ہیں۔ اب بنی اسرائیل کی اس ہٹ دھرمی اور معاندانہ روش کی طرف اشارہ کیا جا رہا ہے جو انہوں نے اپنے پیغمبر موسیٰ علیہ السلام کے ساتھ اختیار کی فرمایا اور جب کہا موسیٰ نے اپنی قوم سے اے میری قوم تم لوگ مجھے کیوں ستاتے ہو حالانکہ تم جانتے ہو کہ میں اللہ کا رسول ہوں جو تمہاری طرف بھیجا گیا ہوں۔ اور ظاہر ہے اللہ کے رسول کو ستانا نہایت ہی عظیم جرم ہے اور بالخصوص جب کہ یہ علم و یقین بھی ہو کہ یہ اللہ کا رسول ہے اس علم و یقین کا تقاضا تو یہ تھا کہ وہ باز آجاتے مگر شقاوت و بدبختی کی انتہا تھی کہ وہ باز آنے کے بجائے اور کج روی ہی برتتے رہے تو جب وہ اسی طرح پھر گئے اور راہ حق سے بھٹک گئے تو اللہ نے ان کے دلوں کو پھیر دیا اور اللہ راہ نہیں دیتا ہے نافرمان قوم کو اور وہ اپنی نافرمانی اور بدبختی کے باعث ہمیشہ کے لیے راہ حق سے بھٹکے ہی رہتے ہیں۔ یقیناً اس طرح کی نافرمانی کہ دلائل و بینات آگئے، حق کو پہچان لیا ہو اللہ کے پیغمبر نے معجزات ظاہر کر دیئے ہوں، پھر بھی اپنی حرکتوں سے باز نہ آنا اللہ کے پیغمبر کے لیے انتہائی ایذا رسانی کا عمل ہے۔ تاریخ و تفسیر شاہد ہے کب تک ایسی روش پر صبر کرتے کسی نے بچھڑا بنا کر اس کی پرستش شروع کردی کبھی عمالقہ قوم سے جہاد کرنے کا حکم ہوا تو نہایت ہی بے باکی سے موسیٰ علیہ السلام کو کہنے لگے۔ (اِذْهَبْ اَنْتَ وَرَبُّكَ فَقَاتِلَآ اِنَّا هٰهُنَا قٰعِدُوْنَ) نوبت یہاں تک پہنچی کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام تنگ آکر بارگاہ خداوندی میں التجاء کرنے لگے رَبِّ اِنِّیْ لَآ اَمْلِكُ اِلَّا نَفْسِیْ وَاَخِیْ فَافْرُقْ بَيْنَنَا وَبَيْنَ الْقَوْمِ الْفٰسِقِيْنَ۔

اس واقعہ کو ذکر کر کے حق تعالیٰ شانہ نے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو تسلی دی اور کفار مکہ کے گستاخانہ رویہ پر صبر کی تلقین فرمائی۔

وَإِذْ قَالَ عِيسَى ابْنُ مَرْيَمَ يَٰبَنِىٓ إِسْرَٰٓءِيلَ إِنِّى

اور جب کہا عیسیٰ مریم کے بیٹے نے اے بنی اسرائیل! میں

رَسُولُ اللَّهِ إِلَيْكُم مُّصَدِّقًا لِّمَا بَيْنَ يَدَىَّ مِنَ

بھیجا آیا ہوں اللہ کا تمہاری طرف، سچا کرتا اس کو جو مجھ سے آگے ہے

التَّوْرَىٰةِ وَمُبَشِّرًۢا بِرَسُولٍ يَأْتِى مِنۢ بَعْدِى اسْمُهُۥٓ

توریت اور خوشخبری سناتا ایک رسول کی جو آئے گا مجھ سے پیچھے اس کا نام

أَحْمَدُ ۖ فَلَمَّا جَآءَهُم بِالْبَيِّنَٰتِ قَالُوا۟ هَٰذَا سِحْرٌ مُّبِينٌ ⑥

ہے احمد۔ پھر جب آیا اُن کے پاس کھلے نشان لے کر، بولے یہ جادو ہے صریح۔

وَمَنْ أَظْلَمُ مِمَّنِ افْتَرَىٰ عَلَى اللَّهِ الْكَذِبَ وَهُوَ

اور اس سے بے انصاف کون ہے! جو باندھے اللہ پر جھوٹ اور اس کو

يُدْعَىٰٓ إِلَى الْإِسْلَٰمِ ۚ وَاللَّهُ لَا يَهْدِى الْقَوْمَ الظَّٰلِمِينَ ⑦

بلاتے ہیں مسلمان ہونے کو۔ اور اللہ راہ نہیں دیتا بے انصاف لوگوں کو۔

يُرِيدُونَ لِيُطْفِـُٔوا۟ نُورَ اللَّهِ بِأَفْوَٰهِهِمْ وَاللَّهُ مُتِمُّ نُورِهِۦ وَ

چاہتے ہیں کہ بجھا دیں اللہ کی روشنی اپنے منہ سے۔ اور اللہ کو پوری کرنی اپنی روشنی اور

لَوْ كَرِهَ الْكَٰفِرُونَ ⑧ هُوَ الَّذِىٓ أَرْسَلَ رَسُولَهُۥ بِالْهُدَىٰ

پڑے برا مانیں منکر۔ وہی ہے جس نے بھیجا اپنا رسول راہ کی سوجھ دے کر

وَدِينِ الْحَقِّ لِيُظْهِرَهُۥ عَلَى الدِّينِ كُلِّهِۦ وَلَوْ كَرِهَ

اور سچا دین، کہ اس کو اوپر کرے دینوں سے سب سے اور پڑے برا

الْمُشْرِكُونَ ⑨

مانیں شرک والے۔

بشارت حضرت مسیح ابن مریم بہ بعثت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وصحبہ وسلم

[illegible]

گئی تو حق اور ان بشارتوں کا انکار کیا جو مسیح ابن مریم نے سنائیں، اور اللہ راہ نہیں دکھاتا بے انصاف لوگوں کو، کس قدر ظلم کیا کہ خود حضرت مسیح کی نبوت و رسالت میں شرک کے عقیدہ کو جزو ایمان بنا لیا بشر کو خدا اور خدا کو بشر قرار دیا جیسا کہ ارشاد ہے لَقَدْ كَفَرَ الَّذِيْنَ قَالُوْٓا اِنَّ اللّٰهَ هُوَ الْمَسِيْحُ ابْنُ مَرْيَمَ۔ پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کا انکار کیا جس پر ایمان لانے کا حضرت مسیح نے حکم دیا تھا اسی پر بس نہ کی بلکہ وہ تو یہ چاہتے ہیں کہ اللہ کا نور بجھا دیں اپنے مونھوں سے اور اللہ پورا کر کے رہنے والا ہے اپنے نور کو گو کہ کافروں کو ناگوار ہو مشیت الٰہی سے جس چیز کا فیصلہ ہو چکا ہے اس کے خلاف کرنا ایسا ہی ہوگا جیسے کوئی آفتاب کی شعاعوں کو اپنی پھونکوں سے بجھانے کی کوشش کرے، اللہ کا یہ نور جس سے تمام عالم جہالت و گمراہی کی تاریکی سے نکل کر روشن ہوا وہ نور ہدایت ہے جو حضور اکرم خاتم الانبیاء والمرسلین صلی اللہ علیہ وسلم کے ذریعے عطا کیا گیا تو اسی غرض سے، وہی پروردگار ہے جس نے اپنا رسول بھیجا ہدایت کے ساتھ اور دین حق دے کر تاکہ اس کو غالب کرے دنیا کے ہر ہر دین پر اگرچہ برا مانیں شرک کرنے والے۔ لیکن اللہ کو کافروں کی ناگواری اور مشرکین کے برا ماننے کی کوئی پرواہ نہیں، اس نے جو ارادہ کر لیا وہ ضرور پورا ہو کر رہے گا، جیسا کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے لَا يَبْقٰى عَلٰى ظَهْرِ الْاَرْضِ بَيْتُ مَدَرٍ وَّلَا وَبَرٍ اِلَّا اَدْخَلَهُ اللّٰهُ كَلِمَةَ الْاِسْلَامِ بِعِزِّ عَزِيْزٍ اَوْ ذُلِّ ذَلِيْلٍ کہ روئے زمین پر کوئی گھر بھی باقی نہ رہے گا خواہ وہ آبادی کا ہو یا جنگل و بیابان میں کوئی خیمہ ہے مگر یہ کہ اللہ تعالیٰ اس میں اسلام کا کلمہ پہنچا کر رہے گا، عزت والے کی عزت کے ساتھ (یعنی اس طور پر کہ وہ مشرف ہو جائے) یا ذلیل کی ذلت کے ساتھ (یعنی صورت کہ وہ اگر اسلام نہ لائیں تو ذلت کے ساتھ محکوم ہوتے ہوئے جزیہ ادا کرنا قبول کریں)

راوی حدیث بیان کرتے ہیں میں نے عرض کیا یا رسول اللہ شاید یہ بات وہی ہے جس کو حق تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے وَاللّٰهُ مُتِمُّ نُوْرِهٖ وَلَوْ كَرِهَ الْكٰفِرُوْنَ۔ آپ نے فرمایا بے شک یہی بات ہے۔ چنانچہ دنیا نے دیکھ لیا کہ عرب فتح ہوا، قیصر و کسریٰ کی سلطنتیں اسلام کے زیرنگیں ہوئیں، مراکش و جزائر افریقہ چین، سمرقند غرض مشرق و مغرب پر اسلام کی حکمرانی اور غلبہ و ظہور کا منظر دنیا نے دیکھ لیا۔ اور وَعَدَ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مِنْكُمْ میں جو وعدہ الٰہی کا بیان تھا وہ مکمل ہو کر رہا جس کی تفصیل پہلے گذر چکی اسی کا ذکر بائبل کی کتاب یسعیاہ کے باب ۴۱۔ ۴۲۔ ۴۳ میں تفصیل کے ساتھ موجود ہے۔ اگرچہ عیسائیوں اور اہل کتاب نے اپنی کتابوں میں بے شمار تحریفات کیں لیکن آج تک بھی وہ اس پر قادر نہ ہو سکے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور غلبۂ دین اسلام کی بشارتوں کو نکال پھینکیں یا ان میں ایسی کوئی تاویل کر لیں کہ ان کا انطباق خاتم الانبیاء محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور دین اسلام پر نہ ہو سکے۔

ممکن نہیں، جس میں کوئی صاحب فہم ذرہ برابر بھی تامل نہیں کر سکتا۔ چنانچہ ان بشارات کے انجیل یوحنا میں فارقلیط والی بشارت اس قدر صاف ہے کہ بلا تکلف اس کا مصداق بجز احمد مجتبیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے اور کوئی ہو ہی نہیں سکتا۔

بشارتِ انجیل یوحنا

حضرت مولانا عبدالحق حقانی دہلوی نے انجیل یوحنا باب ۱۴ کی یہ مشہور بشارت انجیل یوحنا کے اس عربی نسخہ سے نقل کی ہے جو لندن میں ۱۸۳۱ء اور ۱۸۴۴ء میں طبع ہوا

باب نمبر ۱۴ از آیت نمبر ۱۵، اگر تم مجھ سے محبت رکھتے ہو تو میرے حکموں پر عمل کرو گے۔ (۱۶) اور میں باپ سے درخواست کروں گا اور وہ تمہیں فارقلیط دے گا کہ ہمیشہ تمہارے ساتھ رہے گا (۱۷) یعنی روح حق جسے دنیا حاصل نہیں کر سکتی، (۲۶) لیکن وہ فارقلیط جو روح حق ہے جسے باپ میرے نام سے بھیجے گا وہ تمہیں سب چیزیں سکھائے گا اور سب باتیں جو میں نے تم سے کہیں وہ یاد دلائے گا۔ (۲۹) اور اب میں نے تمہیں اس کے واقع ہونے سے پہلے کہا تاکہ جب وہ واقع ہو تو تم ایمان لاؤ۔ (۳۰) بعد اس کے میں تم سے بہت کلام نہ کروں گا اس لیے کہ اس جہان کا سردار آتا ہے اور مجھ میں اس کی کوئی بات نہیں؛

اور باب نمبر ۱۵ آیت ۲۶ میں ہے۔ جب وہ مددگار آئے گا جس کو میں تمہارے پاس باپ کی طرف سے بھیجوں گا یعنی سچائی کی روح، تو وہ میری گواہی دے گا۔

اور باب نمبر ۱۶ آیت نمبر ۷ میں ہے، لیکن میں تم سے سچ کہتا ہوں تمہارے لیے میرا جانا ہی فائدہ مند ہوگا کیونکہ اگر میں نہ جاؤں تو وہ فارقلیط (مددگار) تمہارے پاس نہ آوے لیکن اگر میں جاؤں تو اس کو تمہارے پاس بھیج دوں گا۔ (۸) وہ آکر دنیا کو گناہ اور راستبازی اور عدالت سے قصور وار ٹھہرائے گا (۹) گناہ کے بارے میں اس لیے کہ وہ مجھ پر ایمان نہیں لاتے۔ (۱۰) راستبازی کے بارے میں اس لیے کہ میں باپ کے پاس جاتا ہوں اور تم مجھے پھر نہ دیکھو گے (۱۱) اور عدالت بارے اس لیے کہ اس جہان کے سردار پر حکم کیا گیا ہے (۱۲) میری اور بہت سی باتیں ہیں جن کو تم سے (اب) کہوں پر تم ان کو اب برداشت نہ کر سکو گے۔ (۱۳) لیکن جب وہ روح حق آئے گا تو تم کو سچائی کی راہ دکھائے گا اس لیے کہ وہ اپنی طرف سے نہ کہے گا لیکن جو کچھ سنے گا وہی کہے گا اور وہ تمہیں آئندہ کی خبریں اور میری بزرگی اور جلال کو ظاہر کرے گا؛

یہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا کلام ہے جو آپ کا حواری یوحنا نقل کر رہا ہے جو آپ نے رفع الی السماء سے پہلے حواریوں کو تسلی دینے کے لیے فرمایا جب کہ یہود انتہائی بدسلوکی پر اترے ہوئے تھے اور قتل کی تدبیر پر تیار ہو گئے تھے کہ اے میرے حواریو! تم یہود کی ان سازشوں اور تدبیروں سے ہرگز نہ گھبراؤ اور میری تکلیف سے رنجیدہ و غمگین نہ ہو، عنقریب اس دنیا سے نکل کر ایسی جگہ چلا جاؤں گا جہاں کسی کی رسائی نہ ہوگی یعنی آسمان

لفظ فارقلیط اصل میں یونانی زبان سے معرب کیا گیا ہے اور یہ لفظ یونانی زبان میں کئی معنوں میں مشترک ہے اور وہ سب معنی احمد مجتبیٰ محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم پر صادق آتے ہیں علماء نصاریٰ نے فارقلیط کے مختلف معنی بیان کیے ہیں۔

۱۔ کسی نے کہا فارقلیط کے معنی تسلی دینے والے کے ہیں جس کا عربی ترجمہ معزی ہے۔

۲۔ کسی نے کہا اس کے معنی معین و مددگار کے ہیں۔

۳۔ کسی نے کہا اس کے معنی شافع یعنی شفاعت کرنے والے کے ہیں۔

۴۔ کسی نے کہا اس کے معنی وکیل کے ہیں۔

۵۔ کسی نے کہا اس کے معنی بڑا سراہنے والا جس کا فارسی ترجمہ ستائندہ اور عربی ترجمہ حمّاد اور احمد بصیغہ اسم تفضیل یعنی فاعل ہے۔

۶۔ اور کسی نے کہا اس کے معنی بڑا سراہا گیا۔ یعنی بڑا ستودہ کے ہیں جس کا عربی ترجمہ محمد ہے اور احمد اسم تفضیل بمعنی مفعول ہے کیونکہ لفظ احمد صیغہ اسم تفضیل کا ہے جو کبھی فاعل کے معنی میں آتا ہے کبھی مفعول کے پس اگر احمد اسم تفضیل بمعنی فاعل ہو تو اس کا ترجمہ یہ ہوگا بڑی حمد و ثنا کرنے والا یعنی خدا تعالیٰ کا بڑا سراہنے والا اور اگر احمد اسم تفضیل بمعنی مفعول ہو تو اس کا ترجمہ یہ ہوگا بڑا ستودہ یعنی جو خدا اور بندوں میں بڑا ہی ستودہ ہے کہ ہر جگہ اس کی تعریف کی جاتی ہے۔

۷۔ اور بعضوں نے فارقلیط کا ترجمہ امید گاہ عوام سے کیا ہے۔

۸۔ اور بعض نسخوں میں رسول کا لفظ ہے۔

۹۔ اور بعض نے کہا کہ اس کے معنی روح حق کے ہیں۔

۱۰۔ اور بعض نے کہا کہ اس کے معنی ثقہ اور معتبر کے ہیں۔

بہر کیف اگر فارقلیط کی اصل یونانی زبان میں پاراکلی طوس قرار دی جائے تو اس کے معنی معین و مددگار اور وکیل کے ہیں اور اگر یہ کہا جائے کہ اس کی اصل پیر کلوطوس ہے تو اس کے معنی محمد یا احمد یا حماد کے قریب قریب ہیں اول تو یہ کوئی خاص تفاوت نہیں تلفظ اور رسم الخط کے فرق سے اس قدر فرق واقع ہو جانا ممکن ہے اور اگر اس کو نہ بھی تسلیم کیا جائے تو بھی مدعا ثابت ہے کیونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ناموں میں آپ کا لقب معین اور وکیل بھی ہے تو اس معنی کی صورت میں بھی یہ لفظ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہی پر صادق آتا ہے انجیل کے تمام قدیم نسخوں میں عربی اور فارسی اور اردو تمام نسخوں میں فارقلیط کا لفظ موجود تھا مگر اب موجودہ نسخوں میں لفظ فارقلیط کی بجائے زیادہ تر مددگار اور روح حق کا لفظ پایا جاتا ہے مگر باوجود ان تحریفات و تغیرات اور تبدیلات کے پھر مدعا حاصل ہے اس لیے کہ اس بشارت میں فارقلیط کے جو اوصاف ذکر کیے گئے ہیں وہ تمام کے تمام محمد مصطفےٰ احمد مجتبیٰ صلی اللہ علیہ وسلم پر علی وجہ الکمال والتمام صادق اور منطبق ہیں۔ فارقلیط کے جو معنی بھی لیے جائیں وہ سب آپ پے صادق ہیں آپ خدا تعالیٰ کے وکیل اور سفیر بھی ہیں اور

روح حق اور روح صدق اور روح راستی بھی ہیں اور امت کے شافع بھی ہیں اور بشیر اور نذیر بھی ہیں اور خدا کے ستودہ اور پسندیدہ بھی ہیں اور سب سے زیادہ خدا کی حمد و ثناء کرنے والے بھی ہیں بلکہ یہ تمام آپ کے اسماء ہیں کوئی ان میں سے اسم صفت ہے جیسے وکیل اور شافع اور معین و مددگار اور روح الحق اور کوئی اسم علم ہے جیسے احمد اور محمد اور محمود اور حماد اور آپ کے ناموں میں ایک نام آپ کا حمد بھی ہے حمد اگرچہ مصدر ہے بمعنی ستودن؎ مگر مبالغۃً آپ پر اطلاق کر دیا گیا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم حق تعالیٰ کی مجسم حمد و ثناء ہیں۔

فارقلیط کا سب سے زیادہ صحیح ترجمہ احمد ہے اور اسی وجہ سے قرآن کریم میں اس بشارت کا ذکر بلفظ احمد آیا ہے کما قال اللہ تعالیٰ ﴿وَمُبَشِّرًا بِرَسُولٍ يَأْتِي مِنْ بَعْدِي اسْمُهُ أَحْمَدُ﴾ یہ آیت قرآن مجید کی ہے۔ اور قرآن مجید جس ملک میں نازل ہوا اس وقت اس ملک میں بے شمار علماء یہود و نصاریٰ موجود تھے۔ اگر یہ بشارت اور یہ خبر غلط ہوتی تو ہزارہا علماء یہود و نصاریٰ اس غلطی کو فاش کرتے اور برملا اس خبر کی تردید کرتے اور جو علماء یہود و نصاریٰ اسلام میں داخل ہو گئے تھے وہ اس غلط بیانی کو دیکھ کر فوراً اسلام سے برگشتہ ہو جاتے اور بغیر شور و غل مچائے خاموش نہ بیٹھتے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا اس پیشین گوئی کو علی الاعلان ظاہر فرمانا اور بیان کرنا اور علماء نصاریٰ کا خاموش رہنا یہ ان کے اعتراف اور تسلیم کی روشن دلیل ہے اور اگر کوئی یہ اعتراض کرے کہ اگر یہ بات سچی تھی تو اس وقت کے تمام علماء یہود و نصاریٰ کیوں مسلمان نہ ہو گئے۔

جواب

یہ ہے کہ علماء نصاریٰ کے نزدیک حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے ظہور کی پیشین گوئیاں توریت میں موجود ہیں مگر باوجود ان پیشین گوئیوں کے اور باوجود حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے معجزات کے مشاہدہ کر لینے کے پھر بھی علماء یہود حضرت مسیحؑ پر ایمان نہیں لائے بلکہ ان کے دشمن ہو گئے اور بوجہ سنگدلی اور بوجہ دنیاوی اغراض یا بوجہ حسد کے حضرت مسیحؑ کی دعوت کو قبول نہیں کیا بلکہ صاف طور پر علماء یہود یہ کہتے کہ توراۃ میں حضرت مسیحؑ کی کوئی بشارت نہیں اور نہ ان کا کوئی ذکر ہے تو اسی طرح بہت سے علماء نصاریٰ نے بوجہ سنگدلی اور بوجہ دنیاوی اغراض آپؐ کا پیرو ہونا قبول نہ کیا۔ حالانکہ ان کو یقین تھا کہ یہی وہ نبی ہیں جن کی مسیح بن مریمؑ نے بشارت دی ہے جیسے ہرقل اور مقوقس نے صاف طور پر اس کا اقرار کیا کہ آپ وہی نبی ہیں جن کی انجیل میں بشارت دی گئی مگر اپنی سلطنت کی خاطر اسلام میں داخل نہیں ہوئے اور علماء نصاریٰ میں جو منصف

؎ یعنی تعریف کرنا۔

اور حق پرست تھے جیسے نجاشی شاہ حبشہ اور ضغاطر رومی اور ابن ناطور وغیرہ یہ لوگ ایمان لائے اور بہت سے علمائے نصاریٰ نے دیدہ و دانستہ علمائے یہود کی طرح صاف طور پر یہ کہہ دیا کہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی توراۃ انجیل میں کوئی بشارت نہیں۔ غرض علماء نصاریٰ کی یہ تکذیب ایسی ہے جیسا کہ علماء یہود اور دیگر یہود حضرت مسیح کی بشارتوں سے منکر اور مکذب ہیں علماء نصاریٰ یہ کہتے ہیں کہ اس بشارت میں فارقلیط کی آمد سے روح القدس کا حواریین پر نازل ہونا مراد ہے چنانچہ حضرت عیسیٰ کے رفع الی السماء کے بعد جب حواریین ایک مکان میں جمع تھے تو روح ان پر نازل ہوئی اور اس روح کے نزول سے حواریین تھوڑی دیر کے لیے مختلف زبانیں بولنے لگے۔

نصاریٰ کا یہ خیال سراسر خیال خام ہے یہ بشارت کسی مقدس اور برگزیدہ انسان کے حق میں ہے جو خدا کی طرف سے الہام پائے گا اور خدا کی طرف سے اس کو جو القاء ہوگا وہی ہوگا اپنی طرف سے کچھ نہ کہے گا اس بشارت کو روح القدس یعنی جبرائیل سے کوئی واسطہ نہیں اور کسی فرشتہ سے اس بشارت کا کوئی تعلق نہیں بلاشبہ فارقلیط کی آمد سے ایک رسول عظیم کی بعثت مراد ہے جو حق اور باطل کے درمیان فرق کرے گا۔ اور اگر ہم اس تحقیق سے قطع نظر بھی کرلیں کہ فارقلیط کے کیا معنی ہیں تو تب بھی ہمارا مدعا ثابت ہے کیونکہ اس بشارت میں آنے والے فارقلیط کے بعثت سے اوصاف بیان کیے گئے جو بتمام وکمال سیدنا ومولانا محمد مصطفیٰ احمد مجتبیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم پر صادق اور منطبق ہیں۔

اوّل ۔ یہ کہ جب تک میں نہ جاؤں وہ نہ آسکے گا۔

دوم ۔ یہ کہ میری گواہی دے گا۔

سوم ۔ یہ کہ وہ گناہ اور راستی اور عدالت سے تقصیروار ٹھہرائے گا۔

چہارم ۔ یہ کہ مجھ پر ایمان نہ لانے والوں کو سزا دے گا۔

پنجم ۔ یہ کہ وہ سچائی کی راہ دکھلائے گا۔

ششم ۔ یہ کہ وہ آئندہ کی خبریں دے گا۔

ہفتم ۔ یہ کہ وہ اپنی طرف سے کچھ نہ کہے گا بلکہ جو اللہ سے سنے گا وہی کہے گا۔

ہشتم ۔ یہ کہ وہ جہان کا سردار ہوگا۔

نہم ۔ یہ کہ وہ میری تمام باتوں کو یاد دلائے گا۔

دہم ۔ یہ کہ جو امور تم اس وقت برداشت نہیں کرسکتے وہ نبی اس وقت تم کو آکر بتلائے گا اور جو باتیں غیر مکمل ہیں ان کی تکمیل کرے گا اور یہ تمام باتیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر صادق آتی ہیں جس کے دلائل حسب ذیل ہیں۔

۱۔ آپ کا تشریف لانا حضرت عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کے جانے پر اس لیے موقوف تھا کہ آپ خاتم النبیین ہیں اس لیے کہ کسی نبی کا آنا پہلے نبی کے جانے پر جب ہی موقوف ہو سکتا ہے جب دوسرا نبی خاتم الانبیاء ہو

ورنہ اگر وہ نبی خاتم الانبیا نہیں تو اس کے آنے سے پہلے ہی کا جانا شرط ہونا کوئی معنی نہیں رکھتا اس لیے جب وہ بھی خاتم الانبیا نہیں تو پہلے نبی کی موجودگی میں بھی مبعوث ہو سکتا ہے۔

۵۔ پہلے نبی کا جانا اور مرنے کے آنے کے لیے جب ہی شرط ہو سکتا ہے کہ جب وہ دوسرا نبی خاتم الانبیاء ہو گا۔ کما قال تعالیٰ

مَا كَانَ مُحَمَّدٌ أَبَا أَحَدٍ مِّنْ	محمد صلی اللہ علیہ وسلم تمہارے مردوں میں سے
رِّجَالِكُمْ وَلٰكِنْ رَّسُولَ اللّٰهِ	کسی کے باپ نہیں لیکن اللہ کے رسول اور
وَخَاتَمَ النَّبِيِّينَ۔	آخر النبیین ہیں۔

اور حضرت مسیح خاتم النبیین نہ تھے اور نہ علماء نصاریٰ و یہود حضرت مسیح کے بعد ایک نبی کے کسی لیے منتظر تھے اس روح کا آنا حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے جانے پر موقوف نہ تھا روح کا نزول تو حضرت عیسیٰ کی موجودگی میں بھی ہوتا تھا۔

۲۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی گواہی بھی دی۔

وَمَا قَتَلُوهُ وَمَا صَلَبُوهُ وَ	اور انہوں نے نہ ان کو (عیسیٰ علیہ السلام کو) قتل
لٰكِنْ شُبِّهَ لَهُمْ وَإِنَّ	کیا اور نہ سولی دی لیکن اشتباہ میں ڈال
الَّذِينَ اخْتَلَفُوا فِيهِ لَفِي شَكٍّ	دیئے گئے اور جن لوگوں نے عیسیٰ علیہ السلام کے
مِّنْهُ مَا لَهُمْ بِهِ مِنْ عِلْمٍ إِلَّا	بارے میں اختلاف کیا وہ یقیناً شک میں ہیں
اتِّبَاعَ الظَّنِّ وَمَا قَتَلُوهُ	خود ان کو اس کا یقین نہیں محض گمان کی پیروی
يَقِينًا بَلْ رَّفَعَهُ اللّٰهُ إِلَيْهِ	ہے یقیناً حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو قتل نہیں
وَكَانَ اللّٰهُ عَزِيزًا	کیا بلکہ اللہ نے ان کو اپنی طرف اٹھا لیا۔ وہی
حَكِيمًا۔	غالب اور حکیم ہے۔

۳۔ اور راستی اور عدالت سے ملزم بھی کیا۔

۴۔ اور حضرت مسیح کے نہ ماننے والوں کو پوری پوری سزا بھی ملک سے قتال اور جہاد کیا اور کسی کو یہودی کہا جیسا کہ یہود خیبر اور یہود بنو نضیر اور یہود بنو قینقاع کے واقعات سے ظاہر ہے اور مرزا نے کسی کو ملزم ٹھہرایا اور نہ کسی کو مستوجب قتل کیا۔ اور سرزنش کرنے کا منصب تو یہ ہے کہ روح القدس قطعاً ظاہر ہونے کے بعد حکومت کے ساتھ لوگوں کو توبیخ اور سرزنش کرے گا اور ظاہر ہے کہ روح القدس کا ظاہر ہو کر عام لوگوں پر حکومت کرنا کہیں ثابت نہیں اور حواریین کا منصب نہ تھا۔ حواریین نے حکومت کے طور پر کسی کو توبیخ نہیں کی بلکہ واعظانہ طور پر لوگوں کو سمجھاتے تھے جن میں حکومت کا نام نہ تھا۔ غرض یہ کہ کسی طرح بھی روح القدس کو فارقلیط کا مصداق نہیں قرار دیا جا سکتا۔

اور آیت نہم میں سرزنش کی یہ وجہ بیان فرمائی "اس لیے کہ مجھ پر ایمان نہیں لاتے" اس پر دلالت

پیغمبر کو ربی نبوت کا یقین آجاتا ہے یعنی آنے والی چیز سے انسان کو ایسا یقین حاصل ہوجاتا ہے کہ قوت خیالیہ بھی اس کو دفع نہیں کرسکتی۔ انسان پر جب کوئی حالت طاری ہوتی ہے تو اس کا انکار ممکن نہیں ہوتا۔

۴۔ نیز اس عبارت کا مصداق اس بات کو بتا رہا ہے کہ آنے والا فارقلیط حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے مغایر ہے جیسا کہ سولہویں آیت کا یہ لفظ دوسرا مددگار بخشے گا صاف مغایرت پر دلالت کرتا ہے کہ وہ علیحدہ صورت میں ظاہر ہو کر نمودار ہوگا۔

پس اگر فارقلیط سے روح القدس مراد لی جائے تو وہ حضرت عیسیٰؑ سے کسی طرح مغایر نہیں کیونکہ نصاریٰ کے نزدیک ابن اور روح القدس میں حقیقی اتحاد ہے اور روح القدس جو حواریین پر ظاہر ہوگی وہ کسی علیحدہ صورت میں قائم نہیں ہوئی جس طرح کسی شخص پر جن مسلط ہوجاتا ہے سو جن کی باتیں وہی ہوتی ہیں جو اس شخص کے منہ سے نکلتی ہیں علیحدہ صورت میں اس کا ظہور نہیں ہوتا۔

۵۔ نیز اس بشارت میں یہ بھی مذکور ہے کہ جو کچھ میں نے تمہیں کہا یاد دلائے گا، حالانکہ کسی کتاب سے یہ ثابت نہیں کہ حواری حضرت عیسیٰؑ کے ارشادات (العیاذ باللہ) فراموش کرچکے تھے اور روح القدس نے ان کو علیحدہ صورت میں ظاہر ہو کر یاد دلائے ہوں۔

۶۔ نیز اس بشارت میں یہ بھی مذکور ہے کہ وہ میرے لیے گواہی دے گا، سو یہ وصف صرف نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر ہی صادق آسکتا ہے کہ آپ ہی نے آکر منکرین اور یہود کے سامنے حضرت مسیحؑ کی گواہی دی اور ان لوگوں کے سامنے کہ جو حضرت مسیحؑ سے منکر یا بے خبر تھے آپ ہی نے حضرت مسیحؑ کی رسالت کا اعلان کیا۔

بخلاف روح القدس کے کہ وہ حضرت عیسیٰؑ کے حواریین پر نازل ہوئی اور حواریین پہلے ہی سے حضرت مسیحؑ کو رسول جانتے تھے ان کے سامنے گواہی دینے کی کوئی حاجت نہ تھی گواہی کی ضرورت تو منکرین کے سامنے ہوتی ہے نہ کہ مومنین کے سامنے بخلاف آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے کہ آپ نے یہود کے سامنے جو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے منکر اور دشمن تھے علی الاعلان حضرت عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کی نبوت و رسالت کی گواہی دی اور اُن کے [illegible] قتل وصلب کی تردید کی اور رفع الی السماء کو ثابت کیا۔

۷۔ نیز حضرت مسیح علیہ السلام اس فارقلیط کی نسبت یہ ارشاد فرماتے ہیں کہ مجھ میں اس کی کوئی چیز نہیں، سو یہ بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر ہی صادق آسکتا ہے کہ مجھ میں اس کی کوئی چیز نہیں روح القدس اور مسیح تو ایک ہی چیز ہیں۔

۸۔ نیز یہ بھی قابل غور ہے کہ اس روح نے کون سی آئندہ کی خبریں بتائیں کہ جس سے اس روح کو اس بشارت کا مصداق کیا جائے۔

۹۔ نیز اس بشارت کا تمام سیاق وسباق دلالت کرتا ہے کہ آنے والا دوسرا فارقلیط اور دوسرا مددگار لباس بشری اور پیکر انسانی میں ظہور کرے گا اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی طرح بشری لباس میں دعوت حق اور لوگوں کی تسلی کے لیے آئے گا پس فارقلیط کا مصداق اس روح کو سمجھنا کہ جو آدمیوں پر جن کی طرح نازل ہوا اور ان میں حلول کرے

بالکل غلط ہے۔

۱۰۔ نیز حضرت عیسیٰ کے رفع الی السماء کے بعد سے عامۂ نصاریٰ فارقلیط کے منتظر ہے اور یہ سمجھتے تھے کہ وہ کوئی عظیم الشان نبی مبعوث ہوگا چنانچہ منتش عیسائی نے دوسری صدی عیسوی میں یہ دعویٰ کیا کہ میں وہی فارقلیط ہوں کہ جس کی حضرت مسیحؑ نے خبر دی بہت سے لوگ اس پر ایمان لے آئے تھے جس کا مفصل تذکرہ ولیم میور کی نے اپنی تاریخ کے تیسرے باب میں کیا لکھا ہے اور یہ کتاب سنہ ۱۹۲۸ء میں طبع ہوئی معلوم ہوا کہ علماء یہود و نصاریٰ یہی سمجھتے تھے کہ فارقلیط سے کوئی انسان مراد ہے نہ کہ روح القدس۔

اور لب التواریخ کا مصنف جو کہ ایک مسیحی عالم ہے لکھتا ہے کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے قبل یہود و نصاریٰ ایک نبی کے منتظر تھے اور اسی وجہ سے نجاشی شاہ حبشہ جعفر طیار رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے آپ کا حال سن کر ایمان لایا اور کہا بلاشبہ یہی وہ نبی ہیں جن کی حضرت مسیحؑ نے انجیل میں خبر دی حالانکہ نجاشی انجیل کا عالم ہونے کے علاوہ وارث وہی تھا کسی قسم کا اس کو خوف و خطر بھی نہ تھا۔

اور مقوقس شاہ قبط نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے والانامہ کے جواب میں لکھا۔

سلام علیکم، اما بعد	سلام ہو آپ پر اما بعد
فقد قرأت کتابک و فہمت ما ذکرت فیہ و ما تدعو الیہ و قد علمت ان نبیا قد بقی و قد کنت اظن انہ یخرج بالشام و قد اکرمت رسولک۔	میں نے آپ کے والانامہ کو پڑھا اور جو کچھ آپ نے اس میں ذکر فرمایا اور جس کی طرف دعوت دی اس کو سمجھا مجھکو خوب اچھی طرح معلوم ہے کہ اب صرف ایک نبی باقی رہ گیا ہے میرا گمان یہ تھا کہ وہ نبی شام میں ظاہر ہوگا اور میں نے آپ کے قاصد کا اکرام کیا۔

مقوقس اگرچہ اسلام نہ لایا مگر اتنا ضرور اقرار کیا کہ ایک نبی کا آنا باقی رہ گیا ہے اور جارود بن علاء جو اپنی قوم میں بہت بڑے عالم تھے جب اپنی قوم کے ساتھ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر مشرف باسلام ہوئے تو یہ کہا۔

واللہ لقد جئت بالحق و نطقت بالصدق لقد وجدت وصفک فی الانجیل و بشر بک ابن البتول فطول التحیۃ لک و الشکر لمن اکرمک لا اثر بعد عین و لا شک بعد یقین مد	خدا کی قسم آپ حق لے کر آئے ہیں اور آپ نے سچ فرمایا البتہ تحقیق میں نے آپ کی صفت انجیل میں پائی ہے اور مسیح بن مریمؑ نے آپ کی بشارت دی ہے آپ کے لیے طویل و عریض تحیہ تکریم پیش کرتا ہوں اور شکر ہے اس کے لیے جو آپ کا اکرام کرے ذات کے بعد نشان کی اور یقین کے بعد

بیدك اَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَ اَنَّكَ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ

تک کی ضرورت نہیں اپنا دست مبارک بڑھائیے میں شہادت دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور یقیناً محمد رسول اللہ ہیں۔

اور علیٰ ہذا ہرقل شاہ روم اور دوسرے ذی شوکت علماء تورات و انجیل نے آپ کی نبوت و رسالت کا اقرار کیا جس سے یہ ثابت ہوا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بشارت اور آپ کا نام انجیل میں لکھا ہوا تھا۔ جس کو دیکھ کر لوگ آپ پر ایمان لائے اور آپ کی آمد سے پہلے وہ آپ کے منتظر تھے جن کو خدا تعالیٰ نے توفیق بخشی اور کسی دنیوی طمع نے ان کو نہ گھیرا وہ اس دولت سے متمتع ہوئے۔

ذٰلِكَ فَضْلُ اللّٰهِ يُؤْتِيْهِ مَنْ يَّشَآءُ ۚ وَ اللّٰهُ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِيْمِ۔ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِيْ هَدٰىنَا لِهٰذَا ۚ وَ مَا كُنَّا لِنَهْتَدِيَ لَوْلَآ اَنْ هَدٰىنَا اللّٰهُ۔

۱۱۔ اور سولہویں آیت کا یہ جملہ کہ ابد تک تمہارے ساتھ رہے گا۔ اس کا یہ مطلب نہیں کہ فارقلیط یعنی روح جس کے نصاریٰ قائل ہیں وہ بھی ہمیشہ ان کے ساتھ نہ رہا، بلکہ مراد یہ ہے کہ اس کی شریعت اور دین ابد تک رہے گا اور اس کے بعد کوئی دین نہ آئیگا جو اس کیلئے ناسخ ہو۔

۱۲۔ اور باب چہاردہم کی سترھویں آیت کا یہ جملہ یعنی سچائی کی روح جسے دنیا حاصل نہیں کر سکتی کیونکہ نہ اسے دیکھتی ہے اور نہ جانتی ہے الخ

اس کا یہ مطلب ہے کہ دنیا اس کے مرتبہ کو نہیں جانتی وہ تمام کائنات میں سب سے بہتر اور برتر ہوگا۔

غرض انجیل یوحنا کی یہ آیات اپنے مجموعی مضمون اور تمام الفاظ و کلمات سے نبی آخر الزمان محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت و نبوت کی بشارت سنا رہی ہیں اور حضرت مسیح علیہ السلام اپنے حواریین کو نہایت وضاحت کے ساتھ فرما رہے ہیں کہ میں نے تمہیں اس کے واقع ہونے سے پیشتر کہا تاکہ جب وہ واقع ہو تو ایمان لاؤ۔

اس بنا پر اس شخص پر جو انجیل مقدس کو مانتا ہو اور حضرت مسیح پر ایمان رکھتا ہو، لازم ہے کہ وہ حضرت مسیح کے اس فرمان کی تعمیل کرے۔

کیا کسی کا یہ دعویٰ قابل قبول ہو سکتا ہے کہ وہ حضرت مسیح پر ایمان رکھتا ہے اور حال یہ کہ وہ ان کے صریح حکم کی خلاف ورزی کرتے ہوئے ہی مبشر محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لانے سے انکار کرے۔ ایسی صورت میں عقلاً یہ کہا جائے گا یہ شخص خود حضرت مسیح علیہ السلام کا منکر اور کافر ہے۔

لہٰذا جو شخص بھی نصاریٰ میں سے یہ چاہتا ہے کہ وہ حضرت مسیح پر ایمان قائم رکھے اس کے واسطے اس کے سوا کوئی راستہ نہیں کہ وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لائے ورنہ اس یہودی کو جو عیسیٰ علیہ السلام پر ایمان نہ رکھتا ہو ایسے عیسائی سے کوئی امتیاز نہ ہوگا۔ جو محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت و

رسالت پر ایمان لانے سے انکار کر دے۔

انجیل برناباؔ میں تو یہ بشارت اس سے بھی زیادہ وضاحت واہتمام سے آپ کے اسم مبارک محمد اور احمدؐ کی تصریح کے ساتھ مذکور ہے۔

نصاریٰ کی طرف سے فارقلیط کی عجیب و غریب تفسیر

عیسائی کہتے ہیں کہ مسیح علیہ السلام نے جس آنے والے فارقلیط کی خبر دی ہے اس سے روح القدس (جبریل امینؑ) کا نازل ہونا مراد ہے، جو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے بعد ان کے چند حواریوں پر نازل ہوئے جبکہ وہ ایک مکان میں جمع تھے جس کی وجہ سے وہ حواری مختلف قسم کی زبانیں بولنے لگے اور یہ کہتے ہیں کہ روح القدس کسی خاص شکل و صورت میں نہیں آئے تھے بلکہ ان کا یہ باطنی طور پر تصرف تھا جس کی وجہ سے یہ تغیر ہوا اور ان مختلف اقسام زبانوں میں وہ لوگ بولنے لگے۔

سابق تفصیل سے یہ بات بدیہی طور پر ثابت ہو چکی ہے کہ ان تمام الفاظ کا مصداق آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے سوا اور کوئی دنیا میں ممکن نہیں ہے وہ تمام اوصاف اور احوال جو بشارت انجیل میں پوری پوری وضاحت سے ذکر کیے گئے ہیں ان کے پیش نظر جبریلؑ کو اس کا مصداق ٹھہرانا ایک ایسی ہی بے معنی بات ہے جو کسی طرح بھی سمجھ میں نہیں آسکتی، کیا یہ بات کہ وہ حواری محض کچھ قسم کی زبانوں میں بولنے لگے جو کبھی بھی زبانی نہیں تھیں عقلاً اس عظیم الشان بشارت کا مصداق ہو سکتی ہے اور کیا عقل سلیم اس امر کو باور کر سکتی ہے۔ محض اتنی سی بات کے لیے حضرت عیسیٰ علیہ السلام اپنے حواریوں کے روبرو یہ فصیحت و تسلی آمیز مژدہ سناتے ہیں کہ مختلف ناقابل فہم زبانوں میں کچھ بولنے لگیں تو بس یہ تو ایسا ہی ہے جیسا کہ کسی کے سر پر شیخ سدو یا کوئی جن سوار ہو جائے اور وہ بولتا ہو اور پھر عجیب تر بات یہ کہ خود عیسائیوں کو یہ تسلیم ہے کہ یہ حالت ان حواریوں کی صرف تھوڑی دیر تک رہی تو کیا جو حالت چند لمحوں کے لیے رہی ہے وہ ایسا فارقلیط ہو سکتا ہے جو ابد تک ساتھ رہے۔

ف برناباؔ بھی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے حواریوں میں سے ایک حواری ہیں جس طرح ان کے حواری توما، متی لوقا اور مرقس اپنی اپنی انجیلوں میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے کلام اور ان کے احوال نقل کرتے ہیں۔ اسی طرح برناباؔ نے بھی اپنی انجیل میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے اقوال کو جمع کیا ہے عیسائیوں کا اس انجیل کے الہامی ہونے سے انکار کرنا ایک بے معنی چیز ہے اس لیے کہ یہ انجیل قدیم انجیلوں میں سے ہے اس کا تذکرہ دوسری تیسری صدی عیسوی کی کتابوں میں ملتا ہے۔ ۱۲

انجیل برنابا میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اسم مبارک کی تصریح کے ساتھ بشارت

پادری سیل نے اپنے ترجمۂ قرآن عظیم کے مقدمہ میں انجیل برنابا سے نقل کیا ہے اور یہ انجیل [illegible] میں طبع ہو کر شائع ہوئی لیکن دوسری طباعت میں اس بشارت کو حذف کر دیا گیا اور وہ بشارت جس کو پادری سیل نے نقل کیا ہے یہ ہے کہ برنابا کہتے ہیں کہ اگرچہ میں بے گناہ ہوں لیکن اللہ تعالیٰ اس کی سزا دیتے ہیں اس لیے کہ حق تعالیٰ گناہ سے راضی نہیں میری امت اور میرے شاگردوں نے جب دنیا کے لیے گناہ کیا تو اللہ تعالیٰ ناراض ہو گئے اور باقتضاء عدل و انصاف یہ ارادہ فرمایا کہ ان کو اسی دنیا میں اس غیر مناسب عقیدے کی بنا پر سزا دے تاکہ عذاب جہنم سے نجات پائیں اور وہاں ان کو کوئی تکلیف نہ ہو اور میں اگرچہ اس عقیدہ فاسدہ سے بالکل بری ہوں لیکن چونکہ بعض لوگوں نے مجھ کو اللہ اور ابن اللہ کہا تو اللہ تعالیٰ کو یہ کہنا ناگوار ہوا اور اس کی مشیت اس کی مقتضی ہوئی کہ قیامت کے دن شیاطین مجھ پر نہ ہنسیں اور نہ میرا مذاق اڑائیں پس اللہ نے اپنی مہربانی اور رحمت سے یہ پسند کیا کہ یہودا کی وجہ سے یہ ہنسی دنیا ہی میں ہو اور ہر شخص یہ گمان کرتا رہا ہے کہ میں سولی دے دیا گیا لیکن یہ اہانت و استہزاء فقط محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے آنے تک رہے گا پس جب آپ دنیا میں تشریف لائیں گے تو ہر مومن کو اس غلطی پر متنبہ فرمائیں گے اور یہ شبہ لوگوں کے دلوں سے مرتفع ہو جائے گا۔

(ترجمہ بلفظہا ختم ہوا)

اظہار الحق میں ہے کہ اگر لوگ یہ اعتراض کریں کہ اس انجیل کو علماء نصاریٰ نے رد کیا ہے تو ہم یہ کہیں گے کہ اس رد کا کوئی اعتبار نہیں اس لیے کہ یہ انجیل قدیم انجیلوں میں سے ہے اس کا تذکرہ دوسری اور تیسری صدی عیسوی کی کتابوں میں ہے پس اس بنا پر کہ یہ انجیل نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ظہور سے دو سو سال قبل لکھی گئی ہے اور اس جیسے عظیم الشان امر کی بدون الہام کے خبر دینا اہل فہم کے نزدیک ناممکن ہے (دوسری بشارت) فاضل حیدر علی قریشی نے اپنی کتاب "مؤید صیف المسلمین" میں جو اردو زبان میں ہے لکھا ہے کہ پادری اوسکان ارمنی نے صحیفہ یسعیاہ علیہ السلام کا ارمنی زبان میں ۱۶۶۶ء میں ترجمہ کیا جو ۱۷۳۳ء میں طبع ہوا اس میں صحیفہ یسعیاہ علیہ السلام کے بیالیسویں باب میں یہ فقرہ موجود ہے "اللہ کی تسبیح پڑھو اس آنے والے پیغمبر کی صفت کا نشان اس کی پشت پر ہوگا (یعنی مہر نبوت) اور اس کا نام احمد ہوگا" انتہی۔ اور یہ ترجمہ آرمینیوں کے پاس موجود ہے اس میں دیکھ لیا جائے۔

ان کے علاوہ انجیل مقدس کی اور بھی بشارتیں ہیں جو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت و نبوت کا مژدہ و خوشخبری ہیں

ملاحظہ فرمائیں بشارات النبیین مصنفہ حضرت علامہ مولانا محمد ادریس کاندھلوی قدس اللہ سرہ العزیز ۱۲

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا هَلْ

اے ایمان والو میں

اَدُلُّكُمْ عَلٰى تِجَارَةٍ تُنْجِيْكُمْ مِّنْ عَذَابٍ اَلِيْمٍ ﴿۱۰﴾ تُؤْمِنُوْنَ

بتاؤں تم کو ایک سوداگری کہ بچا دے تم کو ایک دکھ کی مار سے۔ ایمان لاؤ

بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ وَتُجَاهِدُوْنَ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ بِاَمْوَالِكُمْ

اللہ پر اور اس کے رسول پر اور لڑو اللہ کی راہ میں اپنے مال سے

وَاَنْفُسِكُمْ ؕ ذٰلِكُمْ خَيْرٌ لَّكُمْ اِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ ﴿۱۱﴾ يَغْفِرْ

اور جان سے۔ یہ بہتر ہے تمہارے حق میں اگر تم سمجھ رکھتے ہو۔ بخشے وہ

لَكُمْ ذُنُوْبَكُمْ وَيُدْخِلْكُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ

تمہارے گناہ اور داخل کرے تم کو باغوں میں جن کے نیچے بہتی ہیں نہریں۔

وَمَسٰكِنَ طَيِّبَةً فِيْ جَنّٰتِ عَدْنٍ ؕ ذٰلِكَ الْفَوْزُ

اور ستھرے گھروں میں بسنے کے باغوں میں۔ یہ ہے بڑی

الْعَظِيْمُ ﴿۱۲﴾ وَاُخْرٰى تُحِبُّوْنَهَا ؕ نَصْرٌ مِّنَ اللّٰهِ وَفَتْحٌ

مراد ملنی۔ اور ایک اور چیز دے جس کو تم چاہتے ہو مدد اللہ کی طرف سے اور فتح

قَرِيْبٌ ؕ وَبَشِّرِ الْمُؤْمِنِيْنَ ﴿۱۳﴾ يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا كُوْنُوْۤا

شتاب۔ اور خوشی سنا ایمان والوں کو۔ اے ایمان والو! تم ہو

اَنْصَارَ اللّٰهِ كَمَا قَالَ عِيْسَى ابْنُ مَرْيَمَ لِلْحَوَارِيّٖنَ مَنْ

مددگار اللہ کے، جیسے کہا عیسیٰ مریم کے بیٹے نے یاروں کو، کون ہے

اَنْصَارِيْۤ اِلَى اللّٰهِ ؕ قَالَ الْحَوَارِيُّوْنَ نَحْنُ اَنْصَارُ اللّٰهِ

کہ مدد کرے میری اللہ کی راہ میں؟ بولے یار، ہم ہیں مددگار اللہ کے

فَاٰمَنَتْ طَّآئِفَةٌ مِّنْۢ بَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ وَكَفَرَتْ طَّآئِفَةٌ

پھر ایمان لایا ایک فرقہ بنی اسرائیل میں اور منکر ہوا ایک فرقہ۔

فَاَيَّدْنَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا عَلٰى عَدُوِّهِمْ فَاَصْبَحُوْا ظٰهِرِيْنَ ﴿۱۴﴾

پھر زور دیا ہم نے ان کو جو یقین لائے تھے ان کے دشمنوں پر پھر ہو رہے غالب۔

دعوت اہل ایمان برائے تجارت رابحہ ترغیب بحصول فلاح وسعادت دنیا و آخرت

قال اللہ تعالیٰ: يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا ..... الیٰ ..... فَاَصْبَحُوْا ظٰهِرِيْنَ

ربط: گزشتہ آیات کا حاصل مضمون یہ تھا کہ اللہ رب العزت نے اپنے نبی آخر الزمان کی بعثت سے دنیا کی ہدایت کا ارادہ فرمایا تاکہ انسان حق و ہدایت کے ذریعہ دنیا و آخرت کی فلاح و کامیابی حاصل کر سکیں، اور اسی بشارت کے لیے اللہ تعالیٰ نے حضرت مسیح بن مریم کو مبعوث فرمایا لیکن ان کی بد نصیب قوم نے ان کی بات کو ٹھکرایا، حق سے منہ موڑا اور جو کچھ نبی آخر الزمان کی نشانیاں تھیں ان میں تحریف کی اب ان آیات میں اہل ایمان کو خطاب کر کے فرمایا جا رہا ہے کہ جس تجارت رابحہ کو اہل کتاب نے چھوڑا اور اس سے محروم ہو گئے لے ایمان والو! اب تم اس کامیاب تجارت کی طرف رخ کرو جس سے دنیا کی عافیت اور آخرت کی نعمتیں حاصل ہوں گی۔ فرمایا۔

اے ایمان والو! کیا میں رہنمائی کر دوں تم کو ایک ایسی تجارت کی طرف جو تم کو ایک دردناک عذاب سے بچا دے وہ تجارت یہ ہے کہ تم ایمان لاؤ اللہ پر اور اس کے رسول پر اور جہاد کرو تم اللہ کی راہ میں اپنے مالوں اور اپنی جانوں سے یہی بہتر ہے تمہارے واسطے اگر تم جان لو اس حقیقت کو اور اس تجارت کی عظمت و اہمیت اور نافعیت کو اس تجارت سے حاصل ہونے والے عظیم تر فوائد یہ ہیں کہ بخش دے گا تمہارا پروردگار تمہارے گناہ اور داخل کرے گا تم کو ایسے باغوں میں جن کے نیچے نہریں بہتی ہوں گی اور نہایت ہی صاف ستھرے پاکیزہ مکانات ہوں گے آباد و ہمیشہ رہنے کے باغوں میں جن میں اہل ایمان ٹھہریں اور ان ہی میں بسیں گے یہی ہے سب سے بڑی کامیابی اور ایک دوسری چیز بھی وہ پروردگار تمہیں دے گا جس کو تم چاہتے ہو وہ اللہ کی طرف سے مدد اور جلد ہی حاصل ہونے والی فتح۔ اگرچہ اصل کامیابی اور عظیم انعام تو آخرت ہی کی کامیابی ہے جس کے سامنے دنیا کی نعمت و تنعیم کی بھی کوئی حقیقت نہیں لیکن ایک اور نعمت بھی اللہ تم کو عطا کرنے والا ہے جس کو اے اہل ایمان! تم طبعاً چاہتے ہو اور وہ تمہیں محبوب ہے وہ ہے نَصْرٌ مِّنَ اللّٰهِ وَفَتْحٌ قَرِيْبٌ۔ اور اے ہمارے پیغمبر اس کی خوشخبری سنا دو ایمان والوں کو تاکہ وہ موجودہ تکالیف اور پریشانی

سے برداشت کرتے رہیں اور اللہ کی راہ میں پورے ایمانی جذبات سے اپنی جانوں اور مالوں سے جہاد کریں یہی جہاد ان کی کامیابی اور نفع بخش تجارت ہے جو زیادہ آخرت میں کام آئے گی اس کے واسطے مسلمانوں کو مستعد ہو جانے کی ضرورت ہے لہٰذا اے ایمان والو ہو جاؤ تم اللہ کے مددگار اس کے دین اور پیغمبر کی نصرت و حمایت میں کوئی دقیقہ باقی نہ چھوڑو تم سمجھو کہ یہ ایک مطالبہ ہے اور تمہارے پیغمبر کی دعوت ہے جس کی طرف تم کو بلایا جارہا ہے اس پر تمہیں لبیک کہتے ہوئے آگے بڑھنا چاہیئے جیسا کہ عیسیٰ ابن مریم نے اپنے حواریوں کو دوستوں اور مددگاروں کو پکارتے ہوئے کہا کون ہے میرا مددگار اللہ کی راہ میں تو ان کے مخلص دوستوں نے کہا ہم ہیں مددگار اللہ کے اس کے دین کی حمایت و نصرت اور اس کے پیغمبر کی اعانت کے لیے۔ اس وعدہ حمایت و نصرت پر جیسے تو یہ تھا سب حواری قائم رہتے لیکن پھر ایسا ہوا ایک گروہ تو بنی اسرائیل کا اس پر قائم رہا اور ایمان و اخلاص سے اس وعدہ کو پورا کرنے لگا اور دوسرے ایک گروہ نے کفر کیا۔ تو ہم نے قوت دی ایمان لانے والوں کو اور عہد پر قائم رہنے والوں کو ان کے دشمنوں کے مقابلہ میں چنانچہ وہ ایمان لانے والے غالب آئے اپنے دشمنوں کے مقابلہ میں اور اللہ کا یہی قانون اور دستور ہے کہ وہ اپنے پیغمبر اور اس کے اعوان و انصار اور دین کے مددگاروں کو دین کے دشمنوں میں غالب و کامیاب کرے۔

استاذ محترم حضرت شیخ الاسلام مولانا شبیر احمد عثمانی رحمہ اپنے فوائد میں فرماتے ہیں۔

"حواریین یعنی ایمان مسیح، تھوڑے سے تو گنے چنے آدمی تھے جو اپنے حسب و نسب کے لحاظ سے کچھ معزز نہیں سمجھے جاتے تھے انہوں نے حضرت مسیح کو قبول کیا اور ان کی دعوت پر بڑی قربانیاں دے کر دنیا میں پھیلا دیا۔"

حضرت شاہ صاحب لکھتے ہیں۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے بعد ان کے یاروں نے بڑی محنتیں کیں تب ان کا دین نشر ہوا ہمارے حضرت کے پیچھے ان کے خلفاء نے اس سے زیادہ کیا، والحمد للہ علیٰ ذلک اور شاید کہ تاریخ عالم میں یہ ان ہے ان کی مدد، ان کا اخلاص اور اللہ کی راہ میں قربانیاں تاریخ عالم میں اپنی مثال نہیں رکھتیں۔"

جب کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے حواریوں میں سے صرف چند نام ہی ملتے ہیں اور ان کی قربانیوں یا اخلاص و ہمدردی کا کوئی خاص کارنامہ بھی دنیا نے نہیں دیکھا بلکہ حضرت مسیح کے آسمان پر اٹھا لیے جانے کے بعد ان کے متبعین دو فرقوں میں بٹ گئے ایک ایمان پر قائم رہا اور دوسرے نے انکار کر دیا اور جو ایمان پر قائم رہے وہ بھی آپس میں دست و گریباں ہوتے رہے۔ حضرت مسیح کے مخلص نام لیوا نصاریٰ یہود پر غالب رہے اور نصاریٰ کی عام گمراہی کے بعد بچے کچھے افراد صحیح عقیدہ پر قائم رہ گئے تھے ان کو حق تعالیٰ نے نبی آخر الزمان صلی اللہ علیہ وسلم کے ذریعے دوسروں پر غلبہ عنایت فرمایا، حجت و برہان کے اعتبار سے بھی اور قوت و سلطنت کی حیثیت سے بھی۔ وللہ الحمد والمنۃ۔

(تفسیر فوائد عثمانی)

حوارئین مسیح کے بالمقابل حوارئین محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور انصار اللہ کی عظمت و منقبت

حضرت مسیح ابن مریم کے حواریوں کا ذکر آیت کَمَا قَالَ عِیْسَی ابْنُ مَرْیَمَ میں فرمایا گیا لیکن حق تعالیٰ شانہ نے جو عظمت و برتری حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے حوارئین یعنی انصار اسلام کو عطا فرمائی اس کے سامنے مسیح علیہ السلام کے حواریوں کی کوئی حقیقت نہیں جس طرح کہ ذرہ کو آفتاب سے کوئی نسبت نہیں ہو سکتی اور اس تفاوت کو تاریخ نے خود ثابت کر دیا ہے۔ حضرت شاہ ولی اللہ قدس سرہ ازالۃ الخفاء ، ج۱ ص ۲۵ میں فرماتے ہیں "اس آیت میں اس طرف اشارہ ہے کہ اللہ تعالیٰ دین اسلام کو تمام ادیان پر غالب فرمائے گا سو یہ بات علیٰ وجہ الاکمل والاتم آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں پائی گئی اس کی تکمیل آپ کے بعد خلفائے راشدینؓ کے دور مسعود میں ہوئی کہ مسلمانوں نے بڑے بڑے جہاد کیے اور فتوحات حاصل کیں یہی صورت عیسیٰ علیہ السلام کے حوارئین کے ساتھ ہوئی کہ انہیں بھی غلبہ بعد میں ہی حاصل ہوا۔

قتادہؒ اس آیت کی تفسیر میں بیان کرتے ہیں کہ بفضلہ تعالیٰ ایسا ہی یہ واقعہ بھی ہوا۔ مدینہ کے ستر اشخاص آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور مشرف با سلام ہوئے اور جمرۂ عقبہ کے نزدیک آپ کے دست مبارک پر بیعت کی اور آپ کی نصرت و اعانت کا عہد کیا چنانچہ انہوں نے مہاجرین کو ٹھکانہ دیا اور اللہ کے پیغمبر کی جان و مال سے مدد کی جس کے بعد اللہ تعالیٰ نے دین اسلام کو غلبہ عطا کیا اور یہ گروہ انصار کے نام سے پکارا گیا۔ دنیا میں ان کے سوا کسی قبیلہ اور گروہ کا نام آسمان سے انصار تجویز ہو کر نہیں اترا سوائے ان حضرات انصار کے۔

سیرت کی روایات میں ہے کہ اس بیعت عقبہ کے موقع پر ایک شخص نے عرض کیا یا رسول اللہ اگر ہم اللہ کی عبادت کریں اور آپ کی اطاعت و نصرت کریں تو ہمیں کیا ملے گا فرمایا دنیا میں فتح و ظفر اور آخرت میں جنت۔ راوی بیان کرتے ہیں کہ مسلمانوں نے ایسا ہی کر دکھایا اور بے شک اللہ نے ان کو اس کی یہی جزا دی۔

الغرض خاتم الانبیاء والمرسلین محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حواری یہ لوگ تھے اور کل قریش تھے بالخصوص عشرہ مبشرہ۔

حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ، حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ، حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ، حضرت علی ابن ابی طالب رضی اللہ عنہ، حضرت ابو عبیدہ بن الجراح رضی اللہ عنہ، حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ، حضرت سعید بن زید رضی اللہ تعالیٰ عنہ، حضرت طلحہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ، حضرت زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور حضرت عبد الرحمان بن عوف رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔ حوارئین رسول انصار و مہاجرین کے سرخیل مقتدیٰ و پیشوا

تھے، ان کی مساعی نے ایک تاریخ بن کر اقرب الغزوات کے اس وعدہ غیبیہ اسلام کو پیش کر کے دنیا کو دکھا دیا۔ وَلِلّٰهِ الْحَمْدُ حَمْدًا كَثِيرًا

تاریخ عالم گواہ ہے کہ
کفر کی تمام طاغوتی طاقتیں اللہ کا نور نہ بجھا سکیں

يُرِيدُونَ لِيُطْفِئُوا نُورَ اللّٰهِ بِأَفْوَاهِهِمْ

یہ مضمون سورۂ توبہ میں گزر چکا ہے جو یہاں بھی قدرے تغیر کے ساتھ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت و رسالت کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا گیا۔ مسیحیت کا ابطال کرتے ہوئے یہاں یہ ظاہر کیا گیا کہ نصاریٰ نے خصوصاً اور دیگر مذاہب نے عموماً حق تعالیٰ شانہ کی ذات و صفات میں جو غلو اور خلاف عقل عقائد اختیار کیے ہیں اور دین حق کی عداوت پر کمربستہ ہیں ان کی ایسی بیہودہ باتوں سے قہر و غضب خداوندی جوش میں آگیا ہے۔ اور بارگاہ رب العزت سے یہ طے ہو چکا کہ ان فرقوں کو مسلکوں اور دھرموں درہم برہم کر دیا جائے گا اور اس کی صورت بارگاہ خداوندی اور منشاء سے اس طرح تجویز ہوئی ہے کہ ایک رسول کو جو خاتم الانبیاء ہو ہدایت اور دین حق دے کر بھیجا جائے تاکہ وہ دین حق تمام ادیان پر غالب آ سکے اور غلبہ کے معنی یہ ہیں کہ تمام ادیان کو جڑوں سے اکھاڑ پھینکے ان کے عقائد باطلہ اور اوہام کی جڑیں کٹ جائیں اور ان کے حمایتی درہم برہم ہو جائیں اور کوئی شخص اس دین کی طرف، دوسروں کی دشمنی میں، دعوت دینے والا باقی نہ رہے اور ان ادیان کو جو دنیاوی اور مادی شوکت و عزت حاصل ہے اس کا خاتمہ ہو جائے۔

آپ کی بعثت کے وقت دنیا دو عظیم طاقتوں میں منقسم تھی ایک کسریٰ اور دوسری قیصر اور یہ دونوں بادشاہ دوسرے مذاہب پر غالب تھے اور اپنے اپنے مذہب کے حامی اور عظیم داعی تھے ان کی حکومت و بادشاہت اپنے مذاہب کی ترویج و اشاعت کا باعث بنی ہوئی تھی۔

روم، فارس، جرمنی، افریقہ، تمام یورپ، مصر اور بعض بلاد مغرب و حبش قیصر کی موافقت میں نصرانیت پر تھے۔ فارس، خراسان، توران اور ترکستان و عراق کسریٰ کی تبعیت میں مجوسیت کو اختیار کیے ہوئے تھے ان کے علاوہ باقی مذاہب جیسے مذہب یہود، ہنود، مشرکین اور صابئین کی ان دو مذہبوں کے مقابلہ میں کوئی قوت و شوکت نہ تھی بلکہ ان کے معتقد درہم برہم ہو چکے تھے۔

بارگاہ خداوندی سے جب مذاہب باطلہ کو مغلوب کرنے اور دین حق کو غالب کرنے کا ارادہ ہوا تو سرزمین حجاز میں ایک نبی پیدا فرمایا، کیونکہ سرزمین حجاز نہ تو کسریٰ کے تصرف میں تھی اور نہ ہی قیصر کے تصرف میں، اس لیے حق تعالیٰ شانہ نے اس سرزمین کو دین حق کی بادشاہت کے لیے منتخب فرمایا تاکہ اس علاقہ سے ظاہر ہو نور الٰہی

دین کسی سابق بادشاہت اور مادی طاقت سے مغلوب و مرعوب نہ ہو اور اسی سرزمین سے حق کی بادشاہت جو کہ دنیا کی دو عظیم طاقتوں قیصر و کسریٰ کو نشانہ بنایا جائے اور جب یہ دو سلطنتیں پامال ہو جائیں گی دوسرے باطل مذاہب تو خود پامال ہو جائیں گے۔

بعثت نبوی کا یہی مقصد تھا۔ اللہ رب العزت نے اس مقصد کی تکمیل کے لیے دین حق کی بنیادیں مضبوط کیں اور جزیرۂ عرب میں سوائے اسلام کے اور کوئی مذہب نہ رہا، قصر ہدایت کی بنیادیں مضبوط اور مکمل ہو گئیں اور کچھ عمارت بھی بن گئی کہ اسی حالت میں حضور پر نور صلی اللہ علیہ وسلم کو ملاء اعلیٰ اور رفیق اعلیٰ سے لحوق و اتصال کی دعوت آپہنچی اور اللّٰھم الرفیق الاعلیٰ فرماتے ہوئے اپنے رب سے جا ملے تو پھر اس دین حق کے غلبہ کی تکمیل آپ کے جانشینوں کے ہاتھوں پر ہوئی تاکہ جو ارادۂ الٰہی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت کے ضمن میں پنہاں تھا وہ آپ کے خلفاء کے ہاتھوں پر پورا ہو، سو الحمد للہ خلفائے راشدین کے ہاتھوں قیصر و کسریٰ کی سلطنتیں درہم برہم ہوئیں اور عیسائیت و مجوسیت مغلوب ہو کر مقہور ہوئی اور اس طرح دین حق ظاہر و غالب اور روشن ہوا۔ وللّٰہ الحمد حمدًا کثیرًا۔

تم بحمد اللہ تفسیر سورۃ الصف

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

سُوْرَةُ الْجُمُعَةِ

اٰيَاتُهَا ۱۱ ۔ ۶۲ سُوْرَةُ الْجُمُعَةِ مَدَنِيَّةٌ ۱۱۰ ۔ رُكُوْعَاتُهَا ۲

سورۂ جمعہ مدنی ہے اور اس میں گیارہ آیتیں اور دو رکوع ہیں۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

شروع اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم والا

يُسَبِّحُ لِلّٰهِ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ الْمَلِكِ

اللہ کی پاکی بولتا ہے جو کچھ آسمانوں میں اور زمین میں، بادشاہ

الْقُدُّوْسِ الْعَزِيْزِ الْحَكِيْمِ ① هُوَ الَّذِيْ بَعَثَ فِي

پاک ذات زبردست حکمت والا ۔ وہی ہے جس نے اٹھایا

الْأُمِّيِّينَ رَسُولًا مِّنْهُمْ يَتْلُوا عَلَيْهِمْ آيَاتِهِ وَيُزَكِّيهِمْ

ان پڑھوں میں ایک رسول ان ہی میں کا، پڑھتا ان پاس اس کی آیتیں اور ان کو سنوارتا

وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتَابَ وَالْحِكْمَةَ وَإِن كَانُوا مِن قَبْلُ

اور سکھاتا کتاب اور عقلمندی ۔ اور اس سے پہلے تھے وہ

لَفِي ضَلَالٍ مُّبِينٍ ﴿٢﴾ وَآخَرِينَ مِنْهُمْ لَمَّا يَلْحَقُوا بِهِمْ

صریح بھول میں ۔ اور ایک اوروں کے واسطے انہی میں سے جو ابھی نہیں ملے ان میں

وَهُوَ الْعَزِيزُ الْحَكِيمُ ﴿٣﴾ ذَٰلِكَ فَضْلُ اللَّهِ يُؤْتِيهِ

اور وہی ہے زبردست حکمت والا ۔ یہ بڑائی اللہ کی ہے ۔ دیتا ہے

مَن يَشَاءُ ۚ وَاللَّهُ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِيمِ ﴿٤﴾ مَثَلُ

جس کو چاہے ۔ اور اللہ کا فضل بڑا ہے ۔ کہاوت

الَّذِينَ حُمِّلُوا التَّوْرَاةَ ثُمَّ لَمْ يَحْمِلُوهَا كَمَثَلِ الْحِمَارِ

ان کی جن پر لادی توریت ۔ پھر نہ اٹھائی انہوں نے جیسے کہاوت گدھے کی

يَحْمِلُ أَسْفَارًا ۚ بِئْسَ مَثَلُ الْقَوْمِ الَّذِينَ كَذَّبُوا

پیٹھ پر لے چلتا ہے کتابیں ۔ بری کہاوت ہے ان لوگوں کی جنہوں نے جھٹلائیں

بِآيَاتِ اللَّهِ ۚ وَاللَّهُ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الظَّالِمِينَ ﴿٥﴾

اللہ کی باتیں ۔ اور اللہ راہ نہیں دیتا بے انصاف لوگوں کو ۔

قُلْ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ هَادُوا إِن زَعَمْتُمْ أَنَّكُمْ أَوْلِيَاءُ

تو کہہ اے یہود ہونے والو ! اگر تم دعوے کرتے ہو کہ تم دوست ہو

لِلَّهِ مِن دُونِ النَّاسِ فَتَمَنَّوُا الْمَوْتَ إِن كُنتُمْ

اللہ کے سب لوگوں کے سوا ۔ تو تم مناؤ مرنے کو ، اگر تم

صٰدِقِيْنَ ۝ وَلَا يَتَمَنَّوْنَهٗٓ اَبَدًاۢ بِمَا قَدَّمَتْ

سچے ہو۔ اور کبھی نہ منائیں گے مرنا جس واسطے آگے بھیج چکے ہیں

اَيْدِيْهِمْ ۭ وَاللّٰهُ عَلِيْمٌۢ بِالظّٰلِمِيْنَ ۝ قُلْ اِنَّ الْمَوْتَ

ان کے ہاتھ۔ اور اللہ کو خوب معلوم ہیں گنہگار۔ تو کہہ موت وہ ہے

الَّذِيْ تَفِرُّوْنَ مِنْهُ فَاِنَّهٗ مُلٰقِيْكُمْ ثُمَّ تُرَدُّوْنَ

جس سے تم بھاگتے ہو، سو وہ تم سے ملنی ہے پھر پھیرے جاؤ گے

اِلٰى عٰلِمِ الْغَيْبِ وَالشَّهَادَةِ فَيُنَبِّئُكُمْ بِمَا كُنْتُمْ

اس چھپے اور کھلے جاننے والے پاس، پھر جتاوے گا تم کو

تَعْمَلُوْنَ ۝

جو کرتے تھے۔

تکمیل بشارت عیسیٰ بن مریم بہ بعثت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم

وتنبیہ بر شقاوت اہل کتاب بوجہ انحراف از ایمان و اتباع نبی آخر الزمان صلی اللہ علیہ وسلم

قال اللہ تعالیٰ: يُسَبِّحُ لِلّٰهِ مَا فِي السَّمٰوٰتِ ... الیٰ ... بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ

(ربط) گزشتہ سورت میں خاص طور پر حضرت مسیح بن مریم علیہ السلام کی بعثت کا اہم مقصد بیان کیا گیا تھا آنے والے پیغمبر آخر الزمان محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت و نبوت کی بشارت سنانا تھا اور بنی اسرائیل کو اس بات پر مامور کرنا تھا کہ جب وہ نبی آخر الزمان مبعوث ہوں تو ان پر وہ لوگ ایمان لائیں تو اب اس سورت میں اللہ کی پاکی اور حمد و ثنا بیان کرتے ہوئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت کا ذکر فرمایا، ارشاد ہے

پاکی بیان کرتی ہے اللہ کی ہر وہ چیز جو آسمانوں اور زمین میں ہے کہ وہی ہے بادشاہ پاک ذات زبردست حکمتوں والا جس کی پاکی و عظمت اور بادشاہت پر کائنات کی ہر چیز گواہ ہے وہی پروردگار ہے جس نے بھیجا ہے ان پڑھوں میں ایک رسول انہی میں کا جو سناتا ہے ان کو اپنے پروردگار کی آیتیں

ہونا انسانی کمال ہے۔ اس کے برعکس اگر کسی قوم کے پاس سامان اور ذخیرۂ علم و ہدایت تو موجود ہو لیکن وہ اس سے استفادہ نہ کرے جیسے یہود تو ان کو بس اس طرح سمجھ لینا چاہئے۔ مثال ان لوگوں کی جن پر تورات لادی گئی لیکن پھر انہوں نے اس کو نہ اٹھایا تو ایک گدھے کی طرح ہے جو پشت پر کتابوں کا بوجھ لادے ہوئے چل رہا ہو، جس کو ظاہر ہے کہ کوئی احساس نہیں کہ اس پر بوجھ کس چیز کا ہے یہ علوم و حکمت کے گرانقدر ذخائر ہیں اور سنگ ہیں یا اینٹ پتھر ہیں۔ بالکل یہود نے یہی صورت کی ان پر تورات کا بوجھ رکھا گیا، اس کے ذمہ دار بنائے گئے مگر انہوں نے ان علوم و ہدایات کی کوئی پرواہ نہ کی نہ اس کو دل میں کوئی جگہ دی نہ اس کو پڑھا نہ اس پر عمل کیا تو ظاہر ہے کہ ایسی صورت میں ان علوم و ہدایات کے ذخیروں اور آسمانی صحیفوں کا ان پر بوجھ یقیناً ایسا ہی ہے کہ جیسے کتابوں کا انبار کسی گدھے پر لدا ہوا ہے۔

نہ محقق بود نہ دانشمند
چارپائے برو کتابے چند

شیخ الاسلام حضرت مولانا شبیر احمد عثمانیؒ اپنے فوائد میں فرماتے ہیں۔

"ایک گدھے پر بہت سی کتابیں علم و حکمت کی لاد دو، اس کو بوجھ میں دبنے کے سوا کوئی فائدہ نہیں وہ تو صرف ہری گھاس کی تلاش میں ہے اس بات سے کچھ سروکار نہیں رکھتا کہ پیٹھ پر لعل و جواہر لدے ہوئے ہیں یا خزف و سنگریزے۔ اگر شخص اسی پر فخر کرنے لگے کہ دیکھو میری پیٹھ پر کیسی کیسی عمدہ اور قیمتی کتابیں لدی ہوئی ہیں لہٰذا میں بہت بڑا عالم اور معزز ہوں تو اور زیادہ گدھا بنتا ہے"

اس مثال سے یہود کی اخلاقی اور عملی بیہودگی ظاہر فرمانے کے بعد فرمایا،

بہت ہی بری ہے مثال ان لوگوں کی جنہوں نے اللہ کی باتوں کو جھٹلایا اور جو بشارتیں و نشانیاں نبی آخر الزماں صلی اللہ علیہ وسلم کی کتب سماویہ میں تھیں ان کا انکار کیا اور تحریفات سے ان تمام حقائق کو مسخ کیا جو اللہ نے ان کو عطا کئے تھے تو اس سے بڑھ کر اور کیا ظلم ہوگا اور اللہ ہدایت نہیں دیتا ہے ایسے بے انصاف ظالم لوگوں کو اس لئے اب یہ توقع نہیں کی جا سکتی کہ ایسے بدبخت راہ حق پا سکیں گے۔ شقاوت و بدبختی کی یہ انتہا ہے کہ یہودی ایک طرف اللہ اور اس کے احکام کے خلاف کھلم کھلا بغاوت کر رہے ہیں، انکار آیات، تحریف کتاب، اپنے رسول کی نافرمانی ان کا طرز زندگی بنا ہوا ہو، اس کے ساتھ دوسری طرف دعویٰ ہو خدا کی محبت کا اور اس کے محبوب بندے ہونے کا تو اس پر حق تعالیٰ اپنے پیغمبر کو خطاب فرما رہے ہیں، کہہ دیجئے اے پیغمبر، اے لوگو! جو یہودی ہو گئے ہو اگر تم کو دعوٰے ہے کہ تم اللہ کے محبوب اور اس کے دوست ہو دوسرے تمام لوگوں کو چھوڑ کر تو تمنا کرو موت کی اگر تم اپنے دعوے میں سچے ہو، اس لئے کہ اللہ کی ملاقات کا ذریعہ تو بس یہی ہے کہ انسان دنیا سے گذر جائے تو ایسی صورت میں کہ کسی کو خدا سے محبت ہو وہ یقیناً خدا سے ملاقات کا مشتاق ہوگا اور جب اس شوق کی تکمیل حیات دنیوی کا رشتہ منقطع ہونے کی صورت ہی ہے تو لامحالہ یہ بھی محبوب ہوگی لیکن یہ لوگ قطعاً

حضرت آدم علیہ السلام کے جنت سے نکالے جانے کی حکمت

حضرت حکیم الامت مولانا محمد اشرف علی تھانوی قدس اللہ سرہ حضرت آدم علیہ السلام کے جنت سے نکالے جانے کی حکمت بیان کرتے ہوئے اپنے ایک وعظ میں فرماتے ہیں: "جمعہ کی فضیلت کے بارہ میں حدیث شریف میں آیا ہے فیہ ولد آدم وفیہ ادخل الجنۃ وفیہ اھبط الی الارض۔ اور اگر کسی کو یہ شبہ ہو کہ ہبوط الی الارض میں کون سی نعمت ہے جو اس کو دلائل فضیلت میں ذکر فرمایا یہ تو بظاہر نہایت درجہ تکلیف ہے تو اس شبہ کا جواب عارفین سے پوچھیے۔ حضرت مولانا محمد یعقوب صاحبؒ فرماتے تھے کہ بھائی اگر آدم علیہ السلام جنت سے نہ نکلتے تو ان کی اولاد میں سے کوئی نکلتا کیونکہ جو مخالفت ان کو ہوئی تھی وہی مخالفت ان کی اولاد کو بھی ہوتی اور یہ ظاہر ہے کہ اس مخالفت کے خلاف بہت لوگ کرتے نتیجہ یہ ہوتا کہ نکالے جاتے اور اخراج ایسی حالت میں ہوتا کہ جنت خود آباد ہوتی وہاں اس کے ماں باپ، بھائی بیٹے، بیوی بھی ہوتے ان سب سے علیحدہ کرکے اس کو دنیا میں بھیجا جاتا تو جنت میں ایک کہرام مچ جاتا تو وہ جنت مثل دوزخ ہو جاتی۔ اس لیے اللہ میاں نے حضرت آدمؑ کو وہاں سے زمین پر اتار دیا تاکہ یہ اولاد زمین پر پیدا ہو۔ یہ مصلحت تو حضرت آدم علیہ السلام کی اولاد کے حق میں ہے کہ جنت میں تکلیف ہونے سے بچا لیا۔ باقی حضرت آدم علیہ السلام کے حق میں جو حکمت تھی اس کو حاجی صاحب نور اللہ مرقدہٗ نے ارشاد فرمایا ہے کہ عارفوں کے لیے بہت بڑی نعمت معرفت ہے اور معرفت کی دو قسمیں ہیں ایک علمی اور ایک عینی، معرفت علمی تو یہ ہے کہ صفات کمال اور اس کے آثار کا علم ہو جائے اور معرفت عینی یہ ہے کہ اس صفت کے اثر کا مشاہدہ ہو جائے تو اس وقت آدمؑ کو معرفت علمی تو حاصل تھی لیکن معرفت عینی صرف بعض صفات کی حاصل تھی جیسے کہ منعم کہ اس صفت کا اس وقت مشاہدہ ہو رہا تھا لیکن بعض صفات کا مشاہدہ اس وقت نہ تھا مثلاً "تَوَّابٌ" کہ اس صفت کی معرفت علمی تو حاصل تھی باقی معرفت عینی حاصل نہ تھی، اور معرفت عینی افضل ہے معرفت علمی سے تو جنت سے علیحدہ کرکے دنیا تا لانے کو حضرت آدمؑ کی تکمیل عرفان مقصود تھی۔ پس یہ اخراج حقیقت میں عقوبت نہ تھی بلکہ تکمیل تھی۔ اور بعض قرائن سے آدم علیہ السلام کو اس کا کچھ پتہ بھی چل گیا تھا، چنانچہ ایک حدیث ہے کہ جب آدم علیہ السلام کی ناک میں روح داخل ہوئی تو آپ کو چھینک آئی، ارشاد ہوا کہو الحمد للہ اور فرشتوں کو حکم ہوا کہو یرحمک اللہ تو بعض روایات میں ہے کہ حضرت آدم علیہ السلام روئے اور کہا دعا نے رحمت سے معلوم ہوتا ہے کہ کوئی لغزش ضرور ہوگی اور توبہ کے بعد رحمت ہوگی اور اس کمال معرفت کی صحبت سے حضورؐ کو جیسا کہ آپ نے ارشاد فرمایا اتنا بخار چڑھتا تھا جتنا دو آدمیوں کو چڑھتا ہے چونکہ جس اہم کا یہ علم ہے اس کی معرفت حضورؐ کو علے وجہ الکمال عطا فرمائی تھی۔ (النور صـ۳۳)

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْۤا اِذَا نُوْدِيَ لِلصَّلٰوةِ

اے ایمان والو ! جب اذان ہو نماز کی

مِنْ يَّوْمِ الْجُمُعَةِ فَاسْعَوْا اِلٰى ذِكْرِ اللّٰهِ وَذَرُوا

دن جمعہ کے تو دوڑو اللہ کی یاد کو اور چھوڑ دو

الْبَيْعَ ۭ ذٰلِكُمْ خَيْرٌ لَّكُمْ اِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ ۝٩ فَاِذَا

بیچنا ۔ یہ بہتر ہے تمہارے حق میں اگر تم کو سمجھ ہے ۔ پھر جب

قُضِيَتِ الصَّلٰوةُ فَانْتَشِرُوْا فِي الْاَرْضِ وَابْتَغُوْا

تمام ہو چکے نماز ، تو پھیل پڑو زمین میں اور ڈھونڈو

مِنْ فَضْلِ اللّٰهِ وَاذْكُرُوا اللّٰهَ كَثِيْرًا لَّعَلَّكُمْ

فضل اللہ کا ، اور یاد کرو اللہ کو بہت سا ، تاکہ تم

تُفْلِحُوْنَ ۝١٠ وَاِذَا رَاَوْا تِجَارَةً اَوْ لَهْوَا ِۨانْفَضُّوْۤا

تمہارا بھلا ہو ۔ اور جب دیکھیں سودا بکتا یا کچھ تماشا ، تو بھاگ جائیں

اِلَيْهَا وَتَرَكُوْكَ قَاۗىِٕمًا ۭ قُلْ مَا عِنْدَ اللّٰهِ خَيْرٌ مِّنَ

اس کی طرف اور تجھ کو چھوڑ جائیں کھڑا ۔ تو کہہ جو اللہ کے پاس ہے سو بہتر ہے

اللَّهْوِ وَمِنَ التِّجَارَةِ ۭ وَاللّٰهُ خَيْرُ الرّٰزِقِيْنَ ۝١١

تماشے سے اور سودے سے ۔ اور اللہ بہتر ہے روزی دینے والا ۔

ترغیب اہل ایمان برائے اقامت جمعہ و تاکید سعی الی ذکر اللہ و ترک بیع و شراء بر اذان

آیات يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْۤا ... تا ... وَاللّٰهُ خَيْرُ الرّٰزِقِيْنَ

ایک حدیث میں ہے: وفیہ خلق آدم وفیہ ادخل الجنۃ وفیہ اخرج منہا و فیہ تقوم الساعۃ، وفیہ ساعۃ لا یوافقها عبد مؤمن یسأل اللہ خیراً الا اعطاہ ایاہ؛ کہ اسی دن ان کو جنت سے زمین پر اتارا گیا تاکہ خلافۃ اللہ فی الارض کا عظیم منصب عطا ہو اور اس ارادۂ الٰہیہ کی تکمیل ہو جس کا اظہار ملائکہ کے سامنے فرمایا گیا تھا۔ اِنِّیْ جَاعِلٌ فِی الْاَرْضِ خَلِیْفَۃً اور اسی منصب کی عظمت و منزلت کے ظاہر کرنے کے لیے ملائکہ کو آدمؑ کے لیے سجدہ کا حکم دیا گیا الغرض اس طرح جنت سے زمین پر اترنا بھی ایک بڑی عظمت و منقبت کی تکمیل تھی جو جمعہ کے روز ہوئی اور فرمایا اسی روز قیامت قائم ہوگی اور اسی میں ایک ایسی ساعت ہے کہ اس میں مومن بندہ جو کچھ بھی اللہ سے مانگے اللہ اسکو ضرور عطا کرتا ہے۔

ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔

نحن الآخرون السابقون یوم القیامۃ بید انهم اوتوا الکتاب من قبلنا ثم هذا یومهم الذی فرض اللہ علیهم فاختلفوا فیه فهدانا اللہ له فالناس لنا فیه تبع الیهود غداً والنصاریٰ بعد غدٍ۔ عه

کہ ہم لوگ دنیا میں آنے والوں میں آخر ہیں لیکن قیامت کے روز ہم ہی سابقین ہیں، بس فرق یہ ہے کہ انکو کتاب ہم سے پہلے دی گئی تو اس سبقت کی وجہ سے یہ نہیں ہوگا وہ قیامت کے روز بھی ہم سے سابق ہوں، قیامت میں سبقت حاصل کرنے والے ہم ہی ہوں گے پھر آپ نے فرمایا یہ جمعہ کا دن وہ تھا کہ اللہ نے ان پر بھی فرض کیا تھا (کہ اس کو خاص عظمت اور عبادت کے لیے مخصوص کرو) لیکن وہ اس بارہ میں مختلف رہے اور بھٹکتے رہے) تو اب اور لوگ اہل کتاب ہیں ہمارے پیچھے ہیں، یہودیوں کا دن کل ہے یعنی سنیچر اور نصاریٰ کا دن آئندہ کل کے بعد یعنی اتوار کہ ان دونوں کو یہود و نصاریٰ نے تعظیم اور خاص عبادت کے لیے مقرر کیا۔

یہود و نصاریٰ کے اختلاف کی مراد یا تو یہ ہے کہ اللہ نے ان کے واسطے بھی یہ دن مقرر کیا تھا لیکن انہوں نے اللہ کے حکم سے اختلاف کرتے ہوئے کسی نے یوم السبت متعین کیا کسی نے یوم الاحد یعنی اتوار، یہ اللہ تعالیٰ کی رحمت ہے اس نے ہمیں یہ توفیق بخشی کہ ہم نے اس کے حکم کے مطابق جمعہ مقرر کیا۔

یا بقول بعض شارحین مراد یہ ہے کہ ہفتہ کے سات دنوں میں ایک دن خاص عبادت و تعظیم کے لیے اللہ نے اپنے علم میں رکھا تھا جب اہل کتاب کو حکم ہوا کہ ایک دن متعین کرو تو یہود و نصاریٰ بھٹکتے ہی رہے اور

عه صحیح بخاری، وفی روایۃ المسلم فاضل اللہ عن الجمعۃ من کان قبلنا الخ۔

مبارک دن دے کر کے لیکن اللہ نے امت محمدیہ کو یہ توفیق دی کہ انہوں نے خود اپنے باطنی تقاضوں اور تعلیم الٰہیہ سے یہ دن خاص اجتماع اور عبادت کا تجویز کیا وہ جمعہ کا دن تھا قرآن کا انتخاب اللہ کے ارادہ اور مشیت کے مطابق ہو گیا اور یہ سب کچھ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات سراپا برکت کی بدولت ہوا۔

مصنف عبدالرزاق میں اسناد صحیح کے ساتھ محمد بن سیرینؒ سے نقل کیا گیا، فرمایا کہ جمعہ مقرر ہونے سے پہلے کے بعد سب مدینہ میں اسلام پھیل گیا تو انصار نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی مدینہ منورہ میں تشریف آوری سے قبل اور جمعہ کے نازل ہونے سے پہلے ایک دفعہ جمع ہو کر مشورہ کیا اس مشورہ میں یہ بات طے کی گئی۔ یہود کیلئے ایک دن خاص اجتماع کا مقرر کیا ہوا ہے وہ اس میں جمع ہو کر اپنی عبادت کرتے ہیں۔ نصاریٰ نے بھی اسی طرح ہفتہ میں ایک دن اپنی عبادت وتعلیم کا مقرر کیا ہوا ہے تو ہمیں بھی چاہیے کہ ایک دن ہم بھی متعین کرلیں جس میں جمع ہو کر لیں۔ اللہ کا ذکر کریں، اس کی حمد وثنا کریں اور اس کی نعمتوں کا شکر ادا کریں اور نماز پڑھیں تو اس کے واسطے سب نے یوم العروبہ یعنی جمعہ مقرر کیا اور سب انصار جمع ہو کر اسعد بن زرارہؓ کے پاس پہنچے انہوں نے جمعہ کے دن سب انصار کو نماز پڑھائی اس کے بعد یہ آیت نازل ہوئی۔ إِذَا نُودِيَ لِلصَّلَوٰةِ مِن يَوْمِ الْجُمُعَةِ ۔

ابن خزیمہ وغیرہ محدثین نے کعب بن مالک رضی اللہ عنہ سے یہ نقل کیا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی مدینہ منورہ تشریف آوری سے قبل سب سے پہلے جس نے جمعہ پڑھایا وہ سعد بن زرارہؓ ہیں۔

یوم جمعہ کی خصوصیات میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد فرمانا کہ اسی دن آدمؑ کی مٹی جمع کی گئی اور ان کو پیدا کیا گیا پھر یہ فرمانا کہ اسی دن قیامت قائم ہوگی۔ اس بات کی طرف اشارہ کرتا ہے کہ یوم جمعہ درحقیقت انسان کو اس کا مبداء ومعاد یاد دلانے والا دن ہے اس دن اس کو چاہیے کہ اپنے مبداء پر غور کرے اور پھر یہ کہ قیامت میں پھر مبعوث ہونا ہے اور اسی طرح اس کی فکر وتیاری کا قلب میں تقاضا پیدا کرے اور یہ سمجھے کہ جس طرح اللہ رب العزت نے منتشر ذرات زمین کے اجزاء کو جمع کر کے آدمؑ کو پیدا کیا اسی طرح نفخ صور پر قیامت کے روز تمام انسانوں کو جمع کریں گے ان کے اجزاء بدنیہ خواہ کسی بھی جگہ اور کسی بھی حالت میں ہوں ہر حالت سے ان کو یکجا جمع کریں گے اور مجموعہ ارواح اپنے ابدان کے ساتھ جمع ہو جائیں گی۔ پھر ہر شخص کے ساتھ اس کے اعمال وافعال جمع ہوں گے غرض اجتماعیت کی یہ کچھ بھی نوعیت یوم جمعہ کے ساتھ وابستہ کر دی گئی پھر یہ کہ اس دن ایک شہر کے سب مسلمان بھی یکجا جمع ہو کر نماز ادا کرتے ہیں قرآن مجید وغیرہ سے اجتماعیت اس دن کے ساتھ ظاہر ہو رہی ہے۔

ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ ہر مسلمان پر اللہ کا یہ حق ہے کہ ہر سات روز میں ایک دن (یوم جمعہ) غسل کرے اپنے بدن اور سر کو خوب دھوئے، جمعہ کی

ف صحیح مسلم جلد ا

عظمت و فضیلت میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے منقول ہے کہ جمعہ کی نماز ایک جمعہ سے دوسرے جمعہ تک گناہوں کا کفارہ ہے۔

اوس بن اوس الثقفیؓ بیان کرتے ہیں میں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا آپ فرماتے تھے جس شخص نے جمعہ کے روز غسل خوب نظافت و صفائی سے کیا اور صبح جلدی ہی مسجد کے لیے روانہ ہوا اور اوّل وقت ہی پہنچ گیا اور پیدل چلا کسی سواری پر سوار ہو کر نہیں چلا اور امام کے قریب بیٹھا اور اس کا خطبہ توجہ سے سنا کوئی لغو کام نہیں کیا تو اس شخص کے لیے ہر قدم پر جو اس نے اٹھایا ہے ایک سال کے روزوں اور قیام اللیل کا اجر ہے۔ اسی طرح دیگر احادیث میں فضائل جمعہ متعدد وجوہ سے ذکر فرمائے گئے۔

(کتب احادیث کی مراجعت فرمائی جائے)

اِذَا نُوْدِیَ لِلصَّلٰوۃِ مِنْ یَّوْمِ الْجُمُعَۃِ کی تفسیر میں زہریؒ سے منقول ہے بیان کرتے ہیں کہ سائب بن یزیدؓ نے فرمایا جمعہ کے روز پہلی اذان آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں اس وقت ہوتی تھی جب امام خطبہ کے لیے منبر پر بیٹھتا یہی دستور ابوبکر صدیق اور عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے زمانہ میں رہا جب عثمان غنی رضی اللہ عنہ کا دور خلافت آیا اور فتوحات کی وجہ سے مسلمانوں کی تعداد بہت زیادہ ہو گئی تو عثمان غنیؓ نے مقام زوراء پر ایک اذان کا اضافہ فرمایا جو خطبہ کی اذان سے پہلے ہوتی ہے، تمام فقہاء اس پر متفق ہیں کہ حرمت بیع کا جو حکم اذان جمعہ پر نازل ہوا تھا اب وہ اسی اذان پر ہوگا جو قبل از خطبہ ہوتی ہے اور اس کو حضرت عثمانؓ نے اضافہ فرمایا کیونکہ اذا نودی کا عموم اس پر صادق آتا ہے کہ نفس نداء جمعہ پر حرمت بیع کا حکم مرتب ہو۔ حضرات صحابہ ابتداء میں خود ہی اس قدر جلد مسجد میں آجاتے تھے کہ اذان خطبہ ان کی موجودگی میں ہوتی۔ لیکن جب مسلمانوں کی کثرت ہو گئی اور تجارتی کاروبار کی وسعت ہو گئی تو اندیشہ تھا کہ اذان خطبہ سن کر لوگ گھروں سے نکلیں گے اور دکانیں بند کریں گے تو خطبہ فوت ہو جائے گا جس کا سننا ضروری ہے اس وجہ سے ایک اذان کا اضافہ کیا گیا تا کہ خطبہ شروع ہونے سے قبل لوگ مسجد میں پہنچ جائیں اور فَاسْعَوْا اِلٰی ذِکْرِ اللہِ میں لفظ اِلٰی (جو غایت کے معنی پر دلالت کرتا ہے) خود اس مفہوم کی تعیین کر رہا ہے کہ سعی اور جمعہ کی تیاری ذکر اللہ تک پوری ہو جانی چاہیئے اور وہ ظاہر ہے اس صورت میں ممکن ہے کہ خطبہ سے قبل ایک اذان کے ذریعے لوگوں کو بلا دیا جائے۔ گویا حضرت عثمان غنیؓ کا اس اذان کا اضافہ کرنا قرآن کریم کے الفاظ سے ماخوذ معلوم ہوتا ہے پھر یہ کہ وہ خلفاء راشدین میں سے تھے اور ان میں سے ہر ایک کا حکم اور سنت شریعت کا قانون ہے علاوہ ازیں جملہ صحابہ نے اس عمل کو درست قرار دیا تو صحابہ کا اجماع بھی قانون شریعت ہے۔ نص قرآنی سے جس اذان جمعہ پر بیع و شراء ترک کرنے

۔ ائمہ محدثین نے سنن میں اوس روایت کو بیان کیا ہے اور امام ترمذی نے اس کو حدیث حسن فرمایا۔ واللہ اعلم بالصواب۔ ۱۲

کا حکم ہے یعنی اذان جمعہ کے بعد خرید و فروخت کی ممانعت کی گئی۔ اسی بناء پر تمام ائمہ اور فقہاء کا اس پر اتفاق ہے کہ جب اذان جمعہ کے بعد ہر قسم کا کاروبار بیع و شراء حرام ہے اور اس کی اہمیت و تاکید اور تصیحت کے انداز میں قرآن کریم نے دکانیں بند کر دینے کو اور خرید و فروخت ترک دینے کو فرمایا ہے اس کے اچھے ہونے میں شک نہیں کہ اذان جمعہ کے بعد کسب معاش میں مشغول کو حلال رزق شمار کیا جائے اسی وجہ سے اس کی حرمت پر امت کا اجماع ہے۔

حافظ ابن کثیرؒ دمشقی نے عراک بن مالکؓ سے نقل کیا ہے کہ جب وہ جمعہ کی نماز سے فارغ ہو کر لوٹتے تو مسجد کے دروازہ پر کھڑے ہوتے اور یہ کہتے کہ اے اللہ میں نے تیری ندا پر حاضری دی اور تیرا فرض ادا کر چکا اور اب تیری زمین کی تلاش کے لیے نکلتا ہوں جیسا حکم تو نے دیا ہے پس اپنے فضل سے رزق عطا فرما۔ تو خیر الرازقین ہے۔

بعض سلف سے منقول ہے کہ جو شخص جمعہ کے بعد خرید و فروخت کرے گا اس کو جمعہ کے لیے اس نے اپنا کاروبار جلد بند کر دیا تھا تو اللہ تعالیٰ اس کو ستر گنا نفع عطا فرمائے گا۔

تم بحمد اللہ تفسیر سورۃ الجمعہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

سورۃ المنافقون

یہ سورت بھی دیگر مدنی سورتوں کی طرح اسلام کے بنیادی احکام اور شریعت کے اہم فیصلوں پر مشتمل ہے۔ سورت کے مضامین نفاق کی مذمت اور منافقین کی بدترین خصلتوں کے بیان پر مشتمل ہیں ابتداء میں منافقین کی اخلاقی برائیاں ذکر فرمائی گئیں اور یہ کہ دھوکہ فریب اور جھوٹ ان کی زندگی کا حاصل ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور مسلمانوں کے ساتھ ان کے ذلیل کردار کی مثال دنیا میں نہیں مل سکتی ان کے بیہودہ اقوال اور لغو عقائد و خیالات کا بھی ذکر کیا گیا اور یہ کہ آخرت میں ان منافقوں کے واسطے نہایت شدید عذاب اور دنیا میں ذلت و رسوائی کا فیصلہ ہو چکا ہے۔

سورت کے آخر میں مسلمانوں کو نصیحت کی گئی کہ دنیا کی رغبت و زینت میں مشغول ہو کر خدا کی یاد اور حق کی اطاعت سے غافل نہ ہوں اگر ایسا ہوا تو یہ بہت بڑی بدنصیبی ہوگی اس پر سورت ختم فرمائی گئی۔

اٰیاتُہا ۱۱ ۶۳ سُوْرَۃُ الْمُنٰفِقُوْنَ مَدَنِیَّۃٌ ۱۰۴ رکوعاتہا ۲

سورۂ منافقون مدنی ہے، اور اس میں گیارہ آیتیں اور دو رکوع ہیں

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

شروع اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم والا۔

اِذَا جَآءَكَ الْمُنٰفِقُوْنَ قَالُوْا نَشْهَدُ اِنَّكَ لَرَسُوْلُ

جب آویں تیرے پاس منافق کہیں ہم قائل ہیں، تو رسول ہے

اللّٰهِ ۘ وَاللّٰهُ يَعْلَمُ اِنَّكَ لَرَسُوْلُهٗ ؕ وَاللّٰهُ يَشْهَدُ اِنَّ

اللہ کا۔ اور اللہ جانتا ہے کہ تو اس کا رسول ہے۔ اور اللہ گواہی دیتا ہے کہ

الْمُنٰفِقِيْنَ لَكٰذِبُوْنَ ۚ﴿۱﴾ اِتَّخَذُوْۤا اَيْمَانَهُمْ جُنَّةً

یہ منافق جھوٹے ہیں ۔ رکھی ہیں اپنی قسمیں ڈھال بنا کر،

فَصَدُّوْا عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ؕ اِنَّهُمْ سَآءَ مَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ﴿۲﴾

پھر روکتے ہیں اللہ کی راہ سے ۔ یہ لوگ برے کام ہیں جو کر رہے ہیں۔

ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ اٰمَنُوْا ثُمَّ كَفَرُوْا فَطُبِعَ عَلٰى قُلُوْبِهِمْ فَهُمْ

یہ اس پر کہ وہ ایمان لائے پھر منکر ہو گئے، پھر مہر ہو گئی ان کے دل پر سو اب

لَا يَفْقَهُوْنَ ﴿۳﴾ وَاِذَا رَاَيْتَهُمْ تُعْجِبُكَ اَجْسَامُهُمْ ؕ وَ

وہ نہیں بوجھتے ۔ اور جب تو دیکھے ان کو، خوش لگیں تجھ کو ان کے ڈیل، اور

اِنْ يَّقُوْلُوْا تَسْمَعْ لِقَوْلِهِمْ ؕ كَاَنَّهُمْ خُشُبٌ مُّسَنَّدَةٌ ؕ

اگر بات کہیں سنے تو ان کی بات، کیسے ہیں جیسے لکڑی لگادی دیوار سے۔

يَحْسَبُوْنَ كُلَّ صَيْحَةٍ عَلَيْهِمْ ؕ هُمُ الْعَدُوُّ فَاحْذَرْهُمْ ؕ

جو کوئی چیخے جانیں ہم ہی پر بلا آئی۔ وہی ہیں دشمن، ان سے بچتا رہ۔

قَاتَلَهُمُ اللّٰهُ ۚ أَنّٰى يُؤْفَكُونَ ④ وَإِذَا قِيلَ لَهُمْ تَعَالَوْا

گردن مارے ان کی اللہ، کہاں سے پھرے جاتے ہیں، اور جب کہیے ان کو آؤ

يَسْتَغْفِرْ لَكُمْ رَسُولُ اللّٰهِ لَوَّوْا رُءُوسَهُمْ وَرَأَيْتَهُمْ

معاف کروا دے تم کو رسول اللہ کا، مٹکاتے ہیں اپنے سر، اور تو دیکھے کہ

يَصُدُّونَ وَهُمْ مُسْتَكْبِرُونَ ⑤ سَوَاءٌ عَلَيْهِمْ

وہ رکتے ہیں اور غرور کرتے ہیں۔ برابر ہے ان پر

أَسْتَغْفَرْتَ لَهُمْ أَمْ لَمْ تَسْتَغْفِرْ لَهُمْ ۚ لَنْ يَغْفِرَ اللّٰهُ

تو معافی چاہے ان کی یا نہ چاہے، ہرگز نہ معاف کرے گا اللہ ان کو

لَهُمْ ۚ إِنَّ اللّٰهَ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الْفٰسِقِينَ ⑥ هُمُ الَّذِينَ

اللہ بیشک اللہ راہ نہیں دیتا بے حکم لوگوں کو۔ وہی ہیں جو

يَقُولُونَ لَا تُنْفِقُوا عَلٰى مَنْ عِنْدَ رَسُولِ اللّٰهِ حَتّٰى

کہتے ہیں مت خرچ کرو ان پر جو پاس رہتے ہیں رسول اللہ کے، جب تک کہ

يَنْفَضُّوا ۗ وَلِلّٰهِ خَزَائِنُ السَّمٰوٰتِ وَالْأَرْضِ وَلٰكِنَّ

متفرق ہو جاویں، اور اللہ کے ہیں خزانے آسمانوں کے اور زمین کے، اور لیکن

الْمُنٰفِقِينَ لَا يَفْقَهُونَ ⑦ يَقُولُونَ لَئِنْ رَجَعْنَا إِلَى

منافق نہیں سمجھتے۔ کہتے ہیں البتہ اگر ہم پھر گئے

الْمَدِينَةِ لَيُخْرِجَنَّ الْأَعَزُّ مِنْهَا الْأَذَلَّ ۚ وَلِلّٰهِ الْعِزَّةُ

مدینہ کو، تو نکال دے گا جس کا زور ہے بے قدر لوگوں کو، اور زور اللہ کا ہے

وَلِرَسُولِهِ وَلِلْمُؤْمِنِينَ وَلٰكِنَّ الْمُنٰفِقِينَ لَا

اور اس کے رسول کا، اور ایمان والوں کا، لیکن منافق نہیں

يَعْلَمُونَ ۝

ترجمہ

مذمت نفاق و منافقین و تحقیق بیہودہ خصال منافقین

قال اللہ تعالیٰ اِذَا جَآءَكَ الْمُنٰفِقُوْنَ ۔۔۔۔۔۔ الیٰ ۔۔۔۔۔۔ وَلٰكِنَّ الْمُنٰفِقِيْنَ لَا يَعْلَمُوْنَ

(ربط) سورۃ الصف اور سورۃ الجمعہ میں اسلام کی عظمت و غلبہ اور اہل ایمان کے خصوصی احوال کا بیان تھا اور یہ کہ دین کے دشمن خواہ کتنی بھی سازشیں اسلام کے خلاف کریں لیکن اسلام کے غلبہ اور ظہور کو کافروں کی طاقتیں ذرہ برابر بھی نقصان نہیں پہنچا سکتیں۔ اب اس سورت میں منافقین کی مذموم خصلتیں ذکر کی جا رہی ہیں کہ وہ اسلام کے لبادہ میں کس طرح اسلام اور مسلمانوں کو نقصان پہنچانے کے درپے رہتے ہیں۔ مقصود بیان یہ ہے کہ ان کی یہ کوششیں اسلام کو انشاء اللہ کوئی نقصان نہ پہنچا سکیں گی۔ ساتھ ہی منافقین کے ذلیل اور گندے کردار کو واضح کر دیا گیا تاکہ مسلمان سمجھ لیں کہ نفاق کی علامات اور خصلتیں کیا ہوتی ہیں اور منافقین کا کردار کیسا ہوتا ہے اور اس طرح یہ حقیقت بھی سمجھی جا سکے کہ ایسی خصلتوں کا حامل شخص منافق ہی ہو سکتا ہے خواہ اپنی زبان سے مسلمان ہونے کا دعویٰ کرتا ہو، فرمایا۔

اے ہمارے پیغمبر! جب آپ کے پاس منافقین آتے ہیں تو کہتے ہیں ہم گواہی دیتے ہیں کہ آپ اللہ کے رسول ہیں گواہی تو نام ہے اس اقرار و اعلان کا جو دل کے اعتقاد کے مطابق ہو اور منافق جب دل سے رسول خدا کی رسالت پر ایمان نہیں رکھتا تو اس کا یہ کہنا کہ ہم گواہی دیتے ہیں جھوٹ اور دھوکہ ہوا، اس لیے ارشاد ہوا اور اللہ جانتا ہے کہ آپ اس کے سچے رسول ہیں اور اللہ گواہی دیتا ہے کہ منافقین جھوٹے ہیں۔ جب وہ واقع میں آپ کی رسالت کے قائل ہی نہیں تو پھر اس طرح کا اظہار محض دھوکہ اور فریب ہے اور اپنی اغراض حاصل کرنے کے لیے اس زبانی اقرار کو بہانہ بنایا ہوا ہے۔ حالانکہ خود بھی ان کو اس امر کا احساس ہے کہ وہ جھوٹ بول رہے ہیں۔ ان منافقین نے تو اپنی قسموں کو ڈھال بنا رکھا ہے۔ جب بھی کوئی گرفت ہو تو قسمیں کھا کر اپنی جان بچا لیں، مسلمانوں کے حملوں سے تحفظ حاصل ہو جائے کہ جس طرح دوسرے کافروں اور مشرکوں کے خلاف غزوات و جہاد کی صورت ہوتی ہے یہ ایسے حملوں سے بچے ہیں۔ اسی کے ساتھ پھر یہ بھی مذموم حرکت کر رہے ہیں۔ دوسروں کو بھی اللہ کی راہ سے۔ یقیناً بہت ہی برا ہے یہ کام جو منافقین کر رہے ہیں کیونکہ ان کی جھوٹی قسموں کا ضرر صرف اپنی حد تک محدود نہیں رہتا بلکہ دوسروں کو دھوکہ لگتا ہے اور اس کے علاوہ بھی دوسرے حربے اور طریقے استعمال کرتے ہیں تاکہ کوئی اسلام کے قریب نہ آئے تو ظاہر ہے اس سے زیادہ برا کردار کیا ہو سکتا ہے یہ سب کچھ اس وجہ سے کہ انہوں نے پہلے ایمان کا دعوے کیا پھر کفر کیا تو مہر لگ

دی گئی ان کے دلوں پر اس کا نتیجہ ہے کہ وہ اب کچھ نہیں سمجھتے جب دلوں پر مہر لگ گئی تو اندر کے کفر اور گندگی کے نکلنے اور دور ہونے کی توقع نہیں ہو سکتی اور نہ ہی باہر سے اب کوئی ہدایت ونصیحت ان کے دلوں تک سرایت کر سکتی ہے، دل مسخ ہیں کفر و نفاق جھوٹ اور دھوکہ کی گندگیاں اندر بھری ہیں مگر ظاہری حال انہوں نے ایسا بنا رکھا ہے کہ اے مخاطب جب تو ان کو دیکھے تو تجھ کو اچھے لگیں گے ان کے اجسام ڈیل ڈول میں بہت اچھے لگتے ہوں گے، چکنے چپڑے، اپنی وضع اور ہیئت ایسی بنائیں گے کہ ظاہری نظر سے دیکھنے والا ان کو بڑا ہی شریف اور بھلا مانس سمجھے اور اگر وہ بات کریں تو ایسی لچھے دار میٹھی باتیں کریں کہ فصاحت و بلاغت اور چرب لسانی کی بنا پر توجہ کے ساتھ تو ان کی بات سننے لگے۔ اس ظاہری بناؤ سنوار، چکنی چپڑی باتوں سے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ گویا وہ لکڑیاں ہیں جن کو سہارا دے کر کھڑا کر دیا گیا ہے جو دیکھنے میں موٹے تازے شہتیر نظر آتے ہیں لیکن وہ صرف دیکھنے ہی کی حد تک ہیں دیوار کے ساتھ کھڑے ہیں ان کے اندر کچھ نہیں ایسے کھوکھلے ہیں کہ ایک لمحہ بھی وہ سہارا نہ رہے تو گر پڑیں اسی طرح منافقین اپنے نفاق کی گندگیوں اور ایمان وصداقت کے جوہر سے عاری ہونے کے باعث محض سہارے پر کھڑے ہیں، نہ ان کی کوئی بنیاد ہے اور نہ ان میں کوئی قوت ہے مضبوطی اور قوت تو ایمان وصداقت سے ہوتی ہے تو یہ اپنی کمزوری اور بزدلی میں ایسے ہیں کہ ہر چیخ کو اپنے اوپر ایک بلا سمجھتے ہیں بزدلی اور نامردی کا یہ عالم ہے کہ ذرا بھی کہیں شور و غل سن لیں تو دل دہل جائیں اور سمجھنے لگیں کہ اب ہم پر کوئی آفت آئی اور ہر وقت اس ڈر سے ان کے دل لرزتے رہتے ہیں کہ ہماری منافقانہ حرکتوں اور دغابازیوں کا پردہ چاک نہ ہو اور ایسا تو نہیں ہماری ان حرکتوں کی پاداش میں ہم پر کوئی افتاد پڑ جائے خواہ وہ کتنے ہی کمزور ہوں بہر کیف اے مخاطب! ہمارے پیغمبر ان سے بچتے رہو، دغابازوں سے اعتماد عقل و فطرت کا تقاضا ہے، خدا انہیں غارت کرے کہاں بھٹکتے رہتے ہیں۔

منافقین اگرچہ اپنی بیہودہ خصلتوں اور دلوں کے روگ سے ایمان کی دولت اور اس کی صلاحیت کھو بیٹھے تھے مگر پھر بھی بعض مرتبہ جب ان کی منافقانہ سازشیں کھل جائیں اور کذب وخیانت کا پردہ فاش ہو جاتا تو کچھ لوگ ان کو سمجھانے کا ارادہ کرتے تو ایسی صورت میں جب ان سے کہا جاتا ہے کہ آ جاؤ راہ راست پر اور اپنی گندگیوں سے تائب ہو کر رسول خدا کے پاس معافی کے لیے حاضر ہو جاؤ انسان جب تک دنیا میں زندہ ہے قبول حق اور توبہ کا دروازہ اس کے واسطے کھلا ہے تم اگر تائب ہو کر ایمان لاتے ہوئے

ف شیخ الاسلام حضرت علامہ عثمانیؒ اپنے فوائد میں یہاں ایک لطیف بات فرما گئے، فرمایا خشک اور بیکار لکڑی جو دیوار سے لگا کر کھڑی کر دی جائے محض بے جان اور لایعقل دیکھنے میں کتنی موٹی مگر ایک منٹ بھی بدون سہارے کے کھڑی نہیں رہ سکتی ہاں ضرورت پڑے تو جلانے کے کام آ سکتی ہے یہی حال ان لوگوں کا ہے ان کے موٹے فربہ جسم اور تن و توش سب ظاہری ڈول ہیں اندر سے خالی ہے حال محض جہنم کا ایندھن بننے کے لائق ہیں ۱۲

رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس پہنچ جاؤ گے تو استغفار کریں گے اور معافی طلب کریں گے تمہارے واسطے اللہ کے رسول تو اپنے سر ہلاتے ہیں تمسخر اور استہزاء کی شکل اختیار کرتے ہوئے گردن ہلا کر اور سر مٹکا کر رہ جاتے ہیں۔ اور حال یہ کہ وہ غرور و تکبر کرتے ہوئے رکے رہیں اور انتہائی بیہودگی کا اظہار کرتے ہوئے کہہ دیتے ہیں کہ ہم کو رسول اللہ کے استغفار کی ضرورت نہیں تو ظاہر ہے کہ جو قوم خدا کی رحمت اور معافی سے اس قدر بے رغبتی برتے اس کے واسطے یہی ہے کہ اے ہمارے پیغمبر ان پر برابر ہے کہ آپ ان کے واسطے استغفار کریں یا نہ کریں۔ اللہ ہرگز ان کی مغفرت نہیں کرے گا۔ بے شک اللہ تعالٰی ہدایت نہیں دیتا ہے نافرمان لوگوں کو ایسے نافرمان جن کا حق کی طرف کوئی رخ اور ادنیٰ توجہ بھی نہ ہو بلکہ ہر مرحلہ پر وہ دین کا مذاق ہی اڑاتے ہوں۔

ان باطنی گندگیوں کے علاوہ اخلاقی معیار سے اس قدر ذلیل ہیں کہ دنیا میں اس طبقہ سے زیادہ بداخلاق اور ذلیل کوئی نہیں ہو سکتا۔ چنانچہ یہ منافقین جو یہ کہتے ہیں مت خرچ کرو ان لوگوں پر جو رسول اللہ کے قریب ہیں یہاں تک کہ وہ آپ سے دور اور متفرق ہو جائیں اور آپ کا تعلق اور مجلس میں آمد و رفت ترک کر دیں۔ اس وقت تک کسی کی کوئی امداد و اعانت نہ کرو۔ ایسے ذلیل اور بداخلاق منافقوں سے کہہ دینا چاہئے اور اللہ ہی کے لیے ہیں خزانے زمینوں اور آسمانوں کے، و لیکن منافقین سمجھتے نہیں کہ جس مالک کے قبضہ میں ساری کائنات اور آسمان و زمین کے خزائن ہیں کیا وہ مالک اپنے رسول کے پاس رہنے والوں کی مدد نہیں کرے گا۔ اور کیا ان کو رزق نہیں دے گا؟ رزق تو اصل میں اللہ ہی دیتا ہے اگر کوئی صاحب مال و استطاعت شخص کسی کی دو چار مرتبہ کچھ مدد کرے گا تو یہ اس کی بے وقوفی ہوگی کہ وہ اپنے کو رازق سمجھنے لگے اور یہ سوچنے لگے کہ میں فلاں کی مدد نہ کروں گا تو وہ بھوکا مر جائے گا تو یہ ہے وہ بدعقلی اور حماقت جس میں اس قسم کے لوگ مبتلا ہوتے ہیں اسی پر بس نہیں بلکہ کہتے ہیں البتہ اگر ہم مدینہ کی طرف لوٹے اور وہاں پہنچ گئے تو ضرور بالضرور ہم میں سے عزت والا مدینہ سے ذلیل کو نکال دے گا یہ بھی ایک احمقانہ تخیل اور آرزو ہے اور اس شعور و فہم سے بعید ہونے کی دلیل ہے کہ انہیں نہ عزت و ذلت کی حقیقت معلوم ہے اور نہ یہ جانتے ہیں کہ عزت و ذلت کس کے قبضہ میں ہے حالانکہ حقیقت یہ ہے کہ عزت و قوت تو اللہ کے لیے ہے اور اس کے رسول ؐ کے لیے اور ایمان والوں کے واسطے لیکن منافقین جانتے نہیں ہیں۔ اصل عزت کا سرچشمہ تو اللہ تعالٰی ہے اور اسی کے تعلق سے یہ عزت پہنچتی ہے اس کے رسول کے پاس اور چونکہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے احکام و پیغام اس کی مخلوق کو پہنچاتے ہیں تو پھر اس رسول پر ایمان لانے والوں اور اطاعت کرنے والوں کے لیے عزت ہے۔

امام بیہقی ؒ نے سنن کبریٰ میں حضرت جابر ؓ بن عبد اللہ سے روایت میں بیان کیا ہم لوگ ایک سفر جہاد میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھے کہ دوران سفر ایک واقعہ یہ پیش آیا کہ مہاجرین میں سے ایک شخص نے ایک انصاری کے لات ماری اور اس کی وجہ سے اس کو چوٹ آئی تو انصاری نے باآواز بلند پکارا یا للانصار

یا للانصار آجاؤ میری مدد کرو، اس پر جہجاہ نے آواز دی یا للمہاجرین اے مہاجرو آؤ میری مدد کرو، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جب یہ آوازیں سنیں تو فرمایا۔ یہ کیسی جاہلیت کی پکار ہے، ایک روایت میں ہے۔ دعوها فانها منتنة کہ یہ کیسا بدبودار نعرہ ہے۔

عبداللہ بن ابی منافق کو جب یہ بات معلوم ہوئی تو کہنے لگا اچھا یہ بات ہوگئی ہے یعنی اس پر نوبت آئی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب میں ایسی فضا باقی ہے منافرت اور عصبیت کی پیدا ہوئی اور کہنے لگا ہم مدینہ پہنچ گئے تو ہم میں سے عزت والا مدینہ سے ذلیل کو نکال دے گا، اور اس سے ارادہ یہ تھا کہ مدینہ کے انصار ان مہاجرین کو مدینہ سے نکال دیں گے عبداللہ بن ابی کو زیادہ تر غیظ و غضب اس پر بھی تھا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی مدینہ منورہ تشریف آوری سے قبل مدینہ کے لوگ اسی کو اپنا سردار بنانے والے تھے آپ کی تشریف آوری سے یہ سارا منصوبہ خاک میں مل گیا۔ جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم جب مدینہ منورہ تشریف لائے تو مدینہ میں انصار کی تعداد زیادہ تھی۔ بعد میں جب مہاجرین کی تعداد زیادہ ہوگئی، عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو عبداللہ بن ابی منافق کی بات سن کر بہت غصہ آیا اور کہنے لگے یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مجھے اجازت دیجئے کہ میں اس منافق کی گردن اڑادوں۔ آپ نے فرمایا چھوڑ دو اس کو اگر تم نے ایسا کیا تو لوگ کہیں گے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) اپنے ساتھیوں کو قتل کرتے ہیں۔ اسی لئے یہ کہا کہ لا یتحدث الناس ان محمدا یقتل اصحابہ۔

زید بن ارقمؓ نے سب سے پہلے جب یہ بات سنکر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو بتائی تو یہ منافق فوراً آکر قسمیں کھانے لگا کہ میں نے ہرگز ایسا نہیں کیا۔ بیان کرتے ہیں کہ جب ابن ابی قسمیں کھانے لگا اور میرے پاس کوئی ثبوت اس بات کا نہ تھا تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے میری بات رد فرمادی اور فرمادیا کہ بس ٹھیک ہے جب یہ شخص قسمیں کھا رہا ہے۔ زید بن ارقمؓ بیان کرتے ہیں مجھے اس پر انتہائی غم اور صدمہ ہوا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے خیال مبارک میں یہ شبہ پیدا ہوا کہ میں نے غلط بیانی کی ہے میرے چچا نے بھی مجھے ملامت کی کہ تجھے کیا ضرورت تھی تو نے یہ بات جا کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو بتائی۔ بیان کرتے ہیں کہ میں اسی غم و رنج میں تھا کہ حق تعالیٰ نے یہ سورۃ منافقون نازل فرمائی۔ تو رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے میری طرف ایک آدمی بلانے کے لئے بھیجا۔ میں حاضر خدمت ہوا تو آپ نے مجھے یہ سورت پڑھ کر سنائی اور فرمایا اللہ نے تیری تصدیق کردی۔

محمد بن اسحاقؒ امام المغازی نے اس سلسلہ میں یہ بھی روایت کیا ہے کہ اس منافق عبداللہ بن ابی کے بیٹے عبداللہؓ جو پکے مسلمان اور صحابی رسول صلی اللہ علیہ وسلم تھے نے اپنے باپ کی یہ بیہودہ بات سنی تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا یا رسول اللہ مجھے یہ معلوم ہوا ہے کہ میرے باپ کی اس بیہودہ بات پر آپ اس کو قتل کردینا چاہتے ہیں اگر آپ ایسا کرنا چاہتے ہیں تو مجھے اجازت دیجئے میں اس خبیث کا سر قلم کرکے آپ کے سامنے لاکر پیش کرتا ہوں اور خدا کی قسم تمام قوم خزرج یہ بھی جانتی ہے کہ اس قوم

میں مجھ سے زیادہ اپنے باپ سے اچھا سلوک کرنے والا کوئی نہیں، لیکن اس کے باوجود اب میں آپ سے اجازت چاہتا ہوں کہ اس کا سر اپنے ہاتھ سے قلم کر کے آپ کے سامنے پیش کر دوں۔ مجھے ڈر لگ رہا ہے کہیں ایسا نہ ہو کہ آپ اس کام کے واسطے میرے علاوہ کسی اور کو مامور فرما دیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا نہیں؛ ہم تو اس کے ساتھ نرمی کا معاملہ کریں گے۔

عکرمہؓ اور ابن زیدؓ بیان کرتے ہیں کہ جب لوگ اس منزل سے روانہ ہوئے مدینہ منورہ کی طرف لوٹتے ہوئے تو عبداللہ بن عبداللہ صحابی رضی اللہ عنہ مدینہ منورہ کے دروازے (شہر پناہ) پر تلوار سونت کر کھڑے ہو گئے جب ان کا باپ عبداللہ بن ابی منافق آیا تو اس کو للکار کر فرمایا پیچھے ہٹ۔ خدا کی قسم تو ہی ذلیل ہے اور رسول اللہ عزیز ہیں جب تک وہ اجازت نہ دیں گے تو ہرگز مدینہ میں داخل نہیں ہو سکتا۔

اور ایک روایت میں یہ بھی ہے کہ حضرت عبداللہ کو اپنے باپ کی اس بیہودہ بات پر اس قدر غصہ تھا کہ جب قافلہ سفر کے لیے روانہ ہونے لگا تو تلوار نکال کر باپ کے سامنے کھڑے ہو گئے اور کہا جب تک تو اقرار نہ کرے گا کہ میں ذلیل ہوں اور رسول اللہ عزت والے ہیں ہرگز تجھے زندہ نہ چھوڑوں گا اور ایک روایت میں ہے کہ اپنے منافق باپ کی گردن زمین پر رگڑنے لگے اور کہا اقرار کر کہ تو ذلیل ہے۔ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عزیز ہیں۔

يَآيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تُلْهِكُمْ اَمْوَالُكُمْ

اے ایمان والو! نہ غافل کریں تم کو تمہارے مال

وَلَآ اَوْلَادُكُمْ عَنْ ذِكْرِ اللّٰهِ ۚ وَمَنْ يَّفْعَلْ ذٰلِكَ

اور تمہاری اولاد اللہ کی یاد سے۔ اور جو کوئی یہ کام کرے تو

فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْخٰسِرُوْنَ ﴿۹﴾ وَاَنْفِقُوْا مِنْ مَّا رَزَقْنٰكُمْ

وہی لوگ ہیں ٹوٹے میں گئے۔ اور خرچ کرو کچھ ہمارا دیا،

مِّنْ قَبْلِ اَنْ يَّاْتِيَ اَحَدَكُمُ الْمَوْتُ فَيَقُوْلَ رَبِّ لَوْ

اس سے پہلے، کہ پہنچے کسی کو تم میں موت، تب کہے اے رب کیوں

لَآ اَخَّرْتَنِيْٓ اِلٰٓى اَجَلٍ قَرِيْبٍ ۙ فَاَصَّدَّقَ وَاَكُنْ

نہ ڈھیل دی مجھ کو ایک تھوڑی مدت، کہ میں خیرات کرتا، اور ہوتا

مِنَ الصّٰلِحِيْنَ ۝۱۰ وَلَنْ يُّؤَخِّرَ اللّٰهُ نَفْسًا اِذَا جَآءَ

نیک لوگوں میں ۔ اور ہرگز نہ ڈھیل دے گا اللہ کسی جی کو جب پہنچا

اَجَلُهَا ۭ وَاللّٰهُ خَبِيْرٌۢ بِمَا تَعْمَلُوْنَ ۝۱۱

اس کا وعدہ ۔ اور اللہ کو خبر ہے جو کرتے ہو ۔

تنبیہ وتحذیر اہل ایمان از غفلت ذکر اللہ وتاکید انفاق فی سبیل اللہ

قال اللہ تعالیٰ: يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا ...... الیٰ ...... وَاللّٰهُ خَبِيْرٌۢ بِمَا تَعْمَلُوْنَ

ربط: گذشتہ آیات سورت میں منافقین کے کردار اور ان کی مذموم تر بری خصلتوں کے بیان پر مشتمل تھیں۔ اب ان آیات میں ایسے اسباب غفلت سے مسلمانوں کو چوکنا فرمایا گیا جو انسان کو ایمان وتقویٰ کی حقیقت سے دور کر دیں اور غفلت ہی دراصل نفاق کا پیش خیمہ ہے نفاق کی اصل حقیقت تو یہ معلوم ہوگئی کہ دل میں ایمان نہ ہو اور زبان سے ایمان کا دعویٰ اور اظہار ہو تو اعمال وافعال کے شعبوں میں بھی بعض جگہ یہی کیفیت قلب کی ہو جاتی ہے۔ امام بخاریؒ نے اپنی کتاب الایمان میں ایک باب قائم کیا ہے جس میں ایمان کے مہلکات اور مضرات میں غفلت، نفاق اور اصرار علی المعاصی کو شمار فرمایا، اسی سلسلہ میں ارشاد فرمایا جا رہا ہے۔

اے ایمان والو! غافل نہ بنا دیں تم کو تمہارے مال اور نہ تمہاری اولاد اللہ کی یاد اور اس کے ذکر سے اور جو شخص بھی تم میں سے ایسا کرے تو یقیناً ایسے لوگ تباہ و برباد ہوں گے دنیا کی ہر نعمت اور زیب و زینت محض نظر کا فریب ہے اگر اس فریب دنیا میں پھنس کر خدا کو بھلا دیا تو اس سے بڑھ کر اور کیا ذلت و خسارہ ہو سکتا ہے آخرت کا توشہ تو ذکر الٰہی اور اس کی یاد ہے اس کی تیاری میں لگ جانا چاہیے لہٰذا اے ایمان والو سمجھو اور فکر آخرت کرتے ہوئے خرچ کرو اللہ کی راہ میں اس مال سے جو ہم نے تمہیں عطا کیا ہے اس سے قبل کہ آجائے تم میں سے کسی کے سامنے موت، پھر وہ یہ کہنے لگے میرے پروردگار کیوں نہ مہلت دے دی تو نے مجھ کو ایک قریب مدت تک کے لیے کہ میں صدقہ کرلوں اور حاجتمندوں کو دوں اور نیکوں میں سے ہو جاؤں۔ لیکن ظاہر ہے کہ ایسی حالت میں کہ موت سامنے آ چکی ہو اس قسم کی تمنا فائدہ مند ہرگز نہیں ہو سکتی اور کبھی بھی اللہ کسی شخص کو مہلت نہیں دیتا جب کہ اس کی موت آ چکی ہو کیونکہ خدا کا قانون ہے کہ جس انسان کے لیے موت کا جو وقت طے کر دیا اس کی موت اس وقت سے نہ مقدم ہو سکتی ہے اور نہ مؤخر ہو سکتی ہے، اور اے انسانو! خوب جان لو اللہ تو بہت ہی خبر رکھنے والا ہے ان اعمال کی جو تم کرتے ہو، پھر ہر ایک کو آخرت میں ان کے اعمال کے

مطابق جزا و سزا ہوگی۔ اس وجہ سے انسان کو جو بھی موقع میسر آئے اس کو ضائع نہ کرے بلکہ اپنی زندگی اور زندگی کے لمحات کو آخرت کی سعادت حاصل کرنے کا ذریعہ بنائے۔

حافظ ابن کثیرؒ نے عبداللہ بن عباسؓ سے روایت نقل کی ہے کہ ایک دفعہ انہوں نے یہ فرمایا جس کسی کے پاس اتنا مال ہے کہ وہ اس کو بیت اللہ تک پہنچا سکتا ہے یا اتنا مال ہے کہ اس پر زکوٰۃ لازم ہے مگر پھر بھی اس نے حج کیا نہ زکوٰۃ ادا کی تو موت کے وقت اس کی یہی حالت ہوگی کہ کہے گا رَبِّ لَوْلَآ اَخَّرْتَنِيْٓ اِلٰٓى اَجَلٍ قَرِيْبٍ فَاَصَّدَّقَ وَاَكُنْ مِّنَ الصّٰلِحِيْنَ اے پروردگار کیوں نہیں مجھ کو تو اتنی مہلت دے دیتا کہ میں صدقہ کروں اور صالحین میں سے ہو جاؤں۔ ایک شخص حاضرین مجلس میں سے کہنے لگا اے ابن عباسؓ موت کے وقت مہلت کافر مانگا ہے تم خدا سے ڈرو کیا اہل اسلام میں سے ان لوگوں پر کوئی کہہ سکتا ہے جو مالی حقوق اور فرائض ادا نہ کریں۔ عبداللہ بن عباسؓ فرمانے لگے ابھی میں تم کو آیت قرآن پڑھ کر سناتا ہوں اور پھر یہ آیت تلاوت فرمائی۔ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تُلْهِكُمْ ۔۔۔ مطلب یہ تھا کہ اس آیت میں ایمان کو خطاب ہے اور انہی میں سے اس فرد کا یہ حال ذکر کیا جا رہا ہے۔ لَوْلَآ اَخَّرْتَنِيْٓ : کہ کاش وہ اس طرح تمنا کرے گا کہ اس کو کچھ وقت مل جائے یا دوبارہ مجھ کو دنیا میں لوٹا دیا جائے۔ غرض حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے اس جواب سے مخاطب کو بتا دیا سکرات موت آنے پر موت کے ٹلنے کی تمنا یا مرنے کے بعد دنیا کی طرف واپسی کی درخواست کافر ہی کے ساتھ مخصوص نہیں بلکہ وہ بد عمل لوگ بھی کریں گے جنہوں نے فرائض دینی ادا کرنے میں کوتاہی کی اور اللہ کی نافرمانی کی روش اختیار کی۔

فتنہ مال اور فتنہ جاہ انسان کے لیے سعادت سے محرومی کا باعث ہے

سورۃ منافقون کی ان آیات لَا تُنْفِقُوْا عَلٰى مَنْ عِنْدَ رَسُوْلِ اللّٰهِ اور لَيُخْرِجَنَّ الْاَعَزُّ مِنْهَا الْاَذَلَّ ۔ دو عظیم فتنوں کی نشاندہی فرمائی گئی۔ ایک مال و دولت کا اور دوسرا عزت و جاہ کا تو حق تعالیٰ نے یہ فرما دیا کہ اللہ کے پاس آسمانوں اور زمین کے خزانے ہیں تو یہ دونوں چیزیں اگرچہ فی ذاتہٖ بری نہیں لیکن ان کا غلط استعمال مذموم ہے ان کو اگر غلط استعمال کیا گیا تو ہلاکت و بدبختی ہے اور اگر صحیح استعمال کیا گیا تو اللہ کا تقرب اور کامیابی ہے۔ چنانچہ اس مال کو دین و مرکز ہدایت سے لوگوں کو منتشر کرنے کے لیے خرچ کریں گے اور عزت و جاہ کو اس کام کے لیے صرف کریں گے کہ مسلمانوں کو ان کی جگہ سے نکال دیں تو اس مال اور عزت و وجاہت سے بڑھ کر کوئی فتنہ نہیں۔

لہٰذا لَا تُلْهِكُمْ اَمْوَالُكُمْ وَلَآ اَوْلَادُكُمْ میں اس سے بچنے کی تعلیم دی گئی اور اس کے بالمقابل صحیح مصرف بتایا گیا وَاَنْفِقُوْا مِنْ مَّا رَزَقْنٰكُمْ کہ مقصد کی تکمیل کے لیے شریعت نے حصول مال کے طریقے اور صرف کے احکام نازل کر کے متعین کر دیے عزت و جاہ کو اگر تقرب دین کے لحاظ سے اس غرض

سے حاصل کیا جائے کہ اس سے دین کی عمر اور مخلوق خدا کی راحت رسانی کی سعادت حاصل کی جاسکے تو پھر مذموم نہیں۔

جاہ و منصب اور طلب عہدہ اور اس کے واسطے کوشش و درخواست وغیرہ شریعت نے جو منع کی ہے نا جائز قرار دی ہے انسان نفس کی گمراہیوں میں پڑ کر اس کو کبر اور خلق خدا پر جبر و استبداد کا ذریعہ بنالے، ہاں اگر اخلاص نیت اور صدق قلب سے کسی عہدہ و منصب سے دین کی خدمت اور اعلاء کلمۃ اللہ چاہتا ہے تو جائز ہے۔

جیسے حضرت یوسف علی نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام نے عزیز مصر سے فرمایا، اجْعَلْنِي عَلَىٰ خَزَائِنِ الْأَرْضِ إِنِّي حَفِيظٌ عَلِيمٌ۔ لیکن ایسی طلب پر اقدام کے لیے یہ ضروری ہے کہ اس شخص کا حضرت یوسف علیہ السلام جیسا تقویٰ اور دیانت، اور اخلاص ہو کہ حاصل شدہ منصب کو صرف اللہ کے بتائے ہوئے طریقوں پر استعمال کرے۔

تمت بحمد اللہ تفسیر سورۃ المنافقون

بسم اللہ الرحمن الرحیم

سورۃ التغابن

سورۃ التغابن بھی مدنی سورت ہے جس کی اٹھارہ آیات اور دو رکوع ہیں۔

اگرچہ یہ سورت مدنی ہے لیکن اس کا موضوع بیان مکی سورتوں کی طرح توحید و رسالت کا اثبات اور عقائد اسلام کی تحقیق و تثبیت ہے، اکثر صحابہ اور ائمہ سے یہی منقول ہے۔

سورت کی ابتداء میں حق تعالیٰ شانہ کی عظمت و جلال اور اس کی تقدیس و تسبیح کا بیان ہے ساتھ ہی انسان کو دو قسموں میں منقسم کر کے بتا دیا گیا کہ تمام دنیا کے انسان ان دو قسموں میں بٹے ہوئے ہیں فَمِنْكُمْ كَافِرٌ وَمِنْكُمْ مُؤْمِنٌ، کہ اللہ کی نظر میں یہ دو قسمیں اس طرح تقسیم کر دی گئی ہیں ایک قوم اہل ایمان کی ہے خواہ وہ دنیا کے کسی حصہ میں بھی بستے ہوں وہ ایک قومیت کے بھائی ہیں دوسری قوم کافروں کی ہے جو اہل ایمان سے بالکل جدا ہیں کسی ایک خطہ یا وطن میں بسنے والے مومن و کافر ہرگز ایک قوم نہیں ہو سکتے اور قومی برادری کی تقسیم اور امتیاز وطن اور نسب کے لحاظ سے ہے بلکہ عقیدہ اور ایمان کی بنیاد پر ہے اسی وجہ سے شریعت نے مسلم و کافر کے درمیان وراثت کا رشتہ بھی کالعدم کر دیا اور فیصلہ کر دیا گیا لا یرث الکافر المسلم، کہ کافر مسلمان کا وارث نہیں ہو سکتا خواہ وہ باپ بیٹے ہوں۔

پھر ان گزشتہ اقوام و امم کی مثالیں پیش کی گئیں جو اپنے رسولوں کی تکذیب کرتی تھیں کہ ان پر خدا کا کیسا عذاب نازل ہوا، اسی کے ساتھ اس سورۃ میں بعث بعد الموت کو ثابت کیا، اللہ کی عبادت و بندگی کا حکم دیا گیا اور اس پر بھی آگاہ کیا گیا کہ انسان کو اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت سے برگشتہ کرنے والی کیا کیا چیزیں ہیں اور اختتام سورت پر اعلاء کلمۃ اللہ کے لیے ایثار و قربانی پر آمادہ کیا گیا۔

آیاتها ۱۸ (۶۴) سُورَةُ التَّغَابُنِ مَدَنِيَّةٌ (۱۰۸) رکوعاتها ۲

سورۃ تغابن مدنی ہے، اور اس میں اٹھارہ آیتیں اور دو رکوع ہیں۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

شروع اللہ کے نام سے جو بے حد مہربان نہایت رحم والا۔

يُسَبِّحُ لِلّٰهِ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْأَرْضِ ۚ لَهُ

اللہ کی بولتا ہے جو کچھ ہے آسمانوں میں اور زمین میں، اسی کا

الْمُلْكُ وَلَهُ الْحَمْدُ ۖ وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ﴿۱﴾ هُوَ

راج ہے، اور اسی کو تعریف ہے اور وہ ہر چیز کر سکتا ہے۔ وہی ہے

الَّذِيْ خَلَقَكُمْ فَمِنْكُمْ كَافِرٌ وَّمِنْكُمْ مُّؤْمِنٌ ۚ وَاللّٰهُ بِمَا

جس نے تم کو بنایا پھر کوئی تم میں منکر ہے اور کوئی تم میں ایماندار، اور اللہ جو

تَعْمَلُوْنَ بَصِيْرٌ ﴿۲﴾ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْأَرْضَ بِالْحَقِّ وَ

کرتے ہو دیکھتا ہے۔ بنائے آسمان اور زمین تدبیر سے، اور

صَوَّرَكُمْ فَأَحْسَنَ صُوَرَكُمْ ۚ وَإِلَيْهِ الْمَصِيْرُ ﴿۳﴾ يَعْلَمُ مَا فِي

صورت کھینچی تمہاری، پھر اچھی بنائی تمہاری صورت اور اسی کی طرف پھر جانا ہے۔ جانتا ہے جو کچھ

السَّمٰوٰتِ وَالْأَرْضِ وَيَعْلَمُ مَا تُسِرُّوْنَ وَمَا تُعْلِنُوْنَ ۚ وَاللّٰهُ

ہے آسمانوں میں اور زمین میں، اور جانتا ہے جو چھپاتے ہو اور جو کھولتے ہو، اور اللہ کو

عَلِيمٌ بِذَاتِ الصُّدُورِ ۝٤ أَلَمْ يَأْتِكُمْ نَبَؤُا الَّذِينَ كَفَرُوا

معلوم ہے جیوں کی بات ۔ کیا پہنچا نہیں تم کو احوال ان لوگوں کا جو منکر

مِنْ قَبْلُ فَذَاقُوا وَبَالَ أَمْرِهِمْ وَلَهُمْ عَذَابٌ أَلِيمٌ ۝٥

ہو چکے ہیں پہلے ۔ پھر چکھی سزا اپنے کام کی اور ان کو دکھ کی مار ہے ۔

ذَٰلِكَ بِأَنَّهُ كَانَتْ تَّأْتِيهِمْ رُسُلُهُمْ بِالْبَيِّنَاتِ فَقَالُوا أَبَشَرٌ

یہ اس پر کہ لاتے تھے ان پاس ان کے رسول نشانیاں ۔ پھر کہتے کیا آدمی

يَهْدُونَنَا فَكَفَرُوا وَتَوَلَّوا وَّاسْتَغْنَى اللَّهُ ۚ وَاللَّهُ غَنِيٌّ

ہم کو راہ سمجھائیں گے ! پھر منکر ہوئے اور منہ موڑا اور اللہ نے بے پروائی کی ۔ اور اللہ بے پروا ہے

حَمِيدٌ ۝٦ زَعَمَ الَّذِينَ كَفَرُوا أَنْ لَّنْ يُبْعَثُوا ۚ قُلْ بَلَىٰ

سب تعریفوں والا ۔ دعویٰ کرتے ہیں منکر کہ ہرگز ان کو اٹھانا نہیں ۔ تو کہہ کیوں نہیں !

وَرَبِّي لَتُبْعَثُنَّ ثُمَّ لَتُنَبَّؤُنَّ بِمَا عَمِلْتُمْ ۚ وَذَٰلِكَ عَلَى

قسم ہے میرے رب کی تم کو بیشک اٹھانا ہے ۔ پھر تم کو جتانا ہے جو تم نے کیا ۔ اور یہ اللہ

اللَّهِ يَسِيرٌ ۝٧ فَآمِنُوا بِاللَّهِ وَرَسُولِهِ وَالنُّورِ الَّذِي أَنْزَلْنَا ۚ

پر آسان ہے ۔ سو ایمان لاؤ اللہ پر اور اس کے رسول پر اور اس نور پر جو ہم نے اتارا ۔

وَاللَّهُ بِمَا تَعْمَلُونَ خَبِيرٌ ۝٨

اور اللہ کو تمہارے کام کی خبر ہے ۔

تقسیم اولاد آدم در قسم مومن وکافر وانکار وحدت قومیہ بلحاظ وطن

قال اللہ تعالیٰ ۔ يُسَبِّحُ لِلَّهِ مَا فِي السَّمَاوَاتِ وَمَا فِي الْأَرْضِ ...... الیٰ ...... وَاللَّهُ بِمَا تَعْمَلُونَ خَبِيرٌ ۔

ربط: گذشتہ سورۃ منافقون میں منافقین کے احوال اور ان کی مذموم خصلتوں کا بیان تھا ۔ اس کے ضمن

میں ابن اُبی منافق کی وہ بات بھی ذکر کر دی گئی تھی کہ لَیُخْرِجَنَّ الْاَعَزُّ مِنْهَا الْاَذَلَّ جس کے ذریعہ اس منافق نے دینی عصبیت کو ہوا دینی چاہی تھی اور ایمانی اخوت و وحدت جو انصار و مہاجرین میں قائم ہو چکی تھی اس کو پارہ پارہ کرنا چاہا تھا تو اس سورت میں نہایت واضح طور سے یہ ہدایت کی جا رہی ہے کہ خدا تعالے نے اولاد آدم اور تمام انسانوں کو صرف دو قسم میں تقسیم کر دیا ہے اور وہ تقسیم وطن اور جغرافیہ کے لحاظ سے نہیں بلکہ عقیدہ کے لحاظ سے ہے ایک قسم برادری اہل ایمان کی ہے وہ ایک دوسرے کے بھائی ہیں خواہ کہیں رہتے ہوں اور کسی بھی خطہ میں بستے ہوں دوسری قسم اور برادری کافروں کی ہے۔ اسی طرح اس لیے اب یہ امتیاز و فرق مسلمانوں کو اپنے دلوں سے نکال دینا چاہیئے کہ کون عرب ہے کون عجم کون ایرانی اور کون رومی و ترکستانی۔ تو فرمایا۔

پاکی بیان کرتی ہیں اللہ ہی کی وہ تمام چیزیں جو آسمانوں میں ہیں اور زمین میں۔ اسی کی بادشاہی ہے ہر عالم میں اور اسی کے لیے تعریف ہے اور ہر قسم کی حمد و ثناء اور وہی ہر چیز پر بڑی قدرت رکھنے والا ہے تو جو پروردگار آسمانوں اور زمین کا خالق اور کائنات کی ہر چیز کا مالک ہے اور اسی کی ہر عالم میں بادشاہت ہے بلاشبہ اسی لائق ہے کہ ہر چیز اس کی پاکی بیان کرے اور اسی کی حمد و ثناء میں مشغول رہے۔ وہی ہے پروردگار اے انسانو جس نے تم کو پیدا کیا پھر کوئی تم میں سے کافر ہے اور کوئی تم میں سے مؤمن ہے اور اللہ تعالیٰ جو کچھ تم کرتے ہو اس کو دیکھنے والا ہے۔ لہٰذا ایمان لانے والوں کو ان کے ایمان کی جزاء دے گا اور منکروں کافروں کو اس کے کفر و نافرمانی پر عذاب دے گا۔ اصل میں تو ہر انسان کو اپنی عقل سے خالق کائنات کو پہچان کر ایمان لانا چاہیئے تھا جب کہ رب العزت نے اس میں یہ جوہر بھی رکھ دیا ہے جس کو اس کی زبان میں فطرت کہا جاتا ہے جیسے کہ ارشاد ہے فِطْرَتَ اللّٰهِ الَّتِیْ فَطَرَ النَّاسَ عَلَیْهَا۔ اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کُلُّ مَوْلُوْدٍ یُوْلَدُ عَلَی الْفِطْرَةِ تو اس فطرت اور قبول حق کی صلاحیت کو چاہیئے تھا کہ قائم رکھتا حالات گرد و پیش سے متاثر نہ ہوتا۔ یا اغراض و نفس کی خواہشات سے حق تعالیٰ کی حقانیت پہچان کر اپنے کسب و اختیار سے گمراہی کا راستہ اختیار نہ کرتا لیکن جب اس گمراہ انسان نے اپنے ارادہ اور اختیار سے حق کو ٹھکرا دیا تو سزا کا مستحق بنا جو آخرت میں لامحالہ اس پر واقع ہو کر رہے گی اور مؤمن نے حالات کا مقابلہ کیا نفس و شیطان کے گمراہ کن اسباب کو پامال کر کے حق پر استقامت اختیار کی تو بلاشبہ اسی کا مستحق ہوا کہ آخرت کی نعمتوں اور رحمتوں سے نوازا جائے۔ پیدا کیا ہے اس پروردگار نے آسمانوں اور زمین کو ٹھیک ٹھیک کہ ہر ایک مخلوق اپنی حالت سے اس کی صناعی اور کاریگری کی گواہی دے رہی ہے پھر اس کی تدبیر بھی ایسی صحیح کہ آج تک کسی چیز میں کوئی خلل نہیں اور اے انسانو! تمہاری صورت بنائی پھر تمہارا بنایا تمہاری صورتوں کو حتیٰ کہ احسن تقویم میں انسان کو پیدا کیا کہ تمام جانوروں سے اس کی خلقت اچھی ہے دیکھنے میں بھی خوبصورت اور عقلی اور فکری صلاحیتوں سے نوازا اور اسی امتیاز و شرف سے اس کو تمام کائنات پر برتری اور فضیلت عطا کر دی جیسے کہ ارشاد ہے وَلَقَدْ کَرَّمْنَا بَنِیْ اٰدَمَ اور اسی کی طرف لوٹنا ہے اس لیے انسان کو اسی کی فکر کرنی چاہیئے۔ جو ایمان اور عمل صالح ہے۔ وہ پروردگار جانتا ہے۔ اے انسانو! وہ تمام جو تم چھپاتے ہو اور وہ بھی جو تم

ظاہر کرتے ہو اور ظاہر ہو یا پوشیدہ کرو، اللہ تو جاننے والا ہے دل والی چیزوں کا کہ انسان کے دل میں کس قسم کے عقائد ہیں، کیا خیالات ہیں کیا سوچتا ہے اور کن چیزوں کی طرف میلان و رغبت ہے اور کن چیزوں سے نفرت، تو جو ذات دل کی کیفیات اور احوال سے باخبر ہو وہ انسانوں کے اعمال و افعال سے کیسے بے خبر رہ سکتی ہے اور یہی اعتقاد اصلاح زندگی اور آخرت کی طرف اس کا رخ کرنے کا معیار ہے۔

اور یہ بات محض اعتقادی اور ذہنی ہی نہیں ہے بلکہ تاریخی حقائق و شواہد اس کے گواہ ہیں کہ خدا تعالیٰ ہر چیز سے باخبر ہے اور ہر عمل کا بدلہ انسان کے سامنے آکر رہتا ہے۔ خیر و شر اور ہدایت و گمراہی کے ثمرات تاریخ عالم سے ثابت ہیں کہ ضرور انسان سے مرتب ہوتے ہیں جو اس امر کی واضح دلیل ہے کہ اللہ سے کوئی چیز پوشیدہ نہیں اور ہر عمل پر اس کا ثمرہ ضرور مرتب ہوتا ہے تو اے لوگو! کیا تم کو نہیں پہنچی خبر ان لوگوں کی جنہوں نے پہلے کفر کیا، جیسے قوم عاد و ثمود وغیرہ، چنانچہ انہوں نے چکھی سزا اپنے عمل کی اور ان کے واسطے دردناک عذاب ہے، جس سے کوئی منکر اور کافر نہیں بچ سکتا۔ یہ سب کچھ اس بنا پر ہے کہ ان پہلی امتوں کے پاس ان کے رسول کھلی نشانیاں اور معجزات لے کر آتے جس پر انہوں نے کہا کیا ایک بشر ہم کو ہدایت دے رہا ہے اور اللہ کا راستہ دکھانے اور سمجھانے کے لیے ہمارے پاس آیا ہے تو اللہ کے رسول کے بشر ہونے کی وجہ سے انکار کیا اور منہ موڑ لیا ان کا اعتقاد یہ تھا کہ بشر کی جنس سے کوئی فرد بشر رسول خدا نہیں ہو سکتا اور رسالت و بشریت میں انہوں نے تضاد سمجھا جس سے وہ گمراہی کا شکار ہے اور اللہ ان سے بے نیاز ہوا جب کہ وہ اللہ سے اپنا رخ موڑ چکے تھے اور اللہ تو ہر حال میں بڑا ہی بے نیاز قابل تعریف ہے۔ جس کی کائنات میں مخلوق حمد و ثنا کر رہی ہے تو اس کو کیا پرواہ اگر کچھ انسان اپنے اس لغو تخیل کے باعث خدا کے رسول پر ایمان نہ لائیں۔

کافروں نے تو یہ دعویٰ کیا ہے کہ وہ مرنے کے بعد ہرگز نہیں اٹھائے جائیں گے اور رسالت کی طرح بعث بعد الموت کے بھی منکر ہیں اے ہمارے پیغمبر کہہ دو کیوں نہیں ضرور بالضرور تم کو دوبارہ اٹھایا جائے گا۔ پھر تم کو بتایا جائے گا جو کچھ تم کرتے تھے۔ اور یہ سب کچھ اللہ پر نہایت ہی آسان ہے تو اے لوگو! ایمان لاؤ اللہ پر اور اس کے رسول پر اور اس نور پر جو ہم نے اتارا ہے وہ قرآن کریم ہے جیسا کہ ارشاد ہے۔ وَاَنْزَلْنَآ اِلَيْكُمْ نُوْرًا مُّبِيْنًا۔ اور اللہ خوب جانتا ہے وہ تمام کام جو تم کرتے ہو

۱؎ حضرت شیخ الاسلام علامہ شبیر احمد عثمانی رحمۃ اللہ علیہ اس آیت کی تفسیر کرتے ہوئے فرماتے ہیں (کسی کا) اس آیت سے یہ ثابت کرنا کہ رسول کو بشر کہنے والا کافر ہے انتہائی جہل اور الحاد ہے اس کے برعکس اگر کوئی یہ کہہ دے کہ یہ آیت ان لوگوں کے کفر پر دلالت کر رہی ہے جو رسل بنی آدم کے بشر ہونے کا انکار کریں تو یہ دعویٰ پہلے دعوے سے زیادہ قوی ہوگا۔ سبحان اللہ تعبیر میں کیسی لطافت اور کس قدر نرمی ہے۔ ان ھٰذا العلم ۱۲

تو تمہارے ایمان لانے کے بعد جیسے بھی اعمال ہوں گے اسی کے مطابق قیامت کے روز جزا و سزا کا معاملہ ہوگا۔

يَوْمَ يَجْمَعُكُمْ لِيَوْمِ الْجَمْعِ

جس دن تم کو اکٹھا کرے گا جمع ہونے کے دن،

ذٰلِكَ يَوْمُ التَّغَابُنِ ۗ وَمَنْ يُّؤْمِنْ بِاللّٰهِ وَيَعْمَلْ

وہ دن ہے ہار جیت کا ۔ اور جو کوئی یقین لاوے اللہ پر اور کرے کام

صَالِحًا يُّكَفِّرْ عَنْهُ سَيِّاٰتِهٖ وَيُدْخِلْهُ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ

بھلا، اتارے اس سے اس کی برائیاں، اور داخل کرے اس کو باغوں میں جن کے

مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَآ اَبَدًا ۗ ذٰلِكَ الْفَوْزُ

نیچے بہتی ندیاں، رہا کریں ان میں ہمیشہ، یہی ہے بڑی مراد

الْعَظِيْمُ ۝ وَالَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَكَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَآ اُولٰۗىِٕكَ

ملنی ۔ اور جو منکر ہوئے اور جھٹلائیں ہماری آیتیں وہ ہیں

اَصْحٰبُ النَّارِ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا ۭ وَبِئْسَ الْمَصِيْرُ ۝ مَآ

دوزخ والے رہا کریں اسی میں ۔ اور بری جگہ پہنچے ۔ نہیں

اَصَابَ مِنْ مُّصِيْبَةٍ اِلَّا بِاِذْنِ اللّٰهِ ۭ وَمَنْ يُّؤْمِنْ

پڑتی کوئی تکلیف بن حکم اللہ کے ۔ اور جو کوئی یقین

بِاللّٰهِ يَهْدِ قَلْبَهٗ ۭ وَاللّٰهُ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمٌ ۝ وَاَطِيْعُوا

لاوے اللہ پر، راہ بتلاوے اس کے دل کو۔ اور اللہ کو ہر چیز معلوم ہے ۔ اور حکم مانو

اللّٰهَ وَاَطِيْعُوا الرَّسُوْلَ ۚ فَاِنْ تَوَلَّيْتُمْ فَاِنَّمَا عَلٰي رَسُوْلِنَا

اللہ کا، اور حکم مانو رسول کا ۔ پھر اگر تم منہ موڑو، تو ہمارے رسول کا ذمہ

الْبَلٰغُ الْمُبِيْنُ ﴿۱۲﴾ اَللّٰهُ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ۭ وَعَلَى اللّٰهِ فَلْيَتَوَكَّلِ

آگے ہے پہنچا دینا کھول کر ۔ اللہ! اس بن کسی کی بندگی نہیں۔ اور اللہ پر چاہئے بھروسہ کریں

الْمُؤْمِنُوْنَ ﴿۱۳﴾ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِنَّ مِنْ اَزْوَاجِكُمْ

ایمان والے ۔ اے ایمان والو! بعضی تمہاری جورویں

وَاَوْلَادِكُمْ عَدُوًّا لَّكُمْ فَاحْذَرُوْهُمْ ۚ وَاِنْ تَعْفُوْا

اور اولاد دشمن ہیں تمہارے ۔ سو ان سے بچتے رہو اور اگر معاف کرو

وَتَصْفَحُوْا وَتَغْفِرُوْا فَاِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ﴿۱۴﴾ اِنَّمَآ

اور درگذر کرو ، اور بخشو ۔ تو اللہ ہے بخشنے والا مہربان ۔ تمہارے

اَمْوَالُكُمْ وَاَوْلَادُكُمْ فِتْنَةٌ ۭ وَاللّٰهُ عِنْدَهٗٓ اَجْرٌ عَظِيْمٌ ﴿۱۵﴾

مال اور اولاد ۔ یہی ہیں جانچنے کو ۔ اور اللہ جو ہے اس کے پاس ہے ثواب بڑا

فَاتَّقُوا اللّٰهَ مَا اسْتَطَعْتُمْ وَاسْمَعُوْا وَاَطِيْعُوْا وَاَنْفِقُوْا

سو ڈرو اللہ سے جہاں تک سکو ، اور سنو اور مانو ، اور خرچ کرو

خَيْرًا لِّاَنْفُسِكُمْ ۭ وَمَنْ يُّوْقَ شُحَّ نَفْسِهٖ فَاُولٰۗىِٕكَ هُمُ

بھلا اپنے کو ۔ اور جس کو بچا دیا اپنے جی کے لالچ سے ، سو وہ لوگ وہی

الْمُفْلِحُوْنَ ﴿۱۶﴾ اِنْ تُقْرِضُوا اللّٰهَ قَرْضًا حَسَنًا يُّضٰعِفْهُ

مراد کو پہنچے ۔ اگر قرض دو اللہ کو اچھی طرح قرض دینا ، وہ دونا کر

لَكُمْ وَيَغْفِرْ لَكُمْ ۭ وَاللّٰهُ شَكُوْرٌ حَلِيْمٌ ﴿۱۷﴾ عٰلِمُ الْغَيْبِ

دے تم کو ، اور تم کو بخشے ۔ اور اللہ قدردان ہے تحمل والا ۔ جاننے والا چھپے

وَالشَّهَادَةِ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ ﴿۱۸﴾

اور کھلے کا ۔ زبردست حکمت والا ۔

تنبیہ بر فکر آخرت و ترغیب ایمان و عمل صالح و نصیحت برائے صبر و استقامت و اطاعت خداوندی

قال اللہ تعالیٰ: يَوْمَ يَجْمَعُكُمْ لِيَوْمِ الْجَمْعِ ..... الیٰ ..... الْعَزِيزُ الْحَكِيمُ

(ربط) گزشتہ آیات میں ان نافرمانوں پر وعید تھی جو اللہ کے پیغمبر پر ایمان لانے کی بجائے نافرمانی و بغاوت کرتے رہے اور اللہ نے اپنے رسول کے ذریعے قیامت اور جزاء و سزا کے امور سے جب آگاہ کیا تو ایسے نافرمان اور گستاخ ان باتوں کا انکار و تمسخر کرنے لگے ان مضامین کے بعد اب ان آیات میں حق تعالیٰ شانہ نے قیامت کے احوال بیان فرمائے اور یہ کہ منکرین کا روز قیامت کیا حشر ہوگا اور اہل ایمان کیسی کیسی نعمتوں اور اللہ کی عنایتوں سے سرفراز ہوں گے۔ تو ارشاد فرمایا۔

جس روز کہ وہ پروردگار تم کو جمع کرے گا۔ سب انسانوں کے جمع ہونے کا دن میدان حشر میں تو وہ دن ہوگا ہار جیت کا۔ کوئی ذلیل و ناکام اور کوئی کامیاب و سربلند پوری زندگی کی ہار جیت کا منظر انسان بس اسی روز دیکھے گا۔ اور جو لوگ اللہ پر ایمان لائیں اور نیکی کے کام کریں تو اللہ ان کی برائیوں کو مٹا دے گا اور ان کو ایسے باغوں اور محلات میں داخل کرے گا جن کے نیچے نہریں بہتی ہوں جو ہمیشہ ان باغوں میں رہنے والے ہوں گے یہی سب سے بڑی کامیابی ہے اور جن لوگوں نے کفر کیا اور ہماری نشانیاں جھٹلائیں تو یہ لوگ جہنمی ہیں جو ہمیشہ جہنم میں رہیں گے۔ اور وہ بہت ہی برا ٹھکانا ہے۔

تو ان حقائق کو پیش نظر رکھتے ہوئے انسانوں کو چاہئے کہ ہار جیت کے اس دن کی فکر کریں اور وہ کام کریں جس پر کامیابی اور جیت ہو۔ اور ان کاموں سے بچیں جن سے ذلت و ناکامی اور ہار ہو۔

یا رب وفقنا لما تحب وترضی من القول والعمل والنیۃ وثبتنا علی ملۃ الاسلام وتوفنا مسلمین والحقنا بالصالحین غیر خزایا ولا نادمی ولا مفتونین، آمین یا رب العالمین۔

ف یہ ترجمہ لفظ تغابن کا کیا گیا۔ تغابن جو غبن سے مشتق ہے۔ باب تفاعل کی خاصیت سے اسی معنی کو ادا کر رہا ہے۔ کیونکہ ہر ایک کو قیامت میں یہی تمنا ہوگی کہ میں دوسرے سے بازی لے جاؤں اور اس کے مقابلہ میں میری جیت ہو جائے۔ مقاتل بن حیانؒ سے منقول ہے فرمایا اس سے بڑھ کر اور کیا ہار جیت ہوگی کہ ایک گروہ جنت کی طرف چلا جائے اور دوسرے گروہ کو جہنم میں جھونک دیا جائے۔

ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے تھے کہ یوم التغابن قیامت کا نام ہے اور قیامت کا دن یوم الجمع بھی ہے کہ اس روز اولین و آخرین ایک ہی میدان میں جمع ہوں گے (تفسیر ابن کثیر ۴۳۳) ۱۲

بدگمانی اور عفو بڑی بہتر ہے مگر یہ بھی یہ بات نہ بھولنا چاہیے کہ بیشک تمہارے مال اور اولاد تمہارے واسطے ایک آزمائش ہے جس کے ذریعے اللہ اپنے بندوں کو آزماتا ہے کہ کون لوگ اس آزمائش میں کامیاب ہوں اور جو اللہ تعالیٰ ایسا رحیم و کریم ہے کہ اس کے یہاں بڑا عظیم ثواب ہے۔ خدا کی آزمائش میں کامیابی اجر عظیم کا استحقاق اسی میں منحصر ہے کہ بس اللہ سے ڈرتے رہو جہاں تک تم سے ہو سکے اور اس کے احکام سنتے رہو اور اطاعت و فرمانبرداری کرتے رہو اور بدنی عبادات و حقوق کی تکمیل کے ساتھ کچھ خرچ بھی کرو اللہ کی راہ میں اپنے ہی فائدے کے لیے اللہ کی راہ میں خرچ سے روکنے والی خصلت مال کی محبت و لالچ ہے جو انسان کو ان سعادات سے محروم کر دینے والی رذیل خصلت ہے اس لیے ہر انسان کو چاہیے کہ اس مذموم خصلت سے اپنے آپ کو پاک رکھے اور حقیقت یہی ہے کہ جو لوگ اپنے آپ کو نفس کی حرص اور مال کی محبت سے بچا لیں تو ایسے ہی لوگ کامیاب ہونے والے ہیں اللہ کی راہ میں خرچ کرتے ہوئے ہرگز کسی کو یہ تصور نہ کرنا چاہیے کہ اس کے مال میں کمی آ جائے گی بلکہ یہ تو اللہ کو قرض حسنہ دینا ہے اگر تم اللہ کو دو گے ایسا قرض دینا خوش دلی اور اجر و ثواب کی امید رکھتے ہوئے تو اللہ تعالیٰ اس کو بڑھاتا جائے گا تمہارے واسطے اور مغفرت کرے گا تمہارے لیے تمہاری ان کوتاہیوں کی جو عبادات اور فرائض کی ادائیگی میں تم سے ہو جاتی ہیں اور اللہ تو بڑا ہی قدردان ہے حلیم و درگذر والا کہ معمولی چیز کو بھی نظر کرم سے قبول فرماتے اور بے تکمیل مقدار پر اجر عظیم عطا فرما دیتے ہیں اور ایک نیکی کو دس گنا سے سات سو گنا بڑھا دیتے اور کبھی صدقہ کی ایک کھجور پہاڑ کے برابر ہو جاتی ہے چنانچہ حدیث میں ارشاد ہے اگر بندہ حلال اور پاک کمائی سے صدق دل سے ایک کھجور بھی اللہ کی راہ میں صدقہ کرے تو اللہ اس کو اپنے داہنے ہاتھ میں لیتا ہے پھر اس کو نشوونما فرماتا ہے جیسا کہ کوئی شخص اپنے بچھڑے کو پالے یہاں تک کہ وہ ایک کھجور پہاڑ کے برابر ہو جاتی ہے کسی کی کھجور پہاڑ کے برابر ہو سکتی ہے اور کسی کی اس مقدار سے کم رہتی ہے یہ سب کچھ اللہ رب العزت کے حوالہ ہے وہی پوشیدہ اور ظاہر کا جاننے والا ہے زبردست حکمت ظاہری اعمال اور باطنی احوال کی اس کو خبر ہے اس کے مطابق قدرات اعمال اور جزا بندوں کو عطا کی جاتی ہیں اور ہر ایک کو جو کچھ دنیوی اور اخروی جزا دی جاتی ہے وہ اس کی حکمت کے عین مطابق ہوتی ہے لہٰذا اس تقسیم کو بھی کسی نہ کسی کو کیا بدلہ ملا اور کسی کو کیا نہیں ملا جس کو جو کچھ عطا ہوتا ہے وہ اس کی حکمت کے عین مقتضیٰ ہوتا ہے۔

دنیاوی زندگی میں مصائب کا راز اور ان پر صبر کی تلقین

آیت مبارکہ مَآ اَصَابَ مِنْ مُّصِیْبَةٍ اِلَّا بِاِذْنِ اللّٰہِ کی تفسیر میں حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانوی قدس اللہ سرہ نے اپنے ایک وعظ رفع الموانع میں عجیب حقائق اور لطائف بیان فرمائے حضرت

والد صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی ایک یادداشت سے ناچیز نقل کرتے ہوئے حضرات ناظرین کی خدمت میں پیش کرتا ہے، فرماتے ہیں:

ان آیتوں میں حق تعالیٰ نے موانع طریق کو بیان فرمایا ہے یعنی جو چیزیں خدا کے راستہ سے روکنے والی اور خدا کی یاد سے غافل کرنے والی ہیں ان کی اجمالی فہرست اس رکوع میں بیان فرمائی اور فقط موانع کے بیان پر اکتفا نہیں فرمایا بلکہ ساتھ ساتھ ان کا علاج بھی مذکور ہے اور قرآن کریم میں یہ خاص بات ہے کہ جہاں امراض کا ذکر ہے وہاں اس کا علاج اور اس کی دوا بھی مذکور ہے موانع کی جزئیات تو بے شمار ہیں لیکن وہ موانع باوجود تعدد اور تکثر جزئیات دو امر کلی میں منحصر ہیں۔

اول ضرّاء یعنی جو حالت انسان کو ناگوار ہے دوسرے سَرّاء یعنی جو حالت انسان کو گوارا اور باعث مسرت ہے لیکن یہ دونوں حالتیں بھی مطلقاً مانع نہیں بلکہ قید افراط کے ساتھ مانع ہیں تفصیل اس کی یہ ہے کہ کوئی بھی شخص ایسا نہیں جس پر سراء یا ضراء میں سے کم وبیش ایک نہ ایک حالت کا ورود علی سبیل التعاقب والتناوب نہ رہتا ہو لیکن بعض مرتبہ قلب اپنی اصلی حالت پر رہتا ہے اور بعض مرتبہ جب سراء اور ضراء کی حالت زیادہ ہوتی ہے تو قلب کو اپنی طرف مشغول کر لیتی ہے یہی دوسری حالت مانع طریق ہے اس لیے کہ جو شے کم ناگوار ہو یا کم گوارا ہو وہ قلب کو مشغول نہیں کرتی البتہ جو حالت زیادہ گوارا ہو یا زیادہ ناگوار ہو وہ مانع ہوتی ہے، جو حالت زیادہ گوارا ہو وہ نعمت ہے اور جو حالت زیادہ ناگوار ہو اس کا نام مصیبت ہے پس قلب کو مشغول کرنے والی دو چیزیں ہوئیں اور ان کی ذات مانع نہیں بلکہ مصیبت اور نعمت کا درجہ مانع ہے جس سے قلب متاثر ہو یہاں سے ایک اشکال دفع ہوگیا وہ یہ کہ جب مصیبت اور نعمت مانع ہیں تو انبیاء اور اولیاء کے حق میں بھی مصائب اور نعم مانع ہونے چاہئیں، اس لیے کہ انبیاء اور اولیاء پر مصائب بھی بہت آتے جیسا کہ حدیث میں ہے اشد الناس بلاء الانبیاء ثم الامثل فالامثل اور اسی طرح حضرات انبیاء پر دنیوی نعمتیں بھی بہت فائض ہوتی ہیں، کما قال تعالیٰ وَلَقَدْ اَرْسَلْنَا رُسُلًا مِّنْ قَبْلِكَ وَجَعَلْنَا لَهُمْ اَزْوَاجًا وَّذُرِّيَّةً لہٰذا اگر مصیبت اور نعمت شاغل ہیں تو انبیاء کے لیے بھی شاغل ہوں گی، جواب یہ ہے کہ مصیبت اور نعمت کی ذات شاغل نہیں بلکہ ان سے متاثر ہونا مانع ہے اور حضرات انبیاء کو مصائب اور نعم سے ایسا تاثر نہیں ہوتا کہ ان کو خدا سے غافل کر دے الحاصل دو چیزیں حضرت حق سے مانع ثابت ہوئیں ایک مصیبت اور ایک نعمت، مَآ اَصَابَ مِنْ مُّصِيْبَةٍ اِلَّا بِاِذْنِ اللّٰهِ میں مصیبت کا مانع ہونا اور اس کا علاج مذکور ہے وہ یہ کہ تم اعتقاد رکھو کہ ہر چیز اللہ ہی کے حکم سے آئی ہے وہ مالک علی الاطلاق ہے ہم کو کسی چون وچرا اور اعتراض کا حق نہیں جب یہ اعتقاد قلب میں راسخ ہو جاوے تو مصیبت کی شدت قلب کو ہرگز ناگوار نہ رہے گی آگے ارشاد ہے وَمَنْ يُّؤْمِنْۢ بِاللّٰهِ يَهْدِ قَلْبَهٗ یعنی جو شخص اللہ کے ساتھ ایمان رکھتا ہے اللہ تعالیٰ اس کے قلب کو علاج کی ہدایت فرما دیتے ہیں یعنی یہ نسخہ کیمیا اثر استعمال کرکے دیکھو تو کیسا فائدہ ہوتا ہے کما قال تعالیٰ وَالَّذِيْنَ جَاهَدُوْا فِيْنَا لَنَهْدِيَنَّهُمْ سُبُلَنَا آگے ارشاد ہے۔

اور غضب کی سزا میں تاخیر ہوتی ہے وہ حکمت پر مبنی ہوتی ہے، اس لئے کہ وہ حکیم ہے اس کا کوئی کام حکمت سے خالی نہیں اس تاخیر میں بھی حکمت ہے۔

(ملخص از روح المعانی و مظہری بہ سلسلۂ تعلیق:
از افادات والد محترم قدس اللہ سرہٗ)

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

سُوْرَةُ الطَّلَاق

اس سورت میں احکام طلاق اہمیت کے ساتھ ذکر کئے گئے ہیں اس وجہ سے اسی نام سے اس کو بارگاہ رسالت سے موسوم فرمایا گیا۔

اس سورت میں یہ ہدایت فرمائی گئی کہ شریعت نے طلاق واقع کرنے کا طریقہ کس طرح متعین فرمایا ہے، جس کے ضمن میں ضمناً طلاق بدعی اور طلاق سنی کی قسموں کا ذکر فرمایا گیا ہے جس سے غرض یہ ہے کہ طلاق دینے کی نوعیت ایسی ہو کہ خود اس سے ظاہر ہو جائے کہ مجبوراً اس کے لئے قدم اٹھایا گیا ہے جو وقتی جوش یا جذبات یا محض مغلوب الغضب ہو کر طلاق نہیں دی گئی ہے اور وہ طریقہ یہ ہے کہ ایک طلاق ایک طہر میں دی جائے اور ظاہر ہے کہ اتنی طویل مدت تک جذبات اور غیظ و غضب اگر عارضی ہیں تو شدت باقی نہیں رہا کرتی جس کی تفصیل ان شاء اللہ آئندہ آ جائے گی۔

اس کے ساتھ احکام عدت اور نفقہ و سکنیٰ کا بھی بیان ہے۔ طلاق و عدت اور نفقہ و سکنیٰ کے مسائل کے درمیان بار بار اللہ سے تقویٰ کی طرف دعوت دی گئی ہے کہیں ترغیب کے رنگ میں اور کہیں ترہیب کی صورت میں تاکہ کسی طرح بھی ظلم اور حق تلفی کا ارتکاب نہ ہو۔ اسی طرح یہ بھی تنبیہ فرمائی گئی کہ اللہ کی حدود سے کسی صورت میں بھی تجاوز نہ ہونا چاہئے۔ کیونکہ معاشرت کو ہر خرابی سے بچانے کا صرف یہی ایک راستہ ہے۔

آیاتها ۱۲ (۶۵) سُورَةُ الطَّلَاقِ مَدَنِيَّةٌ (۹۹) فیها رکوعا

سورۂ طلاق مدنی ہے اور اس میں بارہ آیتیں اور دو رکوع ہیں۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

شروع اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم والا۔

يٰٓاَيُّهَا النَّبِيُّ اِذَا طَلَّقْتُمُ النِّسَآءَ فَطَلِّقُوْهُنَّ لِعِدَّتِهِنَّ

اے نبی! جب تم طلاق دو عورتوں کو، تو ان کو طلاق دو ان کی عدت پر،

وَاَحْصُوا الْعِدَّةَ ۚ وَاتَّقُوا اللّٰهَ رَبَّكُمْ ۚ لَا تُخْرِجُوْهُنَّ مِنْ

اور گنتے رہو عدت ۔ اور ڈرو اللہ سے، جو رب ہے تمہارا، مت نکالو ان کو

بُيُوْتِهِنَّ وَلَا يَخْرُجْنَ اِلَّآ اَنْ يَّاْتِيْنَ بِفَاحِشَةٍ مُّبَيِّنَةٍ ۭ

ان کے گھروں سے، اور وہ بھی نہ نکلیں، مگر جو کریں صریح بے حیائی ۔

وَتِلْكَ حُدُوْدُ اللّٰهِ ۭ وَمَنْ يَّتَعَدَّ حُدُوْدَ اللّٰهِ فَقَدْ

اور یہ حدیں ہیں باندھی اللہ کی، اور جو کوئی بڑھے اللہ کی حدوں سے، تو

ظَلَمَ نَفْسَهٗ ۭ لَا تَدْرِيْ لَعَلَّ اللّٰهَ يُحْدِثُ بَعْدَ ذٰلِكَ

اس نے برا کیا اپنا، اس کو خبر نہیں شاید اللہ نیا نکالے اس پیچھے کچھ

اَمْرًا ① فَاِذَا بَلَغْنَ اَجَلَهُنَّ فَاَمْسِكُوْهُنَّ بِمَعْرُوْفٍ اَوْ

کام ۔ پھر جب پہنچیں اپنے وعدہ کو تو رکھ لو ان کو دستور سے، یا

فَارِقُوْهُنَّ بِمَعْرُوْفٍ وَّاَشْهِدُوْا ذَوَيْ عَدْلٍ مِّنْكُمْ وَ

چھوڑ دو ان کو دستور سے اور گواہ کر لو دو معتبر اپنے میں کے، اور

اَقِيْمُوا الشَّهَادَةَ لِلّٰهِ ۭ ذٰلِكُمْ يُوْعَظُ بِهٖ مَنْ كَانَ يُؤْمِنُ

سیدھی کہو گواہی اللہ کے واسطے، یہ بات جو ہے اس سے سمجھ جاوے گا، جو کوئی یقین

بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ ۬ وَمَنْ يَّتَّقِ اللّٰهَ يَجْعَلْ لَّهٗ مَخْرَجًا ۝۲

رکھتا ہوگا اللہ پر اور پچھلے دن پر۔ اور جو کوئی ڈرتا ہے اللہ سے، وہ کر دے اس کا گزارہ

وَّيَرْزُقْهُ مِنْ حَيْثُ لَا يَحْتَسِبُ ۭ وَمَنْ يَّتَوَكَّلْ عَلَى

اور روزی دے اسکو جہاں سے اس کو خیال نہ ہو۔ اور جو کوئی بھروسہ رکھے

اللّٰهِ فَهُوَ حَسْبُهٗ ۭ اِنَّ اللّٰهَ بَالِغُ اَمْرِهٖ ۭ قَدْ جَعَلَ اللّٰهُ

اللہ پر، تو وہ اس کو بس ہے۔ اللہ پورا کر لیتا ہے اپنا کام۔ اللہ نے رکھا ہے

لِكُلِّ شَيْءٍ قَدْرًا ۝۳

ہر چیز کا اندازہ

احکامِ طلاق وعدت نفقہ وسکنٰی وتاکید تقویٰ وتنبیہ بر تجاوز از حدودِ خداوندی

قال اللہ تعالیٰ: يٰٓاَيُّهَا النَّبِيُّ اِذَا طَلَّقْتُمُ النِّسَاۗءَ ۔۔۔ الیٰ ۔۔۔ لِكُلِّ شَيْءٍ قَدْرًا۔

(ربط) گزشتہ چند سورتوں میں عقائد و ایمانیات کا ذکر تھا۔ اللہ رب العزت کی عظمت و پاکی بیان کی گئی اور اس کی ذات و صفات کا مختلف اسلوبوں سے تعارف کرایا گیا جس کے ساتھ کچھ احکام عبادات سے بھی متعلق بیان کیے گئے تو اب اس سورت میں معاملات و معاشرت کے بعض اہم اصول و احکام ذکر فرمائے جا رہے ہیں۔ اور اس میں کوئی شبہ نہیں کہ زوجین کی منازعت اور جھگڑے بسا اوقات طلاق کی نوبت تک پہنچ جاتے ہیں اور اس طرح کی خصومت اور جھگڑے انسان کے دین اور ایمان کو تباہ و برباد کر دینے والی چیز ہیں اس بناء پر بالخصوص اس سورۂ مبارکہ میں احکام طلاق و عدت اہمیت سے بیان کیے گئے تاکہ معاشرہ ان برائیوں سے پاک رہے فرمایا۔

اے ہمارے نبی! جب تم اور تمہاری امت کے لوگ طلاق دو اپنی عورتوں کو تو طلاق دو ان کو [1] ان کی عدت پر

[1] عدت طلاق کا عنوان دو معنی پر مشتمل ہے ایک طلاق دینے کا وقت۔ (باقی حاشیہ اگلے صفحہ پر دیکھیں)

اور اے مسلمانو! ڈرو اللہ سے جو تمہارا پروردگار ہے طلاق دینے میں اور عدت کے معاملہ میں اس لیے نہ تو حیض میں طلاق دو اور نہ تین طلاقیں یک وقت دو۔ اللہ سے ڈرتے ہوئے احکام شریعت کی پابندی کرو اور نہ نکالو تم ان مطلقہ عورتوں کو اپنے گھروں سے کہ ان پر زیادتی کرو یا ان کے نان و نفقہ کی تکلیف دے کر جس کے باعث وہ گھروں سے نکلنے پر مجبور ہوں اور ظاہر ہے کہ ان کے گھر خاوند ہی کے گھر ہیں اور عدت چونکہ احکام نکاح سے متعلق ایک حکم ہے اسی وجہ سے زمانۂ عدت میں عورت دوسرا نکاح نہیں کر سکتی اور نہیں نکلیں گی یہ عورتیں اپنے گھروں سے مگر یہ کہ ارتکاب کریں گی ایک کھلی بے حیائی کا۔ کیونکہ ایام عدت میں عورت پر لازم ہے کہ گھر ہی میں رہے لہٰذا اس کا باہر نکلنا خدا کے صریح حکم کی نافرمانی کرنا ہوگا۔ جو ایک کھلی ہوئی بے حیائی ہے۔ اور یہ بھی ہے کہ سکنیٰ محض حق العبد نہیں کہ جس طرح انسان اپنی مرضی سے اپنے حقوق ساقط کر سکتا ہے قرضہ معاف کر سکتا ہے اسی طرح کوئی عورت اپنی مرضی سے یہ سمجھے کہ میرے واسطے گنجائش ہے کہ میں اپنا یہ حق ساقط کر دوں نہیں بلکہ یہ حق اللہ ہی کا ہے اور اس کو نظر انداز کر دینا بلاشبہ اللہ کی معصیت و نافرمانی بھی ہے اور یہ اللہ کی مقرر کی ہوئی حدود ہیں جن کی پابندی لازم ہے اور جو شخص اللہ کی باندھی ہوئی حدوں سے آگے بڑھتا تو بے شک اس نے اپنے اوپر بڑا ہی ظلم کیا وہ نہیں جانتا جبکہ وہ کسی داعیہ اور تقاضہ کے باعث اللہ کی حدوں سے

؎ یہ ترجمہ اور توضیح قاضی ابوبکر جصاص ؒ کی تحقیق کے مطابق ہے بعض مفسرین اس لفظ فاحشہ کو بدکاری وغیرہ جیسے معنی پر محمول کر کے یہ تاویل کرتے ہیں کہ باعتبار امکان یہ کہا گیا کہ یہ ممکن ہے کہ باہر کی آمد و رفت اگر آزاد ہو اور ادھر یہ کہ خاوند موجود نہیں مطلقہ ہو چکی ہے تو اس امر کا امکان ہے تو آیت میں کا ذکر محض امکان و احتمال کی تقدیر پر ہے لیکن اس معنی پر محمول کرنا تکلف سے خالی نہیں اسی وجہ سے پہلے ہی مفہوم کو ترجمہ کے توضیحی کلمات میں متعین کر دیا گیا۔ بعض مفسرین کی رائے ہے کہ اِلَّآ اَنْ يَّاْتِيْنَ بِفَاحِشَةٍ مُّبَيِّنَةٍ کا استثناء وَلَا يَخْرُجْنَ کے مضمون سے ہے اور فاحشہ سے عرفی فاحشہ مراد نہیں بلکہ بدزبانی، مزاج کی تیزی اور لڑائی جھگڑا مراد ہے جیسا کہ بعض عورتوں کا مزاج ہوتا ہے تو اس تقدیر پر معنی یہ ہوں گے وہ عورتیں گھروں سے باہر نہ نکلیں بلکہ ان کا یہ استحقاق ہوگا اور ان کے لیے یہ ضروری ہوگا کہ وہ اپنے خاوند ہی کے گھر میں عدت گزاریں ہاں البتہ اگر وہ بدکلامی اور بدمزاجی کا ارتکاب کریں اور لڑائی جھگڑا کرنے لگیں تو پھر ان کے واسطے سکنیٰ اور ایام عدت میں رہائش کا مسئلہ زوج کے ذمہ ضروری نہ رہے گا یہ تو اسی صورت میں ہے کہ مطلقہ عورتیں کوئی لڑائی جھگڑا یا بدکلامی اور بداخلاقی کی مرتکب نہ ہوں۔ تو باستثناء بِفَاحِشَةٍ کی یہ صورت ہوگی۔ ۱۲

؎ لَا تَدْرِیْ کو صیغہ مخاطب پر محمول کرنا مناسب نہیں بلکہ لا تدری کی ضمیر نفس کی طرف راجع ہے اور مراد یہ ہے کہ کوئی بھی عام نفس نہیں جانتا ہے کہ اس کے بعد اس کے واسطے کیا صورت ظاہر ہونے والی ہے جو تقاضاء قدر

(باقی حاشیہ اگلے صفحہ پر ملاحظہ فرمائیں)

قضاء و قدر کے حوالے کر دیئے گئے ہیں وہ مختلف ہو چکے اس لیے جو بھی کچھ ہوگا وہ اللہ کی تقدیر اور اسی کی مشیت کے مطابق ہوگا۔

وَالّٰٓـِٔيْ يَىِٕسْنَ مِنَ الْمَحِيْضِ مِنْ

اور جو عورتیں ناامید ہو گئیں حیض سے

نِّسَآىِٕكُمْ اِنِ ارْتَبْتُمْ فَعِدَّتُهُنَّ ثَلٰثَةُ اَشْهُرٍ وَّالّٰٓـِٔيْ لَمْ

تمہاری عورتوں میں، اگر تم کو شبہ رہ گیا، تو اُن کی عدت ہے تین مہینے، اور ایسے ہی جن کو

يَحِضْنَ ۭ وَاُولَاتُ الْاَحْمَالِ اَجَلُهُنَّ اَنْ يَّضَعْنَ حَمْلَهُنَّ ۭ

حیض نہیں آیا، اور جن کے پیٹ میں بچہ ہے ان کی عدت یہ کہ جن لیں پیٹ کا بچہ۔

وَمَنْ يَّتَّقِ اللّٰهَ يَجْعَلْ لَّهٗ مِنْ اَمْرِهٖ يُسْرًا ④ ذٰلِكَ

اور جو کوئی ڈرتا رہے اللہ سے، کر دے اس کو اس کے کام میں آسانی۔ یہ

اَمْرُ اللّٰهِ اَنْزَلَهٗٓ اِلَيْكُمْ ۭ وَمَنْ يَّتَّقِ اللّٰهَ يُكَفِّرْ عَنْهُ

حکم ہے اللہ کا، جو اتارا تمہاری طرف، اور جو کوئی ڈرتا رہے اللہ سے، اتار دے اس سے

سَيِّاٰتِهٖ وَيُعْظِمْ لَهٗٓ اَجْرًا ⑤ اَسْكِنُوْهُنَّ مِنْ حَيْثُ

اس کی برائیاں اور بڑا دے اس کو نیگ۔ گھر دو ان کو رہنے کو، جہاں

سَكَنْتُمْ مِّنْ وُّجْدِكُمْ وَلَا تُضَاۗرُّوْهُنَّ لِتُضَيِّقُوْا

تم آپ رہو اپنے مقدور کے موافق اور ایذاء نہ چاہو ان کی، تا تنگ پکڑو

عَلَيْهِنَّ ۭ وَاِنْ كُنَّ اُولَاتِ حَمْلٍ فَاَنْفِقُوْا عَلَيْهِنَّ

ان کو۔ اور اگر رکھتی ہوں پیٹ میں بچہ، تو ان پر خرچ کرو جب

حَتّٰى يَضَعْنَ حَمْلَهُنَّ ۚ فَاِنْ اَرْضَعْنَ لَكُمْ فَاٰتُوْهُنَّ

تک جنیں پیٹ کا بچہ۔ پھر اگر دودھ پلاویں تمہاری خاطر، تو دو ان کو

أُجُورَهُنَّ وَأْتَمِرُوا بَيْنَكُم بِمَعْرُوفٍ وَإِن تَعَاسَرْتُمْ

اُن کے نیگ۔ اور سکھاؤ آپس میں نیکی۔ اور اگر آپس میں ضد کرو

فَسَتُرْضِعُ لَهُ أُخْرَىٰ ۞ لِيُنفِقْ ذُو سَعَةٍ مِّن

تو دودھ دے گی اس کی خاطر دوسری عورت۔ چاہیے خرچ کرے کشائش والا اپنی

سَعَتِهِ وَمَن قُدِرَ عَلَيْهِ رِزْقُهُ فَلْيُنفِقْ مِمَّا آتَاهُ

کشائش سے۔ اور جس کو نپی تلی ملتی ہے اس کی روزی۔ تو خرچ کرے جیسا دیا اس کو

اللَّهُ لَا يُكَلِّفُ اللَّهُ نَفْسًا إِلَّا مَا آتَاهَا سَيَجْعَلُ

اللہ نے۔ اللہ کسی پر بوجھ نہیں رکھتا مگر اتنا جو اس کو دیا۔ اب کر دے گا

اللَّهُ بَعْدَ عُسْرٍ يُسْرًا ۞

اللہ پیچھے سختی کے آسانی۔

ذکر احکام بعض مطلقات مع بیان حق سکنیٰ و نفقہ و مسئلۂ رضاعت

قال اللہ تعالیٰ: وَالّٰٓئِیْ یَئِسْنَ مِنَ الْمَحِیْضِ ... الیٰ ... سَیَجْعَلُ اللّٰهُ بَعْدَ عُسْرٍ یُّسْرًا

ربط: گزشتہ آیات میں طلاق کی عدت اور طلاق واقع کرنے کے بعض احکام بیان فرمائے گئے تھے اور ان امور میں اللہ کے تقویٰ اور حدود شریعت کی پابندی کے لیے تاکید فرمائی گئی تھی اب ان آیات میں بعض مطلقہ عورتوں کے خصوصی احکام اور ان کے حقوق کا بیان ہے بالخصوص وہ مطلقہ عورتیں جن کو حیض نہ آتا ہو یا وہ حاملہ ہوں ان کی عدت اور متعدد احکام اہمیت کے ساتھ بیان کیے گئے۔ فرمایا۔

اور جو عورتیں ناامید ہو چکی ہوں حیض سے تمہاری عورتوں میں سے اگر تم کو کسی قسم کا شبہ ہو تو ان کی عدت تین مہینے ہے اور اسی طرح وہ عورتیں بھی جن کو حیض نہیں آیا۔ خواہ کمسنی کی وجہ سے یا کسی اور علت کے باعث تو ان کی عدت بھی تین ماہ ہے اور وہ عورتیں جو حاملہ ہیں تو ان کی عدت یہ ہے کہ وہ اپنا حمل وضع کر لیں اور جو بچہ پیٹ میں ہے وہ جن لیں اور جو بھی اللہ سے ڈرتا ہے اللہ اس کے واسطے اس کے کام میں سہولت پیدا کر دیتا ہے اور وہ خود مشاہدہ کر لیتا ہے کہ کس طرح قدرت کی طرف سے اس کے کاموں میں سہولت پیدا ہوتی ہے۔

مطلقہ عورتوں کی عدت کے بعض احکام

سورۂ بقرہ میں آیت: وَالَّذِينَ يُتَوَفَّوْنَ مِنْكُمْ وَيَذَرُونَ أَزْوَاجًا يَتَرَبَّصْنَ بِأَنْفُسِهِنَّ أَرْبَعَةَ أَشْهُرٍ وَعَشْرًا، میں واضح طور پر بیان کیا گیا تھا کہ جن عورتوں کے خاوند انتقال کر جائیں تو ان عورتوں کی عدت شوہر کی موت کے بعد چار ماہ دس دن ہے یہ حکم مطلق تھا اس میں قید نہیں کہ وہ کس قسم کی عورتوں کا حکم ہے، حاملہ ہوں یا غیر حاملہ تو اس آیت نے یہ واضح کر دیا کہ وہ حکم غیر حاملہ عورتوں کا تھا اور حاملہ عورتوں کا حکم ہر قسم کی عدت میں یہ ہے کہ وضع حمل تک ان کی عدت باقی رہے گی تو اس صورت میں کسی بھی آیت کو منسوخ قرار دینے کی ضرورت نہیں رہتی بلکہ ہر نوع کا حکم علیحدہ ہر ایک آیت نے بیان کر دیا یہی وجہ ہے کہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرمایا کرتے تھے یہ آیت جو سورۂ طلاق میں نازل ہوئی سورۂ بقرہ کی آیت کے بعد میں نازل ہوئی۔ ابتداء میں بعض صحابہ کو خیال تھا کہ عدت وفات کی صورت میں عورت اگر حاملہ ہو تو عدت کا زمانہ وہ قرار دیا جائے گا جو زیادہ ہو، وضع حمل یا چار ماہ دس دن یعنی اگر وضع حمل خاوند کے انتقال کے بعد جلد ہی ہو جائے تو پھر چار ماہ دس دن کا انتظار کیا جائے گا اور اگر چار ماہ دس دن گزر جائیں اور وضع حمل نہ ہو تو پھر وضع حمل کی عدت کو انتہا قرار دیا جائے جیسا کہ حضرت علی اور عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہم سے روایت کیا گیا۔

جمہور صحابہ اور ائمہ فقہاء کا مسلک یہی ہے کہ خاوند کے انتقال کے بعد اگر چند لمحے ہی گزرنے پر بچہ جنم لے تو پاک ہونے پر اس کی عدت پوری ہو جائے گی۔ چنانچہ صحیح بخاری میں ابوسلمہؓ سے روایت ہے کہ ایک شخص حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کے پاس آیا اور اس وقت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بھی وہیں بیٹھے تھے اور اس نے کہا کہ اے عبداللہ ابن عباسؓ میں ایک عورت کے بارہ میں آپ سے فتویٰ دریافت کرنا چاہتا ہوں کہ ایک حاملہ عورت ہے جس نے اپنے شوہر کے انتقال کے چالیس روز بعد بچہ جنا ہے تو اب وہ عورت کس طرح شمار کرے؟ ابن عباسؓ نے جواب دیا کہ دونوں مدتوں میں سے جو طویل مدت ہے وہی مدت ہوگی یعنی اب اس صورت میں چار ماہ دس دن عدت کے گزارنے ہوں گے بیان کرتے ہیں کہ میں نے عرض کیا وَأُولَاتُ الْأَحْمَالِ أَجَلُهُنَّ أَنْ يَضَعْنَ حَمْلَهُنَّ ؕ آیت قرآنیہ ہے جس سے تو یہی سمجھا جا سکتا ہے کہ وضع حمل پر عدت پوری ہو جائے گی۔ اس پر ابوہریرہؓ کہنے لگے کہ میں تو اپنے بھتیجے یعنی ابوسلمہؓ کے ساتھ ہوں (اور ان کی موافقت کرتا ہوں) حضرت عبداللہ بن عباسؓ نے اپنا غلام حضرت ام سلمہ ام المؤمنین رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے پاس بھیجا تاکہ اس مسئلہ کی ان سے تحقیق کر کے آئے۔ تو انہوں نے (ام المؤمنین رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے) فرمایا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں ایک واقعہ پیش آیا تھا کہ سبیعہ اسلمیہؓ کے شوہر قتل کر دیے گئے تھے اور وہ اس وقت حاملہ تھیں۔ سبیعہؓ نے اپنے خاوند کی موت کے

فاطمہ بنت قیسؓ جن کو تین طلاقیں دی گئی تھیں ان کی روایت میں یہ ذکر کیا جانا ان ہی الفاظ و کلمات میں کہ "رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے میرے واسطے نفقہ اور سکنیٰ کا حکم نہیں فرمایا۔ نفقہ کے وجوب کی دلیل نہیں بن سکتا۔ فقہاء اور ائمہ محدثین کی تحقیق اور روایات کے تتبع سے یہ معلوم ہوا ہے کہ یہ عورت چونکہ بدزبان تھیں اور جھگڑتی تھیں تو خاوند کے گھر ان کے خاندان کے لوگوں سے ان کا نباہ مشکل ہو رہا تھا اس وجہ سے رسول ہوئی کہ ان کو سکنیٰ نہیں دیا گیا تو مطلب یہ ہوا کہ یہ اپنے مزاج کے لحاظ سے شوہر کے گھر جب نہ رہ سکیں تو ان کو دوسری جگہ منتقل کیا گیا چنانچہ سنن کی روایات میں اس کی تصریح ملتی ہے اور جب سکنیٰ کا مسئلہ نہ رہا تو نفقہ بھی نہ رہا جیسے کہ ناشزہ عورت کے بارہ میں یہی حکم ہے۔ جو عورت نافرمانی کر کے شوہر کے گھر سے نکل جائے تو اس کا نفقہ ساقط ہو جاتا ہے۔[1] نیز جامع ترمذی و دیگر سنن کی روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ ان کو نفقہ دیا گیا تھا ان کے خاوند نے وکیل کے ذریعے وہ نفقہ بھیجا تھا مگر اس عورت نے زائد کا مطالبہ کیا جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے منظور نہ فرمایا اور یہ فرمایا بس تیرے واسطے اتنا ہی نفقہ کافی ہے "الا ان تکونی حاملاً" ہاں البتہ اگر تو حاملہ ہوتی اور مدت حمل طویل ہوتی تو ایسی صورت میں بے شک تیرا نفقہ زائد کیا جا سکتا تھا تو دراصل اسی مقدار زائد کے انکار کو یہ عورت فاطمہ بنت قیسؓ کہا کرتی تھی کہ اس کے واسطے نفقہ اور سکنیٰ کا فیصلہ نہیں فرمایا مگر فاطمہؓ کے اس بیان اور اس قسم کے اظہار کو حضرات صحابہ حتیٰ کہ ام المؤمنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا اور امیر المؤمنین عمر فاروق رضی اللہ عنہ پسند نہیں فرمایا کرتے تھے حضرت عائشہ فرماتی تھیں کہ ما لفاطمۃ لا تتقی اللہ، تقول ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لم یجعل لھا نفقۃ و لا سکنی کہ کیا ہوگیا فاطمہ کو یہ اللہ سے نہیں ڈرتی یہ کہتے ہوئے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے واسطے نفقہ اور سکنیٰ کا فیصلہ نہیں فرمایا اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ فرمایا کرتے کہ

واللہ لا ندع کتاب ربنا و لا سنۃ نبینا لقول امرأۃ جھلت او نسیت۔	خدا کی قسم ہم کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ہرگز نہیں چھوڑ سکتے محض ایک عورت کے قول پر معلوم نہیں اس نے صحیح بات سمجھی یا نہیں یا کوئی چیز بھلا دی۔

جس سے صاف واضح ہو گیا کہ مطلقہ کے لیے نفقہ اور سکنیٰ فاروق اعظمؓ کے نزدیک کتاب اللہ کا حکم تھا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت تھی جیسا کہ طحاوی میں حضرت عمرؓ سے اس کا سنت رسول اللہ ہونا ثابت ہے اور اسی طرح دارقطنی میں حضرت جابر رضی اللہ عنہ کی ایک روایت میں بھی اس کی تصریح ہے۔ حضرات اہل علم مراجعت فرمائیں۔

---

[1] سنن ابوداؤد۔ بیہقی۔
[2] احکام القرآن للجصاص۔

طلاقِ ثلٰث باجماعِ اُمّت تین طلاق ہیں

نصِ قرآنی نے یہ فیصلہ کر دیا کہ تین طلاق کے بعد حرمتِ قطعیہ واقع ہو جاتی ہے۔ اور رجوع کا امکان باقی نہیں رہتا جس کی تفصیل سورۂ بقرہ کی آیت فَاِنْ طَلَّقَهَا فَلَا تَحِلُّ لَهٗ میں گزر چکی۔ خواہ تین طلاقیں متفرق اور علیٰحدہ علیٰحدہ ہوں یا بیک وقت۔ اس اجماعی فیصلہ میں کسی کا اختلاف نہیں البتہ ظاہریہ اور بعض حنابلہ سے اختلاف نقل کیا گیا۔ مگر خود امام احمد بن حنبلؒ اس کے قائل نہیں، امام ابو حنیفہؒ، امام مالکؒ، امام شافعیؒ اور احمد بن حنبلؒ کا یہی فتویٰ ہے۔ اور امت کے کل فقہاء محدثین و مفسرین اسی کے قائل ہیں، چنانچہ امام بخاریؒ نے بھی اس پر ایک باب باندھا ہے فرمایا۔ باب من اجاز الطلاق الثلث بقولہ تعالٰی الطَّلَاقُ مَرَّتٰنِ۔

امام قرطبیؒ فرماتے ہیں کہ تمام ائمہ کا اس پر اتفاق ہے کہ ایک دفعہ ایک ہی زبان سے تین طلاق کہہ دینے سے تین طلاق واقع ہو جاتی ہیں، البتہ طاؤسؒ اور بعض ظاہریہ کہتے ہیں کہ ایک دفعہ ایک کلمہ سے تین طلاق دینے سے ایک شمار کی جائے گی۔ اس کے بعد امام قرطبیؒ نے تمام شکوک و اوہام کا جواب دیا (اصل کی مراجعت فرمالی جائے)[۱]

روایات سے ثابت ہے کہ عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے خلافت میں تمام صحابہ اور فقہاء کے مشورہ سے یہ فتویٰ دیا گیا کہ جو شخص تین طلاق دے گا اس کو تین ہی شمار کیا جائے گا۔ اور کسی نے اگر اس کی خلاف ورزی کی تو اس کے دُرّے لگائے جائیں گے۔ حضرت عثمان غنیؓ اور حضرت علیؓ سے بھی یہی فتویٰ نقل کیا گیا ہے۔

محلی ابن حزم، زاد المعاد، اغاثۃ اللہفان لابن القیم اور سنن بیہقی میں حضرت عمر و عثمان اور علی رضی اللہ عنہم کا یہ فتویٰ باسانید صحیحہ نقل کیا گیا ہے۔ شیخ ابن ہمامؒ نے خلفائے ثلاثہ اور عبادلہ سے صراحتاً اسی بات کو نقل کیا کہ یک وقت بھی تین طلاق دینے سے حرمت مغلظہ ثابت ہو جاتی ہے علامہ زرقانیؒ نے شرح موطا میں حافظ ابن عبد البرؒ مالکی، ابوبکر جصاصؒ، امام طحاویؒ اور حافظ عسقلانیؒ نے اس اجماعی فتویٰ کا ذکر کرتے ہوئے لکھا کہ اس کی مخالفت ناقابل التفات اور ناقابل اعتبار ہے۔[۲]

حافظ ابن تیمیہؒ نے اگرچہ اس میں اختلاف کیا مگر ان کے خاص رفیق اور زندگی بھر ساتھ دینے والے امام حافظ ابن رجب حنبلیؒ نے بڑی شدت سے ابن تیمیہ کا رد فرمایا۔[۳]

۱۔ تفسیر قرطبی ج ۳ ص ۱۲۹۔
۲۔ فتح الباری ج ۹ ص ۳۱۵۔
۳۔ ملاحظہ فرمائیں معارف القرآن جلد ۱ ص ۵۴۳ تا ۵۵۲

مسئلہ طلاق ثلاثہ میں حدیث عبداللہ بن عباسؓ کی تحقیق

اس زمانہ کی مسئلہ میں اختلاف کرنے والے اس روایت کا سہارا لیتے ہیں جو حضرت عبداللہ بن عباسؓ سے منقول ہے جس کا مضمون یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں اور ابوبکرؓ کے زمانہ میں اور عمر فاروقؓ کے زمانہ خلافت میں دو سال تک تین طلاقیں ایک شمار کی جاتی تھیں مگر بعد میں عمر فاروقؓ نے تین طلاقیں جاری کر دیں۔ بعض حضرات نے اس سے یہ مسئلہ نکالا کہ اصل تو تین طلاقیں یکبارگی ایک ہی شمار ہوتی ہیں۔ ان کو تین کی حیثیت سے جاری نافذ کرنا یہ عمر فاروقؓ کا کسی حکمت اور مصلحت کے باعث اپنا عمل اور فیصلہ تھا تو اس مسئلہ میں اولاً تو یہ بات سمجھ لینی چاہئے کہ یہ حدیث سند کے لحاظ سے ضعیف اور ناقابل اعتبار ہے۔

چنانچہ امام احمد بن حنبلؒ، ابن عبدالبرؒ، قرطبیؒ، ابوبکر رازیؒ، جصاصؒ وغیرہ محدثین اس کی تضعیف کرتے ہیں۔ اس حدیث کی سند میں ایک راوی صہیب ابوالصہباء بکری واقع ہے جس کو ابو زرعہ نے ثقہ کہا ہے لیکن امام نسائیؒ اس کو ضعیف فرماتے ہیں۔ بہرکیف راوی متکلم فیہ ہے اسی وجہ سے بخاریؒ نے اس کی روایت نہیں تخریج کی۔ علامہ ماردینیؒ الجوہر النقی ص ۳۳۸ ج ۷ میں لکھتے ہیں۔

وابو الصهباء ممن روى عنهم مسلم دون البخاري وتكلموا فيه قال الذهبي في الكاشف قال النسائي ضعيف فلعل هذا يقتضي ان البخاري ترك هذا الحديث لاجل ابي الصهباء اس کے برعکس امام بخاریؒ نے باب من اجاز طلاق الثلاث لقول الله عز وجل الطلاق مرتان فامساك بمعروف او تسريح باحسان منعقد کر کے طلاق ثلاثہ کے جواز کو آیت قرآنیہ اور احادیث سے ثابت کیا کہ بیک وقت تین طلاقیں لازم اور نافذ ہیں۔

اس کے علاوہ سند اور متن میں اضطراب ہے۔ فی سنده عن عبد الله بن طاؤس عن ابن طاؤس وفی سند آخر عن طاؤس عن ابن عباس اور متن کا اضطراب یہ ہے کہ کسی روایت کے متن میں یہ ہے کہ خود ابن عباسؓ عام طور پر کہتے تھے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور ابوبکرؓ کے عہد میں اور حضرت عمر فاروقؓ کے دور خلافت میں دو سال تک تین طلاقیں ایک ہی طلاق تھی اور کسی روایت میں ہے کہ ابوالصہباء نے اس ایک طلاق کو غیر مدخولہ کے حق میں سمجھ کر ابن عباسؓ سے سوال کیا کہ آپ کو معلوم نہیں کہ جب آدمی اپنی عورت کو صحبت سے پہلے تین طلاقیں دے دیتا تو رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم اور ابوبکرؓ کے زمانہ اور عمر فاروقؓ کے ابتدائی دور خلافت میں اس کو ایک ہی مانا جاتا تھا۔ ابن عباسؓ نے بھی اس کو غیر مدخولہ کے حق میں سمجھ کر جواب فرمایا کہ ہاں ایسا ہی ہے جب آدمی اپنی عورت کو صحبت سے پہلے تین طلاقیں دے دیتا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ابوبکرؓ کے زمانہ میں اور عمر فاروقؓ کے ابتدائی دور خلافت میں لوگ اس کو ایک ہی مانا کرتے تھے تو

اس حقیقت کے پیش نظر مسئلہ کی نوعیت قطعاً ہی بدل گئی۔

حافظ ابن قیمؒ نے بھی اغاثۃ اللہفان میں اس اضطراب کو تسلیم کیا ہے۔ دیکھو عمدۃ الاثاث صفحہ ۔

مزید برآں یہ حدیث شاذ ہے جیسا کہ بیہقیؒ اور ابوبکر بن عربیؒ سے منقول ہے کیونکہ ابن عباسؓ سے اس کا راوی صرف طاؤسؒ ہے اور طاؤسؒ کے علاوہ ابن عباسؓ کے کبار تلامذہ و اصحاب مثلاً مجاہدؒ سعید بن جبیرؒ اور عطاء بن ابی رباحؒ، عمرو بن دینارؒ اور مالک بن الحارثؒ وغیرہم یہ نہیں بیان کرتے۔

ابن عباسؓ کا فتویٰ تمام کتب سنن میں مذکور ہے۔ احمد بن حنبلؒ سے دریافت کیا گیا کہ آپ کس بناء پر حدیث ابن عباسؓ رد کرتے ہیں تو احمد بن حنبلؒ نے یہی عذر کیا کہ ابن عباسؓ کے تمام شاگرد طاؤس کے خلاف ان سے روایت کرتے ہیں۔

وقال الاثرم سألت ابا عبد اللہ احمد بن حنبل عن حدیث ابن عباس کان الطلاق علی عہد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وابی بکر وعمر واحدۃ بای شیء تدفعہ فقال بروایۃ الناس عن ابن عباس انہا ثلث. کذا فی المغنی (اعلاء السنن ص۵۳۳ ج ۱۱)

قال الجوزجانی ھو حدیث شاذ وقد عنیت بھذا الحدیث فی قدیم الدھر فلم اجد لہ اصلا۔ وقال القاضی اسماعیل فی احکام القرآن طاؤس مع فضلہ وصلاحہ یروی اشیاء منکرۃ منھا ھذا الحدیث۔ وقال ابن رجب کان علماء مکۃ ینکرون علی طاؤس ما ینفرد بہ من شواذ الاقاویل۔ (اعلاء السنن ص۵۳۳ ج ۱۱)

قاضی ابوبکر جصاصؒ بیان کرتے ہیں کہ یہ حدیث منکر ہے۔ وبہ قال المارد ینی فی الجوھرۃ۔ وذکر صاحب الاستذکار عن ابن عبد البر ان ھذہ الروایۃ وھم وغلط لم یعرج علیھا احد من العلماء۔

بہرکیف اس تمام تفصیل سے یہ بات بخوبی واضح ہوگئی کہ یہ حدیث اپنی سند کے لحاظ سے قابل اعتبار اور حجت نہیں اس وجہ سے اجماع امت اور نص کتاب اللہ کے خلاف اس حدیث ابن عباسؓ سے تین طلاق کو ایک قرار نہیں دیا جا سکتا ان اقوال و نقول کے بعد اس کے جواب کی کوئی ضرورت تو نہیں رہتی تاہم اگر چاہیں تو یہ کہا جا سکتا ہے کہ یہ حکم غیر مدخولہ کا ہے اس کی تین طلاقیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ابوبکرؓ اور عمرؓ کے ابتدائی زمانہ خلافت میں ایک سمجھی جاتی تھیں چنانچہ صحیح مسلم کی گزشتہ روایت سنن ابی داؤد میں ان ہی الفاظ مروی ہے (عمدۃ الاثاث ص ۱۰)

امام نسائیؒ نے اپنی سنن میں باب الطلاق الثلث المتفرقۃ قبل الدخول بالزوجۃ منعقد کرکے اس حدیث کو صرف غیر مدخولہ عورت کے حق میں شمار کیا ہے۔ بہرکیف اس تفصیل و تحقیق کے بعد اس تاویل کی کوئی ضرورت نہیں رہتی جو بعض علماء سے منقول ہے۔

ابتدائی زمانہ میں کوئی شخص انت طالق۔ انت طالق۔ انت طالق کہتا تو اس کی نیت صرف

تاکید ہوتی تھی نہ کہ استیناف، لیکن لوگ جب کثرت سے حضرت عمرؓ کے زمانہ میں یہ صیغہ استعمال کرنے لگے اور قرائن کی دلالت سے یہ معلوم ہو گیا کہ لوگ استیناف کا ارادہ رکھتے ہیں تو غالب اور متعارف کو ملحوظ رکھتے ہوئے تین طلاقیں شمار کی گئیں، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا زمانہ خیر القرون تھا تو لوگ اس تکرار سے تاکید کا ارادہ کرتے تھے اور جو دلی نیت کرتے تھے وہ صاف صاف زبان سے ظاہر کر دیتے تھے، اس وقت تک طبائع میں مکر و فریب اور حیلہ و دغل نہیں تھا لیکن حضرت عمرؓ نے جب یہ دیکھا کہ زمانہ بدل گیا ہے اور لوگوں کے احوال بھی بدل گئے اور لوگ جلد بازی میں تینوں طلاقیں یک وقت دینے لگے اور متعارف یہ تھا کہ لوگ نیت تجدید و استیناف کی کرتے ہیں تو اس کے بعد مکرر دی گئی تینوں کو نافذ فرما دیا اور یہ گنجائش نہ رکھی کہ کسی وقت بھی کوئی شخص ایسا اقدام کرنے کے بعد پھر یہ حیلہ کرنے لگے کہ میں نے تو تین نہیں بلکہ ایک ہی کا تکرار بطور تاکید کیا تھا۔ مگر مسئلہ کی تحقیق بالخصوص امام نسائیؒ کی اس وضاحت کے بعد "باب الطلاق الثلاث المتفرقۃ قبل الدخول بالزوجۃ" اس حدیث کی تاویل و جواب کی ضرورت باقی نہیں رہتی۔ واللہ اعلم بالصواب۔

وَكَأَيِّن مِّن قَرْيَةٍ عَتَتْ

اور کتنی بستیاں نکل چلیں اپنے

عَنْ أَمْرِ رَبِّهَا وَرُسُلِهِ فَحَاسَبْنَاهَا حِسَابًا شَدِيدًا

رب کے حکم سے اور اس کے رسولوں کے پھر ہم نے حساب میں پکڑا ان کو سخت حساب میں

وَعَذَّبْنَاهَا عَذَابًا نُّكْرًا ﴿٨﴾ فَذَاقَتْ وَبَالَ أَمْرِهَا وَ

اور آفت ڈالی ان پر اَن دیکھی آفت۔ پھر چکھی سزا اپنے کام کی۔ اور

كَانَ عَاقِبَةُ أَمْرِهَا خُسْرًا ﴿٩﴾ أَعَدَّ اللَّهُ لَهُمْ عَذَابًا

آخر ان کے کام میں ٹوٹا آیا۔ تیار رکھی ہے اللہ نے ان کے واسطے سخت

شَدِيدًا فَاتَّقُوا اللَّهَ يَا أُولِي الْأَلْبَابِ الَّذِينَ آمَنُوا

مار۔ سو ڈرتے رہو اللہ سے اے عقل والو۔ جن کو یقین ہے

ؒ اس مسئلہ کی تحقیق بتفصیل حضرت والد محترم مولانا محمد ادریس صاحب کاندھلویؒ کے حصہ تفسیر میں سورۂ بقرہ کی آیت فَإِن طَلَّقَهَا فَلَا تَحِلُّ لَهُ کی تشریح میں ملاحظہ فرمائیں۔

قَدْ أَنْزَلَ اللّٰهُ إِلَيْكُمْ ذِكْرًا ۝ رَّسُولًا يَّتْلُوا عَلَيْكُمْ اٰيٰتِ

اللہ نے اتاری ہے تم پر سمجھوتی - رسول ہے جو پڑھتا ہے تم پاس آیتیں

اللّٰهِ مُبَيِّنٰتٍ لِّيُخْرِجَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ مِنَ

اللہ کی کھلی سنانے والی کہ نکالے ان کو جو یقین لائے اور کئے بھلے کام

الظُّلُمٰتِ إِلَى النُّوْرِ ۗ وَمَنْ يُّؤْمِنْ بِاللّٰهِ وَيَعْمَلْ صَالِحًا

اندھیروں سے اجالے میں - اور جو کوئی یقین لاوے اللہ پر اور کرے کچھ بھلائی

يُّدْخِلْهُ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْأَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا

اس کو داخل کرے باغوں میں نیچے بہتی جن کے نہریں ، سدا رہیں ان میں

أَبَدًا ۖ قَدْ أَحْسَنَ اللّٰهُ لَهٗ رِزْقًا ۝ اَللّٰهُ الَّذِيْ خَلَقَ

ہمیشہ - البتہ خوب دی اللہ نے اس کو روزی - اللہ وہ ہے جس نے بنائے

سَبْعَ سَمٰوٰتٍ وَّمِنَ الْأَرْضِ مِثْلَهُنَّ ۖ يَتَنَزَّلُ الْأَمْرُ

سات آسمان اور زمینیں بھی اتنی ، اترتا ہے حکم ان

بَيْنَهُنَّ لِتَعْلَمُوْٓا أَنَّ اللّٰهَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ۙ وَّأَنَّ

کے بیچ ، تا تم جانو کہ اللہ ہر چیز کر سکتا ہے - اور

اللّٰهَ قَدْ أَحَاطَ بِكُلِّ شَيْءٍ عِلْمًا ۝

اللہ کی خبر میں سمائی ہے ہر چیز کی ۔

تنبیہ و تحذیر بر نافرمانی رب العالمین و

درس عبرت بہ بیان ہلاکت قریہائے مجرمین

قال اللہ تعالیٰ - وَكَأَيِّنْ مِّنْ قَرْيَةٍ عَتَتْ ...... الی ...... بِكُلِّ شَيْءٍ عِلْمًا ۔

ربط: گذشتہ آیات میں معاشرت اور معاملات کے احکام ذکر فرمائے جا رہے تھے جن میں عدل و انصاف کا حکم تھا اور عدل و انصاف قائم کرنے کی بنیاد خوف خدا ہے اس وجہ سے درمیان میں بار بار وَمَن يَتَّقِ اللَّهَ ذکر فرمایا گیا کہ اللہ کا تقویٰ مشکلات سے نکلنے کا راستہ پیدا کرتا ہے، اللہ کے تقویٰ سے دشواریاں آسانیوں سے بدل جاتی ہیں، اور اللہ کے تقویٰ سے انسان اپنی برائیوں سے پاک ہو کر مستحق اجر عظیم ہوتا ہے تو اب ان آیات میں اللہ کی نافرمانی پر وعید اور تنبیہ فرمائی جا رہی ہے، اور یہ کہ تاریخ عالم اس بات کی گواہ ہے کہ مجرمین پر خدا کا کس طرح عذاب نازل ہوا اور یہ کہ شریعت الٰہیہ تو ایک عظیم انعام و کرم ہے کہ اس نے اپنا رسول بھیجا کہ لوگ کفر کی ظلمتوں سے بچ کر ایمان و ہدایت کا نور حاصل کریں۔ ارشاد فرمایا۔

اور کتنی ہی بستیاں ہیں جنہوں نے اپنے رب کے حکم سے اور اس کے رسولوں کی اطاعت سے سرکشی کی اور بغاوت کا طریقہ اختیار کیا تو ہم نے ان کو حساب میں پکڑ لیا بڑا ہی سخت حساب لیا اور عذاب میں ڈال دیا ان کو نہایت ہی ناگوار اور ناقابل برداشت عذاب میں پھر چکھ لیا ان بستیوں نے اپنے عمل کی سزا کو اور انجام کار ان کے عمل کا خسارہ ہی تھا دنیا میں تو تباہ و برباد کیے ہی گئے مزید برآں اللہ نے تیار کر رکھا ہے ان کے واسطے سخت عذاب آخرت کا بھی ایسے دردناک عذاب کے واقعات سن کر ہی عقل والوں کو ایسی برائیوں بداعمالیوں اور خدا کی نافرمانی سے باز آ جانا چاہیے کہ کہیں اس طرح کی کوئی بے اعتدالی کر کے تباہی کی لپیٹ میں نہ آ جائیں۔

لہٰذا ڈرتے رہو اللہ سے اے عقل والو جو کہ اللہ پر ایمان لائے کیونکہ عقل انسانی اللہ کی معرفت کا باعث ہے اور اس کی قدرت خالقیت و وحدانیت پر ایمان لانے پر آمادہ کرتی ہے اس وجہ سے عقل والے کا کام ہی یہ ہے کہ وہ اللہ پر ایمان لائے۔ بے شک اللہ نے اتارا ہے تمہاری طرف ایک نصیحت کا پیغام یعنی وہ رسول جو تم پر اللہ کی آیات تلاوت کرتا ہے جو کھول دینے والی ہیں حق اور باطل کو، تاکہ وہ نکالے ایمان والوں اور نیکی کے کام کرنے والوں کو تاریکیوں سے روشنی کی طرف، کہ کفر اور جہالت کی ظلمتوں سے بچ کر وہ نور ہدایت قبول کر لیتا ہے اور یقیناً جو شخص بھی اپنی عقل و فکری صلاحیتوں کو بروئے کار لاتے ہوئے اللہ کی ہدایت کو قبول کرتا ہے اور اس کے رسول کی تعلیمات پر عمل کرتا ہے وہ جزاء اور اکرام کا مستحق ہے اسی بنا پر خداوند عالم نے یہ قانون مقرر رکھا ہے اور جو شخص اللہ پر ایمان لائے اور نیک کام کرے تو اللہ اس کو ایسے باغوں میں داخل کرے گا جن کے محلات کے نیچے نہریں بہتی ہوں گی جو ان میں ہمیشہ رہنے والے ہوں گے یقیناً خوب ہی روزی اللہ نے ایسے شخص کے واسطے عطا کی ہے کہ جنت کے رزق سے بڑھ کر اور کون سا رزق ہو گا تو یہ رزق بھی بہترین ہے اور اعمال کا بدلہ بھی بہترین اور اعمال صالحہ کی توفیق بھی ایک بہترین رزق تھا جو اللہ نے ایسے لوگوں کو دنیا میں عطا فرمایا۔ وہ اللہ ہی ہے کیسی عظیم قدرت والا جس نے سات آسمان پیدا کیے اور زمین سے بھی اسی طرح سات زمینیں پیدا کیں اور تخلیق کائنات عالم ملکوت السموات اور زمین اور ان کے درمیان کی ہر مخلوق کو ایسا عجیب اور محکم نظام مقرر فرمایا کہ دنیا کے عقلاء اور حکماء حیران ہیں پھر نظام تکوینی جیسا کہ محکم منظم اور مرتب ہے اسی طرح اس کا تشریعی نظام بھی نہایت محکم ہے چنانچہ اترتا ہے اس کا حکم ان کے اندر خواہ وہ آسمان ہوں یا زمین۔

آسمان پر رہنے والے فرشتے ہوں شمس و قمر ہوں یا زمین پر بسنے والے انسان سب کے واسطے تکوینی احکام اور تشریعی ہدایات ہیں تاکہ اے لوگو تم جان لو کہ اللہ ہر چیز پر قادر ہے اور اس نے اپنے علم کے لحاظ سے ہر چیز کا احاطہ کر رکھا ہے اس کے علم اور قدرت سے کوئی چیز باہر نہیں اور جب کوئی بھی چیز اس کے علم اور قدرت سے باہر نہیں تو یقیناً وہ ایمان اور عمل صالح والوں کو جزاء و انعام سے نوازے گا اور مجرمین و نافرمانوں کو عذاب اور سزا دے گا اور اس کے حساب کی گرفت سے کوئی نہیں بچ سکتا اور چنانچہ اس قہر و عذاب سے بہت سی بستیاں تباہ کر دی گئیں، جیسے عاد و ثمود کی بستیاں تو ان بستیوں کی ہلاکت کے تاریخی واقعات سے موجودہ دور کے انسانوں کو عبرت حاصل کرنی چاہیے۔

سات آسمانوں اور سات زمینوں کے متعلق عبداللہ بن عباسؓ کی روایت اور اس کی تحقیق

اَللّٰهُ الَّذِیْ خَلَقَ سَبْعَ سَمٰوٰتٍ الخ سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے جس طرح سات آسمان پیدا کیے اسی طرح اس نے سات زمینیں بھی پیدا کی ہیں گو کہ اکثر مواقع میں خلق السموات کے ساتھ خلق الارض میں واحد کا صیغہ استعمال کیا گیا جس سے متبادر یہی ہے کہ آسمان سات ہیں اور زمین ایک ہی طبقہ ہے لیکن اس آیت میں یہ تصریح واقع ہوئی کہ جس طرح سات آسمان ہیں زمینیں بھی سات ہیں جیسا کہ جامع ترمذی اور بعض صحاح کی روایات میں ہے تو یہ ممکن ہے کہ یہ سات زمینیں آسمانوں کی طرح تہ بر تہ نہ ہوں بلکہ احتمال ہے کہ باعتبار بعض حالات کے ہوں اور بعض حالات میں ممکن ہے کہ وہ اس کرۂ ارض سے اوپر ہوں جیسا کہ مریخ وغیرہ جن کی نسبت آج کل یورپ کے حکماء کا خیال ہے کہ اس میں پہاڑ اور دریا اور آبادیاں ہیں تو اس طرح سات زمینوں کا وجود پورا ہو سکتا ہے باقی یہ مسئلہ تو اصول دین سے ہے کہ اس کو یونہی طرح سمجھے اور اس کی تحقیق کے بغیر ایمان ہی کامل نہ ہو تو ضروری نہیں کہ ہم اس کی ایسی ہی تحقیق اور تشریح کے پابند ہوں جیسا کہ اسلام کے دیگر بنیادی اصولوں کے بجائے اس طرح کا تصور جس کی طرف اشارہ کیا گیا وَمِنَ الْاَرْضِ مِثْلَهُنَّ کا مفہوم سمجھنے کے لیے کافی ہے رہی وہ روایت جو عبداللہ بن عباسؓ سے موقوفاً منقول ہے جس میں یہ ہے کہ یہ سات زمینیں ہیں جن میں سے ہر زمین میں آدم ہیں تمہارے آدمؑ کی طرح اور نوح ہیں حضرت نوحؑ کی طرح اور ابراہیم ہیں ابراہیم کی طرح اور عیسیٰ کی طرح عیسیٰ ہیں تو محدثین کے اصول سے یہ روایت شاذ ہے قابل اعتبار اور صحیح نہیں شمار کی گئی اس بنا پر اس کی تحقیق و تدقیق میں پڑنے کے بجائے بہتر یہی ہے کہ خدا کے علم کے حوالہ کر دیا جائے ہو سکتا ہے کہ اس زمانہ میں کوئی شخص حضرت عبداللہ بن عباسؓ کے بیان کردہ اثر کے پیش نظر شکوک و اوہام میں لوگوں کو مبتلا کرنے کی کوشش کرے یا یہ کوشش کرے کہ اس روایت سے ظاہر ہوتا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی

نبوت کے ساتھ العیاذ باللہ کسی اور نبوت کا بھی امکان ہے اس وجہ سے مناسب ہے کہ اس کی پوری تحقیق کر دی جائے تاکہ اس قسم کے ادعاء باطلہ کا کوئی امکان نہ رہے۔

امام بیہقیؒ نے ابن عباسؓ کی اس روایت کے راویوں کے معتبر ہونے کے باعث اسناد کو قابل اعتبار تو کہا مگر محدثین و اصولیین کے ایک مسلمہ قانون کے پیش نظر کہ یہ حدیث دیگر احادیث معروفہ کے خلاف ہے اس وجہ سے شاذ و معلول ہے اور احادیث شاذہ کو محدثین نے حجت نہیں سمجھا اس موضوع پر حضرت والد صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی ایک اور تحقیق قارئین کی خدمت میں پیش کرنے کی سعادت حاصل کرتا ہوں یہ تحقیق احوط، بیان و استقامت کی ضامن و کفیل ہے فرماتے ہیں۔

"اسلام کی دعوت اس زمین کے سوا دیگر طبقات ارض میں کتاب و سنت سے کہیں ثابت نہیں اگر ہوتی تو ضرور اس بارہ میں کوئی نص وارد ہوتی اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ضرور اس کو بیان فرماتے اسی بناء پر علماء نے اس اثر کو باوجود صحیح الاسناد ہونے کے شاذ بتلایا ہے اور اگر صحیح مان بھی لیا جائے تو اس کی مختلف تاویلیں کی جا سکتی ہیں۔

تاویل اول ممکن ہے مراد یہ ہو کہ زمین کے ہر طبقہ میں ایک ہادی ہے جو اس طبقہ کے نبی کے ہم نام ہو پس ان طبقات تحتانیہ میں آدمؑ اور نوحؑ اور موسیٰؑ اور عیسیٰؑ اور محمد صلی اللہ کے ہم نام ہادی ہوتے ہیں جو حقیقت میں انبیاء نہ تھے بلکہ محض ہادی تھے اور اس طبقہ کے انبیاء کے ہم نام تھے اور کسی اعتبار سے اس طبقہ کے انبیاء و رسل کے مشابہ تھے جیسا کہ حدیث میں ہے: "علماء امتی کانبیاء بنی اسرائیل" اور مشابہت سے مماثلت اور مساوات لازم نہیں آتی اس لیے کہ کلام عرب میں کاف تشبیہ کے لیے آتا ہے اور تشبیہ کے لیے یہ لازم نہیں کہ مشبہ، مشبہ بہ کے موافق اور برابر ہو۔ لہٰذا اس سے یہ بات ثابت کرنا کہ ہمارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا بھی کوئی نظیر اور ہمسر ہے کسی طرح صحیح نہیں نیز حق تعالیٰ شانہ کے اس قول اِنَّ اللّٰهَ اصْطَفٰٓى اٰدَمَ وَ نُوْحًا وَّ اٰلَ اِبْرٰهِيْمَ وَ اٰلَ عِمْرٰنَ عَلَى الْعٰلَمِيْنَ سے معلوم ہوتا ہے کہ نبوت اولاد آدم کے ساتھ مخصوص ہے اور جمہور علماء کا بھی یہی قول ہے کہ جنات میں سے رسول نہیں آئے تحتانی طبقات کے باشندے اسی طبقہ زمین کے پیغمبروں کے تابع رہے ہیں۔

(دیکھو کشاف اصطلاحات الفنون ص ۱۴۰۹ / ج ۲)

تاویل دوم یہ بھی ممکن ہے کہ حضرت ابن عباسؓ کی مراد یہ ہو کہ جس طرح اس طبقہ زمین میں نبوت کا سلسلہ جاری رہا اسی طرح زمین کے تحتانی طبقات میں بھی ہدایت کے لیے نبوت و بعثت کا سلسلہ جاری رہا۔ اور چونکہ بدلائل عقلیہ و نقلیہ سلسلہ کا غیر متناہی ہونا باطل ہے اس لیے ضروری ہوا کہ ہر طبقہ میں ایک مبداء سلسلہ ہوگا جو ہمارے آدم کے مشابہ ہوگا اور ایک آخر سلسلہ ہو جو ہمارے خاتم النبیین کے مشابہ ہو مگر نبی نہیں بناء علیہ طبقات تحتانیہ کے اواخر انبیاء پر خواتم کا اطلاق درست ہوگا مگر اس کی خاتمیت اس طبقہ کے ساتھ مخصوص ہوگی عام نہ ہوگی بلکہ اضافی ہوگی اور ہمارے خاتم الانبیاء کی خاتمیت عام اور تامہ اور مطلق اور دائم ہوگی کیونکہ آپ کی دعوت اور بعثت عام ہے کوئی فرد بشر اس سے مستثنیٰ نہیں لہٰذا مطابق عقائد اہل سنت

یہ اعتقاد رکھنا چاہیئے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم خاتم النبیین ہیں اور آپ کی نبوت و رسالت عام ہے اور قیامت تک تمام جن و انس پر آپ کی شریعت کی پیروی فرض اور لازم ہے پس اگر بالفرض والتقدیر آپ کے زمانہ میں کسی طبقۂ زمین میں کوئی نبی ہوا بھی تو آپ ہی کی شریعت کا متبع ہوگا اور وہ صرف اپنے ہی طبقہ کا خاتم ہوگا۔ اور اس کی خاتمیت اضافی ہوگی۔ اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خاتمیت عام اور تام اور دائم ہے۔ حضور پر نور جس طبقۂ زمین پر مبعوث ہوئے اس طبقۂ زمین پر جو نبوت کا دعویٰ کرے گا وہ مسیلمہ کذاب کی طرح بلاشبہ دجال اور کذاب ہوگا مسیلمہ کذاب خواہ یمن کا ہو یا پنجاب کا سب کا ایک ہی حکم ہے۔

اور طبقات تحتانیہ کے خواتم میں عقلاً تین احتمال ہیں اور یہ کہ وہ خواتم آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ نبوت کے بعد ہوں یہ احتمال قطعاً باطل ہے اس لیے کہ حدیث لا نبی بعدی اس بارہ میں نص صریح ہے۔ دوسرا احتمال یہ ہے کہ وہ دوسرے خواتم آپ سے مقدم ہوں اور تیسرا احتمال یہ ہے کہ وہ آپ کے معاصر ہوں۔ اس صورت میں ضروری ہے کہ وہ ضرور بالضرور شریعت محمدیہ کے متبع ہوں گے اور ان کی خاتمیت اضافی ہوگی اور ہمارے خاتم الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کی خاتمیت اور دعوت عام اور تام ہوگی بہرحال خاتمیت حقیقی ہو یا اضافی طور خاتم کے بعد ہر طبقۂ زمین میں نبوت کا دعویٰ کفر اور دجل ہوگا اور ہر طبقہ کا مدعی نبوت کذاب اور دجال اور مسیلمہ اور اسود عنسی کی طرح واجب القتل ہوگا۔ اور علیٰ ہذا جو شخص آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت اور دعوت کو اسی طبقۂ زمین کے ساتھ مخصوص سمجھتا ہو اور ہر طبقہ کے خاتم کو صاحب شرع جدید سمجھتا ہو وہ بلاشبہ کافر اور دجال ہے۔

تاویل سوم یہ بھی کہا جا سکتا ہے جیسا کہ بعض علماء یہ کہتے ہیں کہ ابن عباسؓ کا یہ قول عالم مثال پر محمول ہے کہ ہر طبقۂ زمین میں اس طبقۂ زمین کے صور مثالیہ اور اشباہ اور امثال موجود ہیں جیسا کہ ابن عباسؓ کی ایک روایت اسی معنی کی تائید کرتی ہے۔ وہ یہ کہ ابن عباسؓ سے ایک روایت میں یہ بھی آیا ہے کہ ان زمینوں میں مجھ جیسا ابن عباسؓ بھی ہے اور ہر زمین میں اور ہر آسمان میں ایک خانہ کعبہ موجود ہے اسی طرح زمین و آسمان میں ایک خانہ کعبہ موجود ہے اسی طرح زمین و آسمان میں جو وہ خانے کعبے موجود ہیں۔ حضرات اہل کشف کے نزدیک یہ روایت صحیح ہے اور عالم مثال میں رؤیت مثالیہ پر محمول ہے اور فتوحات مکیہ میں اس قسم کی چیزیں بکثرت موجود ہیں۔ واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم۔

جدید فلاسفہ کا نظریہ

قرآن اور حدیث سے یہ ثابت ہے کہ سات آسمان ہیں اور سات زمینیں ہیں۔ فلاسفۂ مغرب آسمان کے وجود کے تو سرے سے قائل ہی نہیں اور زمین کے متعلق یہ کہتے ہیں کہ صرف ایک زمین ہے اور باقی چھ زمینوں کے قائل نہیں۔ فلاسفۂ مغرب کہتے ہیں کہ فضا میں جو نیلگوں رنگ نظر آتا ہے یہ فضاء کا یا اندھیرے کا رنگ ہے اس لیے کہ ان کے نزدیک کسی دوربین سے سوائے کواکب کے فضاء میں کوئی اور جسم نظر نہیں آتا۔

اس کا جواب یہ ہے کہ کسی چیز کا نظر نہ آنا نہ ہونے کی دلیل نہیں ہو سکتا ہے۔ ممکن ہے بُعد مسافت کی وجہ سے آسمان نظر نہ آتا ہو اس لیے یہ انکار قابل التفات نہیں نیز فلاسفہ معاصرین کا مذہب یہ ہے کہ اس فضا اور خلا کی کوئی انتہا نہیں اور ظاہر ہے کہ خوردبین کی رسائی غیر محدود نہیں۔ پس ممکن ہے کہ آسمان اس غیر محدود فضا اور غیر متناہی خلا کے اندر اتنے دور فاصلہ پر واقع ہو کہ بُعد مسافت کی وجہ سے دوربین کی رسائی نہ ہو سکتی ہو اور یہ نیلگوں رنگ جو ہم کو نظر آتا ہے وہ آسمان دنیا کا پلستر ہو۔ دیکھنے والے کو اصل عمارت تو نظر نہیں آتی بلکہ اس کا پلستر دکھائی دیتا ہے اور علی ہذا فلاسفہ کا سات زمینوں کے وجود کا انکار بھی بالکل بے دلیل ہے جس طرح ایک زمین موجود ہو سکتی ہے اسی طرح سات زمینیں بھی موجود ہو سکتی ہیں۔ سات زمینوں کا وجود عقلاً محال اور ممتنع نہیں اور چونکہ مخبر صادق نے ہم کو ان کے وجود کی خبر دی ہے لہٰذا اس پر ایمان لانا ضروری ہے اور فلاسفہ عصر کی بے دلیل باتوں سے قرآن و حدیث اور اللہ و رسول کی باتوں میں شکوک و اوہام پیدا کرنا زیب نہیں دیتا اس تحقیق عمیق سے اہل علم کے قلوب کو یقیناً طمانیت و سکون نصیب ہو گا اور دین اسلام کے کسی عقیدہ پر کسی طرح کا بھی شبہ پیدا نہ ہو سکے گا۔ و للہ الحمد و المنۃ

قد تم بحمد اللہ تعالیٰ و بتوفیق اللہ تعالیٰ تفسیر سورۃ الطلاق

بسم اللہ الرحمن الرحیم

سورۃ التحریم

اس سورت کا مضمون اپنی عظمت و اہمیت کے لحاظ سے اس بات کی راہنمائی کر رہا ہے کہ مسلمان کو اپنی گھریلو زندگی کس اعتدال و احتیاط کے ساتھ گزارنی چاہیے اور اس میں اہل بیت کے حقوق و جذبات کی رعایت کے ساتھ احکام خداوندی کی اطاعت کو بھی پوری طرح برقرار رکھا جائے اور اس امر کو ملحوظ رکھنا چاہیے کہ ازواج میں سے کسی کی دلجوئی کی خاطر کسی درجہ کی حق تلفی کا ادنیٰ شائبہ بھی نہ پایا جاتا ہو۔

ابتداء سورت میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جو مباح چیز یعنی شہد پینے اور پھر حرام کر لیا تھا اس کا ذکر ہے پھر ایسے جذبات جو اس امر کا داعی بنے ان کا بھی بیان ہے ساتھ ہی اس پر بھی تنبیہ ہے کہ گھریلو زندگی کے لوازم میں سے یہ بھی ہے کہ کوئی راز ہو تو اس کو راز ہی رکھا جائے اور یہ بھی کہ اگر ازواج کسی قسم کی بے اعتدالی اختیار کریں تو یہ بھی نوبت آ سکتی ہے کہ ان کو طلاق دے دی جائے اس ضمن میں یہ بھی واضح کر دیا گیا کہ اگر عورتیں اپنی مزاجی کیفیات سے کسی قسم کی بدعنوانی یا زیادتی اختیار کریں گی تو پھر ان صالح اور نیک اطوار خاوندوں کے ساتھ اللہ کی مدد شامل حال رہے گی۔ اختتام سورت پر یہ بھی واضح کر دیا گیا کہ بسا اوقات یہ بھی ممکن ہے کہ ایک مرد صالح کی زوجیت میں کوئی شقی اور

بدنصیب عورت آجائے، اور یہ بھی ممکن ہے صالح اور پاکباز خاتون کا شوہر عاصی و نافرمان ہو تو ایسے احوال میں عقل فطرت کا تقاضا ہے کہ ہدایت اور حق پر پختگی کے ساتھ قائم رہے۔

آیاتها ۱۲ — سُوْرَةُ التَّحْرِيْمِ مَدَنِيَّةٌ ۶۶ : ۱۰۷ — رکوعاتها ۲

سورۂ تحریم مدنی ہے اور اس میں بارہ آیتیں اور دو رکوع ہیں۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

شروع اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم والا

يٰۤاَيُّهَا النَّبِيُّ لِمَ تُحَرِّمُ مَاۤ اَحَلَّ اللّٰهُ لَكَ ۚ تَبْتَغِيْ

اے نبی! تو کیوں حرام کرتا ہے جو حلال کیا اللہ نے تجھ پر! چاہتا ہے

مَرْضَاتَ اَزْوَاجِكَ ۗ وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ۝۱ قَدْ فَرَضَ

رضامندی اپنی عورتوں کی۔ اور اللہ بخشنے والا ہے مہربان۔ ٹھہرا دیا ہے

اللّٰهُ لَكُمْ تَحِلَّةَ اَيْمَانِكُمْ ۚ وَاللّٰهُ مَوْلٰىكُمْ ۚ وَهُوَ الْعَلِيْمُ

اللہ نے تم کو کھول ڈالنا اپنی قسموں کا۔ اور اللہ صاحب ہے تمہارا، اور وہی ہے سب

الْحَكِيْمُ ۝۲ وَاِذْ اَسَرَّ النَّبِيُّ اِلٰى بَعْضِ اَزْوَاجِهٖ حَدِيْثًا ۚ

جانتا حکمت والا۔ اور جب چھپا کر کہی نبی نے اپنی کسی عورت سے ایک بات،

فَلَمَّا نَبَّاَتْ بِهٖ وَاَظْهَرَهُ اللّٰهُ عَلَيْهِ عَرَّفَ بَعْضَهٗ

پھر جب اس نے خبر کر دی اس کی، اور اللہ نے جتا دیا نبی کو یہ جتائی نبی نے اس میں سے

وَاَعْرَضَ عَنْ بَعْضٍ ۚ فَلَمَّا نَبَّاَهَا بِهٖ قَالَتْ مَنْ

کچھ، اور ٹلا دی کچھ۔ پھر جب وہ جتایا عورت کو بولی تجھ کو

اَنْۢبَاَكَ هٰذَا ۗ قَالَ نَبَّاَنِيَ الْعَلِيْمُ الْخَبِيْرُ ۝۳ اِنْ تَتُوْبَاۤ

کس نے بتا دیا یہ؟ کہا مجھ کو بتایا اس خبر والے واقف نے۔ اگر تم دونوں توبہ کرتیاں

إِلَى اللَّهِ فَقَدْ صَغَتْ قُلُوبُكُمَا ۖ وَإِنْ تَظَاهَرَا

ہو ، تو بیشک جھک پڑے ہیں دل تمہارے ۔ اور اگر تم دونوں چڑھائی

عَلَيْهِ فَإِنَّ اللَّهَ هُوَ مَوْلَاهُ وَجِبْرِيلُ وَصَالِحُ

کروگیاں اس پر تو اللہ ہے اس کا رفیق اور جبرئیل اور نیک

الْمُؤْمِنِينَ ۖ وَالْمَلَائِكَةُ بَعْدَ ذَٰلِكَ ظَهِيرٌ ﴿٤﴾ عَسَىٰ

ایمان والے ۔ اور فرشتے اس کے پیچھے مددگار ۔ ابھی

رَبُّهُ إِنْ طَلَّقَكُنَّ أَنْ يُبْدِلَهُ أَزْوَاجًا خَيْرًا مِنْكُنَّ

اگر نبی چھوڑ دے تم سب کو اس کا رب بدلہ میں دے اس کو عورتیں تم سے بہتر

مُسْلِمَاتٍ مُؤْمِنَاتٍ قَانِتَاتٍ تَائِبَاتٍ عَابِدَاتٍ سَائِحَاتٍ

حکم بردار ، یقین رکھتیاں ، نماز میں کھڑی ، توبہ کرتیاں ، بندگی بجالاتیاں ، روزہ دار

ثَيِّبَاتٍ وَأَبْكَارًا ﴿٥﴾ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا قُوا أَنْفُسَكُمْ وَ

بیاہیاں اور کنواریاں ۔ اے ایمان والو ! بچاؤ اپنی جان کو اور

أَهْلِيكُمْ نَارًا وَقُودُهَا النَّاسُ وَالْحِجَارَةُ عَلَيْهَا مَلَائِكَةٌ

اپنے گھر والوں کو اس آگ سے جس کی چھپٹیاں ہیں آدمی اور پتھر ، اس پر مقرر ہیں فرشتے

غِلَاظٌ شِدَادٌ لَا يَعْصُونَ اللَّهَ مَا أَمَرَهُمْ وَيَفْعَلُونَ

تند خو زبردست ، بے حکمی نہیں کرتے اللہ کی جو بات ان کو فرمائی ، اور وہی کرتے

مَا يُؤْمَرُونَ ﴿٦﴾ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ كَفَرُوا لَا تَعْتَذِرُوا الْيَوْمَ ۖ

ہیں جو حکم ہو ۔ اے منکر ہونے والو ! مت بہانے بتاؤ آج کے دن ۔

إِنَّمَا تُجْزَوْنَ مَا كُنْتُمْ تَعْمَلُونَ ﴿٧﴾

وہی بدلہ پاؤ گے جو کرتے تھے ۔

تعلیم صبر و استقامت و عدل و انصاف در حقوق و امور معاشرت

قال اللہ تعالیٰ۔ یٰٓاَیُّهَا النَّبِیُّ لِمَ تُحَرِّمُ ...... الیٰ ...... اِنَّمَا تُجْزَوْنَ مَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ

(ربط) گزشتہ سورت میں طلاق و عدت کے بعض اہم احکام کا بیان تھا، اب اس سورت میں بعض ایسے جذبات طبعیہ کا بیان ہے جن کے باعث خانگی زندگی کا اعتدال و توازن ختم ہو سکتا ہے اور اس سے تفرق و جدائی کی بھی نوبت آسکتی ہے۔ اور ایک خاص واقعہ بھی حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواج کی طرف سے پیش آیا تھا، اس کی مناسبت سے بعض خصوصی احکام و ہدایات کا بیان فرمائی جا رہی ہیں۔

صحیحین و دیگر کتب حدیث میں اس سورت کا شان نزول یہ بیان کیا گیا ہے، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کچھ دیر حضرت زینب بنت جحش کے پاس ٹھیرا کرتے تھے (یعنی آپ کا معمول تھا کہ عصر کے بعد تمام ازواج کے حجروں میں تشریف لے جاتے تاکہ ان کے احوال کا علم ہو، اور ازواج مطہرات کے لیے آپ کی زیارت و تشریف آوری موجب برکت و راحت ہو) اس وقت حضرت زینبؓ کے پاس شہد آیا ہوا تھا تو انہوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو پلایا تو وہ چار روز اس کے نوش فرمانے میں دیر لگی اور حضرت عائشہؓ و حفصہؓ کے یہاں پہنچنے میں تاخیر پر ان کو بے چینی ہوئی، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو شہد اور میٹھی چیز پسند تھی تو یہ بات ظاہر ہونے پر حضرت عائشہؓ اور حفصہؓ نے باہمی مشورہ سے یہ طے کیا کہ ہم میں سے جس کسی کے پاس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائیں تو ہم یہ کہیں کہ یا رسول اللہ آپ کے منہ سے تو مغافیر (ایک قسم کے گوند کو کہا جاتا ہے) کی بدبو آرہی ہے تاکہ آپ اس چیز کو ترک کر دیں، چنانچہ ایسا ہی کیا گیا، بیان کرتی ہیں جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے تو میں نے کہا میں تو آپ کے منہ سے مغافیر کی بدبو محسوس کر رہی ہوں آپ نے مغافیر کھایا ہے۔ اس کے بعد آپ حفصہؓ کے یہاں گئے تو انہوں نے بھی اسی طرح کہا، آپ نے فرمایا نہیں میں نے تو شہد پیا ہے۔ اس پر آپ نے طبعی ناگواری کے ساتھ فرمایا خدا کی قسم میں اب شہد نہیں پیوں گا تو اس طرح آپ نے اپنی قسم کے ذریعے ایک حلال چیز کو اپنے اوپر حرام کر لیا۔ اس کے متعلق یہ سورت نازل ہوئی اور اس سلسلہ میں جو بعض باتیں پیش آئیں ان کی طرف بھی اشارہ فرمایا گیا، یہی شان نزول صحیح ہے اگرچہ مفسرین نے ایک دوسرا واقعہ بھی ذکر کیا ہے۔ ارشاد فرمایا۔

اے ہمارے پیغمبر کیوں حرام کرتے ہو وہ چیز جو اللہ نے آپ کے واسطے حلال کی ہے اگرچہ مطلقاً کسی حلال چیز سے عملاً پرہیز کرنا کوئی ممنوع فعل نہیں جب کہ عقیدۃً انسان حلال چیز کو حلال ہی سمجھتا رہے مگر پھر بھی وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی شان رفیع کے مناسب نہ تھی تو فرمایا چاہتے ہیں آپ اپنی بعض ازواج کی خوشنودی، خوش خلقی اور ازواج کی خوشنودی بے شک اچھی چیز ہے، لیکن جس حد تک اس کی ضرورت نہ ہو یا کسی کی خوشنودی دوسری کے لیے دل شکنی اور رنج کا ذریعہ بنے یہ آپ کے مقام عالی کے مناسب نہیں تو اس پر درگذر ہے۔

اور اللہ غفور رحیم ہے وہ اس قسم کی غیر مناسب یا خلاف اولیٰ باتوں کو درگذر فرماتا ہے اور اپنی رحمت و مہربانی سے نوازتا ہے۔ بے شک اللہ نے مقرر کر دیا ہے تمہارے واسطے تمہاری قسموں کا حلال کرنا کہ کسی حلال چیز سے نہ رکنے کے بجائے قسم کا کفارہ دے کر اس حلال کو اختیار کرو نہ یہ کہ عملاً اس سے اس طرح پرہیز کرتے رہو جیسا کہ حرام چیز سے پرہیز کیا جاتا ہے اور اللہ ہی تمہارا مولیٰ ہے وہی سب کچھ جاننے والا صاحب حکمت ہے چنانچہ ایسا ہی مقدر ہوا اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے محض اس وجہ سے کہ دیگر ازواج کے لیے کسی قسم کی رنجیدگی کا باعث نہ ہو قسم کھائی کہ میں اب آئندہ شہد نہ پیوں گا اور جب چھپا کر کہی پیغمبر نے ایک بات اپنی ازواج میں سے کسی ایک کو اور ان سے یہ بھی کہہ دیا کہ کسی اور سے مت بتانا تاکہ کسی کو رنج نہ پہنچے لیکن پھر جب انہوں نے خبر کر دی اس بات کی ازواج میں کسی اور کو بھی چنانچہ حضرت عائشہؓ نے یہ بات حفصہؓ کو بتا دی کہ دیکھو حضورؐ نے شہد اپنے اوپر حرام کر لیا ہے اور اب آپ زینبؓ کے ہاں زیادہ دیر نہ رکیں گے اور اللہ نے اس پر اپنے پیغمبر کو مطلع کر دیا تو اللہ کے پیغمبر نے کچھ بات جتلا دی اور کچھ سے اعراض کیا اس مصلحت سے کہ اس بیوی کو کسی قسم کا رنج یا بدگمانی نہ ہو تو جب پیغمبر نے یہ بات ظاہر کی اس بیوی سے تو اس نے پوچھا کس نے خبر دی ہے آپ کو اس بات کی کہ میں نے یہ راز کسی کو بتایا ہے۔ جواب دیا، بتا دیا مجھ کو اس بڑے علم رکھنے والے خبردار نے کہ جس پروردگار کے علم میں ہر چھوٹی بڑی چیز ہے۔ اللہ رب العزت جب کسی بات کو ظاہر کرنا چاہے تو اسے کوئی نہیں چھپا سکتا تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حسن معاشرت اور وسعت اخلاق کے بارہ میں چاہا کہ یہ شہد پینے کے معاملہ کو بھی ترک کر دوں تاکہ وہ ازواج جو حضورؐ کے غایت تعلق کی وجہ سے آپ کی تشریف آوری اور زیارت کے لیے بے چین رہتیں اور اگر ذرا چند لمحوں کی بھی دیر ہوتی تو وہ دیر انکو دوبھر گذرتی اور ہر بیوی یہ بھی چاہا کرتی کہ بیوی اس تعلق اور جذبہ سے آپ کی ایک مرغوب چیز شہد ہے تو منع کرتی تھیں ان کو اس کا علم نہ ہو کیونکہ ان کو معلوم ہونے سے یقیناً رنج پہنچتا تو اس وجہ سے یہ صورت کی کہ شہد حرام کر لیا اور اس کی قسم کھانے کے بارہ میں یہ بھی تاکید کر دی کہ کسی کو خبر نہ کی جائے لیکن عائشہؓ بہرکیف عورت تھیں اور عورت کے مزاج میں ضعف ہوتا ہے تو اس کو چھپا نہ سکیں اور حفصہؓ کو خبر کر دی ظاہر ہے کہ اس صورت حال کے پیش آنے پر ان دونوں کا قصور ظاہر ہوا تو حق تعالےٰ نے ان دونوں کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا! اگر تم دونوں اللہ کی طرف تائب ہو جاؤ تو اچھا ہے کیونکہ تمہارے دل جھک پڑے تھے ان میں میلان اور ٹیڑھا پن آ گیا تھا اور جادۂ اعتدال سے جھک کر ایک طرف مائل ہو چکے تھے اور اے عائشہؓ اور حفصہؓ اگر تم دونوں پیغمبر خدا پر کوئی غلبہ حاصل کرنے کا ارادہ کرو گی تو پھر سمجھ لو کہ اللہ بھی ان کا مولیٰ ہوگا اور جبریل بھی اور صالحین مؤمنین بھی یہ سب خدا کے پیغمبر کی مدد کے لیے ہوں گے اور یہ ہی نہیں بلکہ فرشتے بھی اس کے بعد مددگار ہوں گے۔ تو خدا اس طرح اپنے پیغمبر کو بے یار و مددگار نہیں چھوڑے گا۔

اور ایسی صورت میں کہ خدا اس کے فرشتے جبریل امینؑ اور صالحین مؤمنین مددگار ہوں تو کوئی تدبیر اور

(حاشیہ اگلے صفحہ پر)

پیدا ہو گر نہیں ہو سکتا پیغمبر کا اصل (زہر اطنی، دلائل) پیغمبر کی تکلیف اور رنج سے ڈرنا چاہیے خدا اپنے پیغمبر کو
ہر قسم کی ذہنی الجھن سے پاک اور محفوظ فرمانے پر بڑا ہی قادر ہے اسی وجہ سے لے ازواج رسول صلی اللہ علیہ
وسلم میں توجہت قریب ہے یہ بات کہ اگر یہ نبی تم کو طلاق دے دیں تو پھر ان کا رب ان کو دوسری بیویاں دے
دے تمہارے بجائے جو تم سے بہتر ہوں فرمانبردار ہوں ایمان و یقین رکھنے والیاں خدا کی مطیع توبہ کرنے والی
عبادت گزار روزہ دار ہوں بیوہ ہوں اور دوشیزہ لہٰذا کسی کو یہ دھوکہ نہ لگے اور نہ ہی یہ تصور پیدا ہو کہ ہم سے بہتر
پیغمبر کو اور کوئی نہیں مل سکتا۔ پیغمبر کے لئے اللہ جس کی بھی زوجیت مقرر فرما دے گا وہ اعلیٰ سے اعلیٰ ہوں گی اور اس
میں ایمان و یقین اور باطنی کمالات دونوں بیویوں کے ساتھ جسمانی محاسن بھی پیغمبر کا رب ان میں جمع کر دیگا۔

انسان کی زندگی میں ایسے گھریلو واقعات اور ناگوار خاطر امور پیش آ ہی جایا کرتے ہیں اس وجہ سے لے
ایمان والو تمہیں خاص تاکید کے ساتھ یہ ہدایت ہے کہ بچاؤ اپنی جانوں کو اور اپنے گھر والوں کو جہنم کی ایسی آگ
سے جس کا ایندھن انسان اور پتھر ہیں۔ اس کے عذاب اور گرفت سے نہ کوئی بچ سکتا ہے اور نہ نکل سکتا ہے
جس پر فرشتے سخت مزاج نہایت مضبوط نگران ہیں جو نافرمانی نہیں کرتے اللہ کے حکم کی جو بھی اللہ ان کو حکم دے
اور وہی کرتے ہیں جو ان کو حکم ہوتا ہے تو جس جہنم پر ایسے فرشتے نگران ہوں گے کہ ان کو مجرموں پر نہ ترس آئے
گا اور نہ وہ نرم دل ہوں گے یقیناً اس کے عذاب سے کوئی مجرم نہیں بچ سکتا اور انسان کو چاہیے کہ اپنی ذمہ داری
کے ساتھ افراد خانہ اور اہل و عیال کی بھی اصلاح کی فکر میں لگا رہے اور یہ سب کام انسان دنیا کی زندگی ہی میں
کر سکتا ہے یہ زندگی دار العمل ہے اور روز آخرت دار العمل نہیں رہے گا بلکہ وہ روز جزاء ہوگا جیسا کہ حضور ؐ کا
ارشاد مبارک ہے۔ یا ایھا الناس انکم الیوم فی دار العمل لا حساب وانتم غدا فی دار الجزاء
ولا عمل اے لوگو! تم آج دار العمل میں ہو جہاں حساب و کتاب نہیں مگر کل آنے والے دن اس جگہ
ہو گے جہاں حساب ہی حساب ہوگا نہ کہ عمل تو ایسے ہیبت ناک دن اعلان ہوگا لے کافرو! مت عذر
پیش کرو آج کے دن اب تو بس تمہیں بدلہ دیا جائے گا ان اعمال کا جو تم کرتے تھے تو جب روز قیامت جہنم
سامنے ہوگی اور اس کا دہکتا ہوا عذاب نظر آ رہا ہوگا اور مجرموں پر یہ تنبیہ ہوگی کہ اب عذر اور بہانوں کی گنجائش
نہیں تو بلاشبہ ایسے دن سے پہلے انسان اپنی اور اپنے گھر والوں کی اصلاح کر لے تو بہتر ہے اور بعض دفعہ
معمولی جھگڑے بھی بڑی مصیبت کا سبب بن جاتے ہیں تو اس وجہ سے گھریلو منازعات اور باہمی رنجش
کی باتوں سے بڑا ہی محتاط رہنا چاہیے اور ان سب باتوں کے لیے بنیادی چیز اپنے طبعی جذبات کو قابو میں
رکھنا ہے ساتھ حلم اور درگذر بھی چاہیے جیسا کہ بیان کردہ واقعہ میں پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے اسوۂ

عہ بعض مفسرین نے صالح المؤمنین کی تفسیر میں حضرت ابوبکر صدیق اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہما کا نام
بیان کیا ہے اور ان ناموں کا ذکر کرنا حضرت عائشہ و حضرت حفصہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے پیش نظر
نہایت ہی لطیف اور مناسب ہے۔ ۱۲

آپ نے اپنی قسم کا کفارہ ادا فرمایا۔

وہ ایک واقعہ ازواج مطہرات کی طرف سے نفقہ کی زیادتی کی فرمائش پر تھا وہ ایک قسم تھی، ازواج مطہرات سے ایک ماہ تک ملاقات نہ کرنے کی اس کے ساتھ، دوسرا واقعہ تھا جس میں شہد نہ پینے کے لیے قسم تھی مطالبہ نفقہ پر آیت تخییر سورۂ احزاب کی نازل ہوئی، اور شہد کی حرمت پر یہ سورۂ تحریم نازل ہوئی۔

(تفصیل کیلئے کتب سیرت وتفسیر کی مراجعت فرمائی جائے)

انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بیان کیا کہ جس وقت ازواج رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایک معاملہ میں جب باہم جمع ہوگئیں غیرت وغیرہ کے بارہ میں تو میں نے ان سے کہا عَسٰى رَبُّهٗۤ اِنْ طَلَّقَكُنَّ اَنْ يُّبْدِلَهٗۤ اَزْوَاجًا خَيْرًا مِّنْكُنَّ تو ایکدم بعد یہی الفاظ قرآن کریم میں نازل ہوگئے تو یہ آیت بھی عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی موافقات میں سے ہے جس طرح آیت وَاتَّخِذُوْا مِنْ مَّقَامِ اِبْرٰهٖمَ مُصَلًّى اور آیت حجاب ان کی موافقات میں سے ہے۔ سبحان اللہ کیا مقام ہے کہ قرآن کریم کی آیات لوح محفوظ سے اترنے سے پہلے ہی فاروق اعظمؓ کے قلب ودماغ میں القاء کی جارہی ہیں اور ان کی زبان قبل از نزول ہی ان کا تلفظ کر رہی ہیں۔

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا تُوْبُوْۤا اِلَى اللّٰهِ تَوْبَةً نَّصُوْحًا ؕ

اے ایمان والو! توبہ کرو اللہ کی طرف، صاف دل کی توبہ۔

عَسٰى رَبُّكُمْ اَنْ يُّكَفِّرَ عَنْكُمْ سَيِّاٰتِكُمْ وَيُدْخِلَكُمْ

شاید تمہارا رب اتارے تم سے تمہاری برائیاں، اور داخل کرے تم کو

جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ يَوْمَ لَا يُخْزِي اللّٰهُ

باغوں میں، جن کے نیچے بہتی نہریں، جس دن اللہ ذلیل نہ کرے گا

النَّبِيَّ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مَعَهٗ نُوْرُهُمْ يَسْعٰى بَيْنَ

نبی کو، اور جو یقین لائے ہیں اس کے ساتھ۔ ان کی روشنی دوڑتی ہے

اَيْدِيْهِمْ وَبِاَيْمَانِهِمْ يَقُوْلُوْنَ رَبَّنَآ اَتْمِمْ لَنَا نُوْرَنَا

ان کے آگے، اور ان کے داہنے، کہتے ہیں اے رب ہمارے پوری کر دے ہم کو

وَاغْفِرْ لَنَا ۚ إِنَّكَ عَلَىٰ كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ ﴿٨﴾ يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ

ہماری روشنی، اور معاف کر ہم کو، تو ہر چیز کر سکتا ہے۔ اے نبی

جَاهِدِ الْكُفَّارَ وَالْمُنَافِقِينَ وَاغْلُظْ عَلَيْهِمْ ۚ وَمَأْوَاهُمْ

لڑائی کر منکروں سے اور دغابازوں سے اور سختی کر ان پر۔ اور ان کا گھر

جَهَنَّمُ ۖ وَبِئْسَ الْمَصِيرُ ﴿٩﴾

دوزخ ہے۔ اور بری جگہ پہنچے۔

حکم توبہ وانابت الی اللہ باخلاص قلب و وعدۂ معافی خطایا و بشارت حصول نعمہائے جنت

قال اللہ تعالیٰ۔ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا ..... الیٰ ..... وَبِئْسَ الْمَصِيرُ

(ربط) گزشتہ آیات میں انسانی زندگی کے لیے ایسی ہدایات تعلیم کرائی ہیں جن پر عمل کرنے سے انسان اس قسم کی برائیوں سے محفوظ رہ سکتا ہے جو مزاجی عدم اعتدال یا گھریلو منازعات کی وجہ سے پیش آتی ہیں اب ان آیات میں اللہ کی طرف رجوع اور توبہ کا حکم ہے کہ مسلمان کو چاہیے کہ اپنی کوتاہی پر نادم و شرمندہ ہو کر خدا کی طرف رجوع کرے اور توبہ و استغفار صدق دل سے کرے اسی سے اس کی نجات کا امکان ہے۔ ارشاد فرمایا۔

اے ایمان والو رجوع کرو اللہ کی طرف سچے دل سے توبہ کرتے ہوئے اپنے کیے پر نادم و شرمندہ ہوتے ہوئے اور اخلاص دل سے یہ وعدہ کرتے ہوئے کہ پھر آئندہ ایسی غلطی نہ کروں گا اور اس عقیدہ کے ساتھ کہ اللہ بڑا ہی غفور رحیم ہے اور وہ قادر مطلق ہے گناہ پر گرفت فرما سکتا ہے اور چاہے تو معاف بھی فرمانے والا ہے۔ امید ہے کہ تمہارا پروردگار تمہاری برائیاں مٹا دے گا اپنے فضل و کرم سے اور داخل کرے گا تم کو ایسے باغوں میں جن کے محلات کے نیچے نہریں بہتی ہوں گی جن میں ہر قسم کی راحت اور ہر نوع کی نعمت موجود ہو گی۔ جس دن کہ اللہ شرمندہ نہیں کرے گا اپنے پیغمبر کو اور ان لوگوں کو جو اس پیغمبر کے ساتھ ایمان لائے بلکہ پیغمبر کی اعزاز و اکرام بلند سے بلند تر مناصب اور مقام عطا فرمائے گا۔ ان اہل ایمان کا نور دوڑتا ہو گا ان کے آگے اور ان کی داہنی جانبوں میں کہتے ہوں گے۔ غایت فرحت و سرور سے اور اللہ کے انعامات کا شکر ادا کرتے ہوئے۔

نے ہمارے پروردگار پوری کر دے ہمارے واسطے ہماری روشنی اور معاف کر دے ہماری وہ تمام کوتاہیاں اور غلطیاں جو ہم نے تیرا حق ادا کرنے میں کیں بے شک تو ہر چیز پہ پوری طرح قدرت رکھنے والا ہے۔

جہاں ایک طرف ان گزشتہ واقعات میں صبر و حلم اور عفو و درگذر کی تعلیم دی گئی اسی کے ساتھ یہ بھی فرمایا جا رہا ہے کہ کافروں اور منافقوں کے ساتھ ضرورت ہے کہ سختی اور قوت کا استعمال کیا جائے ان کا مجرمانہ کردار اسی کا متقاضی ہے کہ سزا اور سرکوبی کا عمل ان کے ساتھ کیا جائے۔ برخلاف گھریلو زندگی کے کہ اس میں نرمی اخلاق اور صبر و حلم ہی زیب دیتا ہے تو فرمایا اے نبیؐ جہاد کیجئے کافروں اور منافقوں سے اور ان پر سختی کیجئے۔ اور وہ اس قابل ہی نہیں کہ ان پر نرمی کی جائے کیونکہ ان کا ٹھکانہ جہنم ہے۔ اور یہ بہت ہی برا ٹھکانہ ہے تو جو لوگ اللہ کے اور اس کے رسول کے دشمن ہیں اور مجرم ہیں۔ خدا نے ان کے واسطے شدت و سختی اور عذاب جہنم طے کر دیا ہے تو ظاہر ہے کہ ان کے ساتھ نرمی برتنے کا کوئی مطلب نہیں وہ بلاشبہ اس کے مستحق ہیں کہ ان پر سختی کی جائے اور جہاد کے ذریعے سرکوبی ہو کیونکہ ان کے کفر و نافرمانی سے عالم کا امن تباہ ہوگا اور ایسے مفسدوں اور فتنہ انگیزوں کی سرکوبی ہی عالم کے لیے امن و عافیت کا موجب ہے تو پیغمبر خدا کی ایسے مجرموں کے ساتھ یہ سختی بھی دنیا میں بسنے والے انسانوں کے واسطے رحمت و مہربانی ہوگی۔

توبۂ نصوحاً کی تفسیر

حافظ ابن جریرؒ نے نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے، فرماتے تھے کہ میں نے حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو خطبہ دیتے ہوئے سنا فرما رہے تھے یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا تُوْبُوْٓا اِلَى اللّٰهِ تَوْبَةً نَّصُوْحًا کہ توبۂ نصوح یہ ہے کہ انسان گناہ کرے تو اس سے تائب ہو اور اس طرح کہ پھر وہ گناہ دوبارہ نہ کرے۔ سفیان ثوریؒ فرماتے ہیں کہ اس عزم اور ارادہ کے ساتھ توبہ کرے کہ پھر یہ گناہ نہیں کرے گا اسی طرح کیا تابعین وائمہ سے منقول ہے اور ظاہر ہے کہ یہ عزم اور پختہ ارادہ اسی وقت ہو سکتا ہے جب انسان کو کئے ہوئے گناہ پر ندامت ہو اسی وجہ سے بعض روایات میں ہے۔ اَلتَّوْبَةُ اَلنَّدَمُ کہ توبہ ندامت کا نام ہے۔

حسن بصریؒ فرمایا کرتے تھے توبۂ نصوح یہ ہے کہ تم گناہ سے توبہ کے بعد گناہ سے اتنی ہی نفرت کرنے لگو جس قدر تم کو اس سے پہلے اس گناہ کی رغبت تھی اور جب اس گناہ کا خیال آئے اس سے بارگاہ خداوندی میں استغفار کرو۔ احادیث صحیحہ میں ہے توبہ انسان کے گناہوں کو اس طرح مٹا دیتی ہے جس طرح کہ اسلام اس سے قبل کے گناہوں اور خطاؤں کو مٹا دیتا ہے۔ احادیث میں سید الاستغفار کے کلمات اسی حقیقت کو واضح کر رہے ہیں۔ بندہ حق تعالیٰ کی ربوبیت کا اقرار و اعتراف کرتے ہوئے ایک طرف اس کے انعامات کا تصور کرے دوسری طرف اپنی خطاؤں اور تقصیرات کو دیکھے یقیناً اس پر ایک ندامت و شرمندگی کی کیفیت قلب میں پیدا ہوگی۔ اس ندامت کے ساتھ اپنے گناہوں کی معافی طلب کرنا اور آئندہ کے لیے اچھے سے

آثار الوضوء و لا یکون لاحد من الامم کذالک غیرھم واعرفھم یؤتون کتبھم بایمانھم، واعرفھم سیماھم فی وجوھھم من اثر السجود واعرفھم بنورھم یسعٰی بین ایدیھم۔

میری اُمّت کے لوگ روشن پیشانیوں اور سفید قدم والے ہوں گے وضو کے آثار سے، اس قسم کی شان کسی بھی قوم کی نہ ہوگی تمام امتوں میں سے اور میں ان کو اس طرح بھی پہچانوں گا کہ ان کے داہنے ہاتھ میں ان کے نامہائے اعمال دیئے جائیں گے اور میں ان کو اس طرح بھی پہچانوں گا کہ ان کا نور ان کے آگے آگے ہوگا۔

اللّٰھم اجعلنا منھم بفضلک وکرمک یا اکرم الاکرمین وارزقنا شفاعۃ حبیبک ونبیک سید الانبیاء والمرسلین سیدنا و مولانا محمد وآلہٖ واصحابہٖ اجمعین۔

ضَرَبَ اللّٰهُ مَثَلًا لِّلَّذِيْنَ كَفَرُوا امْرَاَتَ نُوْحٍ وَّامْرَاَتَ

اللہ نے بتائی ایک کہاوت منکروں کے واسطے، عورت نوح کی اور عورت

لُوْطٍ كَانَتَا تَحْتَ عَبْدَيْنِ مِنْ عِبَادِنَا صَالِحَيْنِ

لوط کی۔ گھر میں تھیں دونوں دو نیک بندوں کے ہمارے بندوں میں سے،

فَخَانَتٰهُمَا فَلَمْ يُغْنِيَا عَنْهُمَا مِنَ اللّٰهِ شَيْئًا وَّقِيْلَ ادْخُلَا

پھر ان سے چوری کی، پھر وہ کام نہ آئے انکو اللہ کے ہاتھ سے کچھ، اور حکم ہوا کہ جاؤ

النَّارَ مَعَ الدّٰخِلِيْنَ ﴿۱۰﴾ وَضَرَبَ اللّٰهُ مَثَلًا لِّلَّذِيْنَ اٰمَنُوا

دوزخ میں ساتھ جانے والوں کے۔ اور اللہ نے بتائی ایک کہاوت ایمان والوں کو

امْرَاَتَ فِرْعَوْنَ ۘ اِذْ قَالَتْ رَبِّ ابْنِ لِيْ عِنْدَكَ بَيْتًا

عورت فرعون کی، جب بولی اے رب! بنا میرے واسطے اپنے پاس ایک گھر

فِي الْجَنَّةِ وَنَجِّنِيْ مِنْ فِرْعَوْنَ وَعَمَلِهٖ وَ

بہشت میں، اور بچا نکال مجھ کو فرعون سے، اور اسکے کام سے، اور

نَجِّنِيْ مِنَ الْقَوْمِ الظّٰلِمِيْنَ ﴿۱۱﴾ وَمَرْيَمَ ابْنَتَ

بچا نکال مجھ کو ظالم لوگوں سے۔ اور مریم بیٹی

عِمْرٰنَ الَّتِيْٓ اَحْصَنَتْ فَرْجَهَا فَنَفَخْنَا فِيْهِ مِنْ

عمران کی، جس نے روکی اپنی شہوت کی جگہ، پھر ہم نے پھونک دی ایک

رُّوْحِنَا وَصَدَّقَتْ بِكَلِمٰتِ رَبِّهَا وَكُتُبِهٖ وَكَانَتْ

اپنی طرف کی جان، اور سچ جانی اپنے رب کی باتیں اور اس کی کتابیں اور تھی

مِنَ الْقٰنِتِيْنَ ﴿۱۲﴾

بندگی کرنے والوں میں۔

نمونۂ ایمان وکفر وہدایت وشقاوت برائے خواتین عالم

قال اللہ تعالیٰ ضَرَبَ اللّٰهُ مَثَلًا ..... الیٰ ..... وَكَانَتْ مِنَ الْقٰنِتِيْنَ

ربط: گزشتہ آیات میں توبہ کا حکم اور قلب کی تطہیر و پاکی کا بیان تھا اور یہ کہ اللہ رب العزت اپنے پیغمبر اور ان کے ساتھ ایمان والوں کو قیامت کے روز ذلت اور شرمندگی سے بچائے گا، اب ان آیات میں یہ ظاہر فرمایا جا رہا ہے کہ پیغمبر خدا کے ساتھ وہ نسبت جو آخرت میں کام آتی ہے وہ ان کے ساتھ ایمانی رشتہ ہے، اسی رشتہ پر نجات آخرت کا ثمرہ مرتب ہوتا ہے اگر اللہ کے پیغمبر پر ایمان نہ ہو تو کوئی بھی قرابت اور رشتہ کام نہیں آتا، اس مضمون کو ثابت کرنے کے لئے ایک طرف حضرت نوحؑ اور حضرت لوطؑ کی بیویوں کا ذکر ہے دوسری طرف امراۃ فرعون اور ساتھ ہی حضرت مریمؑ کا بھی ذکر ہے اصل تقابل تو امراۃ نوح و لوط کے ساتھ فرعون کی بیوی کا تھا لیکن ایمانی معرفت اور استقامت و تقویٰ کے وصف میں شریک ہونے کے باعث مریم بنت عمران کا ایمانی شرف اور فضل و کمال بھی بیان کر دیا اور ان دونوں کو بحیثیت نمونۂ ایمان و ہدایت ہونے کے پیش کیا گیا۔ اور ان دونوں نمونوں کو بیان کر کے اسی حقیقت پر آگاہ کیا ہے فرمایا۔

مقرر کر دیا ہے اللہ نے مثال اور نمونہ کافروں کے لیے نوحؑ کی بیوی اور لوطؑ کی بیوی کو جو زوجیت میں تھیں دو بندوں کی ہمارے نیک بندوں میں سے بجائے اس کے کہ وہ دونوں اللہ کے ان نیک بندوں اور صالح بندوں اور پیغمبروں پر ایمان لاتیں، انہوں نے ان دونوں سے خیانت کی تو یہ دونوں ان عورتوں کو اللہ کے

کے کفر و سرکشی کے آثار و نتائج سے اس پر کوئی اثر و عذاب کا تو کیا مرتب ہوتا اس کو بحالت زندگی ہی جنت کی بشارت دی گئی، اور جنت کا وہ محل دکھلا دیا گیا جو اس کے واسطے اللہ نے مخصوص فرمایا تھا تاکہ اس محل کو اور آخرت کی راحتوں کو دیکھ کر سب سختیاں آسان ہو جائیں۔

آسیہ امرأۃ فرعون کے ایمان کا واقعہ

حافظ ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی تفسیر میں فرعون کی بیوی کے ایمان لانے کا واقعہ بیان کرتے ہوئے ابو العالیہؒ کی ایک روایت بیان کی ہے جس میں بیان کیا کہ اس کا ایمان لانا اس کے محل کی ایک نگران یا خازن کی عورت کی وجہ سے ہوا کہ وہ ایک روز جبھی فرعون کی ایک بیٹی کے سر میں کنگھی کر رہی تھی کہ ہاتھ سے کنگھا گر گیا تو وہ بولی تَعِسَ مَنْ كَفَرَ بِاللّٰهِ یعنی ہلاک ہو وہ جو اللہ کا کفر کرے۔ فرعون کی بیٹی یہ سنکر بولی اور کیا کوئی رب ہے، میرے باپ کے علاوہ؟ اس نے جواب دیا، ہاں۔ وہ میرا رب ہے، اور تیرے باپ کا بھی رب ہے اور کائنات کی ہر چیز کا رب ہے، اور میں تو صرف اسی کی عبادت کرتی ہوں اس پر فرعون کی بیٹی نے اس باندی کے منہ پر چپت مارا اور اپنے باپ فرعون کو اس کی خبر کی۔ فرعون نے اس کو بلایا اور کہا کیا تو میرے سوا کسی کی عبادت کرتی ہے جواب دیا ہاں: میں عبادت کرتی ہوں اپنے رب کی اور تیرے بھی رب کی اور ہر چیز کے رب کی اور میں تو صرف اسی کی عبادت کروں گی فرعون نے اس کو طرح طرح کے عذاب دینے شروع کئے حتی کہ اس کے ہاتھ پاؤں میں میخیں ٹھونکیں اس پر سانپ بھی چھوڑے غرض طرح طرح سے ستایا اسی طرح ایذاؤں کا سلسلہ جاری رکھا، یہاں تک کہ فرعون نے ایک روز آکر اس کو دھمکی دی اور کہا کیا تو باز نہیں آئے گی، اس نے جواب دیا، رَبِّي وَرَبُّكَ وَرَبُّ كُلِّ شَيْءٍ اللّٰهُ (کہ میرا رب اور تیرا رب اور ہر چیز کا رب صرف اللہ ہی ہے) فرعون نے کہا میں تیرا بچہ تیرے منہ میں ذبح کروں گا اگر تو باز نہ آئی۔ اس پر باندی نے جواب دیا فَاقْضِ مَا أَنْتَ قَاضٍ کہ کر گزر جو کچھ بھی تو کر سکتا ہے، فرعون نے اس کا بیٹا اس کے منہ میں ذبح کر ڈالا حتی کہ خود خازن کی بیوی کو بھی شہید کر دیا۔

اسی طرح فرعون کی بیوی ایمان لے آئی اور فرعون جس قدر ستاتا، ایذائیں پہنچاتا آپ کے ایمان میں اور اضافہ ہوتا اس حالت میں جب کہ فرعون کی ایذائیں حد سے بڑھ چکی تھیں تو آسیہ کی زبان پر یہ کلمات جاری ہوتے رَبِّ ابْنِ لِي عِنْدَكَ بَيْتًا فِي الْجَنَّةِ وَنَجِّنِي مِنْ فِرْعَوْنَ وَعَمَلِهِ وَنَجِّنِي مِنَ الْقَوْمِ الظّٰلِمِيْنَ۔ بیان کیا جاتا ہے کہ جس وقت فرعون ان کے ہاتھ اور پاؤں میں میخیں پیوست کر رہا تھا اللہ رب العزت نے آسیہ کا وہ محل جو جنت میں ان کے واسطے تھا وہ ظاہر کر دیا جس کو دیکھتے ہی فرط مسرت سے ہنسنے لگیں اس پر کیفیت فرعون کہنے لگا: دیکھو یہ کیسی دیوانی عورت ہے، میں اس کو عذاب دے رہا ہوں اور یہ ہنس رہی ہے ابو العالیہؒ بیان کرتے ہیں اللہ نے ان کی روح اس طرح قبض کی کہ وہ جنت میں تھیں۔ رضی اللہ عنہا۔

مُرّہ ہمدانیؒ ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔

كَمُلَ من الرجال كثيرٌ ولم يكمل من النساء إلّا آسية امرأة فرعون ومريم ابنة عمران وخديجة بنت خويلد۔

کہ مردوں میں سے تو بہت سے لوگ باکمال ہوئے لیکن عورتوں میں کمال روحانی حاصل کرنے والی صرف آسیہ فرعون کی بیوی اور مریم بنت عمران اور ام المؤمنین حضرت خدیجہ بنت خویلد رضی اللہ تعالیٰ عنہم ہیں۔

تم بحمد اللہ وعونہ تفسیر سورۃ التحریم

الحمد للہ اٹھائیسواں پارہ مکمل ہوا۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

سُوْرَةُ الْمُلْك

احادیث سے اس سورت کے متعدد نام ثابت ہیں سورۃ تبارک۔ مانعہ۔ واقیہ۔ واقیہ اور منجیہ تبارک تو اس وجہ سے کہ اسکی ابتداء اسی لفظ سے ہوتی۔ مانعہ، واقیہ اور منجیہ اس وجہ سے کہ یہ عذاب آخرت کو دفع کرنے والی ہے اور اس سے نجات کا ذریعہ ہے دنیا میں گمراہی سے اور آخرت میں عذاب آخرت سے بچانے والی ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا قرآن کریم میں ہے تیس آیات ہیں کہ انہوں نے اپنے تلاوت کرنے والے کی شفاعت کی اور اس وجہ سے وہ بخشا گیا فرمایا وہ تیس آیات تَبٰرَكَ الَّذِيْ بِيَدِهِ الْمُلْكُ ہے[1]۔

حضرت عبداللہ بن عباسؓ فرماتے ہیں کہ ایک شخص نے لاعلمی میں کسی قبر پر خیمہ لگالیا اس نے سنا کہ کسی شخص نے سورۃ تبارک الذی کی تلاوت شروع کی یہاں تک کہ ختم سورت تک اس نے پڑھ ڈالا تو انہوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ واقعہ بتایا آپ نے فرمایا کہ یہ سورت مانعہ ہے منجیہ ہے اپنے پڑھنے والوں کو عذاب قبر سے نجات دلاتی ہے[2]۔

حضرت جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سوتے نہ تھے یہاں تک کہ الم تنزیل سجدہ اور سورۃ تبارک الذی اول سے لے کر آخر تک پڑھ کر ختم نہ فرمالیتے تھے[3]۔

---

[1] ترمذی۔ ابن ماجہ۔ ابوداؤد و نسائی۔

[2] جامع ترمذی۔

[3] لیث بن سعدؒ طاؤسؒ سے نقل کرتے ہیں کہ سورۃ الم تنزیل اور سورۃ تبارک الملک قرآن کریم کی ہر سورت سے ستر درجہ بڑھ کر ہیں۔

عکرمہؒ حضرت عبداللہ بن عباسؓ کا یہ قول نقل کیا کرتے تھے کہ — نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے تھے کہ میرا دل چاہتا ہے کہ یہ سورت میری امت کے ہر شخص کے سینہ میں محفوظ ہو (وکان ھذا حدیث غریب) اور عکرمہؒ نے یہ بھی بیان کیا کہ عبداللہ بن عباسؓ نے ایک شخص سے کہا کہ کیا میں تجھے ایک حدیث کا ایسا تحفہ نہ دوں جس سے تو خوش ہوجائے اس نے کہا بے شک آپ نے فرمایا تبارک الذی بیدہ الملک پڑھا کر اور اپنے گھر والوں اور سب بچوں کو سکھا اور اپنے پڑوسیوں کو بھی سکھا کہ یہ سورت منجیہ، نجات دلانے والی ہے یہ سورت قیامت کے روز رب کے یہاں اپنے پڑھنے والے کیلئے جھگڑے گی اور اسکو عذاب نار سے نجات دلائے گی (تفسیر ابن کثیر ج ۴)

یہ سورت مکہ مکرمہ میں نازل ہوئی، امام قرطبیؒ فرماتے ہیں کہ اس پر سب کا اتفاق ہے ابن عباسؓ فرماتے تھے کہ یہ سورت مکہ میں نازل ہوئی اسکے بعد سورۂ حاقہ اور معارج نازل ہوئیں اگرچہ حسن بصریؒ سے اسکا مدنی ہونا منقول ہے لیکن انکے سوا کسی سے یہ منقول نہیں ہے نیز طرز کلام اور انداز مضامین سے بھی معلوم ہوتا ہے کہ مکی ہے اسی وجہ سے قرطبیؒ نے اس پر اتفاق نقل کیا ہے۔

بعض مفسرین نے فرمایا کہ یہ سورت رحمانیات میں سے ہے کیونکہ لفظ رحمان نہایت ہی عظمت کے ساتھ اول و آخر سورت میں استعمال کیا گیا دیگر وہ سورتیں جن میں لفظ رب استعمال کیا گیا انکو ربانیات کہا گیا۔

مضامین قرآن کریم از اول تا آخر حق تعالیٰ شانہٗ کی خالقیت و قدرت اور توحید اثبات حشر و نشر اور مسئلہ رسالت پر مشتمل ہیں، بالخصوص مکی سورتوں میں اصلاح عقائد کے اصول بڑی تفصیل سے بیان کیے گئے جب کہ مدنی سورتوں میں معاملات اور اصلاح معاشرت سے متعلق مسائل کو زیادہ وضاحت سے ذکر فرمایا گیا تو اس سورت میں بھی پہلے حق تعالیٰ شانہٗ کی عظمت و خالقیت کو بیان فرمایا گیا اور یہ کہ اسی کے قبضۂ قدرت میں تمام کائنات کا نظام ہے وہی موت و حیات کا مالک ہے پھر تخلیق سماوات اور اسکو ستاروں سے مزین کرنے کا بیان ہے اسی کے ساتھ اثبات رسالت کے بھی مضامین ہیں پھر ان مجرمین کی سرکوبی کا ذکر ہے جو اللہ کی اطاعت و فرماں برداری سے سرتابی کرتے ہیں۔ عظمت و قدرت خداوندی کے دلائل بیان کرتے ہوئے اختتام سورت پر رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی دعوت کو جھٹلانے والے مجرمین کو عذاب خداوندی کی وعید سنائی گئی اور یہ کہ خدا کے عذاب کو کوئی ٹلانے والا نہیں اختتام سورت پر وعید کا انداز اس قدر ہیبت ناک ہے کہ اس پر غور کرنے والے کا دل لرز جاتا ہے۔

الَّذِیْ خَلَقَ الْمَوْتَ وَالْحَیٰوۃَ لِیَبْلُوَکُمْ اَیُّکُمْ اَحْسَنُ

جس نے بنایا مرنا اور جینا ، کہ تم کو جانچے ، کون تم میں اچھا کرتا ہے

عَمَلًا ؕ وَھُوَ الْعَزِیْزُ الْغَفُوْرُ ۝ الَّذِیْ خَلَقَ سَبْعَ سَمٰوٰتٍ

کام اور وہ زبردست ہے بخشنے والا جس نے بنائے سات آسمان

طِبَاقًا ؕ مَا تَرٰی فِیْ خَلْقِ الرَّحْمٰنِ مِنْ تَفٰوُتٍ ؕ فَارْجِعِ

تہہ بر تہہ کیا دیکھتا ہے رحمن کے بنانے میں کچھ فرق ! پھر دوبارہ

الْبَصَرَ ۙ ھَلْ تَرٰی مِنْ فُطُوْرٍ ۝ ثُمَّ ارْجِعِ الْبَصَرَ کَرَّتَیْنِ

نگاہ کر کہیں دیکھتا ہے دراڑ پھر دوبارہ نگاہ کر دو دو بار

یَنْقَلِبْ اِلَیْکَ الْبَصَرُ خَاسِئًا وَّھُوَ حَسِیْرٌ ۝ وَلَقَدْ زَیَّنَّا

الٹی آوے تیرے پاس تیری نگاہ رد ہو کر تھک کر ، اور ہم نے رونق

السَّمَآءَ الدُّنْیَا بِمَصَابِیْحَ وَجَعَلْنٰھَا رُجُوْمًا لِّلشَّیٰطِیْنِ وَ

دی ورلے آسمان کو چراغوں سے اور ان سے رکھی پھینک مار شیطانوں کی اور

اَعْتَدْنَا لَھُمْ عَذَابَ السَّعِیْرِ ۝

رکھی ہے ان کو مار دہکتی آگ کی

شانِ عظمت و قدرتِ خداوندی مع بیان جزائے اہل سعادت و تنبیہ و تہدید بر اہل شقاوت

قال اللہ تعالیٰ تَبٰرَکَ الَّذِیْ بِیَدِہِ الْمُلْکُ ۔۔۔۔ الیٰ ۔۔۔۔ عَذَابَ السَّعِیْرِ

ربط: سورۂ تحریم کا اختتام اس امر پر تھا کہ دین کی حفاظت کے لیے جہاد مع الکفار ضروری ہے اور ایمان و تقویٰ ہی انسان کی سعادت و کامیابی کی روح ہے تو اب اسی مناسبت سے سورۂ تبارک الذی کی

ابتداء حق تعالیٰ شانہٗ کی عظمت وقدرت کے بیان سے ہورہی ہے اور یہ کہ اہل ایمان اور اہل سعادت کو کیسی کیسی نعمتوں سے نوازا جائے گا اور منکرین واشقیاء کیسے ہولناک عذاب میں مبتلا ہوں گے۔ اور یہ بھی اشارۃً ظاہر کیا جارہا ہے اگر ایک گھر کا سرپرست اپنے اہل خانہ کی کسی بے اعتدالی سے اس قسم کی اذیت محسوس کرسکتا ہے اور قلب پر گرانی واقع ہوتی ہے تو کائنات کے رب کو اپنی مخلوق کی بے راہ روی اور خلاف ورزی سے کس قدر اذیت ہوتی ہوگی اس بنیاد کو پیش نظر رکھتے ہوئے ہر صاحب فہم انسان سعادت وشقاوت کا راز اور اس کا انجام بخوبی سمجھ سکتا ہے ارشاد فرمایا بڑی ہی عظمت وبرکت والا ہے وہ پروردگار جسکے ہاتھ میں ہے سلطنت وحکمرانی تمام کائنات کی اور وہ ہر چیز پر پوری قدرت رکھنے والا ہے نہ اسکے ملک سے کوئی نکل سکتا ہے اور نہ قدرت وگرفت سے بچ سکتا ہے اور نہ کوئی چیز اسکے علم سے دور ہوسکتی ہے وہی پروردگار ہے جس نے موت وحیات کو پیدا کیا تاکہ تمکو آزمائے کہ تم میں سے کون ہے بہتر اپنے عمل کے لحاظ سے موت وحیات کا یہ تمام سلسلہ اسی لئے ہے کہ انسان کی پہلی زندگی میں یہ چل جائے کہ کس کے عمل اچھے ہیں اور کس کے برے اور پھر اس زندگی کے اس امتحان کا نتیجہ دوسری زندگی میں مکمل طور پر رکھ دیا جائے [illegible] مرجانا اور موت [illegible] زندگی اور [illegible] کا نتیجہ ظاہر ہونا اور یہی [illegible] عزت والا [illegible] کرنے والا ہے کہ وہ اپنی عزت غلبہ کی وجہ سے قادر ہے کہ منکروں پر جزاء وسزا جاری کرے اور وہ اسی کے ساتھ بڑی مغفرت بھی فرمانے والا ہے کہ بہت سے برے کاموں کی مغفرت بھی فرماتا رہتا ہے جس پروردگار نے سات آسمان پیدا کیے تہہ بر تہہ بنا اے مخاطب کیا دیکھتا ہے تو رحمن کے بنانے میں کوئی فرق کہ ایک چیز اچھی بن گئی اور دوسری چیز کی تخلیق وتکوین میں کچھ کمی رہ گئی نہیں بلکہ جو بھی کچھ اس رحمن نے بنایا وہ اسکی عظیم شان خلاقی کا پیکر اور ثبوت ہے اگر ایک مرتبہ کے دیکھنے سے یہ خیال کرتا ہے کہ بسرسری نظر سے دیکھا تھا تو کچھ عیب نظر نہیں آیا تو پھر دوبارہ نگاہ کو لوٹا۔ اور خوب غور کرکے پھر بتا کہ کیا نظر آتی ہے تجھ کو کوئی دراڑ اور پھٹن ان آسمانوں میں اگر اس پر بھی ایمان ویقین کی کیفیت قلب ودماغ میں نہ رچے تو پھر دو دو بار نگاہ کو کسی کسی طرح اللہ کی مخلوق اور اس کے بنائے ہوئے ان آسمانوں میں اور ان میں جو کواکب وسیارات ہیں ان میں کوئی عیب نظر آجائے تو اس تلاش وجستجو کی بار بار نگاہ کو کچھ بھی کمی نظر نہ آئیگی اور نتیجہ یہ ہوگا کہ یہ نگاہ واپس لوٹے گی تیری طرف اس حال میں کہ وہ ذلیل ہوگی

ف جیسا کہ حدیث صحیح میں ہے کہ ایک آسمان سے اوپر پانچ سو برس کا فاصلہ دراز دوسرا آسمان ہے پھر اس سے اوپر اسی طرح اس سے اوپر اور آسمان یہاں تک کہ آپ نے سات آسمان بیان فرمائے حدیث معراج میں ساتوں آسمان کا ذکر ہے اور اس تفصیل کے ساتھ کہ پہلے آسمان میں آدم علیہ السلام کو پایا چھٹے پر حضرت موسیٰ علیہ السلام کو اور ساتویں آسمان پر حضرت ابراہیم علیہ السلام کو۔

اور تھکی ہوئی ہوگی۔ علماء دنیا کے مفکرین و فلاسفہ اور محققین ایک بار نہیں کتنی کتنی مرتبہ مدتوں بھی غور کرتے رہیں، دیکھتے رہیں لیکن اللہ کی پیدا کی ہوئی مخلوق آسمانوں، چاند، سورج اور ستاروں میں باوجود مرور مدت طویلہ کوئی بھی رخنہ اور کمی نہیں پائیں گے اور بے شک ہم نے مزین کر دیا ہے آسمان دنیا کو اور نزدیک والے آسمان کو جو انسانوں کی نظروں کے سامنے ہے روشن چراغوں سے کہ نظر آنے والے ستاروں کی جگمگاہٹ کیسی حسین اور شاندار معلوم ہوتی ہے یہ قدرتی چراغ ہیں اور انکو بنایا ہے ہم نے پھینک مارنے کا ذریعہ شیاطین کے واسطے کہ بسا اوقات کوئی ستارہ ٹوٹ کر کسی شیطان کو جلا کر خاک کر دیتا ہے جیسے کہ فرمایا اِلَّا مَنِ اسْتَرَقَ السَّمْعَ فَاَتْبَعَهٗ شِهَابٌ ثَاقِبٌ اور ہم نے تیار کر رکھا ہے انکے واسطے دہکتی ہوئی آگ کا عذاب۔ اسلئے مجرمین کو عذاب خداوندی سے بے فکر نہ ہونا چاہئے اور یہ بھی یاد رکھنا چاہئے کہ خدا کے عذاب سے نہ شیاطین بچ سکتے ہیں اور نہ وہ لوگ جنکو شیاطین گمراہ کرتے ہیں۔

توحید ذات و صفات خداوندی ایمان کی اساس ہے

اس سورۂ مبارکہ میں حق تعالیٰ شانہ کی عظمت و کبریائی اسکی قدرت و خالقیت کے ضمن میں اس کی وحدانیت و الوہیت کو ثابت کیا گیا اور یہ کہ وہ اپنی ذات و صفات میں یکتا ہے اور اسکی قدرت قدرت کاملہ ہے وہی ہر چیز کا خالق ہے اسی کی بادشاہت و حکمرانی ساری کائنات میں چل رہی ہے قرآن کریم اور جملہ کتب سماویہ نے اس مضمون کو بڑی ہی اہمیت کے ساتھ بیان فرمایا ہے اور یہی تمام انبیاء علیہم السلام کی اپنی قوموں کو دعوت رہی ہے یٰقَوْمِ اعْبُدُوا اللّٰهَ مَا لَكُمْ مِّنْ اِلٰهٍ غَيْرُهٗ اس کے ساتھ آخرت کا مسئلہ بھی بیان کر دیا گیا اور یہ کہ جزاء و سزا کا مرحلہ ہر انسان کو بلاشبہ پیش آنا ہے قرآن حکیم نے یہ مضامین از اول تا آخر بیان کئے لیکن یہ قرآن مجید کا اعجاز ہے کہ ہر مرتبہ ایک نئے اسلوب سے ان مضامین کو بیان کیا جاتا ہے واضح مثالوں، عام محاورات اور مسلم واقعات کے ساتھ بیان کیا جاتا ہے تاکہ ہر شخص اپنے مذاق کے موافق ان حقائق کو ذہن نشین کر سکے تو مقصود بیان ہے اس موقع پر عالم موجودات و محسوسات کا تذکرہ کرتے ہوئے۔۔ وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ

عہ حضرت والد محترم قدس اللہ سرہ کے ایک قصیدہ کا شعر اسی آیت کا ترجمہ ہے فرمایا ہے

لقد سافرت فیک العقول فما
ربحت الا العنا والحسرا

کہ اے پروردگار تیرے بارہ میں انسانی عقول نے بہت ہی سفر کیا لیکن کچھ حاصل نہ ہوا سوائے تکان و عاجزی اور حسرت کے ۱۲۔

فرما کر یہ ظاہر کر دیا کہ جو عالم انسانوں کے ادراک و احساس میں ہے اللہ تعالیٰ چاہے تو ایسے بے شمار عالم پیدا فرما سکتا ہے۔

لفظ "شیء" کی بحث شروع میں گزر چکی۔ از روئے لغت ہر اس چیز کو "شیء" کہا جاتا ہے کہ جس کے وجود کا ارادہ کیا جائے گا لہٰذا اس سے حق تعالیٰ کی ذات اور اسکی صفات خارج رہیں گی اسی طرح اس کا اطلاق محالات پر نہیں ہو سکتا اسلئے کہ ان میں مقدور ہونے کی صلاحیت نہیں لہٰذا جملہ ممکنات "شیء" کا مصداق ہیں اور اس لحاظ سے یہ سوال ہی نہیں ہو سکتا کہ کیا ذات خداوندی اسکی صفات اور محالات بھی تحت القدرت آسکتے ہیں تو واجب و ممتنع دونوں "شیء" کا مصداق ہونے سے خارج ہیں۔

خَلَقَ الْمَوْتَ وَالْحَيٰوةَ یعنی اس نے موت جو عالم عدم اور حیوٰۃ جو عالم موجودات ہے کو پیدا کیا گویا اس صفت کو ذکر کر کے تبارک الذی کی دلیل بیان فرما دی پہلی دلیل تو یہ تھی کہ اسکے ہاتھ میں تمام کائنات کی بادشاہت ہے اسی کا حکم اور تصرف کائنات پر جاری ہے دوسری دلیل ہر شیء پر کمال قدرت کو بیان کر کے پیش کر دی گئی تیسری دلیل اسکی عظمت و کبریائی کی "خَلَقَ الْمَوْتَ وَالْحَيٰوةَ" سے ظاہر فرمائی گئی اس میں عالم آخرت کی نعمتوں کی طرف بھی اشارہ معلوم ہوتا ہے جیسا کہ بعض مفسرین نے فرمایا کہ موت سے مراد دنیا کی موت اور حیات سے مراد حشر کی حیات ہے تو یہ کہا جا سکتا ہے کہ پہلے جملہ میں دنیا کی بادشاہت کا بیان تھا اب اس جملہ میں آخرت کی بادشاہت بھی بیان فرما دی تو جو ذات دونوں جہان کا بادشاہ ہو اس سے بڑھ کر برکت اور عظمت والی ذات کون ہو سکتی ہے لہٰذا ہر حالت میں انسان کو اللہ کی طرف ملتجی ہونا چاہئے اس تفسیر کی رو سے خَلَقَ الْمَوْتَ وَالْحَيٰوةَ میں لفظ موت کو مقدم کرنے کی حکمت ظاہر ہو گئی کہ موت دنیوی حیات اخروی سے مقدم ہے یا یوں کہہ لیجئے کہ برکات الٰہیہ میں سے یہ بھی ہے کہ حق تعالیٰ نے انسان کو اپنی صفات کا مظہر بنا کر علم و ادراک سے مزین بنایا خلافت الٰہیہ کا شرف اسکو بخشا اور اس عظمت و برکت کی تکمیل اس طرح مقدر کی گئی کہ عالم باقی کیلئے وہ نیک کام کرے اور برے کاموں سے پرہیز کرے اسی وجہ سے ضروری تھا کہ نیک کاموں پر آمادہ کرنے والی باتیں اور برے کاموں سے بچانے والی چیزیں نازل کی جاتیں اور اسی کے لیے موت و زندگی بنائی اور اگر حیات سے دنیوی حیات مراد لی جائے تو پھر موت کی تقدیم اس طرح سے ہو سکتی ہے کہ اس کی فکر اور تیاری سے انسان غافل نہ ہو اور اس کی طرف پوری توجہ رکھے نیز اس وجہ سے بھی کہ حیات عارضی اور چند روزہ ہے اور موت ذاتی ہے تو انسان کو چاہئے کہ چند روزہ زندگی کو ہیچ سمجھے تو اس وجہ سے بھی موت کو حیات پر مقدم ہی کرنا چاہئے تھا کیونکہ ذاتی کو امر عارضی پر تقدم ہوتا ہے اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ موت سے وہ حالت مراد لی جائے جو قبل از وجود ہے وہ حالت نظر سے بھی بعید ہے جو سورۃ بقرہ کی آیت میں فرمائی گئی وَكُنْتُمْ اَمْوَاتًا فَاَحْيَاكُمْ ثُمَّ يُمِيْتُكُمْ ثُمَّ يُحْيِيْكُمْ۔ تو حالت موت کے بعد عطاء حیات کا ذکر کیا اور پھر اس حیات کے بعد موت کا اور

پھر موت کے بعد حیات کا جو ظاہر ہے کہ آخری حیات حشر کی حیات ہے جزا اسلئے بھی جہاں موت کو مقدم اور حیات کو مؤخر فرمایا گیا یہاں مقصد کلام "لِيَبْلُوَكُمْ أَيُّكُمْ أَحْسَنُ عَمَلًا" ہے اور اس آزمائش کا ثمرہ اور نتیجہ موت کے بعد اسی حیات میں ظاہر ہوگا جو حشر کی حیات ہے۔

آسمانوں کے وجود پر قرآن کریم اور الہامی کتابوں کا فیصلہ اور حکماء یونان و فلاسفہ کے خیالات

متعدد آیات قرآنیہ اور تمام آسمانی کتابوں سے آسمانوں کا وجود ثابت ہے اور یہ ستارے جو آسمان کی زینت بتلائے گئے ان ہی کو مصابیح فرمایا گیا اور جو کام اللہ رب العزت ان سے لیتا ہے اس میں یہ بھی ہے کہ جنات و شیاطین پر انکو پھینک کر انہیں جلایا جاتا ہے جیسے کہ اس آیت مبارکہ کی تفسیر میں گزر چکا۔ إِنَّا زَيَّنَّا السَّمَاءَ الدُّنْيَا بِزِينَةٍ الْكَوَاكِبِ وَحِفْظًا مِّن كُلِّ شَيْطَانٍ مَّارِدٍ لَّا يَسَّمَّعُونَ إِلَى الْمَلَإِ الْأَعْلَىٰ وَيُقْذَفُونَ مِن كُلِّ جَانِبٍ دُحُورًا وَلَهُمْ عَذَابٌ وَاصِبٌ إِلَّا مَنْ خَطِفَ الْخَطْفَةَ فَأَتْبَعَهُ شِهَابٌ ثَاقِبٌ۔ تو اس آیت میں ستاروں سے متعلق دو باتوں کا ذکر کیا گیا کہ آسمانوں کی زینت اور جو جنات و شیاطین ملاء اعلیٰ کی طرف کان لگائیں انکے واسطے شہاب ثاقب اور جلا کر خاک کر دینے والے تیسری بات جو ستاروں سے متعلق ہے وہ آیہ مبارکہ وَبِالنَّجْمِ هُمْ يَهْتَدُونَ میں فرما دی گئی۔

یہاں آیت جَعَلْنَاهَا کی ضمیر جنس مصابیح کی طرف راجع ہے ذکر عین مصابیح کی طرف، حافظ ابن کثیرؒ فرماتے ہیں یہ اس لیے کہ شیاطین پر یہ ستارے نہیں پھینکے جاتے جو آسمان پر ہیں تو اصل یہ ہے کہ لفظ مصابیح یا کواکب و نجوم ان ستاروں پر بھی بولا جاتا ہے جو آسمان پر ہیں اور ان اونخر اور شعلوں کو بھی کہا جاتا ہے جو ستاروں کے ساتھ ہیں یعنی اونخر اور شعاعیں ٹوٹتی ہیں اور ان ہی کو پھینکا جاتا ہے زمین سے جو دخانی مادے اٹھ کر فضا میں اوپر چڑھ جاتے ہیں تو کرۂ نار کے قریب پہنچ کر ان میں آگ لگ جاتی ہے اور وہ ایسے ہی معلوم ہوتے ہیں جیسے کہ جلتا ہوا کوئی شعلہ پھینکا جا رہا ہے یا وہ خود ستاروں ہی کی طرح ہو جاتے ہیں اسی وجہ سے انکو بھی کواکب و نجوم کی جنس سے شمار کیا گیا مگر بہرکیف یہ سب کچھ اللہ کے حکم سے ہوتا ہے جس مادۂ دخانی کو اللہ تعالیٰ اپنے ارادہ سے اس طرح چلنے اور بکھرنے کا حکم دے گا وہی ایسا ہوگا ورنہ نہیں یعنی ان کا یہ ٹوٹنا اور بکھرنا خود انکا کوئی طبعی تقاضا نہیں اور چونکہ یہ بھی ستاروں کی ایک قسم ہو گئے اس وجہ سے پھٹنے کے بعد زمین پر نہیں گرتے حالانکہ ان کا میل طبعی زمین کی طرف ہونا چاہیئے تھا بلکہ ایک جانب سے دوسری جانب اس طرح بکھر جاتے

ہیں جیسا کسی نے پھینک مارا اس قسم کے مشاہدوں سے یہ حقیقت واضح ہو جاتی ہے جو حق تعالیٰ نے ارشاد
فرمائی فَاَتْبَعَهٗ شِهَابٌ ثَاقِبٌ اور فرمایا وَجَعَلْنٰهَا رُجُوْمًا لِّلشَّيٰطِيْنِ الغرض قرآن کریم میں جگہ
جگہ آسمانوں کے بنانے کا ذکر ہے جیسا کہ ارشاد ہے وَالسَّمَآءَ بَنَيْنٰهَا بِاَيْىدٍ وَّاِنَّا لَمُوْسِعُوْنَ
اسی طرح فرمایا اِنَّا زَيَّنَّا السَّمَآءَ الدُّنْيَا بِزِيْنَةِ ِ الْكَوَاكِبِ کہ ہم نے پہلے آسمان کو ستاروں سے
زینت دی اَفَلَمْ يَنْظُرُوْٓا اِلَى السَّمَآءِ فَوْقَهُمْ كَيْفَ بَنَيْنٰهَا وَزَيَّنّٰهَا وَمَا لَهَا مِنْ فُرُوْجٍ
کیا نہیں دیکھا انہوں نے اپنے اوپر آسمان کو کس طرح بنایا ہم نے اس کو اور کیسی زینت دی اور اس میں کوئی
درز بھی نہیں اَلَّذِيْ خَلَقَ سَبْعَ سَمٰوٰتٍ طِبَاقًا مَا تَرٰى فِيْ خَلْقِ الرَّحْمٰنِ مِنْ تَفٰوُتٍ فَارْجِعِ الْبَصَرَ
هَلْ تَرٰى مِنْ فُطُوْرٍ ثُمَّ ارْجِعِ الْبَصَرَ كَرَّتَيْنِ يَنْقَلِبْ اِلَيْكَ الْبَصَرُ خَاسِئًا وَّهُوَ
حَسِيْرٌ اس نے سات آسمانوں کو اوپر تلے بنایا اے دیکھنے والے تجھ کو خدا کی پیدائش میں کچھ تفاوت
معلوم ہوگا دوبارہ نظر آسمانوں کی طرف پھرا تیری نگاہ تھک کر خیرہ ہو کر رہ جائے گی (وغیرہا من الآیات)
پس اس سے وہی اجرام جسمیہ مراد ہیں کہ جس کو ہماری زبان میں آسمان کہتے ہیں اور ہر زبان میں اس کا نام
ہے اور جس کو تمام عرب و عجم ہندو روم اہل یورپ قدیم زمانہ سے اب تک ایسا ہی سمجھتے ہیں کہ خدا نے
آسمانوں کو بنایا ہے ہم ان کو دیکھتے ہیں ان میں کوئی شگاف نہیں کہ جو خدا کی صنعت میں قصور ثابت
کرے اور یہ ستارے آسمان پر لگے ہوتے ہیں اگر کسی پڑھے لکھے سے پوچھیے گا تو وہ بھی یہی کہے گا
اور ان پڑھ بلکہ جنگل کے رہنے والے وحشیوں سے دریافت فرمائیے گا تو وہ بھی یونہی کہیں گے جس سے
معلوم ہوا کہ یہ مسئلہ بھی منجملہ ان مسائل کے ہے جس کا علم انسان کی فطرت اور جبلت میں یکساں رکھا گیا
ہے اسی فطری علم پر خدائے تعالیٰ اپنے کلام میں انسان کو مخاطب کر کے اپنے عجائبات قدرت کی
طرف متوجہ کرتا ہے اور تمام انبیاء علیہم السلام بھی اسی نہج پر کلام کرتے چلے آتے ہیں چنانچہ
توراۃ اول کے پہلے باب میں یہ لکھا ہے "ابتداء میں خدا نے آسمان و زمین کو پیدا کیا" پھر اسی
کتاب کے باب ۷ میں طوفان نوح کے بیان میں یہ جملہ بھی ہے جب نوح کی عمر چھ سو برس کی ہوئی
دوسرے مہینے کی سترہویں تاریخ کو اسی دن بڑے سمندر کی سب سوتیں پھوٹ نکلیں اور آسمان کی
کھڑکیاں کھل گئیں اور ۸ باب میں یہ جملہ ہے اور آسمان کی کھڑکیاں بند ہو گئیں اور آسمان سے مینہ
تھم گیا انجیل متی کے باب ۳ میں ہے کہ جب حضرت عیسیٰ علیہ السلام حضرت یحییٰ علیہ السلام کے
ہاتھ سے اصطباغ لے کر دریا میں غوطہ لگا کر باہر آئے تو ان کے لئے آسمان کھل گیا اور مکاشفات یوحنا
کے باب ۴ اور دیگر ابواب سے صاف آسمان پر ستاروں کا ہونا اور ان کے دروازے کھلنا اور وہاں
سے آواز آنا وغیرہ وہ باتیں مذکور ہیں کہ جو قرآن و حدیث کے مطابق ہیں اسی طرح ہنود کے وید اور
پارسیوں کے دساتیر سے بھی آسمانوں کی بابت اسی طرح کے مضامین مفہوم ہوتے ہیں الغرض ہر ایک
کے الہامی اور غیر الہامی کتابوں اور انبیاء علیہم السلام اور دیگر لوگوں کو اس امر میں اتفاق ہے

لیکن یونان کے فلسفیوں نے جس طرح اور چیزوں کی حقیقت اور ماہیت دریافت کرنے میں عقل کے گھوڑے دوڑائے اور جو باتیں انکو اپنے قیاس اور تخمین یا تجربہ اور آلات رصد وغیرہ سے دریافت ہوئیں تو انکو قلمبند کیا اور اس کا نام حکمت رکھا جسکی شاخیں ہیئت اور طبیعیات اور الٰہیات وغیرہ علوم ہیں کہ جن پر بہت سے کوتاہ بینوں کو ناز ہے مگر آسمانوں کی تحقیق میں انکے دو فریق ہوگئے ایک گروہ کے پیشوا کا نام ہے فیثاغورس، وہ کہتے ہیں آسمانوں کا وجود نہیں یہ ستارے بذات خود قائم ہیں کسی میں جڑے ہوتے نہیں پھر خود اس فریق کے بھی دو قول ہیں بعض کہتے ہیں ستارے اور ثوابت متحرک نہیں صرف زمین حرکت کرتی ہے اسکی وجہ سے یہ چیزیں حرکت کرتی ہوئی دکھائی دیتی ہیں جس طرح کہ ریل گاڑی میں درخت اور پتھر حرکت کرتے معلوم ہوتے ہیں دوسرا گروہ کہتا ہے کہ زمین بھی متحرک ہے اور ستارے بھی، آفتاب کو مدار ٹھہرا کر اسکے گرد حرکت کرتے ہیں ہاں چھوٹے چھوٹے ستارے کہ جن کو ثوابت کہتے ہیں وہ حرکت نہیں کرتے انکی حرکت زمین کی حرکت سے معلوم ہوتی ہے اور جس طرح ستارے آفتاب کے ایک فاصلہ معین پر حرکت دوری کرتے ہیں اسی طرح زمین بھی اپنے بعد معین پر اسکے اردگرد پھرتی ہے اور ستارے صرف یہ زحل، مشتری، مریخ عطارد، زہرہ، شمس، قمر ہی نہیں انکے سوا اور بھی رصد سے ثابت ہوتے ہیں یہ مذہب فیثاغورس ایک مدت تک تو حکماء کے نزدیک انکے دیگر اقوال کی طرح مردود اور بے قدر رہا مگر اس صدی میں اس نے یورپ میں بڑا رواج پایا اور یورپ کے بڑے بڑے محقق اسی کے مقلد ہو کر ان ہی باتوں کو الہامی اور لوح محفوظ کی باتیں سمجھنے لگے بلکہ اپنی تحقیقات سے اس پر اور کچھ بڑھایا اور چاند اور ستاروں میں پہاڑ اور دیگر اجرام عنصری بلکہ حیوانات کے وجود کے بھی بعض لوگ قائل ہوگئے۔

دوسرے گروہ کے سر دفتر حکیم بطلیموس ہیں وہ کہتے ہیں کہ زمین گول گیند ہے کسی قدر یعنی تخمیناً چوتھائی حصہ اس کا ناہمواری کی وجہ سے اوپر اٹھا ہوا ہے باقی اس کے گرد پانی لپٹا ہوا ہے جس کو سمندر کہتے ہیں پانی کے اردگرد کرۂ ہوا لپٹا ہوا ہے اس کے اوپر آگ کوسوں تک ہر طرف سے لپٹی ہوئی ہے یہ چار کرّے عناصر کے ہوتے اب یہ جس قدر زمین پانی سے اوپر اٹھی ہوئی ہے اس پر سب لوگ بستے ہیں ان چاروں کروں کے چوطرف پہلا آسمان ہے جسکو فلک القمر بھی کہتے ہیں یعنی اس آسمان میں چاند ہے جیسا کہ نیلے جسم پر ایک سفید گول نشان ہو جاتا ہے انکے اوپر فلک العطارد ہے انکے اوپر فلک زہرہ انکے اوپر فلک شمس ہے یعنی چوتھا آسمان جہاں آفتاب ہے انکے اوپر فلک مریخ کہ جہاں مریخ ستارہ ہے انکے اوپر فلک مشتری کہ جہاں مشتری ستارہ ہے اس کے اوپر فلک زحل کہ جہاں زحل ستارہ ہے انکے اوپر فلک الثوابت کہ جہاں یہ بیشمار ان گنت ستارے ہیں کہ جو از خود حرکت کرتے معلوم نہیں ہوتے یعنی ایک جگہ ہمیشہ ثابت دیکھتے ہیں چونکہ نیچے کے آسمان بلکہ کل آسمان نہایت شفاف اور صاف ہیں وہ اوپر کے ستارے سب

عَذَابُ جَهَنَّمَ ۖ وَبِئْسَ الْمَصِيرُ ﴿٦﴾ إِذَا أُلْقُوا فِيهَا سَمِعُوا

انکو ہے مار دوزخ کی اور بری جگہ جا پہنچے جب اس میں ڈالے جاویں سنیں

لَهَا شَهِيقًا وَهِيَ تَفُورُ ﴿٧﴾ تَكَادُ تَمَيَّزُ مِنَ الْغَيْظِ ۖ كُلَّمَا

اس کا دھاڑنا اور وہ اچھلتی ہے ابھی لگتا ہے کہ پھٹ پڑے جوش سے جس بار

أُلْقِيَ فِيهَا فَوْجٌ سَأَلَهُمْ خَزَنَتُهَا أَلَمْ يَأْتِكُمْ نَذِيرٌ ﴿٨﴾ قَالُوا

پڑا اس میں ایک غول پوچھا اُن سے انکے داروغوں نے کیا نہ پہنچا تھا تمکو کوئی ڈر سنانے والا وہ بولے

بَلَىٰ قَدْ جَاءَنَا نَذِيرٌ فَكَذَّبْنَا وَقُلْنَا مَا نَزَّلَ اللَّهُ مِنْ

کیوں نہیں ہم پاس پہنچا تھا ڈر سنانے والا پھر ہم نے جھٹلایا اور کہا کوئی نہیں اتاری اللہ نے

شَيْءٍ إِنْ أَنْتُمْ إِلَّا فِي ضَلَالٍ كَبِيرٍ ﴿٩﴾ وَقَالُوا لَوْ كُنَّا نَسْمَعُ

کچھ چیز تم پڑے ہو بڑے بہکاوے میں اور وہ بولے اگر ہم ہوتے سنتے

أَوْ نَعْقِلُ مَا كُنَّا فِي أَصْحَابِ السَّعِيرِ ﴿١٠﴾ فَاعْتَرَفُوا بِذَنْبِهِمْ

یا سمجھتے تو ہم ہوتے دوزخ والوں میں سو قائل ہوئے اپنے گناہ کے

فَسُحْقًا لِأَصْحَابِ السَّعِيرِ ﴿١١﴾

اب دفع ہوں دوزخ والے

عقوبت وتنبیہ برانکارِ توحیدِ ربّ العالمین

قال اللہ تعالیٰ۔ وَلِلَّذِينَ كَفَرُوا بِرَبِّهِمْ ... الیٰ ... فَسُحْقًا لِأَصْحَابِ السَّعِيرِ

(ربط) گزشتہ آیات میں خداوند کریم کی عظمت وکبریائی کا بیان تھا اور اسکی قدرت وخالقیت دلائل وشواہد سے ظاہر کی گئی تھی تو اب ان آیات میں ان لوگوں پر وعید ہے جو اسکی الوہیت سے انکار کرتے ہیں اور اسکی وحدانیت پر ایمان نہیں لاتے فرمایا

اور جن لوگوں نے کفر کیا اپنے رب کا انکے واسطے عذاب جہنم ہے اور وہ بہت ہی برا ٹھکانا ہے

جس کی شدت و ہیبت اس سے معلوم ہو سکتی ہے کہ جب بھی یہ لوگ اس میں ڈالے جائیں گے سنیں گے اس کے دھاڑنے کی آواز جو نہایت ہی ہولناک ہوگی اور وہ جہنم سمندر کی طوفانی موجوں کی طرح تھپیڑے مارتی جوش مارتی ہوگی قریب ہوگا کہ وہ جہنم اپنی لپٹوں اور بھاپ کی شدت سے ٹکڑے ٹکڑے ہو جائے اور پھٹ پڑے اسکے جوش اور شدت اشتعال کو دیکھ کر ایسا محسوس ہوگا کہ اب پھٹ پڑے گی جب بھی اس میں کسی گروہ کو ڈالا جائے گا تو اسکے داروغہ پوچھیں گے ان سے کہ کیا تمہارے پاس نہیں آیا تھا کوئی عذاب خداوندی سے ڈرانے والا کہ تم کو اس عذاب جہنم سے ڈراتا اور تم اب اس مصیبت میں مبتلا نہ ہوتے کہیں گے کیوں نہیں بے شک ہمارے پاس ڈرانے والا آیا مگر ہم نے اسکو جھٹلایا اور کہا کہ اللہ نے کوئی چیز نازل نہیں کی اور بجائے اسکے کہ انکی تصدیق کرتے ان پر ایمان لاتے ہم تو اپنی بدبختی سے یہ کہنے لگے تم تو بڑی گمراہی میں پڑے ہوئے ہو اور وہ جہنمی یہ بھی کہیں گے نہایت ہی حسرت اور ملال کے ساتھ اے کاش اگر ہم سنتے ہوتے یا سمجھتے ہوتے اللہ کے پیغمبر کی باتوں اور انکی نصیحتوں کو تو ہم نہ ہوتے جہنمیوں میں سے مگر نہ تو ہم نے کبھی کان لگا کر انکی بات سنی اور نہ عقل سے سوچا نتیجہ یہ ہوا کہ اب ہم جہنم کے عذاب میں مبتلا ہو گئے تو اس طرح وہ اعتراف کریں گے اپنے جرم کا۔ لیکن اس وقت حسرت و افسوس اور اعتراف گناہ سے کچھ فائدہ نہ ہوگا اس پر اعلان ہوگا بس دھتکار دو جہنم والوں کو اس طرح ملائکہ انکو دھکیل کر اور گھسیٹ کر جہنم میں پھینک دیں گے سورۃ زمر میں ان مضامین کی تفصیل گزر چکی۔

اہل جہنم کے ساتھ اس طرح کی گفتگو صرف ان پر حجت تمام کرنے کے لیے ہوگی اور یہ بات ظاہر کرنے کے لیے کہ خداوند عالم کسی کو بغیر جرم کے عذاب نہیں دیتا اور جرم ایسا کہ خود مجرم بھی اس کا اعتراف کریں۔ ابو البختری الطائی بعض صحابہ سے نقل کرتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا

لن يهلك الناس حتى يعذروا من انفسهم وفي حديث آخر لا يدخل النار احد الا وهو يعلم ان النار اولى به من الجنة عه	ہرگز لوگ ہلاک نہیں ہوں گے جب تک انکی طرف سے ان کا عذر ختم نہ کر دیا جائے گا اور ایک روایت میں ہے ہرگز کوئی شخص جہنم میں داخل نہ ہوگا مگر اس طرح کہ وہ جان لے گا کہ واقعی جہنم ہی اس کے واسطے درست ہے۔

تَكَادُ تَمَيَّزُ مِنَ الْغَيْظِ کے الفاظ جہنم کا منظر سمندر کی موجوں کی شکل میں پیش کر رہے ہیں کہ جس طرح دیکھنے والا سمندر میں پانی کی موجیں اور تھپیڑے دیکھتا ہے بس یہی جہنم میں آگ کے تھپیڑوں کا ہوگا۔

عہ تفسیر ابن کثیر ج ۴۔

اِنْ اَنْتُمْ الخ۔ بعض مفسرین کی رائے ہے کہ کلام اِنْ اَنْتُمْ اِلَّا فِیْ ضَلٰلٍ كَبِيْرٍ۔ جہنم کے داروغہ اور فرشتوں کا ہوگا جو اہل جہنم کو توبیخ اور دھمکی کے طور پر کہتے ہوں گے۔

فَكَذَّبْنَا کی تفسیر وہی ہے جو سورہ یٰسین میں آیت يٰحَسْرَةً عَلَى الْعِبَادِ کی گزر چکی اور تکذیب کو صرف رسول ہی کی تکذیب تک محدود رکھنے کی ضرورت نہیں بلکہ اس میں ان داعیان امت کی تکذیب بھی شامل ہے جو امت کو جزا و سزا کی باتیں سنائیں اللہ اور اسکے رسول کا پیغام پہنچائیں لیکن انکی بات ماننے کی بجائے کفر و نافرمانی پر قائم رہنا بدکاروں کفر و شرک جیسے کاموں میں مبتلا رہنا عملاً تکذیب ہے اسی طرح قرآن کریم کے بیان کردہ حقائق اور زمانے کے انقلابات سے عبرت حاصل نہ کرنا بھی تکذیب ہے عالم جاودانی سے غفلت و لاپرواہی اور عالم محسوس یعنی دنیا کی لذتوں اور نفس کی خواہشات پر مفتون ہو جانا اور روح کے تقاضوں کو فراموش کر دینا غرض یہ سب شعبے تکذیب ہی کے ہیں۔ فرق صرف یہ ہے کہ ایسے افراد زبان سے تو دعویٰ کرتے ہیں کہ ہم مانتے ہیں اور ان کا عمل اسکی تردید و تکذیب کرتا ہے گویا ان لوگوں کی عملی زندگی بنی اسرائیل اور یہود کی طرز زندگی کا پیکر ہوتی ہے سَمِعْنَا وَعَصَيْنَا کہ سن لیا ہے ہم نے مگر ہم نافرمانی ہی کریں گے۔

قَدْ جَآءَنَا نَذِيْرٌ میں موت کے مناظر بھی دیکھتا ہے کہ مرنے والوں کو مرتے ہوئے دیکھ کر بھی انہیں آخرت کی فکر نہ ہوتی تھی اور اسی طرح دنیا میں منہمک رہتے تھے۔

۞ ۞ ۞

إِنَّ الَّذِينَ يَخْشَوْنَ رَبَّهُم

جو لوگ ڈرتے ہیں اپنے رب سے

بِالْغَيْبِ لَهُم مَّغْفِرَةٌ وَأَجْرٌ كَبِيرٌ ﴿١٢﴾ وَأَسِرُّوا قَوْلَكُمْ أَوِ

بن دیکھے انکو معافی ہے اور نیگ بڑا اور تم چھپا کر کہو اپنی بات یا

اجْهَرُوا بِهِ ۖ إِنَّهُ عَلِيمٌ بِذَاتِ الصُّدُورِ ﴿١٣﴾ أَلَا يَعْلَمُ مَنْ

کھول کر وہ جانتا ہے جیوں کے بھید بھلا وہ نہ جانے جس

خَلَقَ وَهُوَ اللَّطِيفُ الْخَبِيرُ ﴿١٤﴾ هُوَ الَّذِي جَعَلَ لَكُمُ الْأَرْضَ

نے بنایا اور وہی ہے بھید جاننا خبردار وہی ہے جس نے کیا تمہارے آگے زمین

ذَلُولًا فَامْشُوا فِي مَنَاكِبِهَا وَكُلُوا مِن رِّزْقِهِ ۖ وَإِلَيْهِ

کو پست، اب پھرو اس کے کندھوں پر اور کھاؤ کچھ اس کی روزی اور اسی کی

النُّشُورُ ﴿١٥﴾ أَأَمِنتُم مَّن فِي السَّمَاءِ أَن يَخْسِفَ بِكُمُ

طرف جی اٹھنا ہے کیا نڈر ہو گئے اس سے جو آسمان میں ہے کہ دھنسا دے تم کو

الْأَرْضَ فَإِذَا هِيَ تَمُورُ ﴿١٦﴾ أَمْ أَمِنتُم مَّن فِي السَّمَاءِ أَن

زمین میں، پھر دیکھو وہ لرزتی ہے یا نڈر ہو گئے ہو اس سے جو آسمان میں ہے کہ

يُرْسِلَ عَلَيْكُمْ حَاصِبًا ۖ فَسَتَعْلَمُونَ كَيْفَ نَذِيرِ ﴿١٧﴾ وَلَقَدْ

چھوڑ دے تم پر پتھراؤ باؤ کا سو اب جانو گے، کیسا ہے میرا ڈرانا اور جھٹلا

كَذَّبَ الَّذِينَ مِن قَبْلِهِمْ فَكَيْفَ كَانَ نَكِيرِ ﴿١٨﴾ أَوَلَمْ يَرَوْا

چکے ہیں جو ان سے پہلے تھے، پھر کیسا ہوا میرا بگاڑ؟ اور کیا نہیں دیکھے

إِلَى الطَّيْرِ فَوْقَهُمْ صَافَّاتٍ وَيَقْبِضْنَ ۚ مَا يُمْسِكُهُنَّ إِلَّا

اڑتے جانور اپنے اوپر پر کھولے اور جھپکتے ان کو کوئی نہیں تھام رہا رحمن

الرَّحْمَٰنُ ۚ إِنَّهُ بِكُلِّ شَيْءٍ بَصِيرٌ ﴿١٩﴾ أَمَّنْ هَٰذَا الَّذِي هُوَ

کے سوا اس کی نگاہ میں ہے ہر چیز بھلا وہ کون ہے جو

جُندٌ لَّكُمْ يَنصُرُكُم مِّن دُونِ الرَّحْمَٰنِ ۚ إِنِ الْكَافِرُونَ إِلَّا

فوج ہے تمہاری مدد کرے گی تمہاری رحمن کے سوا منکر پڑے ہیں نرے

فِي غُرُورٍ ﴿٢٠﴾ أَمَّنْ هَٰذَا الَّذِي يَرْزُقُكُمْ إِنْ أَمْسَكَ رِزْقَهُ ۚ

بہکاوے میں بھلا وہ کون ہے جو روزی دے گا تم کو اگر وہ رکھ چھوڑے اپنی روزی

بَل لَّجُّوا فِي عُتُوٍّ وَنُفُورٍ ﴿٢١﴾ أَفَمَن يَمْشِي مُكِبًّا عَلَىٰ وَجْهِهِ

کوئی نہیں، اڑ رہے ہیں شرارت اور بدکنے پر بھلا ایک جو چلے اوندھا اپنے منہ پر

أَهْدَىٰ أَمَّن يَمْشِي سَوِيًّا عَلَىٰ صِرَاطٍ مُّسْتَقِيمٍ ﴿٢٢﴾

وہ سیدھی راہ پاوے یا وہ جو چلے سیدھا ایک سیدھی راہ پر

بیان انعام بر اہل تقویٰ و احاطۂ علم خداوندی با حوال فریقین

قال اللہ تعالیٰ إِنَّ الَّذِينَ يَخْشَوْنَ رَبَّهُم ..... الی ..... صِرَاطٍ مُّسْتَقِيمٍ۔

(ربط) گذشتہ آیات میں منکرین و مجرمین پر عذاب خداوندی کا بیان تھا اور یہ کہ روز قیامت جب کفار، عذاب خداوندی کا مشاہدہ کریں گے تو ان پر کس طرح حسرت و ملال ہوگا اب ان آیات میں اہل ایمان و تقویٰ اور رب العالمین سے خشیت رکھنے والوں کی جزاء اور انعام کا بیان ہے ارشاد فرمایا۔

بے شک جو لوگ اپنے پروردگار سے ڈرتے رہتے ہیں غیب کی حالت میں ان کے واسطے مغفرت ہے اور اجر عظیم ہے کہ جنہوں نے دنیا میں رہتے ہوئے جب کہ وہ عالم آخرت سے دور تھے جنت و جہنم بھی نظروں سے اوجھل تھی پھر بھی ایمان و تقویٰ اختیار کیا بلاشبہ وہ انعامات اور اعزازات کے مستحق ہیں یہی خشیت بحالت غیب کام آنے والی چیز ہے ورنہ خدا کی بارگاہ میں حاضری پر اور جنت و جہنم کا جب انسان مشاہدہ کرنے لگے تو ہر ایک ہی ڈرے گا اور عذاب جہنم سے کانپے گا لیکن ظاہر ہے کہ اس وقت کا ڈر اور خشیت کسی صورت میں بھی کام نہ آئے گی اس وقت یہ فرمان خداوندی جاری ہوگا اور اے لوگو! تم خواہ بات چھپاؤ یا اسکو پکار کر رکھو اور ظاہر کرو خداوند عالم کی بارگاہ میں کوئی فرق نہیں وہ تو دلوں والی بات کو جاننے والا ہے اور سوچنا چاہئے کیا وہ پروردگار نہیں جانے گا جس نے پیدا کیا وہ تو بہت ہی لطیف باریک بین اور مخلوقات کے احوال سے پورا باخبر ہے اس لیے کہ وہ مخلوقات کا خالق ہے اور یہ کیسے ممکن ہے کہ خالق کو اپنی مخلوق کا علم نہ ہو دل خیالات بھی مخلوق ہیں گو وہ دل میں چھپے ہوتے ہیں مگر وہ تو چونکہ لطیف ہے اور لطافت دلیل ہے علم و انکشاف کی لہٰذا وہ دل کے خیالات سے بھی باخبر ہے حکماء نے متعدد دلائل سے ثابت کیا ہے اور یہ بات غور کرنے پر سمجھ میں بھی آتی ہے کہ جسمانیت ایک حجاب ہے جس سے کسی چیز دل کے علم و ادراک سے یہی جسمانیت و کثافت مانع بنتی ہے اسی لیے ملائکہ چونکہ اجسام نوریہ اور لطیف ہیں اور ان میں روحانیت و لطافت ہے انکے بعد جنات جو مخلوق ناری ہیں اور نار میں بھی لطافت ہے گو نور سے کم ہو اس وجہ سے ملائکہ اور جن ان چیزوں کا ادراک کر لیتے ہیں جو ہمارے علم اور حواس سے بعید ہوتی ہیں اسی پر خواب کو بھی محمول کر لیا جاتا ہے کہ اس میں انسان بسا اوقات وہ چیزیں دیکھ لیتا ہے جو بیداری میں نہیں دیکھ سکتا اسی بناء پر حضرات متکلمین نے بحالت خواب جنت و جہنم کو دیکھنا اور دیدار خداوندی کو تسلیم کیا ہے کیونکہ

بحالت خواب جسمانی حجابات کمزور ہو جاتے ہیں اور مدرکات حسیہ کے بجائے قلب کے مدرکات کام کرنے لگتے ہیں تو جب نفس خواب میں انسان کو ان باتوں کا انکشاف ہو جاتا ہے جن کا بحالت بیداری مشاہدہ نہیں کر سکتا تو ظاہر ہے کہ قیامت کے روز جب عالم مادیت سے بالکل ہی منقطع ہو چکا ہوگا اور مادی حجابات مرتفع ہو چکے ہوں گے نہ معلوم وہ کیا کچھ دیکھے گا جس کا دنیا میں تصور بھی نہیں کر سکتا تھا تو انسان جب تک دنیا میں ہے گویا وہ عالم غیب میں ہے اور احوال آخرت سے اسکے حواس بے خبر ہیں تو اس عالم میں خدا سے خوف وخشیت ایمان ہے ورنہ آخرت میں تو سب کچھ نظر آنے لگے گا اور ہر ایک ہی خدا کی عظمت وکبریائی سے کانپتا ہوگا۔

وہی پروردگار ہے جس نے تمہارے واسطے زمین کو مسخر بنا دیا کہ اس پر جس طرح چاہو تصرف کرو چلو پھرو مکانات کارخانے تعمیر کرو یا نرم بنا دیا جس پر تم بیٹھ سکتے ہو اسکو کھود سکتے ہو ایسا سخت سنگ خارا نہیں کہ انسان سے نہ دیکھا جائے نہ اس پر چلا جائے اور نہ کھودا جا سکے پھر عجیب قدرت ہے کہ اس نرمی کے باوجود ناممکن ہے کہ پھر وہ اس قدر مضبوط اور قوی کہ بڑے سے بڑے وزن سے نہ دبے اور نہ پھٹے تو چلو اے لوگو! تم اسکے کاندھوں یعنی راستوں میں اور کھاؤ خدا کے رزق سے جو اس نے زمین سے پیدا کیا اور یہ رزق اور جملہ نعمتوں کو کھا پی کر خدا کا شکر بھی ادا کرو اور یہ یاد رکھو کہ اسی کی طرف دوبارہ زندہ ہو کر لوٹنا اور جمع ہونا ہے میدان حشر میں خدا کی پیدا کی ہوئی روزی اور نعمتوں سے مغرور نہ ہو اور ہرگز یہ خیال نہ کرو کہ بس یہی دنیا کی زندگی ہے مرنے کے بعد پھر زندہ ہونا نہیں ہے تم اس حشر ونشر اور بعث بعد الموت کو زمین سے اگنے والی کھیتیوں کو دیکھ سکتے ہو کہ کس طرح یہ تخم اور بیج زمین میں دبانے کے بعد پھر زمین سے ابھر رہے ہیں جب کہ یہ مٹی میں مل کر خاک بن گئے تھے اور پھر کچھ عرصہ بعد اسی شکل وصورت میں رونما ہو رہے ہیں جیسے کہ پہلے تھی تو حشر اور بعث بعد الموت کا یہ نمونہ دنیا کی نظروں کے سامنے ہے جس طرح کہ انسان کو حشر ونشر اور آخرت سے بے خوف نہ ہونا چاہئے اسی طرح اس بات سے بھی بے فکر نہ ہونا چاہئے کہ انسان کی بداعمالیوں اور نافرمانیوں پر کسی وقت بھی عذاب نازل ہو سکتا ہے تو اسکے لئے فرمایا۔

کیا تم نڈر ہو گئے ہو اس ذات سے کہ جو آسمان میں ہے اس چیز سے کہ تمہیں زمین میں دھنسا

؎ "مناکب" کا ترجمہ راستوں سے کیا چلنے کی مناسبت سے مقصود تو یہ ہے کہ زمین کو اللہ نے انسانوں کے لئے مسخر کر دیا ہے صاحب کشاف کہتے ہیں یہ ایک تمثیل اور محاورہ ہے جو مسخر کئے جانے کے معنی میں مستعمل ہوتا ہے قتادہؒ ضحاکؒ اور ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ زمین کے کاندھے پہاڑ اور ٹیلے ہیں انکی بلندی کی وجہ سے انکو مناکب الارض کہا جاتا ہے ۱۲

دے جب کہ وہ زلزلے سے لرزنے لگے تو وہی زمین جو تمہارے واسطے مسخر تھی تم اس سے منافع حاصل کرتے تھے اسی سے تمکو رزق ملتا تھا وہی زمین تمہارے واسطے عذاب و قہر بن جائے گی اور تم اس میں دھنسا دیئے جاؤ گے پھر کیا تم بے خوف ہو گئے ہو اس سے جو آسمان میں ہے اس بات سے کہ وہ ایک سخت آندھی تم پر چھوڑ دے جو پتھر برسانے والی ہو جس طرح زمین و آسمان سے عذاب خداوندی واقع ہوگا۔ پھر تو تم جان لوگے کہ کیسا ہے میرا ڈرانا اور دنیا کی نعمتوں اور نفس کی لذتوں نے تمکو فکر آخرت اور خوف خدا سے جو دور کر دیا ہے یہ سب ختم ہو جائے گا اور جان لوگے کہ اس وقت ایمان لے آؤ لیکن ظاہر ہے عذاب خداوندی نازل ہونے پر ایمان لانا معتبر نہیں انسان کو اس امر سے کسی بھی وقت غافل نہ ہونا چاہیئے کہ خدا اور اسکے رسول کی بات جھٹلانے کا کیسا انجام ہوتا ہے چنانچہ ظاہر ہے اور بہت سی قوموں نے ان سے پہلے جھٹلایا اللہ کی باتوں کو تو پھر کیسا ہوا میرا انکار کرنا اور اس پر کیسا ہولناک عذاب نازل ہوا جیسے کہ قوم عاد و ثمود کی تاریخ اہل عرب کے سامنے موجود ہے خداوند عالم کی شان کبریائی اور اسکی قدرت آسمان و زمین میں ظاہر ہے جیسے کہ ساتھ فضا میں اڑتے ہوئے پرندے بھی اسکی قدرت و عظمت کی گواہی دے رہے ہیں تو کیا انہوں نے نہیں دیکھا پرندوں کو ان کے اوپر کس طرح پر کھولے ہوتے ہیں اور پر جھپکتے بھی ہیں کوئی نہیں ہے انکو روکے ہوتے بجز رحمن کے وہی پروردگار رحمن و رحیم اپنی قدرت سے انکو فضا میں معلق روکے ہوتے ہے پرندوں کی یہ حالت خداوند عالم کی کبریائی کی بڑی ہی عظیم دلیل ہے۔

بے شک وہ پروردگار جس نے یہ سب کچھ پیدا کیا ہر چیز کو خوب دیکھنے والا ہے* بھلا وہ کون ہے جو لشکر مددگار ہو کر آ جائے تمہارے واسطے رحمن کے سوا مدد کرے اور کسی بھی عذاب و مصیبت سے تم کو بچائے ہرگز ایسا ممکن نہیں کافر تو بس دھوکہ ہی میں پڑے ہوئے ہیں انکو یہ دھوکہ لگا ہوا ہے کہ اگر کوئی عذاب نازل ہوا جس سے ڈرایا جا رہا ہے تو انکے یہ معبود عذاب سے بچالیں گے انکا کھلا ہوا دھوکہ ہے سوچنا چاہیئے۔ بھلا وہ کون ہے جو تم کو روزی دے اگر وہ پروردگار اپنا رزق روک

* استاذ محترم حضرت شیخ الاسلام علامہ شبیر احمد عثمانی رحمۃ اللہ علیہ اپنے فوائد قرآن میں فرماتے ہیں۔
شاید پرندوں کی مثال بیان کرنے سے یہاں اس بات کی طرف بھی اشارہ ہو کہ اللہ تعالیٰ آسمان سے عذاب بھیجنے پر قادر ہے اور کفار اپنے کفر و شرارت سے اس کے مستحق بھی ہیں لیکن جس طرح رحمن کی رحمت نے پرندوں کو ہوا میں روک رکھا ہے عذاب بھی اس کی رحمت سے رکا ہوا ہے۔ کوئی بعید نہیں اسی لطیف اشارہ کے واسطے اس موقع پر اللہ کی صفت رحمن ذکر فرمائی گئی ہو حالانکہ یہ امر قدرت سے متعلق ہے تو ظاہر کا تقاضا ہو سکتا تھا کہ صفت قدرت و عظمت کا ذکر ہوتا۔

لے۔ دنیا کی طاقت مل کر بھی ایک دانہ زمین سے پیدا نہیں کر سکتی یہ سب باتیں ہر صاحب فہم انسان بڑی سہولت سے سمجھ سکتا ہے لیکن یہ لوگ نہیں سمجھتے بلکہ یہ تو اور زیادہ سرکشی سے چمٹے رہتے ہیں سرکشی پر اور خدا کی اطاعت سے بدکنے پر یقیناً اس گمراہی اور سرکشی کا انجام ہلاکت و تباہی کے سوا کیا ہو سکتا ہے بھلا کیا وہ شخص جو چل رہا ہو اوندھا منہ اپنے سر کے بل راہ راست پر ہے یا وہ شخص جو چل رہا ہے ٹھیک ٹھیک ایک ایسے راستہ پر جو نہایت ہی سیدھا ہے ظاہر ہے کہ صراط مستقیم پر سیدھا چلنے والا انسان ہی کامیاب ہے اور حق پر ہے اور جو اوندھے منہ سر کے بل گھسٹ رہا ہو وہ کیونکر فلاح و سعادت کی منزل تک پہنچ سکتا ہے اسی سے یہ حقیقت واضح ہوتی ہے کہ جو شخص قانون الٰہی اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے اسوۂ مبارکہ کی پیروی کرے گا وہی منزل مقصود کو پہنچے گا اور وہی مومن صالح ہے اور جو شخص ہوائے نفس میں پھنس کر اللہ اور اس کے رسول سے باغی ہو جائے وہ ٹھوکریں کھاتا رہے گا اور ایک خاردار راستہ پر چلتے ہوئے ایسے عمیق اور گہرے گڑھے میں گرے گا کہ اس سے نکلنے کی کوئی امید نہیں کی جا سکتی۔

قُلْ هُوَ الَّذِیْٓ اَنْشَاَكُمْ وَجَعَلَ لَكُمُ السَّمْعَ وَالْاَبْصَارَ وَ

تو کہہ وہی ہے جس نے تم کو نکال کھڑا کیا اور بنا دیئے تم کو کان اور آنکھیں اور

الْاَفْـِٕدَةَ ؕ قَلِیْلًا مَّا تَشْكُرُوْنَ ﴿۲۳﴾ قُلْ هُوَ الَّذِیْ ذَرَاَكُمْ

دل تم تھوڑا حق مانتے ہو تو کہہ وہی ہے جس نے بکھیر دیا تم کو

فِی الْاَرْضِ وَاِلَیْهِ تُحْشَرُوْنَ ﴿۲۴﴾ وَیَقُوْلُوْنَ مَتٰی هٰذَا

زمین میں اور اسی کی طرف اکٹھے کیے جاؤ گے اور کہتے ہیں کب ہے یہ

الْوَعْدُ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِیْنَ ﴿۲۵﴾ قُلْ اِنَّمَا الْعِلْمُ عِنْدَ

وعدہ اگر تم سچے ہو تو کہہ خبر تو ہے اللہ ہی

اللّٰهِ ۪ وَاِنَّمَاۤ اَنَا نَذِیْرٌ مُّبِیْنٌ ﴿۲۶﴾ فَلَمَّا رَاَوْهُ زُلْفَةً سِیْٓـَٔتْ

پاس اور میں تو یہی ڈر سنانے والا ہوں کھول کر پھر جب دیکھیں گے وہ پاس آ لگا

وُجُوْهُ الَّذِیْنَ كَفَرُوْا وَقِیْلَ هٰذَا الَّذِیْ كُنْتُمْ بِهٖ

بگڑ جاویں گے منہ منکروں کے اور کہے گا یہی ہے جس کو تم

تَدَّعُونَ ﴿٢٧﴾ قُلْ أَرَأَيْتُمْ إِنْ أَهْلَكَنِيَ اللَّهُ وَمَنْ مَعِيَ

مانگتے تھے تو کہہ، بھلا دیکھو تو! اگر کھپا دے مجھ کو اللہ اور میرے ساتھ والوں

أَوْ رَحِمَنَا فَمَنْ يُجِيرُ الْكَافِرِينَ مِنْ عَذَابٍ أَلِيمٍ ﴿٢٨﴾ قُلْ

کو یا ہم پر مہر کرے پھر کون ہے جو بچا دے منکروں کو دکھ کی مار سے تو کہہ

هُوَ الرَّحْمَٰنُ آمَنَّا بِهِ وَعَلَيْهِ تَوَكَّلْنَا فَسَتَعْلَمُونَ مَنْ

وہی رحمٰن ہے ہم نے اس کو مانا اور اسی پر بھروسہ کیا سو اب جان لوگے کون

هُوَ فِي ضَلَالٍ مُبِينٍ ﴿٢٩﴾ قُلْ أَرَأَيْتُمْ إِنْ أَصْبَحَ مَاؤُكُمْ

پڑا ہے صریح بہکاوے میں تو کہہ بھلا دیکھو تو! اگر ہو رہے صبح کو پانی تمہارا

غَوْرًا فَمَنْ يَأْتِيكُمْ بِمَاءٍ مَعِينٍ ﴿٣٠﴾

خشک پھر کون ہے جو لاوے تم کو پانی نتھرا

دلائل قدرت رب العالمین و تنبیہ و تہدید بر مجرمین و منکرین

قال اللہ تعالیٰ: قُلْ هُوَ الَّذِي أَنْشَأَكُمْ ...... إلى ...... فَمَنْ يَأْتِيكُمْ بِمَاءٍ مَعِينٍ

(ربط) گزشتہ آیات میں اہل ایمان و تقویٰ پر انعامات خداوندی کا بیان تھا اور یہ کہ مومنین مطیعین اور کفار و مجرمین ہر دو فریق کا خداوند عالم کو پورا پورا علم ہے ان کا کوئی قول و عمل اس سے مخفی نہیں کوئی بھی اس کے احاطۂ علم و قدرت سے باہر نہیں ہو سکتا تو اب ان آیات میں مزید دلائل قدرت بیان کئے جا رہے ہیں اور یہ کہ جب خداوند تعالیٰ نے انسان کو عقل و شعور عطا کیا آنکھیں دیکھنے کے لیے دیں اور کان سننے کے واسطے تو پھر یہ بات فطرت سے بعید ہے کہ انسان نہ عقل و فکر سے کام لے نہ آنکھوں سے دلائل قدرت کا مشاہدہ کرے اور نہ کانوں سے حق و ہدایت کی بات سنے۔ ارشاد فرمایا۔

کہہ دیجئے وہی ہے خداوند عالم وحدہ لا شریک کہ جس نے تم کو پیدا کیا اور اس کی خالقیت کی بے شمار دلیلیں خود انسانی وجود میں ودیعت رکھی ہوئی ہیں اور تمہارے واسطے کان بنائے اور آنکھیں آنکھوں سے دیکھو اور کانوں سے رشد و ہدایت کی باتوں کو سنو اور دل تاکہ عقل و فطرت کے تقاضے دل

میں سمانے والی باتوں کو قبول کرو لیکن اے ناسپاسو! افسوس کہ تم میں سے بہت کم ہیں جنہوں نے ان چیزوں سے کام
دیا تو بہت ہی کم ہو کر تم اللہ کا شکر ادا کرو اگر اس پر بھی یہ منکرین توجہ نہیں کرتے اور قبول حق کی طرف مائل نہیں
ہوتے پھر کہہ دیجئے کہ وہی تو ہے جس نے زمین میں بکھیرا اور اپنی قدرت سے کس طرح تم کو زمین کے
مختلف خطوں اور علاقوں میں آباد کیا اور کس طرح اسباب معیشت اور سامان راحت پیدا کیا اور یہ سب
چیزیں اپنے تغیر و انقلاب اور وجود و فنا اور بقا و زوال سے اس امر کا واضح ثبوت ہیں کہ تم سب اسی کی
طرف اٹھائے جاؤ گے۔ ان حقائق و دلائل اور مشاہدات کا تقاضا تو یہ تھا کہ یہ لوگ خدا پر ایمان لاتے مگر
ذرہ برابر بھی ان پر اثر نہیں اور منکرین کہتے ہیں یہ وعدہ قیامت کب پورا ہوگا اگر تم سچے ہو کب ہم زندہ
ہوں گے اور کب قیامت آئے گی تو آپ کہہ دیں اس کا علم تو بس اللہ ہی کے پاس ہے اور میں تو صرف
ڈرانے ہی والا ہوں کھلم کھلا خدا کے عذاب سے اور روز قیامت کے واقع ہونے سے یہ ایک ایسی حقیقت
ہے کہ اس کو کوئی بھی ٹلانے والا نہیں چنانچہ جب وہ لوگ دیکھیں گے اسکو قریب کہ عذاب خداوندی
سامنے ہے قیامت برپا ہو رہی ہے تو بگڑ جائیں گے کافروں کے چہرے شدت غم اور بدحواسی کی وجہ
سے اور کہا جائے گا یہی تو ہے وہ جس کو تم طلب کرتے تھے اور اللہ کے پیغمبر اور اہل ایمان سے کہا کرتے
تھے کہ اچھا اگر کافروں پر خدا کا عذاب آنے والا ہے تو لے آؤ کہاں ہے وہ عذاب تو اس طرح یہ
منکر اس عذاب کو دیکھ لیں گے جس کا وہ بطور استہزاء مطالبہ اور جلدی کرتے تھے اور جوں ہی وہ عذاب
قریب آئے گا بڑے بڑے سرکشوں کے منہ بگڑ جائیں گے اور چہروں پر ہوائیاں اڑنے لگیں گی۔

خداوند عالم کے عذاب کو کون ٹلا سکتا ہے اسکے قہر و جلال کا تو یہ عالم ہے کہ اے ہمارے پیغمبر انکو
کہہ دیجئے بھلا دیکھو تو اور مجھے یہ بتاؤ اگر بالفرض خدا مجھے ہلاک کرے اور انکو جو میرے ساتھ ہیں یا ہم پر
رحم کرے جیسا کہ وہ ہر چیز پر قادر مطلق ہے تو پھر وہ کون ہے جو منکروں کو دردناک عذاب سے بچا
لے یقیناً کسی میں جرأت نہیں کہ خدا کی کسی بھی بات کو ٹلا سکے اس لئے اس کا وہ عذاب جو کافروں اور
منکروں پر واقع ہونے والا ہے اس کو کوئی دفع نہیں کر سکتا اور اسکی وہ عنایات و رحمتیں جو اسکے رسولؐ پر
اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھیوں پر ہونے والی ہیں انکو کوئی نہیں روک سکتا اسکی شان حکمت
وکبریائی کا ادراک و مشاہدہ کرنے والوں کو کہہ دیجئے کہ وہی رحمٰن ہے جس پر ہم ایمان لائے اور اسی پر
ہم نے بھروسہ کیا اور اللہ تعالیٰ پر ایمان اور اسی پر بھروسہ ہی ہدایت و کامیابی ہے اور اے کافرو!
تم ان دونوں سے محروم ہو نہ ایمان ہے نہ توکل اس وجہ سے عنقریب تم جان لوگے کہ کون ہے
وہ جو کھلی گمراہی میں پڑا ہوا ہے ہم یا تم؟ پھر اے منکرو! کہاں تک تم خدا کی قدرت و خالقیت کا انکار
کرتے رہوگے تو کہہ دو بھلا بتاؤ اگر تمہارا یہ پانی خشک ہو جائے تو کون لائے گا تمہارے پاس چشموں
سے بہتا ہوا صاف ستھرا پانی وہ پانی جس پر ہر جاندار کی زندگی اور ہر چیز کا بقاء موقوف ہے چشموں کنوؤں
اور نہروں سے خشک ہو جائے تو یہ موتی کی طرح صاف ستھرے قطرے لانے کی کس میں قدرت

تبیین ۔

تمت بحمد اللہ سورۃ الملک

بسم اللہ الرحمن الرحیم

سُوْرَۃُ الْقَلَم

اس سورت کا اصل موضوع آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت ورسالت کا اثبات ہے اور منکرین وکفار کے شبہات واعتراضات کا رد اور جواب ہے سورت کی ابتداء آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی شان نبوت اور اسکی عظمت ورفعت سے کی گئی اور جو لغو قسم کی باتیں کفار مکہ کہا کرتے تھے انکا رد ہے ساتھ ہی ایسی لغو اور بے ہودہ باتیں کرنے والوں کی مذمت کا بیان ہے اور ان کی وہ بے ہودہ اور ذلیل خصلتیں ذکر کی گئیں جن میں وہ مبتلا تھے اور یہ کہ ایسے منکرین کے لیے اللہ تعالیٰ کی طرف سے کیسا عذاب ہے اور کس قسم کی ذلت ورسوائی انکے مقدر میں لکھی ہوئی ہے پھر اس موضوع کو واضح اور ثابت کرنے کیلئے ان باغ والوں کا قصہ بیان کیا گیا جو اللہ کی نافرمانی کے باعث ان تمام نعمتوں سے محروم ہوگئے جو انکو حاصل تھیں اور قدرت خداوندی نے انکے جرم کو کیسا انتقام لیا تو یہ سب کچھ عبرت کا سامان ہے اہل مکہ اور وہ لوگ جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت پر ایمان نہیں لاتے اور نافرمانی وسرکشی انہوں نے اپنا شیوہ بنالیا ہے انکو ایسے عبرتناک واقعات سے عبرت حاصل کرنی

؎ شیخ الاسلام حضرت علامہ شبیر احمد عثمانی اپنے فوائد میں فرماتے ہیں یہیں سے یہ بھی سمجھ لو کہ جب ہدایت کے سب چشمے خشک ہو چکے اس وقت ہدایت ومعرفت کا خشک نہ ہونے والا چشمہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت کی صورت میں جاری کر دینا بھی اسی رحمان مطلق کا کام ہو سکتا ہے جس نے اپنے فضل وانعام سے تمام جانداروں کی ظاہری وباطنی زندگی کے سامان مہیا کیے۔

اگر بفرض محال یہ چشمہ خشک ہو جائے جیسا کہ اشقیاء کی تمنا ہے تو کون ہے جو مخلوق کے لیے ایسا پاک وصاف ستھرا پانی مہیا کر سکے" حضرات مفسرین نے بیان کیا کہ اس آیت کو بعض منکرین نے سن کر بڑی ہی گستاخی سے کہا "ہم زمین سے کھود کر نکال لیں گے" اسی وقت خدا نے انکی آنکھوں کی رطوبت اور پانی جذب کر لیا اور غیب سے ندا سنائی دی اے گستاخ تو زمین کی تہوں سے پانی کیا نکال کر لائے گا تو اپنی آنکھوں کا پانی لے آ، العیاذ باللہ شان خداوندی میں گستاخی سے اللہ رب العزت محفوظ رکھے آمین یارب العالمین

چاہیے ساتھ ہی قیامت اور احوالِ قیامت کا بھی ذکر آ گیا اور یہ کہ روزِ قیامت نہایت ہی شدید دن ہوگا مجرمین اللہ کے سامنے جب پیش ہوں گے تو انکی ذلت و بدحالی کی کوئی حد نہ ہوگی اختتام سورت پر آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کو کفارِ قریش کی اذیتوں پر صبر و تحمل کی تلقین فرمائی گئی۔

۞ ۞ ۞

اٰيَاتُهَا ۵۲ — ۶۸ سُوْرَةُ الْقَلَمِ مَكِّيَّةٌ ۲ — رُكُوْعَاتُهَا ۲

سورۂ قلم مکی ہے اور اس میں باون آیتیں اور دو رکوع ہیں

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

شروع اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم والا

نٓ وَالْقَلَمِ وَمَا يَسْطُرُوْنَ ۝۱ مَآ اَنْتَ بِنِعْمَةِ رَبِّكَ

قسم ہے قلم کی اور جو کچھ لکھتے ہیں تو نہیں اپنے رب کے فضل سے

بِمَجْنُوْنٍ ۝۲ وَاِنَّ لَكَ لَاَجْرًا غَيْرَ مَمْنُوْنٍ ۝۳ وَاِنَّكَ

دیوانہ اور تجھ کو نیگ ہے بے انتہا اور تو پیدا ہوا

لَعَلٰى خُلُقٍ عَظِيْمٍ ۝۴ فَسَتُبْصِرُ وَيُبْصِرُوْنَ ۝۵ بِاَيِّكُمُ

ہے بڑے خلق پر سو اب تو بھی دیکھ لے گا اور وہ بھی دیکھ لیں گے کون ہے کہ

الْمَفْتُوْنُ ۝۶ اِنَّ رَبَّكَ هُوَ اَعْلَمُ بِمَنْ ضَلَّ عَنْ سَبِيْلِهٖ

بچل رہا ہے تیرا رب وہی بہتر جانے جو بہکا اسکی راہ سے

وَهُوَ اَعْلَمُ بِالْمُهْتَدِيْنَ ۝۷ فَلَا تُطِعِ الْمُكَذِّبِيْنَ ۝۸ وَدُّوْا

اور وہی بہتر جانتا ہے راہ پانے والوں کو سو تو کہا نہ مان جھٹلانے والوں کا وہ چاہتے ہیں

لَوْ تُدْهِنُ فَيُدْهِنُوْنَ ۝۹ وَلَا تُطِعْ كُلَّ حَلَّافٍ مَّهِيْنٍ ۝۱۰

کسی طرح تو ڈھیلا ہو تو وہ بھی ڈھیلے ہوں اور کہا نہ مان کسی قسم کھانے والے کا بے قدر

هَمَّازٍ مَّشَّآءٍۭ بِنَمِيْمٍ ﴿۱۱﴾ مَّنَّاعٍ لِّلْخَيْرِ مُعْتَدٍ اَثِيْمٍ ﴿۱۲﴾ عُتُلٍّۭ

طعنے دینا، چغل لیے پھرتا ۔ بھلے کام سے روکتا، حد سے بڑھتا، گنہگار ۔ اجڈ

بَعْدَ ذٰلِكَ زَنِيْمٍ ﴿۱۳﴾ اَنْ كَانَ ذَا مَالٍ وَّبَنِيْنَ ﴿۱۴﴾ اِذَا

اس سب کے پیچھے بدنام ۔ اس سے کہ رکھتا ہے مال اور بیٹے جب

تُتْلٰى عَلَيْهِ اٰيٰتُنَا قَالَ اَسَاطِيْرُ الْاَوَّلِيْنَ ﴿۱۵﴾ سَنَسِمُهٗ

سنائیے اسکو ہماری باتیں کہے یہ نقلیں ہیں پہلوں کی اب داغ دینگے ہم

عَلَى الْخُرْطُوْمِ ﴿۱۶﴾

اسکو سونڈ پر

بیان عظمت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم وتلقین صبر و استقامت

قال اللہ تعالیٰ نٓ وَالْقَلَمِ وَمَا يَسْطُرُوْنَ ..... اِلٰی ..... سَنَسِمُهٗ عَلَى الْخُرْطُوْمِ

ربط: گزشتہ سورت میں خداوند عالم کی خالقیت کے دلائل ذکر کیے گئے اور یہ کہ اسی کی قدرت کائنات کو محیط ہے اسکے احاطۂ علم وقدرت سے کوئی مجرم نہیں نکل سکتا تو اب اس سورت میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت ونبوت کو ثابت فرمایا گیا اور یہ کہ آپ کی شان میں گستاخی کرنے والے مجرمین خدا کے عذاب سے ہرگز نہیں بچ سکتے اور جو کچھ وہ آپ پر اعتراض کرتے ہیں وہ سب لغو اور بے ہودہ باتیں ہیں کوئی صحیح العقل انسان ایسی بے ہودہ باتیں تصور بھی نہیں کر سکتا ارشاد فرمایا۔

نٓ۔ خدا تعالیٰ ہی اسکی مراد بخوبی جانتا ہے قسم ہے قلم کی اور قسم ہے انکی جو لکھتے ہیں آپ نہیں

ف یہی مسلک اہل حق اور محققین کا ہے اگرچہ بعض عارفین اس حرف نون کو مخفف یا منفرد مخفف قرار دیکر یہ معنی بیان کرتے ہیں کہ یہ تسلی ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو کہ ہم آپ کے مددگار ہیں یا ہم آپ کی مدد کریں گے بعض مفسرین نے اور بھی معانی بیان کیے ہیں واللہ اعلم ۱۲

بیٹے

علم وحکمت اور عقل وفراست ہے کون عاقبت اندیش ہے اور کس کی عقل ماری گئی ہے جس کی وجہ سے وہ پاگلوں جیسی باتیں اور حرکتیں کرتا ہے بلاشبہ آئندہ کی تاریخ اس کا فیصلہ کر دے گی بے شک آپ کا رب ہی خوب جانتا ہے اس کو کہ جو بھٹکا ہوا ہے اس کے راستہ سے اور وہی خوب جانتا ہے ان کو بھی جو راہ راست پر ہیں اس کا علم ہر عقل اور ہر عامل کو محیط ہے اس وجہ سے ہدایت اور نیکی پر چلنے والوں کا انجام فلاح وکامیابی اور عزت وغلبہ ہوگا اور گمراہوں کا انجام ہلاکت و تباہی ہے کفار ومشرکین تو اسی کوشش میں لگے رہیں گے کہ آپ دعوت وتبلیغ کے معاملہ میں انکی کچھ رعایت کریں اور کفر و گمراہی اور معبودان باطلہ کے رد میں سخت رویہ کو ترک کر دیں۔ جس کا نتیجہ ظاہر ہے یہی ہو سکتا ہے کہ حق و باطل اور توحید وشرک میں امتیاز ہی ختم ہو جائے گا اس لیے آپ کو تاکید ہے ہرگز ان جھٹلانے والوں کی بات نہ مانیے وہ تو یہ چاہتے ہیں کہ آپ نرمی اختیار کریں تو پھر وہ بھی آپ کے ساتھ نرمی برتیں ہرگز آپ ایسا نہ کریں۔ انکو نرمی اور خوش خلقی کی طمع میں احقاق حق اور تردید باطل میں کسی طرح کی نرمی اور کمزوری مقام رسالت کے ساتھ زیب نہیں دیتی ایمان وحق پرستی کا تقاضا یہی ہے کہ حق کی آواز بلا جھجک کے بلند کی جائے دشمن خواہ سختی اختیار کریں یا برا بھلا کہیں اہل باطل کی خوشنودی کی طرف مائل ہونا کسی بھی حق پرست کے لیے قابل برداشت بات نہیں ہے اور آپ ہرگز بات نہ مانیں کسی ایسے شخص کی جو خوب قسمیں کھانے والا حقیر وذلیل انسان ہو۔ طعن وتشنیع کرنے والا ہو چغل خوری کرتا پھرتا ہو ہر بھلے کام سے لوگوں کو روکتا ہو حد سے زیادہ سرکش بڑا ہی گنہگار ہو نہایت ہی بدخو ہے پھر وہ ان سب باتوں کے بعد بدنام* رسوائے زمانہ بھی ہو تو (اس شخص کا غرور وتکبر اور سرکشی اور ہر خیر سے لوگوں کو روکنا) اسی وجہ سے تھا کہ وہ بہت مالدار اور بیٹوں والا تھا وہ اپنی سرکشی اور غرور میں اس حد تک ہو گیا کہ جب اس کے سامنے ہماری آیتیں تلاوت کی جائیں تو کہے یہ تو پہلے گزرے ہوئے لوگوں کی کہانیاں ہیں اس غرور وتکبر کو اس بات کا احساس تک نہ ہوا کہ دنیا میں کسی شخص کا دولت مند یا صاحب اولاد ہونا اس بات کی دلیل نہیں کہ اسکی بات حق ہے اور وہی کامیاب بھی ہے اصل عزت وکامیابی تو انسان کے اخلاق وعادات اور کردار کی خوبی اور شرافت وخوش اسلوبی پر موقوف ہے تو ظاہر ہے کہ ایسے اکثر تر انسانوں کی باتوں کی طرف نہ کوئی التفات کرنا چاہیے اور نہ ہی اس سے متاثر ہونا چاہیے۔

* "رسوائے زمانہ اور بدنام" لفظ "زنیم" کا ترجمہ ہے جس کو حضرت شیخ الہندؒ نے اپنے ترجمہ میں اختیار فرمایا بعض حضرات سلف اور اہل لغت نے زنیم کے معنی ولد الزنا اور حرام زادے کے کئے ہیں اور جس کافر کے بارہ میں یہ آیات نازل ہوئیں وہ اہل مکہ میں اسی حیثیت کے ساتھ معروف تھا اور وہ ولید بن مغیرہ تھا۔ ۱۲

ایسے نالائق اور بدبخت انسان کے لیے تو ہم نے یہ طے کر لیا ہے اور ہم داغ دیں گے اسکی سونڈ پر اسکی وہ ناک جو سونڈ کی طرح ہے نہایت بدنما ہے ڈول اور چوڑی بڑی بھدی نظر آتی ہے یہ شخص قریش کا ایک سردار ولید بن مغیرہ تھا جس میں یہ تمام اوصاف بتمام و کمال موجود تھے اور ناک پر داغ ہی ذلت و رسوائی کا داغ تھا جو اس پر لگ کر رہا علاوہ ازیں حسی طور پر بھی دنیا میں یہ داغ لگ کر رہا جسکی صورت یہ ہوئی کہ بدر کی لڑائی میں ایک انصاری کی تلوار کا اسکی ناک پر جو لگا اور اس سے وہ زخمی ہوئی مگر مرا اسکی مرہم پٹی کی مگر یہ زخم کسی طرح اچھا نہ ہوا بلکہ ایک نمایاں داغ پڑ گیا اور اس زخم کی سختی اور تکلیف سے نجات نہ پاسکا حتی کہ اسی حالت میں جہنم رسید ہوگیا۔

ناک ہی انسان کے غرور و تکبر کا نشان ہے عرف میں ناک عزت و آبرو کو کہتے ہیں اور ذلت و رسوائی کو محاورات میں ناک کٹ جانا کہتے ہیں ۔ تو اس لحاظ سے غرور و تکبر کے نشان پر داغ لگایا جانا تکبر اور سرکشی کی مناسب سزا ہوئی اس میں ایک لطیف رمز اور اشارہ یہ بھی ہے اللہ کے گھر کی بے حرمتی کرنے والے ہاتھیوں کے لشکر کا انجام قریش مکہ نے دیکھ ہی لیا تھا اب یہ ہاتھی جیسی ناک والا بھی اپنی ذلت و ہلاکت کا انجام دیکھ لے گا۔

قلم اور تحریر قلم تاریخ عالم میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی عظمت و حقانیت کا ثبوت اعظم

دنیا میں علوم کے نقل اور اشاعت کا ذریعہ قلم ہے۔ اور قلم کے ذریعہ علم و معرفت کے خزانے ایک قرن سے دوسرے قرن اور ایک قلب سے دوسرے قلب تک منتقل کیے جاتے رہے ہیں یہی وجہ ہے کہ آغاز وحی پر جب آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اقرأ کا خطاب ہوا اور آپ نے فرمایا ما انا بقارئ کہ میں تو ایسا نہیں ہوں کہ پڑھا ہوا ہوں تو قراءت اور علم و حکمت کے حصول کے اس واسطہ اور ذریعہ کا اس طرح ذکر فرمایا گیا۔ اِقْرَاْ وَرَبُّكَ الْاَكْرَمُ الَّذِیْ عَلَّمَ بِالْقَلَمِ عَلَّمَ الْاِنْسَانَ مَا لَمْ یَعْلَمْ ۔ کہ قلم کے ذریعے انسان تک وہ علوم پہنچتے ہیں جن کو وہ پہلے نہیں جانتا ہوتا ہے یہ بھی ممکن ہے کہ قلم سے تقدیر الٰہی کا قلم مراد ہو جیسے کہ عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے فرمایا اللہ رب العزت نے سب سے اول قلم پیدا فرمایا اور پھر اسکو فرمایا اُکْتُبْ، یعنی لکھ اے قلم۔ قلم نے کہا اے پروردگار کیا لکھوں، جواب ملا لکھ لے ہر وہ چیز جو موجود ہے اور وہ بھی جو قیامت تک ہونے والا ہے بہرکیف قلم کی عظمت ظاہر ہے اور اسی عظمت کے پیش نظر قلم اور قلم سے لکھے جانے والے علوم و معارف کی قسم کھائی گئی جو کہ قسم اور جواب قسم

میں ایک قاعدہ بڑا اور مناسب ہوتی ہے تو مَآ اَنْتَ بِنِعْمَةِ رَبِّكَ بِمَجْنُوْنٍ یعنی اس غلط
اور گندے بڑے بڑے بارگاہ کے فضل و انعام کی وجہ سے مجنون یا دیوانہ نہیں ہیں " کے ثابت کرنے کے لئے
قلم اور جو سطریں تحریر کی جاتی ہیں ان کی قسم کھائی کیونکہ علوم اور حقیقتیں لکھی جاتی ہیں اور ایسی
حقیقتیں کہ دنیا کے حکماء ان پر حیران ہیں ان اسرار و حکم سے لوگوں کو فہم و شعور کا ایک حصہ ملے تو
بلا شبہ احسن قسم پر یہ مضمون مرتب کرنا اور کتاب میں گئے اس بے ہودہ لغو اعتراض کا جواب نہایت
ہی لطیف ہے جیسے کہ کسی تاریکی اور ظلمت کے الزام کو رد کرنے کے لئے سورج اور سورج کی تابناک
شعاعوں کی قسم کھائی جائے اسی وجہ سے اس اعتراض کے بالمقابل آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو
وصف خلق عظیم کو ذکر فرمایا جو دنیا کی تمام عقلوں اور دانائی کے رموز کے لئے ایک جامع اساس
ہے کہ کہاں ان بے ہودہ لوگوں کا یہ کہنا کہ آپ مجنون ہیں اور کہاں آپ کو یہ مقام کہ اِنَّكَ لَعَلٰی خُلُقٍ
عَظِیْمٍ کہ جملہ کمالات عقلیہ و علمیہ کا سرچشمہ ہیں انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان فرمایا کرتے تھے
کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم دنیا کے انسانوں میں سب سے زیادہ بہترین اخلاق والے تھے فرمایا اور
میں نے کبھی کوئی ریشم و دیباج آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے کف مبارک ہتھیلی سے زیادہ نرم
و ملائم نہیں چھوا اور کبھی کوئی مشک و عنبر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پسینہ مبارک سے زیادہ
خوشبودار نہیں پایا ایک روایت میں براء بن عازب رضی اللہ عنہ سے مروی ہے فرمایا آنحضرت
صلی اللہ علیہ وسلم احسن الناس وجھا واحسن الناس خلقا تھے یعنی جس طرح آپ ظاہری
چہرے کے لحاظ سے پیکر حسن و جمال تھے باطنی اخلاق کے لحاظ سے حسن خلق کا پیکر اعظم تھے انس بن
مالک رضی اللہ عنہ کی حدیث میں ریشم اور مشک و عنبر کا ذکر اسی بات کی طرف اشارہ کر رہا ہے
آپ کے اخلاق کی نرمی و لطافت کے سامنے ریشم کی نرمی ہیچ تھی اور آپ کے اخلاق مبارکہ کی مہک اور
خوشبو کے سامنے ہر عطر اور مشک و عنبر شرماتے تھے۔

شیخ الاسلام حضرت علامہ عثمانیؒ اپنے فوائد قرآن کریم میں لکھتے ہیں: دنیا میں بہت دیوانے
بھٹکے ہیں اور کتنے عظیم الشان مصلحین گزرے ہیں ابتداءً قوم سے دیوانہ کہہ کر پکارا ہے لیکن قلم نے
ان کی معلومات کا ذخیرہ جو بطور اوراق میں جمع کیا ہے وہ برابر دلیل شہادت دیتا ہے کہ واقعی
دیوانے وہ ان کو دیوانہ بتلانے والوں کے حالات کی طرح زمین و آسمان کا تفاوت ہے آج
آپ کو العیاذ باللہ مجنون کے لقب سے یاد کرنا بالکل وہی رنگ رکھتا ہے جس رنگ میں دنیا
کے جلیل القدر اور اولو العزم محسنین کو ہر زمانہ کے شریروں اور بے عقلوں نے یاد کیا لیکن جس طرح
کام نے ان مصلحین کے اعلیٰ کارناموں پر بتلا دیا کہ دنیا کی یہ قسمت گروہ اور ان کو مجنون کہنے والوں کا

عہ صحیح بخاری جلد ۲

مگر ان کا مفہوم ایک قانونِ کلی اور عمومی مفہوم کے درجہ میں ہوتا ہے کہ مجرمین ان احوال سے متصف ہوں یہ آیات اسی پر منطبق ہیں ۔

إِنَّا بَلَوْنَٰهُمْ كَمَا بَلَوْنَآ أَصْحَٰبَ ٱلْجَنَّةِ إِذْ

ہم نے ان لوگوں کو جانچا ہے جیسے جانچا تھا باغ والوں کو جب

أَقْسَمُوا۟ لَيَصْرِمُنَّهَا مُصْبِحِينَ ﴿۱۷﴾ وَلَا يَسْتَثْنُونَ ﴿۱۸﴾ فَطَافَ

سب نے قسم کھائی کہ اس کا میوہ توڑیں گے صبح ہو کر اور ان شاء اللہ نہ کہا پھر پھر گیا

عَلَيْهَا طَآئِفٌ مِّن رَّبِّكَ وَهُمْ نَآئِمُونَ ﴿۱۹﴾ فَأَصْبَحَتْ

اس پر کوئی پھیرنے والا تیرے رب کی طرف سے اور وہ سوتے رہے پھر صبح تک ہو رہا

كَٱلصَّرِيمِ ﴿۲۰﴾ فَتَنَادَوْا۟ مُصْبِحِينَ ﴿۲۱﴾ أَنِ ٱغْدُوا۟ عَلَىٰ حَرْثِكُمْ

جیسے ٹوٹ چکا پھر آپس میں پکارے صبح ہوتے کہ سویرے چلو اپنے کھیت پر

إِن كُنتُمْ صَٰرِمِينَ ﴿۲۲﴾ فَٱنطَلَقُوا۟ وَهُمْ يَتَخَٰفَتُونَ ﴿۲۳﴾ أَن

اگر تم کو توڑنا ہے پھر چلے اور آپس میں کہتے تھے چپکے چپکے کہ

لَّا يَدْخُلَنَّهَا ٱلْيَوْمَ عَلَيْكُم مِّسْكِينٌ ﴿۲۴﴾ وَغَدَوْا۟ عَلَىٰ حَرْدٍ

اندر نہ آنے پاوے اس میں آج تمہارے پاس کوئی محتاج اور سویرے چلے لپکے

قَٰدِرِينَ ﴿۲۵﴾ فَلَمَّا رَأَوْهَا قَالُوٓا۟ إِنَّا لَضَآلُّونَ ﴿۲۶﴾ بَلْ نَحْنُ

زور پر پھر جب اس کو دیکھا کہنے لگے ہم راہ بھول گئے نہیں! ہماری

مَحْرُومُونَ ﴿۲۷﴾ قَالَ أَوْسَطُهُمْ أَلَمْ أَقُل لَّكُمْ لَوْلَا تُسَبِّحُونَ ﴿۲۸﴾

قسمت نہ آئی بولا ان میں بہتر کیا میں نے تم کو نہ کہا تھا کیوں نہیں پاکی بولتے اللہ کی

قَالُوا۟ سُبْحَٰنَ رَبِّنَآ إِنَّا كُنَّا ظَٰلِمِينَ ﴿۲۹﴾ فَأَقْبَلَ بَعْضُهُمْ

بولے پاک ذات ہے ہمارے رب کی ہم ہی تقصیر وار تھے پھر منہ کر کر ایک دوسرے کو

عَلٰى بَعْضٍ يَّتَلَاوَمُوْنَ ﴿۳۰﴾ قَالُوْا يٰوَيْلَنَآ اِنَّا كُنَّا طٰغِيْنَ ﴿۳۱﴾

طرف لگے دولاہنا دینے بولے اے خرابی ہماری ہم تھے حد سے بڑھنے والے

عَسٰى رَبُّنَآ اَنْ يُّبْدِلَنَا خَيْرًا مِّنْهَآ اِنَّآ اِلٰى رَبِّنَا رٰغِبُوْنَ ﴿۳۲﴾

شاید ہمارا رب بدل دے ہم کو اس سے بہتر ہم اپنے رب سے آرزو رکھتے ہیں

كَذٰلِكَ الْعَذَابُ ۭ وَلَعَذَابُ الْاٰخِرَةِ اَكْبَرُ ۘ لَوْ كَانُوْا

یوں آتی ہے آفت اور آخرت کی آفت تو سب سے بڑی اگر ان کو

يَعْلَمُوْنَ ﴿۳۳﴾

سمجھ ہوتی

عبرتناک انجام غرور وتکبر بر دولت دنیا ومحرومی از سعادت آخرت

قال اللہ تعالیٰ، اِنَّا بَلَوْنٰهُمْ كَمَا بَلَوْنَآ اَصْحٰبَ الْجَنَّةِ ... الیٰ ... لَوْ كَانُوْا يَعْلَمُوْنَ

ربط گذشتہ آیات میں اہل مکہ کے ان مغرور ومتکبر انسانوں کا ذکر تھا جنہوں نے محض اپنے مال و دولت اور اولاد و خاندان کے نشہ میں رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی توہین کی اور انکار وکفر کے مرتکب ہوئے تو اب ان آیات میں ایک باغ والوں کا قصہ بیان کرکے بتایا جارہا ہے کہ انسان کو دنیا کے مال و دولت پر بھروسہ کرکے مغرور ومتکبر نہ ہونا چاہئے دنیا کی حقیقت بس اتنی ہی ہے اور غرور کا انجام ایسا ہی ہے جیسے کہ اس باغ کی تباہی اور باغ والوں کی بربادی سے ظاہر ہوا ہے یہ باغ والے چند بھائی تھے جنہوں نے اپنے باپ کے مرنے کے بعد یہ ارادہ کیا کہ اس باغ کی آمدنی اور پیداوار کو صدقہ وخیرات کرکے ضائع نہیں کرنا چاہئے اور باپ کی یہ روش کہ وہ غریبوں اور یتیموں کو خوب صدقہ کرتا تھا ہم باقی نہیں رکھیں گے تو یہ باغ کس طرح قہر خداوندی سے جل کر خاک ہوگیا اور یہ لوگ حسرت وافسوس ہی کرتے رہ گئے تو ارشاد فرمایا۔

بے شک ہم نے انکو آزمایا ہے۔ جیسا کہ آزمایا تھا ہم نے باغ والوں کو جب کہ انہوں نے اپنے باپ کے مرنے کے بعد مال کی محبت میں صدقہ وخیرات اور اللہ کی راہ میں خرچ کرنے سے بخل کیا اور اسکی یہ عادت کہ باغ کا پھل توڑنے پر غریبوں پر پہلے صدقہ کرتا ان لوگوں کو ناگوار گزرا

اور اسی وجہ سے یہ طے کیا اور سب نے قسمیں کھائیں کہ ہم ضرور بالضرور اس باغ کا پھل توڑیں گے صبح ہوتے وقت اور ان شاء اللہ نہیں کہہ رہے تھے حالانکہ انہیں چاہئے تھا کہ یہ کہتے اگر اللہ نے چاہا (کیونکہ خدا کے ارادہ کے بغیر انسان کوئی کام نہیں کر سکتا) تو گھوم گئی اس باغ پر ایک گھوم جانے والی چیز آپ کے رب کی طرف سے جو آگ کے شعلے یا سماوی ہوا تھی اور وہ سوتے ہوئے تھے تو وہ باغ صبح تک ایک کٹ جانے والی کھیتی کی طرح ہو گیا (رات کے بگولوں نے باغ اور کھیت سب صاف کر ڈالا) پھر ایک دوسرے کو پکارنے لگے جب کہ وہ صبح کے وقت اٹھے (تاکہ علی الصباح جیسا کہ طے کیا تھا کہ اندھیرے اندھیرے جاکر پھل توڑیں اور اس وقت تک فقیروں اور مسکینوں کے آنے کی نوبت نہ آئے) کہ سویرے ہی چلو اپنے کھیت پر اگر تم کو کھیتی کاٹنا ہے اور پھل توڑنا ہے غرض یہ لوگ روانہ ہوئے اور حال یہ کہ جا رہے تھے اور آپس میں ایک دوسرے سے آہستہ آہستہ کہہ رہے تھے ایسا نہ ہو کہ آج کوئی مسکین تم پر داخل ہو جائے اور تم پر یہ لازمی چاہئے کہ ہرگز کوئی مسکین آنے نہ پائے اور یہ باتیں آہستہ کر رہے تھے کہ کہیں کوئی مسکین سن ہی نہ لے اور صبح ہی صبح چلے پہنچے ہوتے اس ہمت کے ساتھ اب سب پھل اپنے قبضہ میں کر لینے والے ہوں گے اور قادر رہیں گے اس پر کہ سارا پھل اور کھیتی اپنے قبضہ میں لے لیں اور کسی مسکین کو باغ کے قریب بھی نہ آنے دیں لیکن جب وہاں پہنچے اور اس باغ کو دیکھا تو یہ سوچ کر کہ ہمارا باغ تو نہایت ہی سرسبز و شاداب تھا یہ تو ہمارا باغ نہیں ہو سکتا ہم راستہ بھٹک کر کسی اور جگہ آگئے ہیں کہنے لگے ہم تو راستہ بھٹک گئے ہیں مگر کچھ قرائن اور علامات سے اور اسی طرح دوسری نشانیوں کو دیکھ کر یقین کر لیا کہ نہیں یہ تو ہمارا ہی باغ ہے جو جل کر خاک ہو گیا تو بولے نہیں بلکہ ہماری تو قسمت ہی پھوٹ گئی اور ہم اپنی بد نصیبی کی وجہ سے محروم ہو گئے ان میں سے جو بہتر اور معتدل درجہ کا بھائی تھا کہنے لگا کیا میں نے تم سے نہیں کہا تھا کہ کیوں نہیں تم اللہ کی پاکی بیان کرتے اور اس کی حمد و ثنا مع تسبیح زبان و عمل سے کیوں نہیں ادا کرتے یعنی میں تم کو پہلے ہی کہتا تھا کہ اپنے رب سے غافل نہ ہو اس کا شکر ادا کرتے رہو اور اسی کے ساتھ اپنی زندگی کا دارومدار اس کی نعمتوں کا حق ادا کرتے ہوئے بناؤ دیکھو یہی افسوس کہ تم نے میری بات نہ مانی اس پر وہ شرمندہ ہو کر خدا کی طرف متوجہ ہوتے اور کہنے لگے پاک ہے ہمارا پروردگار بے شک ہم ظالم تھے

عہ یہ لفظ بتا رہا ہے کہ اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ یہ بھائی صرف باعتبار عمر ہی کے درمیانہ درجہ کا نہ تھا اور اسی معنی کو قطعی سمجھنا چاہئے بلکہ بہت ممکن ہے کہ اس کو اوسط اس کے اعتدال اور میانہ روی کے باعث کہا گیا ہو ابن عباس رض مجاہد اور سعید بن جبیر سے بھی منقول ہے۔

اور اوسط یعنی میانہ درجہ اس وجہ سے کہ نہ تو وہ ان بھائیوں کی طرح مسکینوں پر صدقہ و خیرات سے بچتا تھا اور نہ ہی اس میں اس قدر ہمت و قدرت تھی کہ اپنے بھائیوں کی غلط روش کا مقابلہ کرتا اسی لئے یہ درمیانہ درجہ کا تھا ۔

ظالم ہی تھے پھر ایک دوسرے کی طرف رُخ کر کے ملامت کرنے لگے اور کہنے لگے ہائے ہماری بربادی! بے شک ہم تو بہت ہی سرکشی اور تعدی کرنے والے ہیں تھے کہ اس کی کوئی حد ہی نہ رہی ہم نے خدا تعالیٰ کو بھی فراموش کیا اور فقراء کے احکامات کو بھی نہیں پہچانا اب ہم ندامت و شرمندگی کے ساتھ تائب ہوتے اور اپنے خدا ہی کی طرف رجوع کرتے ہیں امید ہے کہ ہمارا رب ہمیں اس باغ کے بدلے اس سے بہتر کوئی نعمت عطا کر دے ہم تو اپنے رب کی طرف رغبت دلانے والے قائم کر چکے ہیں یہ تھا ہمارا انجام کا ماجرا کی دیکھا مخاطبو! اس کی طرف ہمارا اگلی ہے اے سننے والو! سُن لو یہی اسی طرح سے خدا کا عذاب جب آتا ہے تو دنیا میں بھی انسان کو تباہ و برباد کر ڈالتا ہے اور یقیناً عذاب آخرت تو اس سے بھی بڑھ کر ہے جس کا دنیا میں کوئی شخص تصور بھی نہیں کر سکتا کاش کہ یہ نادان لوگ اس حقیقت کو جان لیں کہ یہ دنیا کے عذاب کا ایک پھریرا سا نمونہ تھا جس کو کوئی طاقت اور تدبیر ٹال نہ سکی تو عذاب آخرت کو کون ٹال سکتا ہے جس کی ہیبت و عظمت سے آسمان و زمین کانپتے ہیں۔

غرور و تکبر سے سرسبز و شاداب باغ کی تباہی

حافظ ابن کثیرؒ، قرطبیؒ اور علامہ آلوسیؒ نے بیان کیا ہے کہ یہ باغ والے جن کا ذکر قرآن کریم نے کیا ہے اہل یمن میں سے تھے سعید بن جبیرؓ بیان کرتے ہیں کہ صنعاء یمن سے تقریباً چھ میل دوری کی مسافت پر ایک قصبہ ضروان تھا یہاں کے باشندے اصل میں حبشہ کے تھے وہاں ایک شخص نہایت ہی کریم النفس اور سخی تھا جس کا یہ باغ تھا مذہباً یہ اہل کتاب تھا نہایت ہی خدا ترس۔ اس شخص نے اپنے باغ اور کھیت کی آمدنی سے غرباء و مساکین، فقراء اور بیواؤں کے حصے اور وظیفے مقرر کر رکھے تھے یہ زمانہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے بعد کا تھا اس شخص کے انتقال کے بعد اسکے بیٹوں نے ان تمام باتوں کو قطعاً ترک کر ڈالا ان کے دل میں نفس اور شیطان نے یہ ڈالا کہ ہم تو عیال دار ہیں اخراجات اور مصارف ہی پورے نہیں ہوتے ہم نے اگر باپ کی طرح غرباء و مساکین کو دینا شروع کر دیا تو ہم کہاں سے کھائیں گے اور جب فصل کٹنے یا پھلوں کے توڑنے کا وقت آیا تو ان سب نے باہم مشورہ کیا اور یہ طے کیا کہ پھلوں کو توڑنے کے لئے ہم صبح سے پہلے اندھیرے اندھیرے پہنچ جائیں اور ان مسکینوں کے آنے سے پہلے جو باپ کے زمانہ میں پھل توڑنے کے وقت آ جاتے تھے سارے پھل گھر لے آئیں تاکہ ان کو کچھ دینا نہ پڑے ان میں سے ایک بھائی تو جس کا ذکر کرتے ہوئے قَالَ اَوْسَطُهُمْ فرمایا ہے اگرچہ بھائیوں کا ہمنوا رہا اور منع کرتے تھا کہ ایسا نہ کرو بلکہ مساکین پر خرچ کرنے اور اللہ کی راہ میں صدقہ سے تو اور برکت ہوتی ہے اسکی مزید رحمتیں اور عنایات واقع ہوتی ہیں مگر اس کی کسی نے نہ سنی اور نہ مانی اور جس طرح طے کیا تھا صبح سے پہلے اندھیرے وقت باغ کی طرف چلے وہاں جا کر دیکھا کہ خدا کے قہر و عذاب نے اس کو جلا کر خاک کر ڈالا تھا جس پر حسرت و ملال سے ہاتھ ملتے رہ گئے اس

حسرت و ملال کی کیفیت کو قرآن کریم نے تفصیل سے بیان کیا۔

یہ قصہ چونکہ اہل عرب میں مشہور و معروف تھا حتیٰ کہ قوم و قبائل میں نسلاً بعد نسل اس کو بیان کیا جاتا تھا اس وجہ سے قرآن کریم نے کفار مکہ کی عبرت و تنبیہ کیلئے ذکر فرمایا اور یہ کہ انسان کو دنیا کے مال و دولت پر ہرگز مغرور نہ ہونا چاہیئے۔

امام بیہقیؒ نے حضرت ابن عباسؓ کی سند سے ایک روایت نقل کی ہے جس میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ بیان کیا گیا کہ آپ نے منع فرمایا ہے کہ کوئی شخص رات میں اپنی کھیتی کاٹے یا باغ کے پھل توڑے۔ بظاہر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد اسی قصہ کے پیش نظر ہے کیونکہ مجرمین کی مشابہت سے بھی انسان کو بچنا چاہیئے۔

عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان مبارک بیان کرتے ہیں فرمایا ایاکم والمعاصی ان العبد لیذنب الذنب فیحرم بہ رزقا قد کان ہیئ لہ۔ یعنی اے لوگو! تم معاصی اور گناہوں سے بچو اس لئے کہ بسا اوقات یہ ہوتا ہے کہ ایک بندہ کوئی گناہ کرتا ہے جس کی وجہ سے وہ اس رزق سے محروم ہو جاتا ہے جو اسکو اللہ رب العزت کی طرف سے عطا کیا گیا پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ آیت تلاوت فرمائی فَطَافَ عَلَيْهَا طَائِفٌ مِّن رَّبِّكَ وَهُمْ نَائِمُونَ حق تعالیٰ شانہ ہمیں نعمتوں کا حق اور شکر ادا کرنے کی توفیق عطا فرمائے اور ناشکری کی نحوست سے بچائے۔

رب اوزعنی ان اشکر نعمتک التی انعمت علینا وان نعمل صالحا ترضاہ وادخلنا برحمتک فی عبادک الصالحین آمین یا رب العالمین

إِنَّ لِلْمُتَّقِينَ عِندَ رَبِّهِمْ جَنَّاتِ النَّعِيمِ ﴿٣٤﴾

البتہ ڈر والوں کو اپنے رب کے پاس باغ ہیں نعمت کے

أَفَنَجْعَلُ الْمُسْلِمِينَ كَالْمُجْرِمِينَ ﴿٣٥﴾ مَا لَكُمْ كَيْفَ

کیا ہم کر دیں گے حکم برداروں کو برابر گنہگاروں کے ؟ کیا ہوا تمکو کیسی بات

تَحْكُمُونَ ﴿٣٦﴾ أَمْ لَكُمْ كِتَابٌ فِيهِ تَدْرُسُونَ ﴿٣٧﴾ إِنَّ لَكُمْ فِيهِ

ٹھہراتے ہو ؟ کیا تمہارے پاس کوئی کتاب ہے جس میں پڑھ لیتے ہو اس میں ملتا ہے

لَمَا تَخَيَّرُونَ ﴿٣٨﴾ أَمْ لَكُمْ أَيْمَانٌ عَلَيْنَا بَالِغَةٌ إِلَىٰ يَوْمِ

تمکو جو پسند کرو کیا تم نے ہم سے کوئی قسمیں لی ہیں پہنچتی قیامت کے دن

الْقِيٰمَةِ ۙ اِنَّ لَكُمْ لَمَا تَحْكُمُوْنَ ﴿۳۹﴾ سَلْهُمْ اَيُّهُمْ بِذٰلِكَ

تک چلی جائیں کہ تم کو ملے گا جو کچھ ٹھہراؤ گے پوچھ ان سے کون سا ان میں

زَعِيْمٌ ﴿۴۰﴾ اَمْ لَهُمْ شُرَكَاۤءُ ۚ فَلْيَاْتُوْا بِشُرَكَاۤىِٕهِمْ اِنْ كَانُوْا

اس کا ذمہ لیتا ہے کیا ان کے کوئی شریک ہیں! تو چاہئے کہ لے آویں اپنے شریکوں کو اگر وہ

صٰدِقِيْنَ ﴿۴۱﴾ يَوْمَ يُكْشَفُ عَنْ سَاقٍ وَّيُدْعَوْنَ اِلَى السُّجُوْدِ

سچے ہیں جس دن کھولی جاوے پنڈلی اور بلائے جاویں سجدہ کو

فَلَا يَسْتَطِيْعُوْنَ ﴿۴۲﴾ خَاشِعَةً اَبْصَارُهُمْ تَرْهَقُهُمْ ذِلَّةٌ ۭ

پھر نہ کر سکیں نیچی ہو رہی ہوں ان کی آنکھیں چڑھی آتی ہے ان پر ذلت

وَقَدْ كَانُوْا يُدْعَوْنَ اِلَى السُّجُوْدِ وَهُمْ سٰلِمُوْنَ ﴿۴۳﴾

اور پہلے ان کو بلاتے تھے سجدہ کو اور وہ چنگے تھے

فَذَرْنِيْ وَمَنْ يُّكَذِّبُ بِهٰذَا الْحَدِيْثِ ۭ سَنَسْتَدْرِجُهُمْ مِّنْ

اب چھوڑ دے مجھ کو اور جھٹلانے والوں کو اس بات کے ہم سیڑھی بسیڑھی اتاریں گے

حَيْثُ لَا يَعْلَمُوْنَ ﴿۴۴﴾ وَاُمْلِيْ لَهُمْ ۭ اِنَّ كَيْدِيْ مَتِيْنٌ ﴿۴۵﴾ اَمْ

ان کو جہاں سے وہ نہ جانیں گے اور ان کو ڈھیل دیتا ہوں بیشک میرا داؤ پکا ہے کیا

تَسْـَٔــلُهُمْ اَجْرًا فَهُمْ مِّنْ مَّغْرَمٍ مُّثْقَلُوْنَ ﴿۴۶﴾ اَمْ عِنْدَهُمُ

تو مانگتا ہے ان سے کچھ نیگ سو ان پر چٹی کا بوجھ پڑ رہا ہے کیا ان کے پاس

الْغَيْبُ فَهُمْ يَكْتُبُوْنَ ﴿۴۷﴾ فَاصْبِرْ لِحُكْمِ رَبِّكَ وَلَا تَكُنْ

خبر ہے غیب کی سو وہ لکھ لاتے ہیں اب تو ٹھہرا رہ منتظر اپنے رب کے حکم کی اور مت ہو

كَصَاحِبِ الْحُوْتِ ۘ اِذْ نَادٰى وَهُوَ مَكْظُوْمٌ ﴿۴۸﴾ لَوْلَآ اَنْ تَدٰرَكَهٗ

جیسے مچھلی والا جب پکارا اور وہ غصہ میں بھرا تھا اگر نہ سنبھالتا اس کو

نِعْمَةٌ مِّنْ رَّبِّهٖ لَنُبِذَ بِالْعَرَآءِ وَهُوَ مَذْمُوْمٌ ۝٤٩ فَاجْتَبٰهُ

احسان تیرے رب کا تو پھینکا گیا ہی تھا چٹیل میدان میں الزام کھا کر پھر نوازا اسکو

رَبُّهٗ فَجَعَلَهٗ مِنَ الصّٰلِحِيْنَ ۝٥٠ وَاِنْ يَّكَادُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا

اسکے رب نے پھر کر دیا اسکو نیکوں میں اور منکر تو لگتے ہی ہیں کہ ڈالدیں

لَيُزْلِقُوْنَكَ بِاَبْصَارِهِمْ لَمَّا سَمِعُوا الذِّكْرَ وَيَقُوْلُوْنَ اِنَّهٗ

تجھ کو اپنی نگاہوں سے جب سنتے ہیں سمجھوتی اور کہتے ہیں وہ

لَمَجْنُوْنٌ ۝٥١ وَمَا هُوَ اِلَّا ذِكْرٌ لِّلْعٰلَمِيْنَ ۝٥٢

باؤلا ہے اور یہ تو یہی سمجھوتی ہے سارے جہان والوں کو

بشارت اہل ایمان و تقویٰ بنعمائے جنت
و تذلیل و توہین کفار و مشرکین در روز آخرت

قال اللہ تعالیٰ: اِنَّ لِلْمُتَّقِيْنَ عِنْدَ رَبِّهِمْ ...... الیٰ .... اِلَّا ذِكْرٌ لِّلْعٰلَمِيْنَ

ربط: گزشتہ آیات میں ان منکرین و مکذبین کا ذکر تھا جو دولت کے نشہ میں مست ہو کر اللہ کی نافرمانی پر کمربستہ ہوتے رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی توہین و تذلیل کی تو انکی بدحالی اور بربادی کا انجام ہلاکت ایک تاریخی واقعہ کی شکل میں بیان فرمایا گیا اب ان آیات میں اہل تقویٰ و ایمان کا اعزاز و اکرام اور جنت میں حق تعالیٰ شانہ ان کو کیسی کیسی نعمتوں سے نوازے گا بیان فرمایا جا رہا ہے پھر اسی کے ساتھ تنبیہ کے طور پر ان منکرین کا قیامت کے روز کیسا انجام ہوگا ذکر فرمایا گیا اور اس ذلت و خواری کا منظر پیش کیا گیا جس میں وہ مبتلا ہوں گے۔

فرمایا بے شک تقویٰ والوں کے لیے ان کے پروردگار کے یہاں باغات ہوں گے نعمتوں کے یہ دنیا والے کیا! یہ باغ و بہار پر غرور و تکبر کرتے ہیں متقیوں کو آخرت میں جو باغات اور نعمتیں دی جائیں گی وہ تو کسی آنکھ نے دیکھیں نہ کسی کان نے سنیں اور نہ ہی کسی کے تصور و خیال میں ان کا گذر ہوا ظاہر ہے کہ ان نعمتوں سے یہ مکذبین و مجرمین محروم ہوں گے اور یہ کیونکر ہو سکتا ہے کہ ہم فرمانبرداروں

معلوم ہوتی نہیں کہ بعض حکمت خداوندی سے انکو ڈھیل دی جارہی ہے اور یہ بھی کہ انکو مہلت دے رہا ہوں اور یہ مہلت اس وجہ سے نہیں کہ ابھی انکو عذاب دینے کا سامان میرے پاس فراہم نہیں بلکہ یہ محض ایک حکمت ہے اور یہ قانون حکمت خداوند عالم نے پہلی قوموں میں جاری رکھا کہ جب کبھی ہم مجرموں کو پکڑیں گے تو اس سے کوئی مجرم بچ نہیں سکے گا بیشک میری تدبیر بڑی پکی ہے یہ تمام باتیں ایک صحیح الفکر انسان کے سمجھنے اور پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لانے کے واسطے کافی ہیں مگر پھر بھی ان لوگوں کا ایمان نہ لانا قابل حیرت اور باعث افسوس ہے تو کیا آپ ان سے کوئی معاوضہ مانگتے ہیں کہ وہ اس تاوان سے بوجھ محسوس کرتے ہیں اور اسی وجہ سے ایمان لانے کے واسطے تیار نہیں ہوتے نہیں ہرگز نہیں جیسا کہ ظاہر ہے تو پھر کیا انکے پاس علم غیب کی خبر ہے کہ وہ اسکو لکھتے ہیں اور وحی الٰہی کی طرح اس کو محفوظ کرکے پیش کرتے ہیں کہ انہیں ایمان لانے کی ضرورت نہیں اور اللہ کے پیغمبر پر نازل ہونے والی اس وحی اور کلام الٰہی سے مستغنی اور بے نیاز ہیں آخر اس بے رخی اور انکار کا کوئی تو سبب اور وجہ ہونی چاہئے لیکن ظاہر ہے کہ اس قسم کی وجوہ میں سے کوئی وجہ بھی ممکن نہیں (ایسی حالت میں اللہ کے پیغمبر پر بے چینی اور گھبراہٹ کا واقع ہونا امر طبعی تھا تو فرمایا جارہا ہے) تو بس آپ تو صبر کیجئے اپنے رب کے فیصلے کے وقت تک اور استقلال و ہمت سے صبر کرتے ہوئے انتظار کیجئے کہ ایسے مجرموں کے واسطے خدا کا کیا فیصلہ ظاہر ہوتا ہے اور نہ ہوجائیے مچھلی والے کی طرح بے چینی اور گھبراہٹ میں یا عجلت و عدم برداشت میں یعنی حضرت یونس ذوالنون کی طرح جب کہ وہ اپنی قوم کی مسلسل نافرمانی پر غم و غصہ کی حالت میں برداشت نہ کرتے ہوئے نکل کھڑے ہوئے اور قوم کے حق میں عذاب کی دعا بلکہ پیشنگوئی بھی کر بیٹھے تو قدرت خداوندی سے ایک مچھلی نے انکو نگل لیا تھا جب کہ انہوں نے اپنے رب کو پکارا "لَا إِلٰهَ إِلَّا أَنْتَ سُبْحَانَكَ إِنِّي كُنْتُ مِنَ الظّٰلِمِينَ" کہتے ہوئے درآنحالیکہ وہ گھٹے ہوئے تھے غم و غصہ اور پریشانیوں کے ایک تو غم و غصہ تو قوم کی نافرمانی اور انکی سرکشی اور ایمان نہ لانے کا ایک ایسے مجرموں سے عذاب ٹل جانے کا پھر بغیر خداوند عالم کی صریح اجازت اور وحی کے بستی چھوڑ دینے کا ان سب باتوں کے علاوہ مچھلی کے پیٹ میں محبوس ہوجانے کا تو مجموعی طور پر یہ سمجھئے غم اور کس قدر الوان و اقسام کی گھٹن تنگی اور ظلمتیں تھیں لیکن خداوند عالم کس قدر کریم اور مہربان ہے کہ ان سب بے چینیوں اور گھبراہٹوں سے نجات دی یہ بلاشبہ اللہ کا عظیم انعام تھا تو اگر انکے رب کی طرف سے یہ نعمت و مہربانی انکو نہ سنبھالتی تو وہ پھینکے ہوئے ہوتے ایک چٹیل میدان میں اس طرح کہ بہت ہی بدحال ہوتے یہ اللہ کا کس قدر انعام عظیم ہے کہ قبول توبہ کے بعد ایسی گرانقدر نعمتوں سے نوازا ورنہ تو مچھلی کے پیٹ سے نکل کر بڑی ہی بری حالت میں ایک چٹیل میدان میں پڑے ہوتے نہ کوئی کرامت ہوتی اور نہ کوئی فضل و کمال باقی رہتا لیکن ان کے رب نے انکو پھر نوازا اور انکو پھر چنا اور پاک اور برگزیدہ

کشف ساق اور تجلی خداوندی کے ظہور کا مفہوم

صحیح بخاری اور مسلم کی روایات میں ہے کہ حق تعالیٰ میدان قیامت میں اپنی ساق (پنڈلی) ظاہر فرمائیں گے اور اس وقت تمام لوگوں کو دعوت دی جائے گی کہ پروردگار کے سامنے سربسجود ہو جاؤ تو اس وقت صرف وہی سجدہ کر سکیں گے جو دنیا میں ایمان لا کر اللہ کو سجدہ کیا کرتے تھے لیکن کافر اور منافق کہ انکی پشت تختہ کی طرح کر دی جائے گی اور وہ چاہیں گے کہ سجدہ کریں لیکن نہ کر سکیں گے، بعض روایات میں صرف منافق کا لفظ آیا ہے اور بعض میں کافر اور منافق دونوں منقول ہیں، یہ سب کچھ اسلئے ہوگا کہ میدان حشر میں اہل ایمان و اخلاص کا ایمان و اخلاص ظاہر ہو جائے اور منافق و ریاکار کا ریاء کھل کر تمام انسانوں کے سامنے آجائے۔

لفظ ساق عربی میں پنڈلی کو کہا جاتا ہے اس مقام پر کشف ساق کا مفہوم اور اسکی حقیقت کیا ہے یہ حقیقت پر محمول ہے یا مجاز اور کنایہ ہے یہ عنوان اور صفت بھی صفات متشابہات میں سے ہے بعض لوگ جن کو فرقہ مشبہہ کہا جاتا ہے وہ حق تعالیٰ کے واسطے جسم جیسے احوال کو ثابت مانتے ہیں وہ اسکو حقیقت پر محمول کرتے ہیں مگر جمہور ائمہ متکلمین اشاعرہ اور ماتریدیہ اس پر متفق ہیں کہ اللہ رب العزت جل اسمہ جسم اور جسمانیت و صفات سے منزہ اور پاک ہے کہ مخلوق اور اجسام کی صفات میں سے ہو تو اسکو بھی اَلرَّحْمٰنُ عَلَى الْعَرْشِ اسْتَوٰى اور ایسی ہی دیگر صفات کو ظاہر پر محمول کرنے کے بجائے استعارہ پر محمول کرتے ہیں اور پھر اس میں متقدمین کا مسلک ایمان و یقین کے ساتھ تشبیہ و تمثیل سے پرہیز کرتے ہیں یہ کہتے ہوئے کما یلیق بشانہ کہ جس طرح اسکی شان کبریائی کے لائق و مناسب ہو اسی طرح لفظ ید یا وجہ، ید اور وجہ کا مفہوم مانتے ہیں اور بعض ائمہ متاخرین قرآن کی تاویل کیا کرتے ہیں جیسا کہ بیان کیا جا چکا کہ استواء کا مفہوم غلبہ اور حکومت ہے تو یہاں بھی اسی طرح بلا کیف و تشبیہ ایمان و یقین کے ساتھ یہ معنی بیان کیے گئے کہ کشف ساق اللہ رب العزت کی ایک خاص تجلی کا ظہور ہے جس کو دیکھ کر تمام مومنین سربسجود ہو جائیں گے۔

عکرمہؒ حضرت ابن عباسؓ سے روایت کرتے ہیں فرمایا کشف ساق یعنی قیامت کے روز کا کرب اور شدت دہشت جو ہر ایک پر طاری ہوگا۔ ابن جریرؒ کشف ساق کے معنی امر عظیم اور ہیبت ناک حالت بیان کرتے تھے بعض دیگر روایات میں ابن عباسؓ ہی سے دوسرے معنی یہ منقول ہیں جس وقت حقائق کھل جائیں گے اور ہر ایک انسان کا عمل روشن و ظاہر ہوگا۔

حافظ عماد الدین ابن کثیرؒ نے ابو بردہ بن ابی موسیٰؓ مرفوعاً نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت

؎ تفسیر ابن کثیر ج ۴ تفسیر قرطبی۔

گیا ہے قال یَوْمَ یُکْشَفُ عَنْ سَاقٍ یعنی عن نور عظیم ۔
بعض روایات میں ہے کہ کسی نے حضرت عبداللہ بن عباسؓ سے اسکے معنی دریافت کیے تو آپ نے شدت امر کرب کی تفسیر کی اور فرمایا جب تم کو کسی لفظ قرآن کے معنی واضح نہ ہو سکیں تو شعرائے عرب کے اشعار اور اہل عرب کے محاورات کو دیکھ لیا کرو اور یہ ایک شعر پڑھا۔

سنّ لنا قومك ضرب الاعناق ۔۔۔ وقامت الحرب بنا على ساق

اسی طرح مجاہدؒ نے بھی اسی معنی کے ثبوت کے لیے ابو عبیدہ اور جریر کے چند اشعار پڑھے ابن قتیبہؒ کہتے ہیں اسکی وجہ یہ ہے کہ جب انسان کسی کام پر ہمت باندھ کر محنت صرف کرنا چاہتا ہے تو پائنچے چڑھا لیتا ہے اور پنڈلی کھول دیتا ہے اسی وجہ سے شدت کے موقع پر کہا جاتا ہے ۔ فلان کشف عن ساقہ ؎

ائمہ متکلمین اور حضرات مفسرین کے کلام سے جو چیز ذہن میں آئی ہے وہ یہ ہے کہ حق تعالیٰ ذات واحد ہے وہ تو صرف ایک ہی ذات ہے جس میں تعدد اور کثرت کا امکان ہی نہیں اس کا ادراک ممکن نہیں جیسا کہ ارشاد خداوندی ہے لَا تُدْرِکُہُ الْاَبْصَارُ کہ نگاہیں اسکا ادراک نہیں کر سکتیں ذات حق تعالیٰ کے ساتھ صفات خداوندی ہیں جو صفات کمالیہ ہیں وہ مستقل بذاتہا نہیں ہو سکتیں۔ بلکہ عالم میں ان کا ظہور ایک دوسرے کے ساتھ مقرون اور مجتمع ہونے کی صورت میں ہوتا ہے مثلاً صفت علم قدرت کے بغیر قدرت بغیر علم کے اور یہ دونوں بغیر حیات کے ظاہر نہیں ہو سکتیں اور یہ بھی ظاہر ہے کہ صفات تابع ذات ہیں ذات کے بغیر کسی صفت کا استقلال نہیں۔

ان دو چیزوں کے جو جہات کمال کا درجہ ہے جنکو حقائق الٰہیہ بھی کہا جاتا ہے وہ بعض چیزیں ہیں صفات کی طرح تابع ذات اور بعض غیر مستقل اور ذات کی طرح بعض مستقل، تو جہات کمال کو اس عالم میں انسان کے اعضاء کے ساتھ مشابہت اور ایک خاص نسبت ہے کیونکہ انسان کے اعضاء جیسے ہاتھ پاؤں سر پنڈلی وغیرہ تو انکے صفات کی طرح غیر مستقل محض ہیں اور نہ ذات انسان کی طرح مستقل محض بلکہ انسان کے کمالات کے مظہر ہیں کہ انسانی کمالات ان مظاہر سے ظہور پذیر ہوتے ہیں چنانچہ شریعت نے کمالات الٰہیہ کو ظاہر و بیان کرنے کے لیے ان مظاہر کو متعدد نصوص میں ظاہر فرمایا آیات قرآنیہ اور احادیث میں وہ مظاہر وجہ، یدین، ید، یمین، اصابع، حقو، ساق، قدم کے الفاظ سے بیان کیے گئے ہیں تو درحقیقت ان کلمات میں بطور استعارہ حقائق و کمالات الٰہیہ کو بیان کیا جا رہا ہے باقی یہ سمجھ لینا کہ اللہ کے لیے چہرہ ہے اسکی آنکھ ہے اسکے واسطے انگلیاں، کمر، پنڈلی۔ اور قدم ہے غلط ہے اور بعض کم عقلی ہے جس کا ارتکاب

؎ قرطبی۔ روح المعانی۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

سورۃ الحاقۃ

اس سورت کا مضمون بھی مکی سورتوں کے مضامین کی طرح عقیدۂ توحید اور تحقیق ایمان پر مشتمل ہے جس میں بالخصوص قیامت اور قیامت کے ہولناک احوال کا ذکر ہے اور مجرم و نافرمان قوموں جیسے عاد و ثمود اور قوم لوط و فرعون کی ہلاکت و تباہی کا ذکر ہے اور ان سب مضامین کو قرآن حکیم نے اپنی صداقت و حقانیت کی اساس کی نوعیت سے پیش کیا اور یہ واضح فرمایا کہ اہل سعادت و شقاوت کا انجام کیا ہوتا ہے ساتھ ہی ان لغو اور بے ہودہ الزامات و اعتراضات کو بھی رد کیا گیا جو کفار مکہ آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر لگاتے تھے۔

سورت کی ابتداء قیامت کے ہولناک منظر کے بیان سے کی گئی اور یہ کہ خداوند عالم کس طرح اہل کفر پر اپنا قہر و عذاب مسلط فرماتا ہے نفخ صور اور اس پر جو حالت ہوگی اس کا بیان ہے اور یہ کہ جس وقت قیامت برپا ہوگی تو زمین شق ہو جائے گی اور پہاڑ ریزہ ریزہ ہو جائیں گے۔

اخیر میں قرآن کریم کی صداقت و حقانیت پر برہان قائم کر کے آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی صداقت و امانت کو واضح فرمایا اور اس کا انکار کرنے والے پر وعید و تنبیہ فرمائی گئی۔

پ

بِالطَّاغِيَةِ ﴿۵﴾ وَأَمَّا عَادٌ فَأُهْلِكُوا بِرِيحٍ صَرْصَرٍ

اچھال سے ۔ اور وہ جو عاد تھے سو کھپائے گئے ٹھنڈی سناٹے کی باؤ سے ہاتھوں

عَاتِيَةٍ ﴿۶﴾ سَخَّرَهَا عَلَيْهِمْ سَبْعَ لَيَالٍ وَثَمَانِيَةَ أَيَّامٍ

سے نکلی جاتی ۔ مقرر کی ان پر سات رات اور آٹھ دن

حُسُومًا فَتَرَى الْقَوْمَ فِيهَا صَرْعَىٰ كَأَنَّهُمْ أَعْجَازُ نَخْلٍ

جڑ کاٹنے والے پھر تو دیکھے لوگ اس میں بچھڑ گئے جیسے وہ ڈھنڈ ہیں کھجور کے

خَاوِيَةٍ ﴿۷﴾ فَهَلْ تَرَىٰ لَهُمْ مِنْ بَاقِيَةٍ ﴿۸﴾ وَجَاءَ فِرْعَوْنُ وَ

کھوکھلے ۔ پھر تو دیکھتا ہے کوئی ان کا بچ رہا ۔ اور آیا فرعون اور

مَنْ قَبْلَهُ وَالْمُؤْتَفِكَاتُ بِالْخَاطِئَةِ ﴿۹﴾ فَعَصَوْا رَسُولَ رَبِّهِمْ

جو اس سے پہلے تھے اور الٹی بستیاں تقصیر کرتے ۔ پھر حکم نہ مانا اپنے رب کے رسول کا

فَأَخَذَهُمْ أَخْذَةً رَابِيَةً ﴿۱۰﴾ إِنَّا لَمَّا طَغَى الْمَاءُ حَمَلْنَاكُمْ

کا پھر پکڑا ان کو پکڑ دبا کر ۔ ہم نے جس وقت پانی اُبلا لاد لیا تم کو

فِي الْجَارِيَةِ ﴿۱۱﴾ لِنَجْعَلَهَا لَكُمْ تَذْكِرَةً وَتَعِيَهَا أُذُنٌ وَاعِيَةٌ ﴿۱۲﴾

چلتی ناؤ میں ۔ تاکہ رکھیں اسکو تمہاری یادگاری کو اور سننے اس کو کان سننے والے

فَإِذَا نُفِخَ فِي الصُّورِ نَفْخَةٌ وَاحِدَةٌ ﴿۱۳﴾ وَحُمِلَتِ الْأَرْضُ وَ

پھر جب پھونکے نرسنگے میں ایک پھونک ۔ اور اٹھائے زمین اور

الْجِبَالُ فَدُكَّتَا دَكَّةً وَاحِدَةً ﴿۱۴﴾ فَيَوْمَئِذٍ وَقَعَتِ

پہاڑ ۔ پھر کوٹے جاویں ایک چوٹ ۔ پھر اس دن ہو پڑے

الْوَاقِعَةُ ﴿۱۵﴾ وَانْشَقَّتِ السَّمَاءُ فَهِيَ يَوْمَئِذٍ وَاهِيَةٌ ﴿۱۶﴾

ہو پڑنے والی ۔ اور پھٹ جاوے آسمان ۔ پھر وہ اس دن بکھر (بودا) ہو رہا ہے

وَالْمَلَكُ عَلٰٓى اَرْجَآىِٕهَا ۭ وَيَحْمِلُ عَرْشَ رَبِّكَ فَوْقَهُمْ

اور فرشتے ہوں گے اس کے کناروں پر اور اٹھا رہے ہوں گے تخت تیرے رب کا اپنے اوپر

يَوْمَىِٕذٍ ثَمٰنِيَةٌ ﴿١٧﴾ يَوْمَىِٕذٍ تُعْرَضُوْنَ لَا تَخْفٰى مِنْكُمْ

اس دن آٹھ شخص اس دن سامنے جاؤ گے چھپی نہ رہے گی تم میں کوئی

خَافِيَةٌ ﴿١٨﴾ فَاَمَّا مَنْ اُوْتِيَ كِتٰبَهٗ بِيَمِيْنِهٖ ۙ فَيَقُوْلُ هَاۗؤُمُ

چھپنے والی سو جس کو ملا اس کا لکھا داہنے ہاتھ میں وہ کہتا ہے لیجیو

اقْرَءُوْا كِتٰبِيَهْ ﴿١٩﴾ اِنِّىْ ظَنَنْتُ اَنِّىْ مُلٰقٍ حِسَابِيَهْ ﴿٢٠﴾ فَهُوَ

پڑھو میرا لکھا میں نے خیال رکھا کہ مجھ کو ملنا ہے میرا حساب سو وہ

فِيْ عِيْشَةٍ رَّاضِيَةٍ ﴿٢١﴾ فِيْ جَنَّةٍ عَالِيَةٍ ﴿٢٢﴾ قُطُوْفُهَا

ہے گزران میں من مانتی اونچے باغ میں جس کے میوے جھک

دَانِيَةٌ ﴿٢٣﴾ كُلُوْا وَاشْرَبُوْا هَنِيْۗـــًٔـا بِمَآ اَسْلَفْتُمْ فِي الْاَيَّامِ

رہے ہیں کھاؤ اور پیو رچ کے بدلہ اس کا جو آگے بھیج چکے ہو تم پہلے

الْخَالِيَةِ ﴿٢٤﴾ وَاَمَّا مَنْ اُوْتِيَ كِتٰبَهٗ بِشِمَالِهٖ ڏ فَيَقُوْلُ يٰلَيْتَنِيْ

دنوں میں اور جس کو ملا اس کا لکھا بائیں ہاتھ میں وہ کہتا ہے کسی طرح

لَمْ اُوْتَ كِتٰبِيَهْ ﴿٢٥﴾ وَلَمْ اَدْرِ مَا حِسَابِيَهْ ﴿٢٦﴾ يٰلَيْتَهَا

مجھ کو نہ ملتا میرا لکھا اور مجھ کو خبر نہ ہوتی کیا ہے حساب میرا کسی طرح

كَانَتِ الْقَاضِيَةَ ﴿٢٧﴾ مَآ اَغْنٰى عَنِّيْ مَالِيَهْ ﴿٢٨﴾ هَلَكَ

وہی موت ختم کر جاتی کچھ کام نہ آیا مجھ کو مال میرا کھو گئی

عَنِّيْ سُلْطٰنِيَهْ ﴿٢٩﴾ خُذُوْهُ فَغُلُّوْهُ ﴿٣٠﴾ ثُمَّ الْجَحِيْمَ

مجھ سے حکومت میری اس کو پکڑو پھر طوق ڈالو پھر آگ کے ڈھیر میں

کے ورد لائے گئے ہوئے تھے تو اے باقی رہنے والے انسانو! ہم نے ایک چلنے والی کشتی میں تمکو سوار کر لیا
جو ان طوفانی تھپیڑوں میں تمہیں لئے جا رہی تھی تاکہ بنا دیں ہم اسکو تمہارے واسطے یادگار اور عبرت کا نمونہ
اور محفوظ رکھیں اسکو وہ کان، جو واقعات کو سننے اور محفوظ رکھنے والے ہیں تو یہ واقعہ خدا وند عالم کی قدرت
اور حکمت کا کیسا عظیم نمونہ ہوا کہ حضرت نوح علیہ السلام اور ان پر ایمان لانے والوں کو اس طوفان
سے بچا لیا اور نافرمان قوم کو غرق کر ڈالا تاکہ رہتی دنیا تک یہ عبرتناک نمونہ قائم رہے اور لوگ اس
واقعہ سے خدا کے احسان وکرم کو بھی سمجھیں اور نافرمان ومجرموں کے واسطے اسکے قہر و عذاب کو بھی جان لیں
تو دنیا میں پیش آنے والے یہ واقعات اور ہلاکت وتباہی کے نمونے ہر انسان کو اس پر متوجہ کرتے ہیں
کہ وہ قیامت کی شدت اور اس پر عالم کی تباہی وہلاکت کا بھی تصور کرے اور اس پر ایمان بھی لائے
چنانچہ جب صور پھونکا جائے گا ایک بار پھونکا جانا اور اٹھا لی جائے گی زمین اور پہاڑ پھر کوٹ دیا جائے
گا انکو ایک ہی دفعہ اور زمین باوجود اپنی قوت ومضبوطی اور پہاڑ باوجود اپنی عظمت وسختی کے ریزہ ریزہ
کر دیئے جائیں گے تو بس اسی دن واقع ہو جائے گی وہ واقع ہونے والی گھڑی جو روز قیامت ہے
اور پھٹ جائے گا آسمان پھر وہ اس دن بکھر رہا ہوگا نہایت ہی ہلکی بکھرنے والی چیز کی طرح اور
روئی کے گالوں کی طرح اڑتا ہوگا۔ اور جس وقت کہ آسمان درمیان سے پھٹنا شروع ہوگا تو فرشتے ہوں گے
اسکے کناروں پر اور اٹھاتے ہوتے ہوں گے۔ اے مخاطب تیرے رب کا عرش اس دن اپنے اوپر
آٹھ فرشتے، عرش عظیم کی یہ عظمت وشان ہوگی جسکو ایسے آٹھ فرشتے اٹھاتے ہوں گے جو پہاڑوں کو
اٹھائے رکھتے ہیں جہازوں کو قابو کرتے ہیں سمندروں اور سمندر کے طوفانی تھپیڑوں کو روکتے ہیں وہ
آٹھ فرشتے عرش الٰہی اٹھاتے ہوتے ہوں گے تو ایسے دن اے انسانو! تم پیش کیے جاؤ گے اپنے رب
کے سامنے حال یہ ہوگا کہ کوئی چھپی چیز چھپی نہ رہے گی اس پروردگار علیم وخبیر سے پھر ایسی صورت میں
رب العالمین اپنے عرش پر جلوہ افروز ہوگا اور میدان حشر میں اولین وآخرین جمع ہوں گے اور اس
علیم وخبیر اور قادر مطلق کی عدالت میں پیشی ہو رہی ہوگی اور میزان عدل وانصاف قائم کرنے والے
رب کی عدالت میں لوگوں کے نامہ اعمال پیش ہو رہے ہوں گے تو جس کا نامہ اعمال داہنے ہاتھ میں
دیدیا جائے گا تو اسکی کامیابی اور نجات کی علامت ہوگی تو وہ فرط مسرت اور کمال خوشی سے کہتا ہوگا
اے لوگو! آجاؤ میرا نامہ اعمال یعنی نتیجہ کامیابی پڑھ لو میرے رب نے مجھ پر کیسا عظیم انعام واحسان
فرمادیا میں تو پہلے ہی سے گمان کرتا تھا کہ میں اپنے حساب کے وقت پر پہنچنے والا ہوں اور میرے اعمال
کا حساب ہوگا اور خدا کی رحمت پر مجھے بھروسہ تھا کہ وہ مجھے اپنے فضل وکرم سے نوازے گا مجھے جنات جاودانی
اور ابدی نعمتیں ملیں گی اور جب مجھے یہ خیال تھا تو میں اپنے نفس کا محاسبہ کرتا رہا اسی کا یہ نتیجہ ہے کہ میں
خدا کا یہ انعام واکرام دیکھ رہا ہوں اور اسی کے فضل وکرم سے میرا حساب پاک وصاف ہے تو وہ نہایت
ہی خوشی اور عیش ومسرت والی زندگی میں ہوگا اور من مانی ہر نعمت وراحت اسکو ملتی ہوگی نہایت

بلند و عظیم المرتبہ باغ میں ہوگا جس کے خوشے اور میوے اس پر جھکے ہوتے ہوں گے اس حالت میں اہل جنت کو کہا جا رہا ہوگا کہ کھاؤ پیو خوب رچ کر جتنا چاہو بڑی خوشگواری کے ساتھ ان اعمال صالحہ کی وجہ سے جو تم کر چکے ہو گذرے ہوئے دنوں (اور دنیوی زندگی) میں (چونکہ تم نے اللہ کی خوشنودی کے لئے نفس کی خواہشات کو روکا تھا دنیا میں کی تکلیف برداشت کی صبر و قناعت کو اختیار کیا تو یہ اس کا بدلہ ہے کہ جب روک ٹوک اٹھ گئے تم پر یہ ساری نعمتیں پھیلا دی گئیں۔

یہ تو حال ہے ان لوگوں کا جن کو داہنے ہاتھ میں نامۂ اعمال ملے گا اور جن کو نامۂ اعمال بائیں ہاتھ میں دیا جائے گا تو وہ بڑی حسرت اور پشیمانی کے عالم میں کہے گا کیا ہی اچھا ہوتا کہ مجھ کو میرا نوشتۂ اعمال ہی نہ ملتا اور میں نہ ہی جانتا کہ میرا حساب کیا ہے اے کاش وہی موت میرا کام تمام کر دینے والی ہوتی اور میرا نام و نشان ہی مٹ جاتا اور یہ عذاب نہ بھگتنا پڑتا افسوس میرا مال بھی میرے کچھ کام نہ آیا جس پر مجھے بڑا ہی بھروسہ اور گھمنڈ تھا اور میں سمجھتا تھا کہ خواہ کوئی بھی مصیبت سامنے آ جائے میں اپنی دولت کے ذریعہ اس سے بچ جاؤں گا مجھے اپنی قوت پہ بڑا زعم تھا افسوس کہ میری قوت و حکومت بھی برباد ہوگئی اب نہ میری عدالت کام آ رہی ہے اور نہ قوت و حکومت اور نہ جمعیت یاری جو دنیا میں کیا کرتا تھا اسی پشیمانی اور حسرت کے عالم میں ہوگا کہ ہر ایسے مجرم کے لئے فرمان خداوندی جاری ہوگا پکڑو اسکو پھر طوق ڈال دو اس کی گردن میں پھر گھسیٹو اسکو آگ میں یعنی جہنم میں دہکتی ہوئی پھر ایک زنجیر میں کہ جس کا طول ستر گز ہے[۱] اس سے اسکو جکڑ دو تاکہ جلنے کی حالت میں ذرا بھی حرکت نہ کر سکے کیونکہ آگ میں جلنے والا انسان کبھی ادھر ادھر حرکت کر کے آگ کی سوزش سے بچنے یا اسکو کم کرنے کی کوشش کیا کرتا ہے تو اسکی بھی کوئی گنجائش نہ رہے یہ سب کچھ اس لئے ہوگا کہ یہ شخص خدا پر ایمان نہیں رکھتا تھا خدائے برتر پر جب نہ خدا پر ایمان و یقین تھا تو خدا کی اطاعت سے بھی لاپرواہی کرتا تھا نہ خدا تعالیٰ کے حق ادا کرتا تھا اور نہ ہی بندوں کے حقوق پہچانتا تھا چنانچہ نہ ترغیب دیتا تھا محتاج و مسکین کے کھانے پر خود تو کیا کھلاتا اور مدد کرتا زبان سے بھی کسی دوسرے کو اس پر آمادہ کرنے اور ترغیب دلانے کی توفیق نہ ہوتی تھی سو ایسے نافرمان کے لئے آج یہاں نہ کوئی دوست ہے اور نہ اسکے واسطے کوئی چیز کھانے کی ہے بجز زخموں کے دھوون کے اور ان میں سے بہتے ہوئے مواد پیپ کے جس کو کوئی نہیں کھا سکتا بجز ان خطا کاروں اور مجرموں کے لہٰذا وہ بھی بھوک اور پیاس کی شدت میں مجبور ہو کر یا اس دھوکہ میں کہ شاید یہ بھی کوئی کھانے اور پینے کی چیز ہے

اعاذنا اللہ وایانا من سائر انواع العذاب فی الدنیا والآخرۃ۔

---

[۱] ستر گز سے عالم آخرت کا گز یا ہاتھ مراد ہے جس کی مقدار و مقدار کا اندازہ عالم دنیا میں نہیں کیا جا سکتا واللہ اعلم بالصواب ۱۲

فرشتوں کا عرش الٰہی اٹھانا

اس آیت مبارکہ میں عرش الٰہی کو اٹھانے والے آٹھ فرشتوں کا بیان ہے

تفسیر قرطبی اور تفسیر البحر المحیط میں حضرت عبداللہ ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ یہ فرشتوں کی آٹھ صفیں ہوں گی جن کی تعداد اللہ کے سوا کسی کو معلوم نہیں بعض روایات میں حاملین عرش کے بیان میں چار کا عدد آیا ہے، تفسیر مظہری میں بیان کیا کہ روز محشر سے قبل حاملین عرش چار فرشتے ہوں گے مگر نفخ صور اور حشر کے وقت اسکی عظمت کی وجہ سے ان پہلے حاملین کو مزید چار حاملین کے ذریعہ قوی کر دیا جائے گا تاکہ عرش الٰہی کو سنبھال سکیں۔ بظاہر اس وجہ سے اس وقت حق تعالیٰ شانہ کے جلال و ہیبت سے عرش الٰہی زیادہ وزنی اور اسکا اٹھانا گراں ہوگا۔

اس آیت مبارکہ جس میں عرش الٰہی کے اٹھانے کا ذکر ہے اسی طرح ایسے مضمون کی دیگر آیات کی فلاسفہ، معتزلہ اور صوفیہ حقیقت پر محمول کرنے کے بجائے تاویل کرتے ہیں جیسا کہ معتزلہ کہتے ہیں کہ عرش وکرسی کے معنی بطور مجاز واستعارہ تسلط اور غلبے کے ہیں اور خداوند عالم کی شان حاکمیت کو بیان کرنا ہے اور فرشتوں کے اٹھانے سے مراد انکے ذریعہ اسکا ظہور ہے قاضی بیضاویؒ جیسا کہ بعض مواقع پر فلاسفہ اور معتزلہ کی رائے اور خیال سے متاثر ہوتے ہیں یہاں بھی انہوں نے کچھ اسی طرح فرمایا کہ یہ تمثیل ہے کیونکہ خدا تعالیٰ تو نہ جسم ہے اور نہ اجسام وحوادث کی صفات واحوال میں سے کسی چیز سے متصف ہو سکتا ہے اور نہ وہ مخلوق کی طرح کسی مکان اور جہت میں سمانے والا ہے کہ کسی تخت پر بیٹھا ہو اور اس تخت کو حقیقی طور پر کوئی اٹھاتے ہوتے ہو یہ چیزیں تو مخلوق اور حادث کی صفات میں سے ہیں اس بناء پر محض تمثیل کے طور پر اسکے غلبہ اور شان حکمرانی اور عدل وانصاف اور مخلوقات کے فیصلوں کے نفاذ کو اس تعبیر سے بیان فرمایا گیا۔

اسی طرح حضرات صوفیاء بھی تاویل کا طریقہ اختیار کرتے ہیں بعض کہتے ہیں کہ عرش مجید حق تعالیٰ شانہ کی صورت جہانداری اور پادشاہت ہے اور قیامت میں یہ بصورت عرش یعنی تخت شاہی ظاہر ہوگی اور اسکی جہانداری اور شان حاکمیت دنیا میں چار صفات کے ساتھ قائم ہے کہ موجودات کا کوئی ذرہ بھی اس سے خالی نہیں اور وہ سب کو محیط ہے وہ چار صفات یہ ہیں اوّل علم، دوئم قدرت سوئم ارادہ چہارم حکمت آخرت میں یہ چار صفات مزید چار صفات کے ساتھ جمع ہو کر آٹھ ہو جائیں گی تاکہ دنیا وآخرت دونوں جہانوں کی جہانداری اور حاکمیت میں امتیاز ہو جائے وہ چار صفات جو آخرت میں ظاہر ہوں گی ان میں اوّل انکشاف تام کہ اس عالم میں کوئی چیز بھی مخفی، مبہم، پوشیدہ اور ملتبس نہ رہے گی بلکہ ہر چیز کی اصل حقیقت ظاہر ہو جائے گی تاکہ کسی قسم کا دھوکہ شبہ اور عدم انطباق

مجهول والایمان به لازم والسوال عنه بدعة" کہ خدا کا عرش پر مستوی ہونا معلوم ہے جیسے کہ نص قرآنی نے بتادیا مگر کیفیت مجہول اور غیر معلوم ہے اور اس پر ایمان لانا لازم ہے اور سوال و تحقیق کہ کیسے اور کس طرح عرش پر مستوی ہے یہ بدعت ہے کیونکہ نہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے بیان فرمایا اور نہ ہی صحابہ نے کبھی اسکی تحقیق کی گویا۔ خلاصہ یہی رنگ زبان حق ترجمان نے اس طرح کے متشابہات میں فرمایا وَالرَّاسِخُوْنَ فِي الْعِلْمِ يَقُوْلُوْنَ اٰمَنَّا بِهٖ كُلٌّ مِّنْ عِنْدِ رَبِّنَا۔

مگر از دماغ کہ پرسد تا بجان بلبل بہ گفت صبا کہ بر دو گل چہ تنیدہ

وَاللّٰهُ اَعْلَمُ بِالصَّوَابِ وَلَا يَعْلَمُ تَاْوِيْلَهٗ اِلَّا اللّٰهُ وَاٰمَنَّا بِهَا اَمَرَنَا اللّٰهُ فَارْبَنَا اكْتُبْنَا مَعَ الشّٰهِدِيْنَ اٰمين يا رب العالمين هذا ما فهمت من تفسير الكبير والبحر المحيط وتفسير العلامة الالوسي وتفسير العزيزي وتفسير الحقاني والكلمات التي سمعتها من شيخي ومستاذي شيخ الاسلام العلامة شبير احمد عثماني وما استنبطت وحفظت من كلمات حضرت الوالد الشيخ محمد ادريس الكاندهلوي متعنا الله تعالى من فيوضهم وبركاتهم آمين يا رب العالمين ـ

فَلَآ اُقْسِمُ بِمَا تُبْصِرُوْنَ ﴿۳۸﴾ وَمَا لَا

سو قسم کھاتا ہوں ان چیزوں کی جو دیکھتے ہو اور جو نہیں

تُبْصِرُوْنَ ﴿۳۹﴾ اِنَّهٗ لَقَوْلُ رَسُوْلٍ كَرِيْمٍ ﴿۴۰﴾ وَّمَا هُوَ بِقَوْلِ

نہیں دیکھتے یہ کہا ہے ایک پیغام لانے والے سردار کا اور نہیں ہے کہا کسی

شَاعِرٍ ؕ قَلِيْلًا مَّا تُؤْمِنُوْنَ ﴿۴۱﴾ وَلَا بِقَوْلِ كَاهِنٍ ؕ قَلِيْلًا

شاعر کا تم تھوڑا یقین کرتے ہو اور نہ کہا پریوں والے کا تم تھوڑا

مَّا تَذَكَّرُوْنَ ﴿۴۲﴾ تَنْزِيْلٌ مِّنْ رَّبِّ الْعٰلَمِيْنَ ﴿۴۳﴾ وَلَوْ تَقَوَّلَ

دھیان کرتے ہو یہ اتارا ہے جہان کے رب کا اور اگر یہ بنا لاتا

عَلَيْنَا بَعْضَ الْاَقَاوِيْلِ ﴿۴۴﴾ لَاَخَذْنَا مِنْهُ بِالْيَمِيْنِ ﴿۴۵﴾

ہم پر کوئی بات تو ہم پکڑتے اس کا داہنا ہاتھ

ثُمَّ لَقَطَعۡنَا مِنۡهُ الۡوَتِيۡنَ ﴿۴۶﴾ فَمَا مِنۡكُمۡ مِّنۡ اَحَدٍ عَنۡهُ

پھر کاٹ ڈالتے اس کی ناڑ پھر تم میں کوئی نہیں اس سے

حٰجِزِيۡنَ ﴿۴۷﴾ وَاِنَّهٗ لَتَذۡكِرَةٌ لِّلۡمُتَّقِيۡنَ ﴿۴۸﴾ وَاِنَّا لَنَعۡلَمُ

روکنے والا اور یہ نصیحت ہے ڈر والوں کو اور ہم کو معلوم ہے

اَنَّ مِنۡكُمۡ مُّكَذِّبِيۡنَ ﴿۴۹﴾ وَاِنَّهٗ لَحَسۡرَةٌ عَلَى الۡكٰفِرِيۡنَ ﴿۵۰﴾

کہ تم میں بعضے جھٹلاتے ہیں اور وہ جو ہے پچھتاوا ہے منکروں پر

وَاِنَّهٗ لَحَقُّ الۡيَقِيۡنِ ﴿۵۱﴾ فَسَبِّحۡ بِاسۡمِ رَبِّكَ الۡعَظِيۡمِ ﴿۵۲﴾

اور وہ جو ہے قابل یقین کرنے کے ہے؟ اب بول پاکی اپنے رب کے نام کی جو سب سے بڑا

بیان عظمت کلام الٰہی وحقانیت وصداقت قرآن کریم

قال اللہ تعالیٰ فَلَاۤ اُقۡسِمُ بِمَا تُبۡصِرُوۡنَ ...... الیٰ ...... فَسَبِّحۡ بِاسۡمِ رَبِّكَ الۡعَظِيۡمِ

ربط: گزشتہ آیات میں اہل سعادت وشقاوت اور انکے احوال کا ذکر تھا اور بالخصوص مجرمین کی سزا اور قیامت کی شدت اور عرش الٰہی سے تمام فیصلوں کے نفاذ کا بیان تھا تو ممکن تھا کوئی ملحد اور منکر ان باتوں کو سن کر یہ کہنے لگے کہ یہ تو شاعرانہ مبالغہ آرائی یا کاہنوں کی باتیں ہیں تو انکے ازالہ اور رد کے لیے اب ان آیات میں قرآن کی عظمت کا بیان ہے اور یہ کہ جو کچھ وحی الٰہی سے کہا گیا وہ رسول کریم کا قول اور اللہ کا پیغام ہے اس میں ذرہ برابر مبالغہ یا استعارہ و مجاز کا احتمال نہیں اس پر ایمان لانا چاہیے اور اسکی صداقت وحقانیت پر یقین کرنا چاہیے تو ارشاد فرمایا۔

سو میں قسم کھاتا ہوں ان چیزوں کی جنکو تم دیکھتے ہو اور ان چیزوں کی جن کو تم نہیں دیکھتے کہ بیشک یہ پیغام وقول ہے اس رسول عظیم کا جو بڑی ہی کرامت وعظمت والا ہے اور یہ کوئی شاعر کی بات نہیں ہے کہ تم جنت وجہنم کے احوال کو شاعرانہ مبالغہ آرائی سمجھنے لگو یا کاہنوں والی اٹکل وتخمین کی و ہمی گمان کرنے لگو بلکہ یہ تو اللہ کا پیغام ہے جو اسکے رسول کریم نے اسکے بندوں کو پہنچایا، چاہیے کہ اس پر ایمان لایا جائے لیکن افسوس کا مقام ہے کہ بہت ہی کم ہے کہ تم یقین کرو اور ایمان لاؤ اور نہ ہی یہ کاہن کی بات ہے مگر بہت ہی کم ہے کہ اے لوگو! تم غور وفکر کرو اور نصیحت قبول کرو بلکہ یہ سب

بھی اُتارا ہوا کلام ہے رب العالمین کی طرف سے خدا کا، بغیر صرف اللہ کی وحی اور اس کا پیغام ہی لوگوں
تک پہنچایا کرتا ہے یہ ممکن نہیں ہے کہ کوئی نبی اللہ کا بغیر اپنی طرف سے کوئی بات گھڑ کر سنا دے
بالفرض اگر وہ رسول ہم پر کوئی بات گھڑ کرے آتا ایسی من گھڑت باتوں میں سے تو ہم پکڑ لیتے اسکو
داہنے ہاتھ سے اور اسکو اپنی سخت گرفت میں لے لیتے کیونکہ انسان بالعموم کسی گرفت اور پکڑ کے
وقت مدافعت کے لیے زور اپنے ہاتھ سے زائد لگایا کرتا ہے تو جب ہم داہنے ہاتھ سے اسکو پکڑیں گے
تو اسکے بعد وہ کیا طاقت آزمائی کرے گا ہم سے بچنے کے لیے پھر ہم کاٹ ڈالتے اسکی رگ گردن پھر
کوئی بھی نہیں ہو سکتا اس پکڑ سے اسکو بچانے والوں میں سے کیونکہ احکم الحاکمین پر جھوٹ بات لگانا
کوئی معمولی جرم نہیں بلاشبہ ایسا مجرم اس پروردگار کی گرفت اور اسکی سزا سے کسی حال میں بھی نہیں بچ سکتا
اور بے شک یہ باتیں نصیحت ہیں تقویٰ والوں کے واسطے کہ جس کسی میں ادنیٰ درجہ بھی خوف خدا ہو گا
وہ ان باتوں سے عبرت اور نصیحت حاصل کرے گا اور چونکہ دنیا میں تقویٰ والے بہت کم ہوتے ہیں اسلئے
ہم بے شک جانتے ہیں کہ تم میں سے بہت سے وہ ہیں جو جھٹلانے والے ہیں بھلا ان پر یہ باتیں مگر یہ نہ
سمجھنا چاہیئے کہ مکذبین و منکرین خدا کے عذاب اور گرفت سے بچ جائیں گے نہیں ہرگز نہیں بلکہ
بے شک یہ تو حسرت ہے کافروں پر اور افسوس کا مقام ہے کہ منکر و کافر ان باتوں کا انکار کرکے
خدا کے عذاب کو دعوت دے رہے ہیں اور اپنی عاقبت تباہ و برباد کر رہے ہیں اور بے شک یہ جو
کہا جا رہا ہے قطعی اور یقینی امر ہے جس پر ایمان و یقین ہر اہل عقل و فکر کو لازم ہے لہٰذا اے بالفرض اگر
کوئی ان حقائق کو نہیں مانتا اور ان پر ایمان و یقین نہیں رکھتا تو آپ غمگین نہ ہوں بلکہ بس ایسی صورت
میں پاکی بیان کرتے رہیئے اپنے رب عظیم کے نام کی اسکی تحمید و تسبیح ہی سے سارے غم بھی دور ہوں گے
اور قلب و دماغ کو سکون و تقویت بھی نصیب ہوگی جیسا کہ ارشاد ہے وَلَقَدْ نَعْلَمُ اَنَّكَ يَضِيْقُ
صَدْرُكَ بِمَا يَقُوْلُوْنَ فَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ وَكُنْ مِّنَ السّٰجِدِيْنَ. تو اس طرح آپ کو
تسلی دی گئی اور سکون قلب کیلئے علاج بھی بیان فرما دیا۔

روایت میں ہے کہ آپؐ نے اس آیت کے نازل ہونے پر فرمایا اجعلوھا فی رکوعکم کہ اس کو
اپنے رکوع میں مقرر کر لو اور جب آیت سَبِّحِ اسْمَ رَبِّكَ الْاَعْلٰى نازل ہوئی تو آپؐ نے فرمایا
اجعلوھا فی سجودکم اسی وجہ سے رکوع میں تسبیح سبحان ربی العظیم مقرر ہوئی اور سجدوں میں
سبحان ربی الاعلیٰ۔ میرے استاذ محترم شیخ الاسلام حضرت علامہ شبیر احمد عثمانی قدس اللہ سرہٗ اپنے

لہ یہ وتین کا ترجمہ کیا گیا، اصل تو یہ رگ انسان کے قلب سے نکلتی ہے جس سے سارے جسم
میں روح پھیلتی ہے اور یہی رگ حیوان یا انسان کے حلقوم اور گردن تک پہنچتی ہے اسی وجہ
سے گردن کی رگ ترجمہ کیا گیا۔ ۱۲

ع ۲

فوائد میں تحریر فرماتے ہیں کہ اس عالم میں دو قسم کی چیزیں ہیں، ایک وہ جن کو آدمی اپنی آنکھوں سے دیکھتا ہے دوسری وہ جو آنکھوں سے نظر نہیں آتیں، عقل وغیرہ سے ان کو تسلیم کرنے پر مجبور ہے مثلاً ہم کتنا ہی آنکھیں پھاڑ کر زمین کو دیکھیں وہ چلتی ہوئی نظر نہیں آئے گی، لیکن جب حکماء اپنے دلائل و براہین پیش کریں گے تو ہم عاجز ہو کر اپنی آنکھ کی غلطی تسلیم کرنے پر مجبور ہوں گے اور اپنی عقل یا دوسرے عقلاء کی عقل کے ذریعہ سے ہم اپنی ان غلطیوں کی تصحیح و اصلاح کر لیتے ہیں لیکن مشکل یہ ہے کہ ہم میں سے کسی کی عقل بھی غلطیوں اور کوتاہیوں سے محفوظ نہیں، آخر اس کی غلطیوں کی اصلاح اور کوتاہیوں کی تلافی کس سے ہو؟ بس تمام عالم میں ایک وحی الٰہی کی قوت ہے جو خود غلطی سے محفوظ اور معصوم رہتے ہوئے تمام عقلی قوتوں کی اصلاح و تکمیل کر سکتی ہے جس طرح کہ حواس جہاں پہنچ کر عاجز ہو جاتے ہیں وہاں عقل کام کرتی ہے ایسے ہی جس میدان میں عقل مجرد کام نہیں دیتی یا ٹھوکریں کھاتی ہے اس جگہ وحی الٰہی اس کی دستگیری کر کے ان بلند حقائق سے روشناس کراتی ہے، شاید اسی لئے یہاں مَا تُبْصِرُوْنَ وَمَا لَا تُبْصِرُوْنَ کی قسم کھائی۔

یعنی جو حقائق جنت و دوزخ کے پہلے بیان ہوئے اگر دائرۂ محسوسات سے بعید ہونے کی وجہ سے تمہاری سمجھ میں نہ آئیں تو اشیاء میں مبصرات وغیر مبصرات یا بالفاظ دیگر محسوسات وغیر محسوسات کی تقسیم سے سمجھ لو کہ یہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا کلام ہے جو بذریعہ وحی الٰہی دائرۂ حس و عقل سے بالاتر حقائق کی خبر دیتا ہے جیسے ہم بہت سی غیر محسوس بلکہ مخالف حس چیزوں کو اپنی یا دوسروں کی تقلید سے مان لیتے ہیں تو بعض بہت اونچی چیزوں کو رسول کریم کے کہنے سے ماننے میں کیا اشکال ہے۔

الغرض عالم کائنات میں مرئی وغیر مرئی یعنی مبصرات وغیر مبصرات پر اجمالی نظر اور استدلالی غور و فکر اس بات کی گواہی دے گا کہ رسول کریم کی بتائی ہوئی باتیں حق ہیں اور اس پر ایمان لانا ضروری ہے منکرین و مکذبین کا بعض باتوں میں تردد و انکار محض خود ان کی بے عقلی کی دلیل ہے

وَلَوْ تَقَوَّلَ عَلَيْنَا بَعْضَ الْاَقَاوِيْلِ، کی تفسیر میں حضرت شاہ عبدالقادر رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں یعنی اگر جھوٹ بناتا اللہ پر تو اول اس کو دشمن اللہ ہوتا اور ہاتھ پکڑنا یہ دستور ہے گردن مارنے کا جلاد اس کا داہنا ہاتھ اپنے ہاتھ میں پکڑ رکھتا ہے تاکہ حرکت نہ کر سکے۔

حضرت شاہ عبدالعزیز فرماتے ہیں کہ تَقَوَّلَ کی ضمیر رسول کی طرف لوٹتی ہے یعنی اگر رسول بالفرض کوئی حرف اللہ کی طرف منسوب کر دے یا اس کے کلام میں اپنی طرف سے ملا دے جو اللہ نے نہ کہا ہو تو اسی وقت اس پر یہ معاملہ عتاب کا کیا جائے (والعیاذ باللہ) کیونکہ اس کی تصدیق اور سچائی آیات بینات اور دلائل و براہین کے ذریعہ سے ظاہر کی جا چکی ہے اب اس قسم کی بات پر فوراً عذاب اور سزا نہ دی جائے تو وحی الٰہی سے امن اٹھ جائے گا اور ایسا التباس و اشتباہ پڑ جائے گا جس کی اصلاح ناممکن ہو جائے گی جو حکمت تشریع کے منافی ہے بخلاف اس شخص کے جس کا رسول ہونا آیات و براہین سے ثابت نہیں ہوا بلکہ کھلے ہوئے قرائن و دلائل علانیہ اسکی رسالت کی نفی کر چکے ہیں تو اس کی بات

بس یہ بیہودہ خرافات ہے کوئی عاقل اسکو ذرا اعتنا نہ سمجھے گا اور نہ دین الٰہی میں یہ عہد اللہ کوئی التباس و اشتباہ واقع ہوگا ہاں ایسے شخص کی معجزات وغیرہ سے تصدیق ہونا محال ہے ضرور ہے کہ اللہ تعالیٰ اسکو جھوٹا ثابت کرے اور رسوا کرے کیونکہ ایسے امور صادقہ کا دلائل سے پیدا ہونا دعوائے رسالت کے خلاف ہوں اور اسکو جھوٹا ثابت کر دیں، اسکی مثال یوں سمجھو کہ جس طرح بادشاہ ایک شخص کو کسی منصب پر مامور کرے اور سند فرمان دیکر کسی طرف روانہ کرے اب اگر اس شخص سے اس خدمت میں کوئی خیانت ہوتی یا بادشاہ پر جھوٹ باندھنا اس سے ثابت ہوا تو اسی وقت بلا توقف اس کا تدارک کرتے ہیں لیکن اگر سڑک کوٹنے والا مزدور یا جھاڑو دینے والا بھنگی بکتا پھرے کہ گورنمنٹ کا میرے ساتھ یہ فرمان ہے یا میرے ذریعہ سے یہ احکام دیئے گئے ہیں تو کون اسکی بات پر کان دھرتا ہے اور کون اس کے دعووں سے تعرض کرتا ہے (سبحان اللہ کیا اچھائی کہی ہے) اسی طرح مرزا غلام احمد کذاب پر منطبق ہوتی ہے، بہرحال آیت مذکورہ میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت پر استدلال نہیں کیا گیا بلکہ یہ بتلایا گیا ہے کہ قرآن کریم خالص اللہ کا کلام ہے جس میں ایک حرف یا ایک شوشہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم بھی اپنی طرف سے شامل نہیں کر سکتے اور نہ باوجود پیغمبر ہونے کے آپ کی یہ شان ہے کہ کوئی بات اللہ کی طرف منسوب کر دیں جو اللہ نے نہ کہی ہو،

تورات سفر استثناء کے اٹھارہویں باب میں بیسواں فقرہ یہ ہے،

"لیکن وہ نبی ایسی گستاخی کرے کہ کوئی بات میرے نام
سے کہے جس کے کہنے کا میں نے اسے حکم نہیں دیا اور معبودوں
کے نام سے کہے تو وہ نبی قتل کیا جاوے۔"

خلاصہ یہ کہ جو نبی ہوگا اس سے یہ ممکن نہیں کہ ایسا کرے یہ بات تقریباً وہی ہے جو سورۃ بقرہ میں فرمائی گئی کہ وَلَئِنِ اتَّبَعْتَ اَهْوَاءَهُمْ بَعْدَ الَّذِي جَاءَكَ مِنَ الْعِلْمِ مَا لَكَ مِنَ اللّٰهِ مِنْ وَّلِيٍّ وَّلَا نَصِيرٍ ۔ فالحمد للہ کہ اس تحقیق و تشریح سے مرزا غلام احمد کی طرف سے ایک عظیم مغالطہ میں ڈالنے والے بیہودہ استدلال کا رد ہو گیا وللہ الحمد والمنۃ

تم تفسیر سورۃ الحاقۃ وللہ الحمد والشکر

ملہ فوائد عثمانی بر سورۃ الحاقۃ-۱۲

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

سُوْرَةُ الْمَعَارِجِ

(ربط) گزشتہ سورت کی طرح اس میں بھی خصوصیت سے قیامت اور قیامت کے احوال شدیدہ کا بیان ہے، اور یہ کہ آخرت کی سعادت و شقاوت کا اصل مدار و معیار کیا ہے اور وہاں کی راحتیں اور تکلیفیں کس طرح پر مرتب ہوں گی، اس کے ساتھ مؤمنین و مجرمین کے احوال اور ان کے درمیان تقابل بھی بیان فرمایا تاکہ ایک نظر میں نور و ظلمت اور ہدایت و ضلالت کی طرح مؤمن و کافر کا فرق واضح ہو جائے، بالخصوص اس سورت میں جو چیز زیادہ اہمیت اور توجہ کے ساتھ ذکر کی گئی وہ کفار مکہ کی مخالفت اور ان کے تمسخر و استہزاء کا رد ہے جو وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور کلام رب العالمین کے ساتھ کرتے تھے۔

سورت کا ابتداء کفار مکہ کی سرکشی اور لغو قسم کے سوالات کے ذکر سے فرمائی گئی اور یہ کہ وہ کس طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت سے انحراف و روگردانی کرتے تھے اس پر ان کے انجام ہلاکت کا بھی بیان ہے۔

اخیر میں مجرمین و کفار قیامت کے روز کیسی ذلت و رسوائی میں مبتلا ہوں گے اس کو بھی بیان فرمایا گیا اور اہل ایمان پر انعامات اور ان کی راحتوں کو ان کے بالمقابل پیش کر دیا گیا، ساتھ ہی انسانی فطرت کی کمزوری کا بھی ذکر ہے تاکہ انسان اس عیب اور کمزوری کے مہلک نتائج سے اپنی زندگی کو محفوظ رکھ سکے۔

⁂

(۷۰) سُوْرَةُ الْمَعَارِجِ مَكِّيَّةٌ (۷۹) آیاتہا ۴۴ رکوعاتہا ۲

سورۂ معارج مکی ہے اور اس میں چوالیس آیتیں اور دو رکوع ہیں

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

شروع اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم والا

سَاَلَ سَآئِلٌۢ بِعَذَابٍ وَّاقِعٍ ۝۱ لِّلْكٰفِرِيْنَ لَيْسَ لَهٗ دَافِعٌ ۝۲

مانگا ایک مانگنے والے نے عذاب پڑنے والا منکروں کے واسطے کوئی نہیں اس کو ہٹانے والا

مِّنَ اللّٰهِ ذِي الْمَعَارِجِ ﴿۳﴾ تَعْرُجُ الْمَلٰٓئِكَةُ وَالرُّوْحُ اِلَيْهِ

اللہ کی طرف کا جو چڑھتے درجوں کا صاحب چڑھیں گے اسکی طرف فرشتے اور روح اس

فِيْ يَوْمٍ كَانَ مِقْدَارُهٗ خَمْسِيْنَ اَلْفَ سَنَةٍ ﴿۴﴾ فَاصْبِرْ

دن میں جس کا لنباؤ پچاس ہزار برس ہے سو تو صبر کر

صَبْرًا جَمِيْلًا ﴿۵﴾ اِنَّهُمْ يَرَوْنَهٗ بَعِيْدًا ﴿۶﴾ وَّنَرٰىهُ قَرِيْبًا ﴿۷﴾

بھلی طرح کا صبر کرنا وہ دیکھتے ہیں اسکو دور اور ہم دیکھتے ہیں اسکو نزدیک

يَوْمَ تَكُوْنُ السَّمَآءُ كَالْمُهْلِ ﴿۸﴾ وَتَكُوْنُ الْجِبَالُ كَالْعِهْنِ ﴿۹﴾ وَ

جس دن ہوگا آسمان جیسے تانبا پگھلا اور ہوں گے پہاڑ جیسے اون رنگی اور

لَا يَسْـَٔلُ حَمِيْمٌ حَمِيْمًا ﴿۱۰﴾ يُّبَصَّرُوْنَهُمْ يَوَدُّ الْمُجْرِمُ لَوْ يَفْتَدِيْ

نہ پوچھے دوستدار دوستدار کو سب نظر آجاویں گے انکو چاہے گا گناہگار کسی طرح چھڑوائی

مِنْ عَذَابِ يَوْمِئِذٍۭ بِبَنِيْهِ ﴿۱۱﴾ وَصَاحِبَتِهٖ وَاَخِيْهِ ﴿۱۲﴾ وَ

میں دے اس دن کی مار سے اپنے بیٹے اور ساتھ والی اور بھائی اور

فَصِيْلَتِهِ الَّتِيْ تُـْٔوِيْهِ ﴿۱۳﴾ وَمَنْ فِي الْاَرْضِ جَمِيْعًا ۙ ثُمَّ

اپنا گھرانا جس میں رہتا تھا اور جتنے زمین پر ہیں سارے پھر

يُنْجِيْهِ ﴿۱۴﴾ كَلَّا ۭ اِنَّهَا لَظٰى ﴿۱۵﴾ نَزَّاعَةً لِّلشَّوٰى ﴿۱۶﴾ تَدْعُوْا مَنْ

اپنے کو بچادے کوئی نہیں وہ تو آگ ہے کھینچ لینے والی کلیجہ پکارتی ہے اسکو

اَدْبَرَ وَتَوَلّٰى ﴿۱۷﴾ وَجَمَعَ فَاَوْعٰى ﴿۱۸﴾ اِنَّ الْاِنْسَانَ خُلِقَ

جسنے پیٹھ دی اور پھر گیا اور اکٹھا کیا اور سینت رکھا بے شک آدمی بنا ہے جی

هَلُوْعًا ﴿۱۹﴾ اِذَا مَسَّهُ الشَّرُّ جَزُوْعًا ﴿۲۰﴾ وَّاِذَا مَسَّهُ الْخَيْرُ

کا کچا جب لگے اسکو برائی تو گھبرا اور جب لگے اسکو بھلائی

مَنُوعًا ﴿٢١﴾ إِلَّا الْمُصَلِّينَ ﴿٢٢﴾ الَّذِينَ هُمْ عَلَىٰ صَلَاتِهِمْ

تو اں دیا اور جب پہنچے بھلا مگر وہ نمازی جو اپنی نماز پر

دَائِمُونَ ﴿٢٣﴾ وَالَّذِينَ فِي أَمْوَالِهِمْ حَقٌّ مَّعْلُومٌ ﴿٢٤﴾ لِّلسَّائِلِ

قائم ہیں اور جن کے مال میں حصہ ٹھہر رہا مانگنے کا

وَالْمَحْرُومِ ﴿٢٥﴾ وَالَّذِينَ يُصَدِّقُونَ بِيَوْمِ الدِّينِ ﴿٢٦﴾

اور ہارے کا اور جو یقین کرتے ہیں انصاف کے دن کو

وَالَّذِينَ هُم مِّنْ عَذَابِ رَبِّهِم مُّشْفِقُونَ ﴿٢٧﴾ إِنَّ

اور جو اپنے رب کے عذاب سے ڈرتے ہیں بے شک

عَذَابَ رَبِّهِمْ غَيْرُ مَأْمُونٍ ﴿٢٨﴾ وَالَّذِينَ هُمْ لِفُرُوجِهِمْ

ان کے رب کے عذاب سے نڈر نہ ہوا چاہئے اور جو اپنی شہوت کی جگہ

حَافِظُونَ ﴿٢٩﴾ إِلَّا عَلَىٰ أَزْوَاجِهِمْ أَوْ مَا مَلَكَتْ أَيْمَانُهُمْ

تھامتے ہیں مگر اپنی عورتوں سے یا اپنے ہاتھ کے مال سے

فَإِنَّهُمْ غَيْرُ مَلُومِينَ ﴿٣٠﴾ فَمَنِ ابْتَغَىٰ وَرَاءَ ذَٰلِكَ فَأُولَٰئِكَ

سو ان پر نہیں الزام پھر جو کوئی ڈھونڈے اس کے سوا سو وہی ہیں

هُمُ الْعَادُونَ ﴿٣١﴾ وَالَّذِينَ هُمْ لِأَمَانَاتِهِمْ وَعَهْدِهِمْ

حد سے بڑھنے اور جو اپنی دھرو دھری (امانتیں) اور اپنا قول

رَاعُونَ ﴿٣٢﴾ وَالَّذِينَ هُم بِشَهَادَاتِهِمْ قَائِمُونَ ﴿٣٣﴾ وَالَّذِينَ

نباہتے ہیں اور جو اپنی گواہی پر سیدھے ہیں اور جو اپنی

هُمْ عَلَىٰ صَلَاتِهِمْ يُحَافِظُونَ ﴿٣٤﴾ أُولَٰئِكَ فِي جَنَّاتٍ

نماز سے خبردار ہیں وہ ہیں باغوں میں

ع

مُّكْرَمُونَ ۝٣٥

(Obscure, illegible text).

مجازات عناد و سرکشی کفار و شدت کرب و اضطراب در روز قیامت

قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى سَاَلَ سَآئِلٌۢ بِعَذَابٍ وَّاقِعٍ ..... اِلٰى ..... فِىْ جَنّٰتٍ مُّكْرَمُوْنَ

ربط: گزشتہ سورت کا مضمون اہل جہنم کے احوال پر مشتمل تھا اور یہ کہ مجرموں کو کس ذلت کے ساتھ خدا کے عذاب اور قہر کی گرفت میں لیا جائے گا اب اس سورت میں ایسے مجرمین کی عناد و سرکشی بیان کرکے اس پر مذمت اور سزا کا ذکر فرمایا جا رہا ہے اور یہ کہ روز قیامت ایسے سرکشوں کی بے بسی کا کیا عالم ہوگا جو دنیا میں غرور و نخوت کا پیکر بنے ہوئے تھے ارشاد فرمایا۔

مانگا ہے ایک مانگنے والے نے ایسا عذاب جو واقع ہونے والا ہے کافروں کے واسطے جس کو کوئی ہٹانے والا نہیں وہ عذاب ہر حال میں منکروں پر واقع ہو کر رہے گا مانگا گیا یہ عذاب بھی اللہ سے جو بڑے اونچے درجوں والا ہے جس کی عظمت و برتری اور درجات کی بلندی کا یہ عالم ہے جس کی طرف فرشتے اور روح اس دن میں کہ جس کی مقدار پچاس ہزار برس ہے کہ فرشتے اور مومنین کی روحیں تمام آسمانوں کو درجہ بدرجہ طے کرتے ہوئے اسکی بارگاہ قرب تک پہنچتی ہیں یا اس کے بندے اسکے احکام کی پیروی کرنے ہوئے جان و دل سے کوشش کر کے اعمال صالحہ سے آراستہ ہو کر قرب وصول کے مدارج و درجات طے کرتے ہیں اور ترقی کر کے اسکی حضوری سے مشرف ہوتے ہیں اور وہ مدارج مسافت کے قرب اور بعد میں مختلف اور متفاوت ہوتے ہیں بعض ایسے کہ ایک پلک جھپکتے ہی ایک منزل سے ترقی کے اعلیٰ مقام پر پہنچا دیتے ہیں جیسے کلمۂ اسلام کا اقرار کر لینا کہ ایک ہی لمحہ میں کفر کی ذلیل ترین منزل سے ایمان کے اعلیٰ درجہ پر پہنچا دیتا ہے بعض ایک ساعت میں جیسے نماز بعض پورے ایک دن میں جیسے روزہ بعض پورے ایک مہینہ میں جیسے پورے ماہ رمضان کے انوار و برکات سے اعلیٰ ترین درجات حاصل کر لینا بعض ایک سال میں جیسے زکوٰۃ اور حج بیت اللہ وعلیٰ ہذا القیاس

ے یہ الفاظ اس تحقیق کے پیش نظر اضافہ کئے گئے جو بعض ائمہ مفسرین آیت کے اعراب میں فرماتے ہیں کہ من اللّٰہ ذی المعارج میں یہ بھی احتمال ہے کہ جملہ مستانفہ ما قبل سے منقطع ہو اور بجائے واقع سے متعلق کرنے کے ایک عامل مقدر کے متعلق اسکو کہا جائے وہ لفظاً سأل ہے یعنی سألہ من اللّٰہ ذی المعارج۔

اور اسی طرح فرشتوں اور روحوں کا عروج ہے اور خود اس خداوند قدوس کی رفعت اور اتار چڑھاؤ بھی بے شمار درجے رکھتا ہے۔ؑ

ع‍ہ از فوائد شیخ الاسلام علامہ شبیر احمد عثمانی رحمۃ اللہ علیہ۔

حافظ ابن کثیرؒ تفسیر ابن کثیر میں ابن عباسؓ سے نقل کرتے ہیں انہوں نے معارج کی تفسیر میں درجات کا مفہوم ذکر کیا کہ پروردگار عالم فضائل اور بلندیوں والا ہے مجاہدؒ نے معارج سے آسمانوں کے طبقات مراد لئے ہیں روح سے جنس روح اور مراد مومنین کی روحیں ہیں جیساکہ ابوداؤد ونسائی کی ایک روایت میں ہے براء بن عازبؓ مومن کی قبض روح کا ذکر کرتے ہوئے بیان کرتے ہیں فلا یزال یصعد بھا من السماء الی السماء حتی ینتھی بھا الی السماء السابعۃ۔ یعنی جب مومن کی روح قبض کرلی جاتی ہے تو اس کو چڑھایا جاتا ہے ایک آسمان سے دوسرے آسمان تک یہاں تک کہ ساتویں آسمان تک پہنچا دیا جاتا ہے اور بعض مفسرین کی رائے ہے کہ روح سے روح الامین یعنی حضرت جبرئیلؑ مراد ہیں۔

فِیْ یَوْمٍ کَانَ مِقْدَارُہٗ خَمْسِیْنَ اَلْفَ سَنَۃٍ کی مراد میں حافظ ابن کثیرؒ نے چار اقوال نقل کئے ایک یہ کہ اس سے مراد اسفل سافلین سے لے کر عرش تک کی مسافت ہے جو ساتوں زمینوں کا مستقر ہے چنانچہ اسی قسم کا مضمون ابن ابی شیبہ نے کتاب "صفۃ العرش" میں بیان کیا ہے دوسرا قول یہ کہ یہ مدت بقاء دنیا ہے کہ جب سے اللہ نے دنیا کو پیدا کیا اس وقت سے قیامت تک کی یہ مدت ہے چنانچہ مجاہدؒ اس آیت کی تفسیر میں کہا کرتے تھے عمرھا خمسون الف سنۃ۔ تیسرا قول یہ کہ وہ وقت حائل ہے دنیا و آخرت کے درمیان مگر اس قول کو مفسرین نے غریب و شاذ کہا ہے چوتھا قول یہ ہے کہ یہ روز قیامت کی مدت ہے جو دنیا کے ایام کے لحاظ سے پچاس ہزار برس کے بقدر ہوگی چنانچہ عکرمہؒ ابن عباسؓ سے باسناد صحیح نقل کرتے ہیں ھُوَ یوم القیامۃ اور ایک روایت میں ہے کہ اللہ نے اس دن کو کافروں کے واسطے پچاس ہزار سال کے برابر بنایا ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ بات ارشاد فرمائی جب کہ سننے والوں نے کہا اللہ اکبر یہ کس قدر طویل دن ہوگا تو آپ نے ارشاد فرمایا یہ کافر کے لئے ہوگا لیکن مومن کے لئے اللہ تعالیٰ اس دن کو اتنا آسان فرمادے گا جتنا وقت کہ وہ فرض نماز میں لگاتا ہے بلکہ اس سے بھی کم ——— مال کی زکوٰۃ نہ دینے والوں کی وعید میں جو حدیث ہے کہ وہ مال اس شخص پر جہنم کی آگ بناکر داغ دیا جاتا رہے گا اس دن میں کہ جس کی مقدار پچاس پچاس ہزار برس ہے اسکی تائید کرتی ہے

(تفسیر ابن کثیر ج ۴)

بعض ائمہ مفسرین کی رائے ہے کہ پچاس ہزار برس کی مدت ظاہری اور حقیقی معنی کے لحاظ سے نہیں

تمسخر اور استہزاء کرنے والوں کا رویہ بے شک دل خراش ہے اور اس پر رنج و غم طبعی تقاضا ہے مگر اے ہمارے پیغمبر صبر کیجئے بھلے طور پر صبر کرنا یہ منکرین اور کفار مکہ اگرچہ آپ سے مطالبہ کر رہے ہیں کہ اچھا اگر یہ دین برحق ہے تو ہم اس کو قبول نہیں کرتے تو آپ آسمان سے پتھروں کی بارش ہم پر کرا دیجئے یا آپ ہم کو جس قیامت سے ڈرا رہے ہیں وہ کہاں ہے اور کب آئے گی اس کو لے آئیے تو اے ہمارے پیغمبر ان منکرین کی ایسی لغو باتوں سے آپ مغموم نہ ہوں۔

بے شک یہ لوگ تو اس کو دور دیکھ رہے ہیں اور ہم اس کو قریب دیکھ رہے ہیں (عذاب خداوندی کا نہ ہیں کوئی روک سکتا ہے نہ ہی روز قیامت آنے میں) وہ قیامت کا دن تو ایسا دن ہوگا کہ آسمان ہو جائے گا پگھلے ہوئے تانبے کی طرح اور پہاڑ ہو جائیں گے روئی کے گالوں کی طرح جو مختلف رنگوں کے ہوں ہوا میں اڑ رہے ہوں اور پریشانی و بدحواسی کا یہ عالم ہوگا کہ کوئی دوست نہیں پوچھے گا کسی دوست کو حالانکہ سب ایک دوسرے کو نظر آتے ہوں گے لیکن اسکے باوجود ہر ایک دوسرے کو دیکھ رہا ہوگا کوئی کسی کی مدد تو درکنار حال بھی دریافت نہ کرے گا اس وقت گنہگار تمنا کرے گا کاش آج کے دن کے عذاب سے وہ فدیہ میں دے دیتا اپنے بیٹوں کو اور بطور فدیہ دے دیتا اپنی بیوی کو اور اپنے بھائی کو اور اپنے اس کنبہ کو جس کا تعلق وہ حاصل کرتا تھا اور حق

ہے بلکہ وہ علم اور کرب ہے جس کے باعث یہ دن اس قدر طویل ہوگا اسی وجہ سے مومنین کے لئے نماز کے وقت کے بقدر ہلکا فرمایا گیا اور اس تقدیر پر سورۂ سجدہ کی آیت مِقْدَارُهٗٓ اَلْفَ سَنَةٍ مِّمَّا تَعُدُّوْنَ جس میں ایک ہزار برس مقدار بیان کی گئی کوئی تعارض نہ رہے گا" (قرطبی)

بعض ائمہ مفسرین کے کلام سے یہ مفہوم ہوتا ہے کہ میدان حشر میں پچاس مواقف ہوں گے اور ہر موقف اور حاضری کا مقام ایک ہزار برس کے بقدر ہوگا تو اس لحاظ سے ایک ہزار برس تو اس دن کی مدت ہوئی اور اس کے پچاس مواطن کے اعتبار سے پچاس ہزار ہو گئے جس کو بیان فرمایا گیا (روح البیان)

سَاَلَ سَاۗىِٕلٌ کی تفسیر میں بعض حضرات نے نضر بن حارث کا نام بیان کیا ہے مگر اس پر کوئی دلیل اس قابل نہ تھا کہ قرآن کریم میں اس کا نام لیا جاتا تو مبہم رکھا نیز تعیین نہ کرنے میں یہ تحویل ہے کہ اس سائل کے بعد بھی اس قسم کا سوال کرے گا اس پر آیت منطبق ہوگی۔

بعض مفسرین کہتے ہیں سائل سے مراد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہیں یہ اشارہ ہے اس دعا اور درخواست کی طرف کہ آں حضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے کفار مکہ کی سرکشی اور انکے تمسخر سے رنجیدہ ہو کر بارگاہ خداوندی میں فرمائی تھی کہ ان پر کوئی عذاب مسلط کیا جائے چنانچہ ان پر سات برس کا وہ جگر خراش قحط مسلط ہوا جس سے ہڈیاں اور مردار تک کھانے کی نوبت آگئی بہرکیف ان متعدد معانی پر مفسرین نے ان کلمات کو محمول کیا ہے ہم نے اسی وجہ سے ترجمہ میں الفاظ لگائے مانگنے والے نے اختیار کیا تاکہ ہر دو معنی پر منطبق ہو سکے واللہ اعلم بالصواب)

اگر اسکے امکان میں ہوتا ہر اس شخص اور کل اس مال و دولت کا جو روئے زمین میں بستا ہے اور پھر وہ اپنے آپ کو اس عذاب سے بچا لیتا تو وہ ضرور وہ ہر چیز کو فدیہ کے طور پر دینے کے لئے تیار ہو جاتا مگر نہیں ہرگز نہیں وہ تو ایک دہکتی بھڑکتی آگ ہے جو کھال اتار دینے والی ہے اور اس طرح کہ وہ اندر سے جگر کو بھی جلا کر رکھ دے گی پکارتی ہوگی یہ آگ ہر اس شخص کو جس نے پیٹھ پھیری اور روگردانی کی اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت و فرمانبرداری سے اور مال و دولت کی محبت اس قدر غالب آئی خوب جمع کیا اور سمیٹ کر رکھا کہ اس میں سے نہ اللہ کا حق ادا کیا نہ کسی مسکین و محتاج کی کوئی مدد کی بے شک انسان بہت ہی کمزور طبیعت پیدا کیا گیا اس کا حوصلہ اور دل نہایت ہی کمزور واقع ہوا ہے جب اسکو کوئی تکلیف پہنچے تو بے قرار ہو جاتے اور جب اسکو بھلائی پہنچے اور اللہ رب العزت اپنی نعمتوں سے نوازے تو روکنے والا ہو جاتا ہے اور خیر کی راہ میں خرچ کرنے کی توفیق ہی ختم ہو جاتی ہے یہ بری خصلت ہر انسان میں ہوتی ہے جو اللہ کے تعلق سے دور ہو مگر وہ نمازی حضرات جو اپنی نماز پر پابندی کرنے والے ہیں اور وہ لوگ جن کے مالوں میں ایک مقرر حق ہے سائل کے لئے اور محتاج و مسکین کے لئے اور وہ لوگ جو ایمان و یقین رکھتے ہیں بدلہ اور انصاف کے دن یعنی قیامت پر اور جو لوگ اپنے رب کے عذاب سے ڈرتے رہتے ہیں اس لئے کہ بے شک انکے رب کا عذاب ایسا ہے کہ کسی کو اس سے مطمئن نہ ہونا چاہئے اور جو لوگ اپنی شرمگاہوں کی حفاظت کرتے ہیں بجز اپنی بیویوں یا اپنی باندیوں کے جن کے وہ مالک ہیں کیونکہ ان پر تو کوئی گرفت نہیں اس لئے کہ وہ نفس کا تقاضا صحیح محل میں اور حلال طریقہ پر پورا کر رہے ہیں لیکن جو شخص اسکے علاوہ کوئی راستہ اپنے نفس کا تقاضا پورا کرنے کا تلاش کرے گا تو بلاشبہ ایسے لوگ تعدی اور سرکشی کرنے والے ہوں گے اور جو لوگ اپنی امانتوں اور اپنے عہد و پیمان کی رعایت رکھنے والے ہیں کہ امانت میں کوئی خیانت نہیں کرتے اور جو عہد و پیمان کیا اسکو پورا کرتے ہیں اور جو لوگ اپنی گواہیوں پر قائم رہتے ہیں کہ گواہی بھی حق دیں اور کسی لالچ و طمع سے اس گواہی سے انحراف بھی نہیں کرتے بلکہ اس پر قائم رہتے ہیں اور جو لوگ اپنی نماز کی حفاظت کرتے ہیں کہ اس میں کسی طرح خلل نہیں آنے دیتے وقت کی پابندی جماعت کی بھی پابندی پاکی کی احتیاط خشوع و خضوع اور اسی حالت کے ساتھ اس پر دوام تو بے شک ایسے ہی لوگ جو ان پاکیزہ خصلتوں اور پسندیدہ اعمال سے متصف ہیں بہشت کے باغوں میں ہوں گے جن کا بڑا ہی اعزاز و اکرام ہوگا۔

ظاہر ہے کہ اسکے بالمقابل جو شخص اللہ کی نافرمانی اور سرکشی پر تلا ہوگا اس کی ذلت و تباہی ایسی عبرتناک ہوگی کہ انسان اسکا تصور نہیں کر سکتا۔

ف اس موقعہ پر اہل جنت کے یہ آٹھ اوصاف بیان کئے گئے جن کی تفصیل و تشریح سورۃ المؤمنون میں گزر چکی یہاں ان صفات کے ذکر اور ترتیب میں عجیب لطائف [illegible] [illegible] کی گئی کہ اِلَّا الْمُصَلِّيْنَ کے عنوان میں ابتداء بھی وصف صلوٰۃ سے فرمائی اور ان اوصاف کی

آخر میں بھی عَلٰی صَلَاتِہِمْ یُحَافِظُوْنَ بڑھا گیا تاکہ یہ ظاہر ہو جائے کہ ان اوصاف اور خوبیوں سے اتصاف نماز ہی کی برکت سے ہو سکتا ہے اور جو مومن ان صفات سے متصف ہوگا وہی نماز کا محافظ بھی ہوگا اور وہی ہلوع جیسی مذموم صفت سے محفوظ رہے گا ورنہ تو اس مہلک اور خطرناک بیماری میں بالعموم انسان مبتلا ہو کر ہی رہتا ہے۔

فَمَالِ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا قِبَلَكَ مُهْطِعِيْنَ ﴿۳۶﴾

پھر کیا ہوا ہے منکروں کو تیری طرف دوڑتے آتے ہیں

عَنِ الْيَمِيْنِ وَعَنِ الشِّمَالِ عِزِيْنَ ﴿۳۷﴾ اَيَطْمَعُ كُلُّ امْرِئٍ

داہنے سے اور بائیں سے جھنڈ کے جھنڈ کیا لالچ رکھتا ہے ہر ایک

مِّنْهُمْ اَنْ يُّدْخَلَ جَنَّةَ نَعِيْمٍ ﴿۳۸﴾ كَلَّا ؕ اِنَّا خَلَقْنٰهُمْ مِّمَّا

ان میں کہ داخل کر لیا جائے نعمت کے باغ میں کوئی نہیں ہم نے ان کو بنایا ہے جس سے

يَعْلَمُوْنَ ﴿۳۹﴾ فَلَآ اُقْسِمُ بِرَبِّ الْمَشٰرِقِ وَالْمَغٰرِبِ اِنَّا

جانتے ہیں سو میں قسم کھاتا ہوں مشرقوں مغربوں کے مالک کی ہم

لَقٰدِرُوْنَ ﴿۴۰﴾ عَلٰٓى اَنْ نُّبَدِّلَ خَيْرًا مِّنْهُمْ ۙ وَمَا نَحْنُ

سکتے ہیں کہ بدل کر لے آویں ان سے بہتر اور ہم سے پیچھے رہ جاویں

بِمَسْبُوْقِيْنَ ﴿۴۱﴾ فَذَرْهُمْ يَخُوْضُوْا وَيَلْعَبُوْا حَتّٰى يُلٰقُوْا

رہ جاویں گے سو چھوڑ دے ان کو باتیں بناویں اور کھیلیں جب تک جا ملیں

يَوْمَهُمُ الَّذِيْ يُوْعَدُوْنَ ﴿۴۲﴾ يَوْمَ يَخْرُجُوْنَ مِنَ الْاَجْدَاثِ

اپنے اس دن سے جس کا ان سے وعدہ ہے جس دن نکل پڑیں گے قبروں سے

سِرَاعًا كَاَنَّهُمْ اِلٰى نُصُبٍ يُّوْفِضُوْنَ ﴿۴۳﴾ خَاشِعَةً اَبْصَارُهُمْ

دوڑتے جیسے کسی نشانے پر دوڑے جاتے ہیں نیچی ہو رہی ہیں ان کی آنکھیں

تَرْهَقُهُمْ ذِلَّةٌ ۭ ذٰلِكَ الْيَوْمُ الَّذِيْ كَانُوْا يُوْعَدُوْنَ ۝۴۴

چڑھی آتی ہے ان پر ذلت یہ ہے وہ دن جس کا ان سے وعدہ ہے

حیرت واستعجاب برحال اہل عناد وتنبیہ وتہدید برغرور فریبی ایشاں

قال اللہ تعالیٰ فَمَالِ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا ۔۔۔۔۔۔ الیٰ ۔۔۔۔۔۔۔۔ كَانُوْا يُوْعَدُوْنَ

(ربط) گذشتہ آیات میں مجازات اعمال کا بیان تھا اور یہ کہ مجرمین قیامت کے روز کیسی شدید بے چینی اور اذیت میں مبتلا ہوں گے اب ان آیات میں ان معاندین کی حالت میں حیرت و تعجب کا اظہار کیا جارہا ہے جو اپنی مذموم اور بے ہودہ روش سے آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اذیت پہنچاتے اور دین کا مذاق اڑاتے تھے اور پھر عجیب تر امر یہ ہے کہ اس دل آزار اور بے ہودہ روش کے باوجود اپنے بارہ میں یہ دعوے کرتے تھے کہ وہ آخرت میں جنت الی نعمت سے نوازے جائیں گے اسی ضمن میں پھر اس بات کا اعادہ کیا جارہا ہے کہ سعادت اور شقاوت انسان کے عقائد اور اعمال پر موقوف ہے محض دعووں اور آرزوؤں سے سعادت کا بیانی نہیں ملا کرتی ہے۔

ارشاد فرمایا تو ان تمام حقائق کے واضح اور ثابت ہوچکنے کے بعد عجیب بات ہے کیا ہوگیا ان کافروں کو آپ کی طرف آرہے ہیں دائیں طرف سے اور بائیں طرف سے ٹولی کے ٹولی ہوکر چاہیے تو یہ تھا کہ ان مضامین کو سن کر غور کرتے اور ان حقائق پر غور کرتے اور ان حقائق پر ایمان لاتے لیکن بجائے ایمان لانے کے بطور استہزاء و مذاق ٹولی کے ٹولی آپ کی طرف چلے آرہے ہیں اور ان باتوں کا مذاق اڑا رہے ہیں پھر اس سے بھی عجیب بات یہ ہے کہ ان میں سے ہر ایک کا دعوٰی ہے کہ اگر قیامت آئی تو وہ بڑی آسائش و آرام کے ساتھ جنت میں داخل ہوگا تو کیا ان میں سے ہر شخص اس بات کی طمع کررہا ہے کہ وہ نعمتوں کے باغ میں داخل کیا جائے گا خبردار ہرگز نہیں یہ کیسے ممکن ہے کہ وہ نافرمان ہوں قیامت جنت و جہنم اور جزاء و سزا کا منکر ہو وہ اپنی ان تمام نافرمانیوں کے باوجود جنت کے باغات میں داخل کیا جائے گا بے فکر رہیے انکو پیدا کیا ہے اس چیز سے جو وہ بھی جانتے ہیں اور وہ منی جیسی حقیر چیز اور ایک ناپاک پانی کا قطرہ ہے لہذا صرف اس سے پیدا کیا ہوا انسان تو محض اپنے انسان ہونے کی وجہ سے اس لائق نہیں ہے کہ جنت کے باغات انکو ملیں یہ نعمتیں تو ایمان اور اعمال صالحہ ہی پر مل سکتی ہیں جس سے یہ لوگ عاری ہیں سو میں قسم کھاتا ہوں مشرقوں اور مغربوں کے مالک کی کہ بیشک ہم قادر ہیں [illegible]

ہم [illegible] اور جب وہ ہمارے [illegible] آنا ہو سے

نہیں ٹل سکتے تو پھر اس بارہ میں کیا تعجب و حیرت کی گنجائش ہے نیز یہ کہ اگر یہ لوگ پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم کا مذاق اڑا رہے ہیں اور انکار کر رہے ہیں تو کیا ہوا ہم ان سے بہتر اپنے پیغمبر کے واسطے اعوان انصار پیدا کر سکتے ہیں چنانچہ ہجرت مدینہ کی صورت میں اللہ نے منکرین قریش کے بجائے انصار مدینہ کا گروہ آپ کا ناصر و مددگار اور مطیع و فرماں بردار بنا دیا تو اے ہمارے پیغمبر آپ انکی کوئی پرواہ نہ کیجئے اور انکو چھوڑ دیجئے کہ وہ اپنی باتوں میں منہمک رہیں اور کھیل تماشے میں لگے رہیں یہاں تک کہ وہ ملاقات کریں اپنے اس دن سے جس کا ان سے وعدہ کیا جا رہا ہے اس وقت خود حقیقت کھل کر انکی نظروں کے سامنے آجائے گی یہ دن وہ ہوگا کہ نکل رہے ہوں گے اپنی قبروں سے دوڑتے ہوئے اس طرح کہ گویا کسی نشان کی طرف دوڑ لگا رہے ہوں حال یہ ہوگا کہ نگاہیں جھکی ہوئی ہوں گی ذلت ان پر چھا رہی ہوگی جیسے کہ کوئی خلاف کسی چیز کو جھانک رہا ہو بس یہی ہے وہ دن جس کا ان مجرموں سے وعدہ کیا جاتا تھا اور اس وقت کسی مجرم اور منکر کو عذاب خداوندی سے بچنے کا کوئی بھی امکان نہ ہوگا اور اسی طرح قدرت خداوندی ان حقائق کو انکی نگاہوں کے سامنے لے آئے گی جس کا انہوں نے دنیا میں انکار کیا اور اس کا مذاق اڑایا

فَلِلّٰهِ الْحَمْدُ رَبِّ السَّمٰوٰتِ وَرَبِّ الْاَرْضِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ ○ وَلَهُ الْکِبْرِیَآءُ فِی السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَهُوَ الْعَزِیْزُ الْحَکِیْمُ

تم تفسیر سورۃ المعارج والحمد للہ علی ذالک

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

سُوْرَۃُ نُوْح

سورۃ نوح بھی مکی سورت ہے جسکی اٹھائیس آیات اور دو رکوع ہیں

(ربط) اس سورت کا مضمون بھی مکی سورتوں کی طرح عقیدۂ توحید کی ترجمانی اور اثبات ہے اور شرک و بت پرستی کی تردید۔ بالخصوص اس سورت میں حضرت نوح علیہ السلام کے جذبۂ تبلیغ اور دعوت الی اللہ میں جو دن رات جدوجہد فرماتے رہے اس کا بیان ہے اور یہ کہ اس بدنصیب قوم کی بدبختی کس قدر بدنصیبی تھی کہ ہادئ حق اور داعی توحید سے دور بھاگتے رہے حتیٰ کہ نفرت و بغض کی کوئی حد باقی نہ رہی کہ اللہ کے پیغمبر کا چہرہ دیکھنا بھی گوارہ نہ ہوا اور اپنے کانوں کو آئے حق سننے سے بھی بند کرلیں پیغمبر بہرکیف اولادِ آدم اور جنس بشر سے ہیں جنس تاثرات سے کہاں تک بچ سکتے ہیں تو قوم کی اس بیزاری اور تنفر پر مغموم و رنجیدہ ہوتے ہوئے ایسے بدنصیب مجرموں کیلئے عذاب خداوندی کی

طلب و التجاء کے الفاظ جاری ہو جاتے ہیں۔

ظاہر بات ہے کہ نو سو پچاس برس کی طویل ترین مدت جب اس طرح گذر جائے کہ قوم اللہ کے پیغمبر کی دعوت توحید کے بالمقابل نہایت ہی سختی اور ڈھٹائی سے کہنے لگے لَا تَذَرُنَّ اٰلِهَتَكُمْ کہ اے لوگو ہرگز اپنے معبودوں کو مت چھوڑو، تو بالآخر حق اور راستی والے پیغمبر کی زبان سے یہی نکلنا چاہیے تھا کہ رَبِّ لَا تَذَرْ عَلَی الْاَرْضِ مِنَ الْکٰفِرِیْنَ دَیَّارًا ان مضامین کو بیان فرماتے ہوئے حضرت نوح علیہ السلام کی دعا مغفرت پر سورت کو ختم فرمایا گیا۔

(آیاتہا ۲۸) سُوْرَةُ نُوْحٍ مَّكِّيَّةٌ (۷۱) (رکوعاتہا ۲)

سورۂ نوح مکی ہے اور اس میں اٹھائیس آیتیں اور دو رکوع ہیں

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

شروع اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم والا۔

اِنَّآ اَرْسَلْنَا نُوْحًا اِلٰى قَوْمِهٖٓ اَنْ اَنْذِرْ قَوْمَكَ مِنْ قَبْلِ

ہم نے بھیجا نوح کو اسکی قوم کی طرف کہ ڈرا اپنی قوم کو اس سے پہلے

اَنْ يَّاْتِيَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ① قَالَ يٰقَوْمِ اِنِّىْ لَكُمْ نَذِيْرٌ

کہ پہنچے ان پر دکھ والی آفت بولا اے قوم میری! میں تم کو ڈر سناتا ہوں

مُّبِيْنٌ ② اَنِ اعْبُدُوا اللّٰهَ وَاتَّقُوْهُ وَاَطِيْعُوْنِ ③ يَغْفِرْ

کھول کر کہ بندگی کرو اللہ کی اور اس سے ڈرو اور میرا کہا مانو کہ بخشے

لَكُمْ مِّنْ ذُنُوْبِكُمْ وَيُؤَخِّرْكُمْ اِلٰٓى اَجَلٍ مُّسَمًّى ۭ اِنَّ اَجَلَ

تم کو کچھ گناہ تمہارے اور ڈھیل دے تم کو ایک ٹھہرے وعدہ تک وہ جو وعدہ کیا

اللّٰهِ اِذَا جَاۗءَ لَا يُؤَخَّرُ ۘ لَوْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ ④ قَالَ رَبِّ

اللہ نے جب آپہنچے اسکو ڈھیل نہ ہوگی اگر تم کو سمجھ ہے بولا اے رب

إِنِّي دَعَوْتُ قَوْمِي لَيْلًا وَنَهَارًا ۝٥ فَلَمْ يَزِدْهُمْ دُعَاءِي

میں بلاتا رہا اپنی قوم کو رات اور دن پھر میرے بلانے سے اور زیادہ

إِلَّا فِرَارًا ۝٦ وَإِنِّي كُلَّمَا دَعَوْتُهُمْ لِتَغْفِرَ لَهُمْ جَعَلُوا

بھاگتے ہی رہے اور میں نے جس بار ان کو بلایا تاکہ تو معاف کرے ڈالنے لگے

أَصَابِعَهُمْ فِي آذَانِهِمْ وَاسْتَغْشَوْا ثِيَابَهُمْ وَأَصَرُّوا وَ

اپنی انگلیاں کانوں میں اور اوپر لپیٹے اپنے کپڑے اور ضد کی اور

اسْتَكْبَرُوا اسْتِكْبَارًا ۝٧ ثُمَّ إِنِّي دَعَوْتُهُمْ جِهَارًا ۝٨ ثُمَّ

غرور کیا بڑا غرور پھر میں نے ان کو بلایا برملا پھر میں

إِنِّي أَعْلَنْتُ لَهُمْ وَأَسْرَرْتُ لَهُمْ إِسْرَارًا ۝٩ فَقُلْتُ اسْتَغْفِرُوا

نے ان کو کھول کر کہا اور چھپ کر کہا چپکے سے تو میں نے کہا گناہ بخشواؤ

رَبَّكُمْ إِنَّهُ كَانَ غَفَّارًا ۝١٠ يُرْسِلِ السَّمَاءَ عَلَيْكُمْ

اپنے رب سے بیشک وہ ہے بخشنے والا چھوڑ دے آسمان کی تم پر

مِدْرَارًا ۝١١ وَيُمْدِدْكُمْ بِأَمْوَالٍ وَبَنِينَ وَيَجْعَل لَّكُمْ

دھاریں اور بڑھتی دے تم کو مال اور بیٹوں سے اور بنا دے تم کو

جَنَّاتٍ وَيَجْعَل لَّكُمْ أَنْهَارًا ۝١٢ مَّا لَكُمْ لَا تَرْجُونَ لِلَّهِ

باغ اور بنا دے تم کو نہریں کیا ہوا ہے تم کو کیوں نہیں امید رکھتے اللہ

وَقَارًا ۝١٣ وَقَدْ خَلَقَكُمْ أَطْوَارًا ۝١٤ أَلَمْ تَرَوْا كَيْفَ خَلَقَ

سے بڑائی کی اور اسی نے تم کو بنایا طرح طرح سے کیا تم نے نہیں دیکھا کیسے بنائے

اللَّهُ سَبْعَ سَمَاوَاتٍ طِبَاقًا ۝١٥ وَجَعَلَ الْقَمَرَ فِيهِنَّ نُورًا وَ

اللہ نے سات آسمان تہ پر تہ اور رکھا چاند ان میں اجالا اور

جَعَلَ الشَّمْسَ سِرَاجًا ﴿۱۶﴾ وَاللّٰهُ اَنۢبَتَكُمْ مِّنَ الْاَرْضِ

بنایا سورج چراغ جلتا ۔ اور اللہ نے اگایا تم کو زمین سے

نَبَاتًا ﴿۱۷﴾ ثُمَّ يُعِيۡدُكُمْ فِيۡهَا وَيُخۡرِجُكُمْ اِخۡرَاجًا ﴿۱۸﴾ وَاللّٰهُ

جما کر پھر دوبارہ کر ڈالے گا تمکو اس میں اور نکالے گا تمکو باہر اور اللہ نے

جَعَلَ لَكُمُ الْاَرْضَ بِسَاطًا ﴿۱۹﴾ لِّتَسۡلُكُوۡا مِنۡهَا سُبُلًا

بنا دی تم کو زمین بچھونا تاکہ چلو اس میں کشادہ

فِجَاجًا ﴿۲۰﴾

رستے

بعثت رسولِ ہادیِ حق وداعیِ توحید نوح علیہ السلام وتمرد وسرکشیِ قوم ونفرت واستکبار از صدائے ایمان وتوحید خالق ارض وسماء

قال اللہ تعالیٰ اِنَّاۤ اَرۡسَلۡنَا نُوۡحًا اِلٰى قَوۡمِهٖۤ ...... الیٰ ...... سُبُلًا فِجَاجًا

(ربط) اس سے قبل سورۂ معارج میں قیامت اور قیامت کے احوال شدیدہ کا ذکر تھا اور یہ کہ اس روز مجرمین اور نافرمانوں کی پریشانی اور بدحالی انسان کے تصور سے بھی بڑھ کر ہوگی تو اب اس سورت میں حضرت نوح علیہ السلام کا ذکر ہے جن کو حق تعالیٰ نے عالم میں سب سے پہلا وہ رسول بنا کر بھیجا جو شرک وبت پرستی کا رد کرنے والے تھے انکی بعثت کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا گیا کہ قوم کی یہ کس قدر بدنصیبی تھی کہ حضرت نوح علیہ السلام کی دعوت کو ٹھکرایا اور سرکشی ہی کرتے رہے ساتھ شرک وبت پرستی پر ڈٹے رہے ارشاد فرمایا۔

بے شک ہم نے بھیجا نوحؑ کو انکی قوم کی طرف یہ پیغام دے کر کہ اے نوح ڈراؤ اپنی قوم کو انکی بت پرستی اور نافرمانی پر قبل اسکے کہ پہنچ جائے ان پر دردناک عذاب کیونکہ خدا کی نافرمانی کا انجام یہی ہوتا ہے کہ دنیا میں بھی وہ قوم عذاب خداوندی سے تباہ وبرباد ہو جاتی ہے چنانچہ نوحؑ نے کہا

اے میری قوم میں تمکو کھلے طور پر ڈرانے والا ہوں اللہ کے عذاب سے اور اس بات کی تمکو ہدایت

کرتا ہوں کہ تم صرف اللہ ہی کی بندگی کرو اور اسی سے ڈرو اور میری اطاعت کرو اور اللہ کی عبادت وبندگی کا جو راستہ میں بتاتا ہوں تم اس پر چلو، اسی ایک رب پر ایمان لاؤ اگرچہ اب تک تم شرک اور نافرمانی کرتے رہے لیکن جب تم میرے بتائے ہوئے راستہ پر چلو گے اور اس خدائے وحدہٗ لاشریک لہٗ پر ایمان لے آؤ گے تو وہ تمہارے گناہوں میں سے کچھ معاف فرمادے گا، اور تم کو مہلت دے گا ایک معین وقت تک کہ تم اس میں مؤخر و متعین کردہ وقت تک زندگی گزارو گے اور سابق کفر و شرک اور عداوت پر جو عذاب طے و مقرر ہوا کرتا ہے اور ان کی آن میں ایسے عذاب قوموں کو تباہ کر دیتے ہیں وہ تم سے ایک مدت تک کے لئے ٹل جائے گا لیکن یہ حقیقت ہے کہ اللہ کا مقرر کردہ وقت جب آجائے تو پھر وہ مؤخر نہیں ہوتا جو بھی اللہ نے کسی انسان یا جماعت کے لئے موت کا مقرر کر دیا ہے یا جو وقت بھی قیامت اور جزاء سزا کا متعین کر دیا گیا ہے وہ ہر کیف آکر رہے گا اور اس میں کوئی تاخیر نہ ہوگی اگر تم اس بات کو جان لو تو پھر میری باتوں پر عمل کرنے اور میرے بتائے ہوئے راستہ پر چلنے میں تمہیں کسی قسم کی رکاوٹ محسوس نہ ہوگی۔

نوح علیہ السلام قوم کو اسی طرح سمجھاتے رہے اسی پیغام توحید کو ان لوگوں کے سامنے ہر حال میں ہر زمان و مکان میں قوم کے سامنے دہراتے رہے لیکن جب امید کی کوئی جھلک باقی نہ رہی تو مایوس و تنگ دل ہو کر اپنے رب سے اپنی قوم کی بے رخی و نافرمانی کا شکوہ کرتے ہوئے کہا اے میرے پروردگار بے شک میں اپنی قوم کو بلاتا رہا یعنی توحید و بندگی کی طرف رات اور دن اپنی طاقت سے دعوت و تبلیغ میں کوئی دقیقہ اٹھا نہیں رکھا رات کی تاریکی ہو یا دن کا اجالا برابر انکو تیری ہی طرف بلاتا رہا لیکن یہ بدبخت و بدنصیب ایسے ہیں کہ میرے بلانے نے ان میں کسی چیز کی بھی زیادتی نہیں کی بجز بھاگنے کے جس قدر شفقت و دلسوزی کا معاملہ کر سکتا تھا وہ کیا لیکن ان کی نفرت و بیزاری کا یہ عالم کہ جب کبھی بھی میں نے انکو بلایا ایمان و توحید کی جانب تاکہ تو انکے گناہ معاف کر دے تو انہوں نے اپنی انگلیاں اپنے کانوں میں دے لیں اور اپنے کپڑوں میں لپٹ گئے اور اپنے چہرے چھپائے کہ وہ میری صورت بھی نہ دیکھ سکیں اور میں بھی انکو نہ دیکھ سکوں جو خدا کے پیغمبر سے نفرت و بیزاری کی آخری منزل تھی اور بڑا ہی غرور و تکبر کیا اور اپنی روش سے تعلق نہ چھوڑے اگرچہ ایک طویل مدت گزر گئی کہ اے اللہ میں انکو تیری طرف پکارتا رہا اور وہ اسی طرح نفرت و بیزاری کرتے رہے۔

اے پروردگار پھر میں نے انکو بلایا تیری توحید و بندگی کی طرف برملا کر علی الاعلان مجمعوں میں پکار انکو دعوت دی اور انکے جلسوں میں انکو تیرا پیغام پہنچایا پھر میں نے انکو واضح طور پر کھول کر بتایا کہ خدا کی توحید و بندگی ہی میں نجات ہے اور خاموشی سے خفیہ طور پر بھی ناصحانہ انداز میں بھی انکو ہر طرح اور ہر حال میں خلوت و جلوت اور اجتماعی و انفرادی طرح ہر حالت میں انکو کہا میں نے یہی کہا معافی طلب کرو اپنے رب سے وہی گناہ بخشنے والا ہے تو اتنی رحمت و مغفرت سے تم پر آسمان کے دروازے رحمتوں اور برکتوں کے کھول دے گا جس کے بعد وہ تم پر برسائے گا آسمان سے رحمتیں اور برکتیں یعنی بارش، یعنی ایمان و استغفار کی برکت سے قحط اور خشک سالی جس میں وہ قوم برسوں سے مبتلا تھی دور ہو جائے گی اور اللہ

حالانکہ اسی نے تم کو پیدا کیا ہے مختلف احوال کے ساتھ کہ اصل مادہ سے طرح طرح کے ادوار سے گذرتے ہوئے درجہ بدرجہ طرح طرح کے رنگ بدلے پھر ولادت تک مختلف اطوار بدلتے ہوئے دنیا میں آنا ہوا پھر اسی طرح پیدائش سے لیکر موت تک حالتیں بدلتے رہو گے کیا تم نے نہیں دیکھا اللہ نے کس طرح سات آسمانوں کو پیدا کیا جو تہ بہ تہ ہیں کہ ایک آسمان کے اوپر دوسرا ہے اور بنایا ہے ان آسمانوں میں چاند کو اجالا اور سورج کو بنایا ایک دہکتا ہوا چراغ ف کہ اسکی روشنی پھیل کر تمام روئے زمین کو روشن کر دیتی ہے اور اسکی شعاعوں کی حرارت گرمی کا کام کرتی ہے اور اللہ ہی نے اگایا ہے تم کو زمین سے عجیب حکمت کے ساتھ کہ اوّل انسانوں کے باپ حضرت آدم علیہ السلام کی اصل مٹی سے پیدا کیا پھر نسل بعد نسل انسان بتوسط نطفہ کے پیدا ہوتے رہے جو غذا کا خلاصہ ہے اور ہر غذا اللہ تعالیٰ نے مٹی سے ہی پیدا کی تو اس طرح نسل انسانی مٹی ہی سے اگائی جا رہی ہے پھر وہی اللہ تم کو اسی میں لوٹا دے گا کہ مرنے کے بعد انسان کو قبر میں دفن ہونا ہے اور اس کا تمام جسم مٹی میں مل کر خاک ہو جاتا ہے پھر اس مٹی میں مل جانے کے بعد باہر نکالے گا بڑی ہی سہولت اور عجلت کے ساتھ نکال لینا اور تم سب قیامت کے روز میدان حشر میں جمع ہوگے جہاں تمہاری زندگی کے تمام اعمال و اقوال کا بدلہ تم کو دیا جائیگا۔

اور بنا دیا اللہ نے تمہارے واسطے زمین کو فرش نہ زیادہ سخت کہ لیٹ بیٹھ نہ سکو اور نہ زیادہ نرم کہ اس میں دھنستے چلے جاؤ بلکہ نرم بھی بنایا اور مضبوط بھی تاکہ تم چلو اسکے کشادہ راستوں میں غرض اس طرح وسائل زندگی کی تحصیل آسان بنا دی کہ کوئی شخص چاہے تو ساری زمین کے گرد گھوم سکتا ہے اور اس میں وہ کوئی رکاوٹ نہیں محسوس کر سکتا۔

ف سورج کی روشنی چونکہ تیز اور گرم ہوتی ہے اس وجہ سے سورج کو سراج اور دہکتے ہوئے چراغ کے عنوان سے تعبیر کیا اور چاند کا نور ٹھنڈا اور دھیما ہوتا ہے اس بنا پر نور فرمایا گیا یہی وہ چیز ہے جو دوسری آیت هُوَ الَّذِي جَعَلَ الشَّمْسَ ضِيَاءً وَالْقَمَرَ نُورًا میں شمس کے ساتھ ضیاء اور قمر کے ساتھ نور ذکر فرمایا گیا کیونکہ ضیاء اس روشنی کو کہتے ہیں جس میں چمک اور تیزی ہو اسکے برعکس نور اس روشنی کو کہتے ہیں جس میں ٹھنڈک ہو ۱۲

ف سُبُلًا فِجَاجًا کشادہ راستوں کو کہا جاتا ہے حسی طور پر تو انسانوں کی نقل و حرکت کیلئے اللہ نے روئے زمین پر کشادہ راستے بنائے ہی ہیں ان کشادہ راستوں سے یہ بھی مراد ہو سکتا ہے کہ علاوہ معاش اور خدا پرستی کے راستے بھی ایسے ہی کشادہ ہیں جنکو ایک موقع پر سبل السلام کہا گیا ان پر انسان بڑی ہی سہولت اور آسانی سے چل سکتا ہے بالمقابل کفر و بدکاری کے راستوں کے کہ وہ بہت تنگ اور پر خطر ہیں انسان کو چاہئے کہ تنگ اور پر خطر راستوں کو چھوڑ کر کشادہ اور روشن راستوں پر چلے۔

قَالَ نُوحٌ رَّبِّ إِنَّهُمْ عَصَوْنِي وَاتَّبَعُوا مَن لَّمْ

کہا نوح نے اے رب میرے انہوں نے میرا کہا نہ مانا اور مانا ایسے کا جس کو

يَزِدْهُ مَالُهُ وَوَلَدُهُ إِلَّا خَسَارًا ﴿٢١﴾ وَمَكَرُوا مَكْرًا كُبَّارًا ﴿٢٢﴾

اسکے مال اور اولاد سے اور بڑھا ٹوٹا اور داؤ کیا ہے بڑا داؤ

وَقَالُوا لَا تَذَرُنَّ آلِهَتَكُمْ وَلَا تَذَرُنَّ وَدًّا وَلَا سُوَاعًا

اور بولے مت چھوڑیو اپنے ٹھاکروں کو اور مت چھوڑیو وَدّ کو اور نہ سواع کو

وَلَا يَغُوثَ وَيَعُوقَ وَنَسْرًا ﴿٢٣﴾ وَقَدْ أَضَلُّوا كَثِيرًا ۚ

اور نہ یغوث کو اور یعوق اور نسر کو اور بہکا دیا بہتوں کو

وَلَا تَزِدِ الظَّالِمِينَ إِلَّا ضَلَالًا ﴿٢٤﴾ مِّمَّا خَطِيئَاتِهِمْ أُغْرِقُوا

اور تو مت بڑھا بے انصافوں کو مگر بہکانا کچھ وہ اپنے گناہوں سے ڈبائے گئے

فَأُدْخِلُوا نَارًا فَلَمْ يَجِدُوا لَهُم مِّن دُونِ اللَّهِ أَنصَارًا ﴿٢٥﴾

پھر پہنچائے گئے آگ میں پھر نہ پائے اپنے واسطے اللہ کے سوائے کوئی مددگار

وَقَالَ نُوحٌ رَّبِّ لَا تَذَرْ عَلَى الْأَرْضِ مِنَ الْكَافِرِينَ

اور کہا نوح نے اے رب نہ چھوڑ زمین پر منکروں کا ایک گھر

دَيَّارًا ﴿٢٦﴾ إِنَّكَ إِن تَذَرْهُمْ يُضِلُّوا عِبَادَكَ وَلَا يَلِدُوا

بسنے والا تو اگر تو چھوڑ دے انکو بہکاویں تیرے بندوں کو اور جو جنیں

إِلَّا فَاجِرًا كَفَّارًا ﴿٢٧﴾ رَّبِّ اغْفِرْ لِي وَلِوَالِدَيَّ وَلِمَن

سو ڈھیٹھ حق نہ مانتا اے رب معاف کر مجھ کو اور میرے ماں باپ کو اور جو

دَخَلَ بَيْتِيَ مُؤْمِنًا وَلِلْمُؤْمِنِينَ وَالْمُؤْمِنَاتِ وَلَا

آوے میرے گھر میں ایمان دار اور سب ایمان والے مردوں کو اور عورتوں کو اور

تَزِدِ الظّٰلِمِيْنَ اِلَّا تَبَارًا ۝ ۲۸

گنہگاروں پر یہی بڑھتا رکھ برباد ہونا

شکوۂ نوح علیہ السلام ببارگاہِ خداوندی بر نافرمانی و سرکشیِ قوم

قال اللہ تعالیٰ۔ قَالَ نُوْحٌ رَّبِّ اِنَّهُمْ ...... الیٰ ...... اِلَّا تَبَارًا۔

(ربط) ابتداء سورت سے حضرت نوح علیہ السلام کے جذبۂ تبلیغ اور دعوت الی اللہ کو ذکر فرمایا گیا جو کہ اور دل سوزی سے دن رات اپنی قوم کو خدا کی طرف بلاتے رہے ہدایت وسعادت کا پیغام دیتے رہے کوئی حالت اور کوئی مجلس ایسی نہ چھوڑی جس میں ایسی لگن اور ولولے سے قوم کو راہ حق کی طرف لانے کی کوشش نہ کرتے ہوں اب ان آیات میں انکے بالمقابل انکی قوم کا کردار ظاہر کیا جا رہا ہے کہ جس قدر نصیحت وہمدردی بڑھتی گئی اسی قدر قوم کی شقاوت و سنگدلی بڑھتی چلی گئی حتی کہ اس پر حضرت نوح آزردہ و مایوس ہو کر بارگاہ خداوندی میں اپنی قوم کی بدنصیبی و سرکشی کا شکوہ فرماتے ہوئے ارشاد فرمایا۔

کہا نوح نے اے میرے رب ان لوگوں نے میری نافرمانی کی اور کسی طرح بھی میری بات سننے کو تیار نہ ہوئے اور پیروی کی ایسے شخص کی جس نے اسکے مال اور اولاد میں کسی چیز کا اضافہ نہیں کیا بجز خسارہ ونقصان کے وہ اپنے رؤساء اور سرداروں ہی کی بات مانتے رہے جن کے نتیجہ میں خدا کی عنایات اور رحمتوں سے محروم ہو کر مال واولاد کے خسارہ ہی میں مبتلا ہوئے اور مکر کیا بہت ہی زبردست قسم کا مکر کرنا اور اپنی انتہائی خطرناک سازشوں کے ساتھ نوح کے مقابلہ اور انکی ایذاء رسانی پر ڈٹے رہے اور کہنے لگے ایک دوسرے کو مخاطب کرتے ہوئے لوگو! ہرگز نہ چھوڑنا اپنے معبودوں کو اور ہرگز کبھی بھی نہ چھوڑنا ود کو اور نہ سواع کو اور نہ یغوث و یعوق اور نسر کو! الغرض اس طرح سرکشی پر آمادہ رہے گمراہ کیا بہت سوں کو ممکن تھا کہ اگر ان لوگوں کی یہ سازش اور شرارت نہ ہوتی تو قوم کے بہت سے لوگ ایمان لے آتے تو اے پروردگار بس اب تیری ہی بارگاہ میں شکوہ ہے اور دعا ہے اے پروردگار تو ایسے ظالموں کے واسطے اضافہ نہ فرما بجز گمراہی کے اور کسی چیز کا تاکہ انکی گمراہی کے اضافہ سے عذاب خداوندی میں اضافہ ہو اور ان پر خداوند عالم کا قہر و عذاب بڑا ہی شدید ہو۔

غرض حضرت نوح اپنی قوم کو دعوت ایمان دیتے رہے اور قوم کا سوائے نافرمانی اور سرکشی کے کوئی بھی رد عمل نہ ہوا حالت کی تبدیلی یا اصلاح تو درکنار اور زیادہ ہی سرکشی بڑھتی رہی اور اسی پر سینکڑوں برس گزر گئے اور وَمَآ اٰمَنَ مَعَهٗٓ اِلَّا قَلِيْلٌ کہ سوائے چند لوگوں کے اور کوئی ایمان نہ لایا اس پر بارگاہ رب العزت سے قوم پر عذاب کا فیصلہ جاری ہوگیا کہ اِنَّهُمْ مُّغْرَقُوْنَ کرا ے

اَوْحَيْنَآ اِلَيْكَ وَمَا وَصَّيْنَا بِهٖٓ اِبْرٰهِيْمَ وَمُوْسٰى وَعِيْسٰٓى الخ اور ارشاد ہے اِنَّآ اَوْحَيْنَآ اِلَيْكَ كَمَآ اَوْحَيْنَآ اِلٰى نُوْحٍ وَّالنَّبِيّٖنَ مِنْۢ بَعْدِهٖ۔

علامہ ابو الشکور سلمیؒ نے اپنی کتاب التمہید میں بیان کیا کہ شرک اور کفر کی ابتدا حضرت اخنوخ علیہ السلام جن کو ادریس علیہ السلام بھی کہا جاتا ہے کے زمانہ میں ہوئی اس سے قبل کل دنیا دین واحد اور توحید پر قائم تھی جزوی طور پر معصیت اور نافرمانی کا ارتکاب تو آدمؑ کے بیٹے قابیل نے ہی کیا تھا کہ ہابیل کو قتل کیا لیکن یہ نوعیت کفر و شرک کی نہ تھی بلکہ ارتکاب معصیت اور نافرمانی کی تھی شرک کا آغاز حضرت ادریس یا اخنوخ کے بعد سے حضرت نوحؑ تک کے زمانہ میں ہوا حضرت نوحؑ اس وقت مبعوث ہوئے جب کہ دنیا شرک میں مبتلا ہو چکی تھی اسی کے باعث حضرت نوحؑ کو پہلا رسول کہا گیا کہ شرک کے مقابلہ کے لیے دنیا میں پہلے رسول حضرت نوح علیہ السلام مبعوث فرمائے گئے۔

حضرت ادریس علیہ السلام کا نام ادریس اس وجہ سے ہوا کہ وہ کثرت سے کتب سماویہ کا درس دیتے تھے تو درس و تدریس کی کثرت اور شغف کی وجہ سے انکا نام یا لقب ادریس ہو گیا بعض روایات سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ ادریس علیہ السلام زندہ آسمان پر اٹھائے گئے اخنوخ یا ادریس علیہ السلام سے علوم حاصل کرنے والے انکے خاص تلامذہ میں پانچ تھے جنکے نام وَدّ، سواع، یغوث، یعوق اور نسر تھے جب ادریس علیہ السلام دنیا سے گذر گئے یا انکو آسمان پر اٹھا لیا گیا تو ان کے تلامذہ اور خدام میں سے باقی پانچ رہ گئے جو اخنوخ علیہ السلام کے فراق پر انتہائی غمگین اور رنجیدہ ہوتے ہوئے اللہ کی عبادت کرتے رہے اور لوگوں کو انکے دین اور ایمان و توحید کی تعلیم دیتے رہے۔ اب کچھ عرصہ گذرنے پر یہ لوگ بھی دنیا سے گذر گئے تو ان سے علم اور دین حاصل کرنے والے لوگ متحیر اور پریشان ہوئے اور سوچنے لگے کہ اب کیا کریں اور اس امر پر انکو انتہائی بے چینی طاری ہوئی کہ اب علم اور دین کس سے حاصل کریں اسی عرصہ میں ایک گروہ کے دل میں ایک خیال پیدا ہوا اور اس نے لوگوں کے سامنے یہ تجویز رکھی کہ کیوں نہ ایسا کیا جائے کہ ہم ان پانچوں حضرات کے جو ہمارے راہنما اور پیشوا تھے مجسمے بنالیں تاکہ انکو دیکھ دیکھ کر انکی یاد تازہ ہوتی رہے اور ہم ان کی تعلیمات کو یاد کرتے رہیں اور اب تو ان حضرات کے دنیا سے اٹھ جانے کے بعد بس اسی پر قناعت کی جا سکتی ہے اور اسی طرح ان حضرات کے مجسموں کو دیکھ کر ہم انکی یاد تازہ کرتے رہیں اور عبادت میں مشغول رہیں چنانچہ ان پانچوں کے مجسمے تیار کر لیے گئے اور ہر مجسمہ یا بُت کا نام ان ہی ناموں پر رکھ دیا گیا یہ لوگ تو صرف اسی حد تک رہتے ہوئے اپنے دین پر قائم رہے اور اللہ کی توحید و عبادت کرتے رہے حتی کہ ایمان و توحید ہی پر یہ لوگ دنیا سے گذر گئے اب انکی اولاد اور نئی نسل کے زمانہ میں ابلیس لعین آیا بعض روایات سے معلوم ہوا کہ اس نے ان مجسموں کے ذریعہ یہ آواز لگائی اَنَا رَبُّکُمْ وَرَبُّ اٰبَآئِکُمْ کہ میں تمہارا معبود اور رب ہوں اور تمہارے آباؤ اجداد کا رب ہوں ہر ایک مجسمہ سے یہ آواز سنائی دی کہ تمہارے بزرگ میری عبادت کرتے تھے ان لوگوں نے اتنی بات تو دیکھی ہی کہ یہ مجسمے جن

پ

تعظیم و تکریم سے مخصوص جگہوں پر نصب کیے جاتے تھے اور اپنے بزرگوں کو دیکھا بھی تھا کہ وہ ان کی تعظیم بھی کرتے تھے اس نئی نسل کو یہ فرق نہ معلوم ہوا کہ تعظیم کیا ہے اور عبادت کیا ہے اور ابلیس یہ بات ان کے دلوں میں رچانے میں کامیاب ہوگیا کہ واقعی تمہارے بزرگ ان کی عبادت کرتے تھے یا وہ جو کچھ کرتے تھے وہ عبادت ہی تھی تو اس طرح یہ نسل ان مجسموں کو معبود سمجھ کر عبادت کرنے لگی اور پھر ان کے مجسمے پتھر، سونے اور چاندی کے بنائے گئے اور یہ بات اس حد تک ترقی کر گئی پھیل گئی کہ شرک و بت پرستی اور ان بتوں کی سارے عالم میں خوب کثرت ہوگئی اور لوگ پوری قوت اور شدت سے ان کی عبادت پر جم گئے یہاں تک کہ اب حضرت نوحؑ اس شرک کا مقابلہ کرنے اور توحید کے اعلان و دعوت کے لیے مبعوث فرمائے گئے تو جب حضرت نوحؑ نے قوم کو توحید و ایمان کی دعوت دی اور بت پرستی سے روکنا شروع کیا اور اسی جذبہ میں دن رات ایک کر ڈالا تو اس قوم نے جس کے رگ و ریشہ میں شرک و بت پرستی سرایت کیے ہوئے تھی جواب دیا لَا تَذَرُنَّ وَدًّا وَّلَا سُوَاعًا وَّلَا يَغُوثَ وَيَعُوقَ وَنَسْرًا ۔ اس حالت پر حضرت نوح علیہ السلام اس قوم میں ساڑھے نو سو سال تک توحید و ایمان کی دعوت دیتے رہے اور عذاب خداوندی سے ڈراتے رہے مگر وہ ایمان نہ لائے جب ہر طرح کی کوشش کر کے تھک گئے اور قوم سے مایوس ہوگئے ادھر وحی الٰہی نے یہ بتا دیا کہ اے نوح اَنَّهٗ لَنْ يُّؤْمِنَ مِنْ قَوْمِكَ اِلَّا مَنْ قَدْ اٰمَنَ تو مایوس و افسردہ ہوکر بارگاہ خداوندی میں غیر اختیاری طور پر دعا و التجا جاری ہوگئی رَّبِّ لَا تَذَرْ عَلَى الْاَرْضِ مِنَ الْكٰفِرِيْنَ دَيَّارًا کہ اے پروردگار اب تو زمین پر کوئی کافر بسنے والا باقی نہ چھوڑ چنانچہ اللہ کی وحی آئی کہ اے نوحؑ کشتی تیار کرنا شروع کردو اب خدا کا عذاب اس قوم کو غرق کرنے والا ہے تم اور تمہارے ساتھ جو ایمان لا چکے وہ اس کشتی میں سوار ہو جانا تو اللہ تعالیٰ تم کو اور تمہارے ساتھ اہل ایمان کو نجات دے دے گا عذاب خداوندی آیا اور اس کشتی میں اسی نفر سوار تھے جن کو اللہ نے نجات دی چالیس مرد اور چالیس عورتیں پھر ان کے انتقال کے بعد حضرت نوحؑ کی اولاد میں سے صرف تین باقی رہ گئے سام، حام اور یافث اور ان کی بیویاں تو پھر انسانی آبادی کا سلسلہ اللہ رب العزت نے ان ہی سے جاری فرمایا اس طرح طوفان نوحؑ کے بعد کل انسان اولاد نوحؑ میں سے سام حام اور یافث کی اولاد میں ہیں واللہ اعلم بالصواب

تم بحمد اللہ تفسیر سورۃ نوح

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

سُوْرَةُ الْجِنِّ

اس میں بھی دیگر سورتوں کی طرح اصول توحید کا بیان اور شرک کا رد ہے اہم موضوع بیان جنوں کا قرآن کریم سن کر قرآن کریم کی حقانیت پر ایمان لانا اور پھر اپنی قوم کی طرف ناصح اور ہادی بن کر جانا اور ان کو ایمان کی دعوت دینا۔

چنانچہ سورت کی ابتداء ہی اس امر سے فرمائی گئی کہ جنات کے گروہ نے قرآن کریم سنا اور قرآن کریم کی عظمت و حقانیت کا اقرار کیا اسی ضمن میں یہ بھی ذکر فرمایا گیا کہ اللہ رب العزت نے آسمانوں کو کس طرح محفوظ فرما رکھا ہے کہ کسی جن کی مجال نہیں ملکوت سموات کی کوئی چیز سن سکے اور یہ کہ جن بھی انسانوں کی طرح مومن و کافر کی دو قسموں میں بٹے ہوتے ہیں پھر یہ بھی بیان ہے کہ ایمان و توحید کا انجام نجات کامیابی اور آخرت کی نعمتیں ہیں اور کفر و نافرمانی عذاب جہنم کو دعوت دینا ہے۔

سورت کے اخیر میں اللہ رب العزت کی ذات و صفات میں وحدانیت کا بیان ہے اور یہ کہ جیسے اسکی ذات اور ربوبیت میں کوئی شریک نہیں اسی طرح وہ اپنی صفات میں بھی یکتا ہے اسکی کسی صفت میں کوئی شریک نہیں آنحضرت کی بعثت سے قبل جنات کا بعض آسمانی خبروں کو سن کر کاہنوں تک پہنچا دینا علم غیب نہیں غیب کا علم بس خدا ہی کو ہے۔

شروع اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم والا

قُلْ اُوْحِيَ اِلَيَّ اَنَّهُ اسْتَمَعَ نَفَرٌ مِّنَ الْجِنِّ فَقَالُوْٓا اِنَّا

تو کہہ مجھ کو حکم آیا کہ سن گئے تھے کتنے لوگ جنوں کے پھر کہا ہم نے

سَمِعْنَا قُرْاٰنًا عَجَبًا ۝۱ يَّهْدِيْٓ اِلَى الرُّشْدِ فَاٰمَنَّا بِهٖ ؕ وَ

سنا ہے قرآن عجیب سمجھاتا نیک راہ پھر ہم اس پر یقین لائے اور

لَنْ نُّشْرِكَ بِرَبِّنَآ اَحَدًا ۝۲ وَّاَنَّهٗ تَعٰلٰى جَدُّ رَبِّنَا مَا

ہرگز نہ شریک بتاویں گے اپنے رب کا کسی ایک کو اور یہ کہ اونچی ہے شان ہمارے رب کی نہیں

اتَّخَذَ صَاحِبَةً وَّلَا وَلَدًا ۝۳ وَّاَنَّهٗ كَانَ يَقُوْلُ سَفِيْهُنَا

رکھی اس نے جورو نہ بیٹا اور یہ کہ ہمارا بے وقوف کہتا ہے اللہ

عَلَى اللّٰهِ شَطَطًا ۝۴ وَّاَنَّا ظَنَنَّآ اَنْ لَّنْ تَقُوْلَ الْاِنْسُ

پر بڑھا کر باتیں اور یہ کہ ہم کو خیال تھا کہ نہ بولیں گے انس

وَالْجِنُّ عَلَى اللّٰهِ كَذِبًا ۝۵ وَّاَنَّهٗ كَانَ رِجَالٌ مِّنَ

اور جن اللہ پر جھوٹ اور یہ کہ تھے کتنے مرد

الْاِنْسِ يَعُوْذُوْنَ بِرِجَالٍ مِّنَ الْجِنِّ فَزَادُوْهُمْ رَهَقًا ۝۶

آدمیوں کے پناہ پکڑتے تھے مردوں کی جنوں میں پھر انکو بڑھا اور سر چڑھنا

وَّاَنَّهُمْ ظَنُّوْا كَمَا ظَنَنْتُمْ اَنْ لَّنْ يَّبْعَثَ اللّٰهُ اَحَدًا ۝۷

اور یہ کہ انکو بھی خیال تھا جیسا تم کو خیال تھا کہ ہرگز نہ اٹھاوے گا اللہ کسی کو

وَّاَنَّا لَمَسْنَا السَّمَآءَ فَوَجَدْنٰهَا مُلِئَتْ حَرَسًا شَدِيْدًا

اور یہ کہ ہم نے ٹٹولا آسمان کو پھر پایا اسکو بھر رہے اس میں چوکیدار سخت

وَّشُهُبًا ۝۸ وَّاَنَّا كُنَّا نَقْعُدُ مِنْهَا مَقَاعِدَ لِلسَّمْعِ ؕ فَمَنْ

اور انگارے اور یہ کہ ہم بیٹھتے تھے آسمان کے ٹھکانوں میں سننے کو پھر جو

يَّسْتَمِعِ الْاٰنَ يَجِدْ لَهٗ شِهَابًا رَّصَدًا ۝۹ وَّاَنَّا لَا نَدْرِيْٓ

کوئی اب سننے چاہے وہ پاوے اپنے واسطے ایک انگارا گھات میں اور یہ کہ ہم نہیں جانتے

أَشَرٌّ أُرِيدَ بِمَن فِي الْأَرْضِ أَمْ أَرَادَ بِهِمْ رَبُّهُمْ رَشَدًا ﴿١٠﴾

کہ بُرا ارادہ ٹھہرا ہے زمین کے رہنے والوں پر یا چاہا ہے ان کے حق میں ان کے رب نے راہ پر لانا

وَأَنَّا مِنَّا الصَّالِحُونَ وَمِنَّا دُونَ ذَٰلِكَ ۖ كُنَّا طَرَائِقَ

اور یہ کہ کوئی ہم میں نیک ہیں اور کوئی اس کے سوا ہم تھے کئی راہ پر

قِدَدًا ﴿١١﴾ وَأَنَّا ظَنَنَّا أَن لَّن نُّعْجِزَ اللَّهَ فِي الْأَرْضِ وَلَن

پھٹے ہوئے اور یہ کہ ہمارے خیال میں آیا کہ ہم تھکا (عاجز) نہ سکیں گے اللہ کو زمین میں اور نہ

نُّعْجِزَهُ هَرَبًا ﴿١٢﴾ وَأَنَّا لَمَّا سَمِعْنَا الْهُدَىٰ آمَنَّا بِهِ ۖ فَمَن

تھکا دیں گے اس کو بھاگ کر اور یہ کہ جب ہم نے سن لی راہ کی بات ہم نے اس کو مانا پھر جو کوئی

يُؤْمِن بِرَبِّهِ فَلَا يَخَافُ بَخْسًا وَلَا رَهَقًا ﴿١٣﴾ وَأَنَّا مِنَّا

یقین لاوے اپنے رب پر سو وہ نہ ڈرے گا نقصان سے اور نہ زبردستی سے اور یہ کہ کوئی ہم میں

الْمُسْلِمُونَ وَمِنَّا الْقَاسِطُونَ ۖ فَمَنْ أَسْلَمَ فَأُولَٰئِكَ تَحَرَّوْا

حکم بردار ہیں اور کوئی ہے بے انصاف سو جو حکم میں آ گئے سو انہوں نے اٹکل

رَشَدًا ﴿١٤﴾ وَأَمَّا الْقَاسِطُونَ فَكَانُوا لِجَهَنَّمَ حَطَبًا ﴿١٥﴾ وَأَن

نیک راہ اور جو بے انصاف ہیں وہ ہوئے دوزخ کا ایندھن اور یہ

لَّوِ اسْتَقَامُوا عَلَى الطَّرِيقَةِ لَأَسْقَيْنَاهُم مَّاءً غَدَقًا ﴿١٦﴾

حکم آیا کہ اگر لوگ سیدھے رہتے راہ پر تو ہم پلاتے ان کو پانی بھر کر

لِّنَفْتِنَهُمْ فِيهِ ۚ وَمَن يُعْرِضْ عَن ذِكْرِ رَبِّهِ يَسْلُكْهُ عَذَابًا

تاکہ ان کو جانچیں اس میں اور جو کوئی منہ موڑے اپنے رب کی یاد سے وہ ڈالے

صَعَدًا ﴿١٧﴾ وَأَنَّ الْمَسَاجِدَ لِلَّهِ فَلَا تَدْعُوا مَعَ اللَّهِ أَحَدًا ﴿١٨﴾

اس کو چڑھتے عذاب میں اور یہ کہ سجدے کے ہاتھ پاؤں حق اللہ کا ہے سو مت پکارو اللہ کے ساتھ کسی کو

وَّاَنَّهٗ لَمَّا قَامَ عَبْدُ اللّٰهِ يَدْعُوْهُ كَادُوْا يَكُوْنُوْنَ عَلَيْهِ

اور یہ کہ جب کھڑا ہوا اللہ کا بندہ اس کو پکارتا لوگ ہونے لگتے ہیں اس پر

لِبَدًا ۱۹

تفسیر ۔

تاثیر حقانیت قرآن برقوم جن و قبول ایمان

قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى قُلْ اُوْحِيَ اِلَيَّ اَنَّهُ اسْتَمَعَ نَفَرٌ مِّنَ الْجِنِّ ... اِلٰى ... يَكُوْنُوْنَ عَلَيْهِ لِبَدًا

(ربط) گذشتہ سورۃ نوح میں یہ بیان تھا کہ حضرت نوح علیہ السلام کس قدر طویل مدت تک اپنی قوم کو ایمان و توحید کی دعوت دیتے رہے لیکن بدنصیب قوم بجائے اسکے کہ ہدایت قبول کرتی اور شقاوت و بدبختی میں اضافہ ہی ہوتا رہا اب اس سورت میں قوم جن کا واقعہ بیان فرمایا جا رہا ہے کہ کس طرح ان میں سے ایک گروہ قرآن سن کر اسکی حقانیت کا گرویدہ ہوگیا کلام الٰہی کی معرفت نصیب ہوئی اور حق پہچان کر اس پر کھلے دل سے تیار ہوگئے صرف یہی نہیں کہ خود انہوں نے حق قبول کیا بلکہ وہ تو داعی حق بن کر دوسروں کو بھی ایمان و توحید کی دعوت دینے لگے۔

اس سورت کے شان نزول کے بارہ میں امام بخاری و مسلم امام احمد ترمذی رحمہم اللہ اور دیگر محدثین نے احادیث تخریج فرمائی ہیں جن کا حاصل یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم جب ایک عرصہ دراز تک اہل مکہ کو ایمان کی دعوت دیتے رہے پھر آپ طائف بھی تشریف لے گئے لیکن وہاں کے سردار عبد یالیل مسعود و حبیب نے جو بدسلوکی اور بے تمیزی کا برتاؤ کیا اس کا آپ کے قلب مبارک پر کافی اثر تھا آپ واپسی پر جب مقام نخلہ پر ٹھہرے اور صبح کی نماز جماعت سے پڑھا رہے تھے تو جن نصیبین کے نو عدد جن وہاں سے گذرے جو اس تلاش میں نکلے ہوئے تھے کہ اب آسمان کی خبریں کیوں بند ہو گئیں پہلے جن آسمانوں تک پہنچ کر وہاں اپنے بیٹھنے کی جگہ بنا لیتے تھے اور آسمانوں میں جو کوئی باتیں فرشتوں کے درمیان ہوتیں انکو سن کر زمین کی طرف آتے اور کاہنوں کو بتایا کرتے تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت کے بعد یہ سلسلہ قدرت خداوندی سے بند کر دیا گیا اور آسمانوں کو اس طرح کے استراق سمع سے محفوظ کر دیا گیا تھا تاکہ وحی الٰہی پوری حفاظت کے ساتھ اللہ کے پیغمبر تک پہنچے اب جو جن آسمان کا رخ کرتا شہاب ثاقب اسکو جلا کر خاک کر دیتا اس کے بعد کوئی امکان نہ رہا کہ کوئی جن یا شیطان آسمان کی کوئی بات اچک سکے تو اس پر جنوں میں ایک بے چینی پھیل گئی تھی اور یہ طے پایا

اور ہم نہیں جانتے کہ زمین پر بسنے والوں کے لیے کیا کوئی بُرا ارادہ کیا گیا ہے یا یہ کہ انکے رب نے انکے بارہ میں رشد و ہدایت اور سیدھے راستہ پر لانے کا ارادہ کیا ہے اور یہ بھی ہے کہ ہم میں سے کچھ نیک ہیں اور کچھ انکے علاوہ ہیں اور اس سے کم درجہ کے ہیں ہم تھے متفرق طریقوں پر بٹے ہوئے اگرچہ یہ بات نزول قرآن سے قبل تھی لیکن اب بھی اس بات کی توقع نہیں ہے کہ سب ایک ہی راستہ حق و ہدایت کا قبول کرکے اسی کو اختیار کرلیں اب بھی حال یہی ہے کہ لامحالہ اختلاف رہے گا اور بہت سے وہ ہوں گے جو اللہ کی ہدایت اور حق کا راستہ نہیں اختیار کریں گے خدا پر ایمان لانے کے بجائے اس کی نافرمانی کریں

اور اس صورت حال میں کہ خدا کا راستہ اور حق ظاہر ہوگیا ہے اس پروردگار کی قدرت و طاقت ہر طرح سے ثابت ہوچکی ہے ہم نے یہ بات سمجھ لی ہے کہ ہم اللہ کو اسکی زمین میں رہتے ہوئے عاجز نہیں کرسکتے اور نہ اسکو مغلوب کرسکتے ہیں ان سے بھاگ کر کیونکہ نہ تو ہم اسکی سلطنت سے نکل سکتے ہیں اور نہ اسکے علم اور قدرت سے باہر نکل سکتے ہیں تو جب کوئی مجرم اپنے آقا سے نہ چھپ سکتا ہے نہ اسکی حدود سلطنت اور قدرت سے باہر ہوسکتا ہے تو ظاہر ہے کہ وہ اپنے رب اور آقا کو نہ مغلوب کرسکتا ہے اور نہ اس کی گرفت سے نکل اور بچ سکتا ہے نہ زمین میں چھپ سکتے ہیں اور نہ ہوا میں اڑ کر راہ فرار اختیار کرسکتے ہیں اور جب کہ ہم نے ہدایت کی بات سن لی تو اس پر ایمان لے آئے ہیں اور ایک لمحہ بھی ہم نے دیر نہیں کی اور بلاشبہ یہ بات ہماری سعادت اور فخر کی ہے بس ہم تو سمجھ چکے ہیں کہ جو بھی شخص اپنے رب پر ایمان لائے گا اسکو کوئی ڈر نہ ہوگا نقصان کا اپنے رب کی طرف سے اور نہ کسی قسم کی زیادتی کا بلکہ پورے اطمینان و سکون سے اپنی زندگی گذارے گا نہ اسکو آخرت کے نقصان کا کوئی ڈر ہوگا اور نہ اس بات کا کہ اسکو وہاں کوئی تکلیف ہوگی یا اس پر کسی طرح کی ظلم و زیادتی ہوسکے گی اور یہ بھی حقیقت ہے کہ ہم میں سے کچھ فرماں بردار ہیں اور کچھ ہم میں سے ظالم و جابر اور نافرمان ہیں تو جو بھی اللہ کے مطیع و فرماں بردار ہوں بس وہی ایسے ہیں کہ جنہوں نے نیکی کا راستہ سوچ سمجھ کر طے کرلیا ہے تو بے شک ایسے لوگ کامیاب ہیں لیکن جو لوگ ظالم اور ناانصاف ہیں بس وہ تو جہنم کا ایندھن ہوچکے کیونکہ احکام خداوندی ٹھکرا دینا اسکی فرماں برداری سے انحراف کرنا ظلم و سرکشی کا راستہ اختیار کرلینے کا یہی انجام ہوسکتا ہے اور ہمارے پیغمبر ﷺ بھی کہہ دیجئے کہ میری

ف ان الفاظ کے اضافہ سے یہ اشارہ کرنا مقصود ہے کہ اس سے قبل تک تو جنات میں ان اہل ایمان کا قول اور انکے پاکیزہ خیالات اور توحید خداوندی کے رنگ میں رچے ہوئے افکار کا ذکر تھا جو بذریعہ وحی ان جنوں سے نقل کیے گئے جو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے قرآن سن کر اسکی حقانیت کے گرویدہ اور اس پر فریفتہ ہوئے اب انکے بعد اللہ کا فرمان ہے اور قُلْ اُوْحِیَ اِلَیَّ کے ماتحت اسی پر عطف ہے یعنی ایک تو آپ یہ بات اہل مکہ کو بتا دیجئے کہ مجھ

طرف اللہ کی یہ وحی بھی آئی ہے کہ اگر لوگ سیدھے راستے پر رہتے تو ہم انکو پانی بھر بھر کر خوب پلاتے اور ایمان و اطاعت کی بدولت انکو ظاہری و باطنی برکات سے سیراب کر دیتے اور یہ بھی اس لیے ہوتا کہ ہم انکو آزمائیں کہ وہ اللہ کے اس انعام کو دیکھ کر اس کا شکر ادا کرتے ہیں یا مال و دولت کی فراوانی سے سرکشی اور طغیانی پر قائم رہتے ہیں۔

چنانچہ اہل مکہ اس زمانہ میں اپنے اعمال کی نحوست کی وجہ سے قحط سالی میں مبتلا تھے اور طرح طرح کی پریشانیوں اور مصائب کا شکار رہتے ہوتے تھے کاش اگر یہ لوگ جنوں کی طرح قرآن کو سن کر اس پر ایمان لے آتے تو یقیناً ان پر رزق اور برکت کے دروازے کھول دیتے جاتے۔

اور اس حقیقت سے کسی کو بھی غافل نہ ہونا چاہیئے کہ جو بھی اپنے رب کی یاد سے بے رخی اختیار کرے گا ہم اسکو ڈال دیں گے دشوار گذار چڑھتے ہوتے عذاب میں ایسے شخص کو ہرگز کبھی سکون و چین نصیب نہ ہو سکے گا بلکہ وہ عذاب و پریشانی جس میں وہ مبتلا ہوا اور رائد شعق اور چڑھتی ہی چلی جائے گی اور بے شک مسجدیں اللہ ہی کے لیے ہیں۔ یہ عبادت خداوندی کی جگہیں صرف اللہ کی عبادت و بندگی کے واسطے بنائی جاتی ہیں ان سے بس اللہ ہی کی عبادت ہونی چاہیئے اور اس عبادت کو ہر قسم کے شرک اور شرک کے شائبہ سے بچانا چاہیئے ایسا نہ ہو کہ مشرکین کی طرح خدا کو پکارنے کے ساتھ غیر اللہ اور بتوں کو بھی پکارا جائے لہٰذا اے لوگو۔ خدا کے ساتھ کسی کو بھی مت پکارو! بس یہی کہو یا اللہ یا رحمٰن نہ کہ مشرکین مکہ کی طرح کہ خدا کے ساتھ دوسروں کو بھی پکاریں اور یہ دعویٰ کریں مَا نَعْبُدُهُمْ إِلَّا لِيُقَرِّبُونَا إِلَى اللَّهِ زُلْفَى۔ اور یہ بھی عجیب بات ہے کہ جب کھڑا ہوا اللہ کا بندہ یعنی محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے اللہ کو پکارتے ہوتے تو قریب ہوتا ہے کہ یہ لوگ اس پر ہجوم کر آئیں اور اژدحام کر لیں ہر طرف سے غول کے غول آکر جمع ہو جائیں چنانچہ جب بھی آپ قرآن کریم کی تلاوت کرتے مومنین تو شوق و رغبت میں آپ کا ہجوم کر لیتے اور کفار و مشرکین تمسخر و مذاق کے پیچھے پڑ کر جب آپ جنوں کے واسطے تلاوت فرمائیں جن غول کے غول آپ کے قریب آکر جمع ہو جاتے ہیں۔

ف۔ یہاں واقعہ اور جنوں کے اس قصہ کی وحی کی گئی ہے اور دوسری بات کی یہ بھی وحی کی گئی کہ اگر یہ لوگ سیدھے راستہ پر چلتے ایمان و ہدایت اختیار کر لیتے تو ان پر ہر طرح کی فراخی اور سیرابی واقع کر دیتے۔ ۱۲۔

ف۔ حضرت الاستاذ شیخ الاسلام علامہ شبیر احمد عثمانیؒ فرماتے ہیں کہ بعض مفسرین نے مساجد سے وہ اعضاء مراد لیئے ہیں جو سجدہ میں زمین پر ٹیکے جاتے ہیں جس کا حاصل یہ ہے کہ یہ اعضاء خدا کے بنائے ہوتے ہیں اور اسی کے عطا کردہ ہیں یہ بات قابل برداشت نہیں کہ انکو خالق کے سوا کسی اور کے سامنے جھکایا جائے ۱۲

وجودِ جن کے بارہ میں فلاسفہ کا خیال

اکثر فلاسفہ جنات کے وجود کا انکار کرتے رہے ہیں ان کا قول یہ ہے کہ کائنات و موجودات کا دائرہ محسوسات تک ہی محدود ہے جو چیزیں انسانی ادراکات سے خارج ہیں وہ انکے وجود کا انکار کرتے ہیں اور انکا یہ دعویٰ ہے کہ وہ چیزیں محض وہمی تخیلات ہیں۔

موجودہ زمانہ کا یورپ بھی اسی فلسفہ کا قائل ہے اور یورپ کے اس فلسفہ سے بہت سے مسلمان بھی متاثر ہو کر ایسی آیات و روایات کی تاویل یا انکار کرنے لگتے ہیں جو دائرۂ محسوسات سے ماوراء اور بالا ہیں۔

طبیعین کا ایک گروہ جو خدا کا بھی قائل نہیں وہ تمام کائنات اور اس میں واقع ہونے والے جملہ احوال کو کواکب و سیارات کی تاثیر و حرکت کا نتیجہ قرار دیتا ہے اور بعض اسی قسم کا اعتقاد رکھتے ہیں لیکن قدیم فلاسفہ و حکماء اس بات کے قائل ہوتے ہیں کہ غیر محسوسات کا بھی وجود ہے اور وہم کی بہت سی اشیاء ایسی ہیں جو حواس کے ذریعہ محسوس و معلوم نہیں ہوتیں اسی بناء پر قدیم فلاسفہ کا ایک گروہ وجودِ جن کا قائل تھا اسی طرح مذاہب سماویہ سے تعلق رکھنے والے تمام مذاہب بھی روحانیت کے قائل رہے ہیں ارواح سفلیہ اور ارواح علویہ کی تقسیم انکی کتابوں اور اقوال سے مفہوم ہوتی ہے جیسا کہ یہودی بھی جنات کے وجود کے قائل رہے ہیں ہر ایک کی زبان میں اس مخلوق جن کا کوئی نہ کوئی نام اور عنوان رہا ہے علاوہ انجیلوں میں اس قسم کے مضامین ملتے ہیں کہ حضرت مسیح جنوں کو مریضوں سے نکالا کرتے تھے۔

جو حکماء اور فلاسفہ جن کے وجود کے قائل ہیں انکے دو نظریے ہیں ایک نظریہ کا حاصل تو یہ ہے کہ جن اور ملائکہ نہ اجسام ہیں اور نہ اجسام میں حلول کئے ہوئے ہیں بلکہ جواہر ہیں اور موجود بالذات ہیں پھر ان کے مختلف انواع و اقسام ہیں بعض نیک، شریف اور پسندیدہ اخلاق سے متصف ہیں اور بعض جن ان اوصاف سے محروم اسکے برعکس رذیل اور دنی الطبع بداخلاق ہیں جیسے انسانوں میں نیک و بد اور شریف و رذیل کی تقسیم ہے اسی طرح جنوں میں بھی ہے۔

دوسرا نظریہ یہ ہے کہ جن اجسام ہیں مگر اجسام لطیفہ، لطافت کی وجہ سے دکھائی نہیں دیتے وہ مختلف شکلوں میں متشکل اور ظاہر ہونے کی صلاحیت رکھتے ہیں اس وجہ سے جس شکل میں چاہیں ظاہر ہو سکتے ہیں اور انکی بھی انسانوں کی طرح خیر و شر کی طرف تقسیم ہے اور بعض اوقات وہ انسانوں کی مجالس میں آتے بھی رہے ہیں۔

جنات اپنی جسمانی لطافت کے باعث فرشتوں کی طرح آسمانوں کی طرف چڑھتے تھے جس کو آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت پر ختم کر دیا گیا گویا جن کا وجود حیوان و ملائکہ کے درمیان ایک برزخ تھا۔

رکھتا ہے اسی لئے ان میں دونوں قسم کے احوال پائے جاتے ہیں اشکال مختلفہ میں تشکل مجسم وزائست شعور حس و نم ملائکہ کا وصف ہے جو ان میں پایا جاتا ہے مثلاً کھانا پینا حاجات دو عضو وغیرہ کی حاجات اور مناسل وغیرہ جو حیوانی اوصاف ہیں اور انسان میں پائے جاتے ہیں اور جسم کے خواص میں سے ہیں تو اس نسبت سے یہ اوصاف بشریہ اور احوال حیوانیہ بھی جنات میں ان کے ترکیب اجسام ہونے کی وجہ سے پائے جاتے ہیں اسی لئے یہ حیوان و انسان اور فرشتوں کے درمیان ایک برزخی مخلوق ہوئی انسانوں کی طرح ان میں بھی حصول اقتدار کی طلب پائی جاتی ہے تو مخلوق جن کا آسمانوں سے غیب کی خبریں لا کر کاہنوں کو پہنچانا یا بتوں کے منہ سے مختلف قسم کی آوازیں سنانا اسی طرح درختوں سے صدائیں دینا ایسا کہ بعض اوقات لوگوں کو سنائی دیتا ہے تو یہ سب کچھ اسی لئے ہوتا ہے کہ انسان مخلوق کی عظمت کے سامنے اپنا سر جھکائیں اور ظاہر ہے کہ نفع و نقصان کا ــــــ مالک صرف اللہ ہے لیکن جس طرح انسان اپنی تدابیر سے دوسروں پر ایسا اثر قائم کر دیتے ہیں کہ وہ یہ سمجھنے لگتے ہیں نفع و نقصان ان کے قبضہ میں ہے اسی طرح بعض جنات بھی اسی طرح کی باتیں کر کے انسانوں کو اپنا مسخر اور تابع کرنا چاہتے ہیں۔

الغرض قرآن کریم اور احادیث سے جنات کا وجود ثابت ہے اور ان کے احوال بیان فرمائے گئے منجملہ انکے احوال کے یہ بھی ایک قصہ ہے جس کا سورۂ جن میں ذکر فرمایا گیا تفصیل کے لیے تفسیر روح المعانی قرطبی اور تفسیر طبری اور تفسیر کبیر امام رازی کی مراجعت فرمائی جائے۔

واللہ اعلم بالصواب

طائف سے واپسی پر مقام نخلہ میں جنات کا قرآن کریم سُننا اور اس پر ایمان لانا

مورخین نے بیان کیا ہے کہ آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مکہ مکرمہ میں آلام و مصائب اور کفار مکہ کی مخالفت و دشمنی کی ایک طویل مدت گذرنے کے بعد طائف کے لوگوں کو اسلام کی دعوت دینے کا ارادہ کیا اسی کے ساتھ یہ بات بھی واقع ہوئی تھی کہ ابو طالب کا انتقال ہو چکنے کے باعث اہل مکہ آپ کی دشمنی پر اور زیادہ آمادہ ہو گئے تھے اور آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم ابو طالب کے انتقال پر طبعاً افسردہ اور ملول تھے تو یہ خیال کرتے ہوئے کہ ثقیف کے لوگ شریف الطبع ہوتے ہیں تو بظاہر امید ہے کہ وہ میری بات سنیں گے اور امید ہے کہ ایمان لے آئیں ثقیف کے تین بھائی عبد یالیل حبیب اور مسعود جو طائف کے سردار تھے آپ نے اسلام کی دعوت دی تو انہوں نے نہایت ہی بے ہودگی کا برتاؤ کیا حتیٰ کہ قبیلہ کے آوارہ اور شریر لوگوں کو آپ کے پیچھے لگا دیا جو شور مچاتے اور گالیاں دیتے لگے

قُلْ إِنِّي لَا أَمْلِكُ لَكُمْ ضَرًّا وَلَا رَشَدًا ﴿٢١﴾ قُلْ إِنِّي لَن

تو کہہ میرے ہاتھ میں نہیں تمہارا برا اور نہ راہ پر لانا تو کہہ مجھ کو نہ

يُجِيرَنِي مِنَ اللَّهِ أَحَدٌ وَلَنْ أَجِدَ مِن دُونِهِ مُلْتَحَدًا ﴿٢٢﴾

بچاوے گا اللہ کے ہاتھ سے کوئی اور نہ پاؤں گا اسکے سوا کہیں سرک رہنے کو جگہ

إِلَّا بَلَاغًا مِّنَ اللَّهِ وَرِسَالَاتِهِ ۚ وَمَن يَعْصِ اللَّهَ وَرَسُولَهُ

مگر پہنچانا ہے اللہ کی طرف سے اور اسکے پیغام دینے اور جو کوئی حکم نہ مانے اللہ کا اور اسکے رسول کا

فَإِنَّ لَهُ نَارَ جَهَنَّمَ خَالِدِينَ فِيهَا أَبَدًا ﴿٢٣﴾ حَتَّىٰ إِذَا رَأَوْا

سو اسکے لیے آگ ہے دوزخ کی رہا کریں اس میں ہمیشہ یہاں تک کہ جب دیکھیں گے

مَا يُوعَدُونَ فَسَيَعْلَمُونَ مَنْ أَضْعَفُ نَاصِرًا وَأَقَلُّ

جو ان سے وعدہ ہوا تب جان لیں گے کس کی مدد کمزور ہے اور گنتی میں

عَدَدًا ﴿٢٤﴾ قُلْ إِنْ أَدْرِي أَقَرِيبٌ مَّا تُوعَدُونَ أَمْ يَجْعَلُ

تھوڑے تو کہہ میں نہیں جانتا کہ نزدیک ہے جس چیز کا تم سے وعدہ ہے یا کردے

لَهُ رَبِّي أَمَدًا ﴿٢٥﴾ عَالِمُ الْغَيْبِ فَلَا يُظْهِرُ عَلَىٰ غَيْبِهِ أَحَدًا ﴿٢٦﴾

اسکو میرا رب ایک مدت کی مد۔ جاننے والا بھید کا سو نہیں خبر دیتا اپنے بھید کی کسی کو

إِلَّا مَنِ ارْتَضَىٰ مِن رَّسُولٍ فَإِنَّهُ يَسْلُكُ مِن بَيْنِ يَدَيْهِ

مگر جو پسند کر لیا کسی رسول کو تو وہ چلاتا ہے اس کے آگے

وَمِنْ خَلْفِهِ رَصَدًا ﴿٢٧﴾ لِّيَعْلَمَ أَن قَدْ أَبْلَغُوا رِسَالَاتِ

اور پیچھے چوکیدار تا جانے کہ انہوں نے پہنچائے پیغام اپنے

رَبِّهِمْ وَأَحَاطَ بِمَا لَدَيْهِمْ وَأَحْصَىٰ كُلَّ شَيْءٍ عَدَدًا ﴿٢٨﴾

رب کے اور قابو میں رکھا ہے جو انکے پاس ہے اور گن لی ہے ہر چیز کی گنتی

حکم اعلان توحید و اعلان برأت از شرک و فیصلہ برائے عذاب مجرمین

قال اللہ تعالیٰ قُلْ اِنَّمَآ اَدْعُوْا رَبِّيْ ...... الیٰ ...... كُلَّ شَيْءٍ عَدَدًا

(ربط) سورۂ جن کا مضمون شروع سے معرفت توحید خداوندی اور کلام الٰہی پر ایمان ویقین سے متعلق تھا اسی کے ضمن میں کلام الٰہی اور ایمان ومعرفت سے متاثر ہونے والے جنات کا اپنی قوم کو اللہ رب العزت کی عبادت وبندگی کی طرف دعوت دینے اور فکر آخرت کی ترغیب اور اسکے ثابت کرنے کے لئے دلائل وشواہد پر مشتمل تھا اسکے بعد اب ان آیات میں حق تعالیٰ نے اپنے پیغمبر کو حکم دیا کہ آپ تمام عالم کے سامنے یہ اعلان کردیں کہ میں تو صرف اپنے رب ہی کی عبادت کروں گا اس کی عبادت والوہیت میں میں کسی کو شریک نہیں کرتا کیونکہ شرک وبدترین نافرمانی ایک بدترین جرم ہے اور اس جرم کا مرتکب اپنے رب کے عذاب سے کسی طرح بھی نہیں بچ سکتا تو ارشاد فرمایا۔

کہہ دیجئے اے ہمارے پیغمبر میں تو پکارتا ہوں بس اپنے رب ہی کو اور اسکے ساتھ کسی کو شریک نہیں کرتا نہ اسکی ذات میں نہ اسکی صفات میں نہ اسکے حقوق میں اور نہ اس کے افعال میں اور نہ کسی چیز میں بھی کسی کو اس کا شریک نہیں کرتا کہہ دیجئے بیشک میں مالک نہیں ہوں تمہیں نقصان پہنچانے کا اور نہ ہی مالک ہوں اور اختیار رکھتا ہوں راہ راست پر لانے کا یہ سب کچھ اسی پروردگار وحدہ لاشریک کے قبضہ اور اختیار میں ہے جس کا یہ ثمرہ بھی ہے کہ اگر میں فرائض رسالت انجام دینے اور اپنی ذمہ داریاں کو پورا کرنے میں کوئی کوتاہی کروں اور اس پر میرا خدا گرفت فرمانے لگے تو مجھے کوئی اسکی گرفت سے نہیں بچا سکتا اسی لئے یہ ممکن ہی نہیں ہے کہ میں اپنے رب کے پیغامات پہنچانے میں کسی قسم کی کوتاہی کروں بس میرے اختیار میں تو یہی چیز ہے کہ اس کا پیغام اس کے بندوں تک پہنچا دوں اپنے کہہ دیجئے کوئی بھی مجھے اللہ سے نہیں بچائے گا اور ہرگز میں نہیں پا سکتا ہوں اس کے سوا کوئی بچنے کی جگہ کہ ایک جگہ سے کسی دوسری ہی جگہ منتقل ہو جاؤں بس اس کے سوا میرا کوئی اختیار نہیں کہ پیغام پہنچا دوں جو اللہ کی طرف سے ہے اور اسکے یہ احکام ہیں جن کو میں بیان کرتا ہوں اور جن کی طرف میں دعوت دے رہا ہوں میں اپنی ذمہ داری تو پوری کر چکا اب یہ خوب جان لو کہ جو بھی اللہ اور اسکے رسول کی نافرمانی کرے اس کے واسطے جہنم کی آگ ہے جس میں ایسے لوگ ہمیشہ رہنے والے ہوں گے اور اس عذاب سے انکو کبھی بھی نجات نہ ملے گی یہاں تک کہ جب وہ دیکھیں گے وہ عذاب جس کا ان سے وعدہ کیا گیا ہے تو اس وقت وہ جان لیں گے کہ کون کمزور ہے اپنے مددگار کے لحاظ سے اور گنتی میں کون کم ہے تو اس وقت ہر ایک کو اپنی قوت وساز وسامان اور تعداد کا پتہ چل جائے گا اور دنیا میں وہ دعویٰ کرنے والے مغرور ومتکبر جو کہ کرتے تھے کہ اگر قیامت آبھی گئی تو ہماری بڑی طاقت ہوگی اور بڑے مددگار ہوں گے تو وہ سب

اپنے آپ کو کمزور اور بے یار و مددگار دیکھتے ہوں گے۔

کہہ دیجئے جب یہ لوگ بڑے ہی غرور و سرکشی کے انداز میں پوچھیں کہ اچھا وہ عذاب کب آئے گا جس کی آپ ہمیں دھمکی دے رہے ہیں میں نہیں جانتا کہ قریب ہے وہ عذاب جس کا تم سے وعدہ کیا جا رہا ہے یا میرا پروردگار اس کے واسطے آئندہ کوئی مدت مقرر کرے گا اور جب تک وہ مدت نہیں گزرے گی عذاب نہیں آئے گا رہا یہ امر کہ وہ کتنی مدت ہے اور کون سا وقت ہے؟ سو یہ سب باتیں غیب سے تعلق رکھنے والی ہیں غیب کا جاننے والا تو صرف وہی پروردگار ہے وہ اپنے غیب اور بھید کی کسی کو خبر نہیں دیتا اور اس پر کسی کو بھی مطلع نہیں کرتا بجز اس کے کہ جس کو وہ پسند کرلے کسی رسول اور قاصد سے تو کسی رسول کو یا فرشتوں میں سے کسی فرشتہ کو پسند کرے گا اسی کو وہ اپنا راز اور بھید بتا دے گا یا اسی کے ذریعہ وہ اپنا راز اور بھید بطور وحی اپنے پیغمبر پر نازل فرما دے گا اور جب بھی وہ کوئی وحی اور ملکوت سماوات کی کوئی بات اپنے رسول پر نازل کرتا ہے تو اسکی اس قدر حفاظت ہوتی ہے اور پہرے لگا دیے جاتے ہیں تو اس میں کسی کو قطعاً کسی آمیزش کی گنجائش نہیں رہتی اور کسی جن و انس کو قدرت نہیں رہتی کہ اسکے قریب بھی پر مار سکے تو اس کی یہ شان ہوتی ہے چلاتا ہے اسکے آگے بھی اور اسکے پیچھے بھی ایک زبردست پہرہ تاکہ وحی الٰہی ہر طرح محفوظ رہے اور پھر پیغمبر خدا جب اس وحی الٰہی کو بیان کرے تو اس میں شک و شبہ کا کوئی امکان بھی باقی نہ رہے یہ سب کچھ اس وجہ سے ہے تاکہ وہ جان لے اور دیکھ لے۔

ان رسولوں یعنی خدا کے قاصدوں یا پیغمبروں نے اپنے رب کے پیغامات پہنچا دیے ہیں اور پیغامات خداوندی میں کسی قسم کی کوئی تبدیلی اور کمی و زیادتی نہیں ہوتی اور ہر چیز اسی کی نگرانی میں ہے کسی کی طاقت نہیں وہ ان چوکیوں اور پہروں کو توڑ سکے۔

اور اللہ ہی نے احاطہ کر رکھا ہے ان تمام چیزوں کا جو انکے پاس ہے اور شمار کر لیا ہے ہر ایک چیز کو گنتی کر کے اس طرح کوئی علم اور کوئی چیز اللہ رب العزت کے احاطہ علمی سے باہر نہیں ہے بس وہی عالم الغیب ہے اور غیب کے خزانے بس اسی کے پاس ہیں جیسے ارشاد فرمایا وَعِنْدَهُ مَفَاتِحُ الْغَيْبِ لَا يَعْلَمُهَا إِلَّا هُوَ کہ خدا ہی کے پاس غیب کے خزانے ہیں اور کنجیاں جن کو اس کے سوا کوئی نہیں جانتا۔

الغرض غیب جاننے والا صرف اللہ ہے اور عالم غیب کی جب کوئی چیز اپنے کسی پیغمبر کو بتاتا ہے اور اس کی وحی کسی فرشتہ کے ذریعے سے بھیجتا ہے تو اسکی حفاظت کا یہ عالم ہوتا ہے پہرہ اور چوکیاں قائم ہوتی ہیں اور حفاظتی دستے اس وحی الٰہی اور پیغام خداوندی کے ساتھ پوری پوری حفاظت کرتے ہوتے ہیں اس کے آگے بھی اور اس کے پیچھے بھی تاکہ جس پیغمبر کو اطلاع دی جا رہی ہو بس وہ اسی تک پہنچے۔

تمام امت کا اجماعی فیصلہ کہ عالم الغیب صرف اللہ رب العزت ہی ہے

توحید خداوندی ایمان کی اساس ہے اور توحید جس طرح ذات کے لحاظ سے ہے اسی طرح توحید صفات بھی ہے ارمتکلمین نے جہاں شرک کے اقسام کی تحقیق وتفصیل فرمائی ہے اس میں شرک فی الذات کے علاوہ شرک فی الصفات شرک فی الافعال اور شرک فی التصرف کو بھی صریح شرک قرار دیا ہے اور واضح طور پر بیان کر دیا کہ جس طرح کوئی شخص ذات خداوندی کے ساتھ کسی اور کو شریک مان کر خدا کے ساتھ کسی اور معبود کا قائل ہو تو وہ مشرک ہے اور خارج عن الملۃ ہے اسی طرح اللہ رب العزت کی صفات اسکے افعال اور حقوق میں بھی غیر کو شریک ماننے سے شرک کا مرتکب سمجھا جائے گا مثلاً رازقیت، خالقیت صفات خداوندی میں سے اسکی صفات ہیں تو اگر غیر اللہ کو رازق وخالق سمجھا تو مشرک ہوگا اسی طرح عالم غیب بھی اللہ رب العزت کی صفت ہے تو اس صفت کو بھی غیر اللہ کیلئے ثابت کرنا شرک ہوگا۔

قرآن کریم کی متعدد آیات واضح طور پر اس امر کو بیان کر رہی ہیں کہ لَا يَعْلَمُ الْغَيْبَ اِلَّا اللّٰهُ سورۃ انعام کی تفسیر میں بھی تفصیل کے ساتھ یہ بات واضح کر دی گئی کہ علم غیب خدا کی صفت ہے اور خدا تعالیٰ جس طرح اپنی ذات میں یکتا ہے وہ اپنی صفات میں بھی یکتا ہے اَحَدٌ بِالذَّاتِ كما هو باسمائه وصفاته کا یہی مفہوم ہے۔

بالخصوص اس آیت میں اس امر کو نہایت ہی وضاحت سے ظاہر کر دیا گیا ہے کہ خدا کے پیغمبر نے جن احوال کی خبر دی اور ظاہر ان سے یہ گمان کیا گیا کہ یہ غیب کی خبر ہے حقیقت میں وہ غیب کا علم نہیں ہے بلکہ وہ خدا کی طرف سے پیغمبر کو مطلع کیا گیا ہے اور اس پر یہ ظاہر کیا گیا اسی چیز کو ان کلمات میں بیان فرمایا جا رہا ہے فَلَا يُظْهِرُ عَلٰى غَيْبِهٖٓ اَحَدًا اِلَّا مَنِ ارْتَضٰى یعنی یہ اظہار و اطلاع ہر ایک کو نہیں ہوتا بلکہ جس کو اللہ پسند کرے اس پر ہوتا ہے خواہ اس لحاظ سے کہ وہ فرشتہ ہے اور اسکے ذریعے یہ وحی اللہ تعالیٰ کو اپنے رسول پر اتارنی ہے یا وہ رسول ہی ہے جس کو بتایا جائے گا تو اسکو کسی طرح بھی غیب کا علم نہیں کہا جا سکتا یہ تو ایسا ہی ہوا جیسے ہم نے ان باتوں کو پیغمبر خدا کے ذریعہ سے معلوم کر لیا کہ آخرت میں یہ ہوگا اس طرح جنت ہے اس طرح جہنم ہے اس طرح قیامت آئے گی دجال ظاہر ہوگا حضرت عیسیٰ بن مریم آسمان سے نزول فرمائیں گے تو یہ امور پیغمبر خدا کے بتانے کی وجہ سے ہم جانتے ہیں اور ان چیزوں کو جان کر ہم علم غیب رکھنے والے نہیں ہو گئے تو اسی طرح ان باتوں کو انبیاء علیہم السلام اللہ رب العزت کے بتانے اور ظاہر کرنے سے جانتے تھے تو یہ ایسی ہی جو چیزیں بھی غیب کی اللہ کے پیغمبر نے وحی الٰہی سے معلوم کر کے بتائیں تو وہ علم غیب نہیں بلکہ خدا نے اپنے پیغمبر پر ان کا اظہار کیا ان باتوں کی خبر دی ہے تو علم غیب تو اللہ ہی کو ہے اور اس میں سے

جو چاہا اپنے پیغمبر کو بتا دیا یہ اظہار غیب اور اخبار غیب ہوا الغرض اس آیت کو دور کا بھی کوئی واسطہ پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے غیب کا علم ہونے سے نہیں ہے۔

پھر یہ بات بھی اظہر من الشمس ہے کہ اگر بالفرض اِلَّا مَنِ ارْتَضٰى مِنْ رَّسُوْلٍ کا استثناء اس امر پر دلالت کرتا ہے اور معنی یہ ہیں کہ عالم الغیب اللہ ہے اور اللہ کے سوا کوئی نہیں ہوتا مگر جس رسول کو اللہ چاہے وہ عالم الغیب ہو جاتا ہے تو پھر اس فرمانے کا مطلب کیا ہوگا قُلْ اِنْ اَدْرِيْٓ کہ دیجئے میں نہیں جانتا کہ وہ عذاب ——— جس کا وعدہ کیا گیا ہے وہ قریب ہے یا ابھی اس کی مدت باقی ہے تو ایسے علم و خبر رکھنے والے سے ایسی بات یہ دعویٰ کرنے والے سے اِلَّا مَنِ ارْتَضٰى کے استثناء سے وہ رسول مراد ہے جو علم غیب رکھتا ہوگا) پوچھا جائے گا کہ جب وہ رسول مستثنیٰ بھی اس استثناء کے باعث صاحب علم غیب ہوگیا اور اس وجہ سے اسکو ما کان وما یکون کا علم حاصل ہوگیا تو پھر اس کا یہ اعلان کیونکر درست ہوا کہ میں نہیں جانتا الخ جس پیغمبر کو اس اعلان کا مامور فرمایا جا رہا ہو کہ وہ یہ کہہ دے میں نہیں جانتا۔

اسی کو ان الفاظ کی ناقابل تصور اور بعید از قیاس تاویلات کر کے عالم الغیب ثابت کرنا مضحکہ خیز بات ہے پھر جب کہ قرآن و حدیث کی سیکڑوں نصوص اور روایات بڑی صراحت سے یہ ثابت کر رہی ہیں کہ خدا کے پیغمبر غیب کا علم رکھنے والے نہیں ہوتے بلکہ جس چیز کی اطلاع بھی کر دی گئی وہ انہوں نے بتائی ہے اور ظاہر ہے کہ اسکو علم غیب نہیں کہا جاتا تو پھر یہ کیونکر ممکن ہے کہ اس آیت سے آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے واسطے غیب کا علم مانا جائے۔

علم غیب کا مفہوم اور اسکی تفصیلات سورۃ انعام میں گزر چکیں حضرات قارئین مراجعت فرمائیں اور یہ تفصیل بھی گزر چکی کہ علم غیب کمالات الوہیت میں سے ہے ذکر کمالات نبوت سے اس لیے پیغمبر عدم علم غیب کی کوئی تنقیص نہیں بلکہ علم غیب ثابت کرنے سے بہت سے کمالات عبدیت و بندگی ختم ہو جاتے ہیں اور یہ کیونکر ممکن ہے کہ اللہ کو وہ پیغمبر جس کی سب سے بڑی عظمت و بلندی یعنی واقعہ معراج کو بیان کرتے ہوئے عبدیت بیان کی گئی جیسے ارشاد ہے سُبْحٰنَ الَّذِيْٓ اَسْرٰى بِعَبْدِهٖ وہ عبدیت ہی کے کمالات سے محروم ہو واللہ اعلم بالصواب۔

تم بحمد اللہ تفسیر سورۃ الجن والحمد للہ علی ذالک

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

سُوْرَةُ الْمُزَّمِّل

اس سورۂ مبارکہ میں خاص طور سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات مبارکہ کو وہ عظیم پہلو بیان کیا جا رہا ہے جس کو قرآن کریم کی اصطلاح میں تبتل الی اللہ تبتیلاً اور انقطاع عن الخلق کی تعبیر سے ادا کیا گیا ہے اور ظاہر ہے کہ حق تعالیٰ شانہٗ کی طاعت و بندگی میں انسان کا ہر راحت و آرام اور طبعی تقاضوں کو قربان کر دینا اسکی یاد میں راتوں کو جاگنا عادت بنا لے اور کلام اللہ کی تلاوت میں ایسا لطف اندوز ہو کر ہر جسمانی راحت سے بے نیاز ہو جائے یقیناً تعلق مع اللہ کا بلند ترین مقام ہے۔

اسی وجہ سے سورۃ کی ابتداء ہی ایک ایسی لطیف اور لذیذ ندا الٰہی پر مشتمل ہے جو اللہ رب العزت کی رحمت و مہربانی اور لطف و کرم اور محبت و عنایت کی پوری پوری ترجمانی کر رہی ہے اسی وجہ سے اس سورت کا نام سورۃ مزمل متعین فرما دیا گیا جس کے ضمن میں قیام اللیل کی عظمت اور تاثیر و برکت بھی بیان فرما دی گئی ساتھ ہی وحی الٰہی کی عظمت کا بھی بیان ہے اور یہ کہ اگر مشرکین مکہ اللہ کی وحی پر ایمان نہیں لاتے تو آپ اس کا غم نہ کریں ان کی طرف سے جو رنج یا تکلیف پہنچے اس پر آپ صبر کریں ایسے منکرین و مکذبین کو خدا کی قدرت بتا دے گی کہ کامیابی اور غلبہ کس کو حاصل ہوتا ہے اور مجرمین عذاب خداوندی سے ہرگز نہیں بچ سکتے۔

سورۃ مزمل مکی ہے اور اس میں بیس آیتیں اور دو رکوع ہیں

شروع اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم والا

يٰٓاَيُّهَا الْمُزَّمِّلُ ① قُمِ الَّيْلَ اِلَّا قَلِيْلًا ② نِّصْفَهٗٓ اَوِ

اے جھرمٹ مارنے والے! کھڑا رہ رات کو مگر کسی رات — آدھی رات یا

انْقُصْ مِنْهُ قَلِيْلًا ③ اَوْ زِدْ عَلَيْهِ وَرَتِّلِ الْقُرْاٰنَ

اس سے کم کر تھوڑا سا — یا زیادہ کر اس پر — اور کھول کھول پڑھ قرآن

منزل

تَرْتِيْلًا ۝۴ اِنَّا سَنُلْقِيْ عَلَيْكَ قَوْلًا ثَقِيْلًا ۝۵ اِنَّ نَاشِئَةَ

کو صاف — ہم آگے ڈالنے والے ہیں تجھ پر ایک بھاری بات — البتہ اٹھان رات کا

الَّيْلِ هِيَ اَشَدُّ وَطْاً وَّاَقْوَمُ قِيْلًا ۝۶ اِنَّ لَكَ فِي النَّهَارِ

سخت روندتا ہے اور سیدھی نکلتی ہے بات — البتہ تجھ کو دن میں شغل

سَبْحًا طَوِيْلًا ۝۷ وَاذْكُرِ اسْمَ رَبِّكَ وَتَبَتَّلْ اِلَيْهِ تَبْتِيْلًا ۝۸

رہتا ہے لمبا — اور پڑھتا جا نام اپنے رب کا — اور چھوٹ جا اس کی طرف سب سے الگ ہو کر

رَبُّ الْمَشْرِقِ وَالْمَغْرِبِ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ فَاتَّخِذْهُ وَكِيْلًا ۝۹

مالک مشرق اور مغرب کا — اس بن کسی کی بندگی نہیں سو پکڑ اس کو کام سونپنا

وَاصْبِرْ عَلٰي مَا يَقُوْلُوْنَ وَاهْجُرْهُمْ هَجْرًا جَمِيْلًا ۝۱۰ وَ

اور سہتا رہ جو کہتے ہیں — اور چھوڑ ان کو بھلی طرح چھوڑنا — اور

ذَرْنِيْ وَالْمُكَذِّبِيْنَ اُولِي النَّعْمَةِ وَمَهِّلْهُمْ قَلِيْلًا ۝۱۱ اِنَّ

چھوڑ دے مجھ کو اور جھٹلانے والوں کو جو آرام میں رہتے ہیں اور ڈھیل دے ان کو تھوڑی سی — البتہ

لَدَيْنَآ اَنْكَالًا وَّجَحِيْمًا ۝۱۲ وَّطَعَامًا ذَا غُصَّةٍ وَّعَذَابًا

ہمارے پاس بیڑیاں ہیں اور آگ کا ڈھیر اور کھانا گلے میں اٹکنے والا اور دکھ کی

اَلِيْمًا ۝۱۳ يَوْمَ تَرْجُفُ الْاَرْضُ

مار — جس دن کانپے زمین

وَالْجِبَالُ وَكَانَتِ الْجِبَالُ

اور پہاڑ — اور ہو جاویں پہاڑ

كَثِيْبًا مَّهِيْلًا ۝۱۴

ریت پھسلتی

ع

حکم قیام اللیل و تاکید ترتیل و تحسین در تلاوت کلام اللہ تعالیٰ

قال اللہ تعالیٰ یٰٓاَیُّہَا الْمُزَّمِّلُ ۔۔۔ الیٰ ۔۔۔ کَثِیْبًا مَّہِیْلًا

(ربط) گزشتہ سورت میں جنوں کا قصہ ذکر فرمایا گیا تھا کہ وہ قرآن کریم کو سن کر کیسے اس پر فریفتہ اور گرویدہ ہوئے اور اسی پر ایمان لائے اور ایمان و ہدایت کا رنگ ان پر اس قدر غالب آیا کہ اپنی قوم کے واسطے داعی اور ہادی و ناصح بن کر لوٹے اب اس سورت میں جو کہ ابتداء نبوت کے زمانہ میں نازل ہوئی اس میں مشرکین مکہ کی بے رخی اور آپ کی شان میں توہین و گستاخی کا ذکر کر کے آپ کو تسلی دی جارہی ہے اور انکی ایذاؤں و زیادتیوں پر صبر کی تلقین کی جارہی ہے۔

مشرکین مکہ آپ کو مختلف القاب سے یاد کر کے تمسخر و مذاق کرتے کوئی آپ کو کاہن کہتا، کوئی ساحر و جادوگر تو انکے بالمقابل اللہ رب العزت نے آپ کو ایسے پیارے لقب سے پکارا کہ اسکی تلاوت سے ان تمام کلفتوں اور ذہنی کوفت کا ازالہ کردیا جو مشرکین کے بے ہودہ اور طعن و طنز آمیز عنوانات سے قلب پر واقع ہوتی تھی اور جیسے بحالت رنج و غم کپڑوں میں لپٹ کر کوئی لیٹتا ہو آپ بھی مشرکین کی ان بے ہودہ باتوں پر کپڑوں میں لپٹے ہوئے تھے کہ وحی الٰہی نازل ہوئی اور اللہ رب العزت نے آپ کو نہایت ہی انداز ملاطفت میں اس عنوان سے پکارا یٰٓاَیُّہَا الْمُزَّمِّلُ کہ اے چادر میں لپٹنے والے جس طرح کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ ایک مرتبہ گھر سے کسی بات پر رنجیدہ ہو کر باہر چلے گئے اور مسجد کے صحن میں زمین پر لیٹ گئے آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے معلوم کرایا کہ علی کہاں ہیں معلوم ہونے پر آپ قریب تشریف لائے اور شانہ پر دیکھا کہ مٹی لگی ہوئی ہے انکو اپنے دست مبارک سے صاف کرتے جاتے اور فرماتے جا رہے تھے قم یا ابا تراب قم یا ابا تراب اے ابو تراب یعنی مٹی میں لتھڑے ہوئے اٹھو جا حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ اس پیار و ملاطفت کو زندگی بھر یاد کیا کرتے تھے اور فرمایا کرتے خدا کی قسم اس لقب سے مجھ کو پکارا جانا جس قدر محبوب ہے اتنا کسی بھی نام سے مجھ کو پکارا جانا محبوب نہیں تو اسی طرح یٰٓاَیُّہَا الْمُزَّمِّلُ کا عنوان اللہ رب العزت کی طرف سے اس حال میں جبکہ آپ رنج و غم کے عالم میں کپڑوں میں لپٹے ہوئے تھے۔ بارگاہ خداوندی سے ملاطفت و محبت کا پیکر اعظم ہے تو فرمایا۔

اے چادر میں لپٹنے والے کھڑا رہ رات کو تہجد و عبادت خداوندی میں مصروف رہتے ہوئے

لہ اس ترجمہ میں یہ اشارہ ہے کہ اِلَّا قَلِیْلًا استثناء باعتبار عذر دلیل ہے یعنی ہر رات کے لیے یہ حکم ہے لیکن اگر کسی رات قیام اللیل نہ ہو سکے کسی عذر و بیماری کے باعث تو کوئی حرج نہیں۔ بعض ۔

وہ نفس کو روندنا اور کچلنا ہوا اور یہ وقت چونکہ رات کی تاریکی اور خلوت کا ہے اس لحاظ سے جو بات بھی زبان سے نکلے گی وہ ذکر و تسبیح ہو یا دعا و استغفار اخلاص اور اللہ رب العزت کی طرف خاص توجہ اور رجوع کی کیفیت سے ہی ہوگی پھر یہ وقت اللہ رب العزت کے آسمان دنیا پر نزول کا اور اپنے بندوں کی طرف خاص عنایت و رحمت کے ساتھ توجہ کا ہوتا ہے تو روحانی برکات سے لوزماً اسکی زبان اور اسکے قول میں درستگی اور اثر پیدا ہوگا۔

بے شک آپ کے واسطے دن میں تو بڑی ہی طویل مشغولی ہے تعلیم و تبلیغ دین احکام الٰہی کے بتانے کی اور انکے مطابق عمل کی تلقین و تربیت پھر کسی فرد یا جماعت کے لیے نہیں بلکہ پوری امت اور عالم کے اس نظام کو بتانے اور چلانے کی تعلیم و تربیت کی ذمہ داری اور اس کا انجام دینا کوئی معمولی بات نہیں بلاشبہ یہ بہت بڑی مصروفیت ہے اور ان مصروفیات کی تکمیل کے ساتھ جو کہ اصل مقصد رسالت اور فرائض نبوت ہیں اپنے رب کے ساتھ تنہائی میں مناجات عبادت و دعا بس رات کے

محاورات میں بولا جاتا ہے اشتدت علی القوم وطاۃ السلطان یعنی قوم پر بادشاہ کی گرفت اور قیدی بہت شدید ہوگئی ہے اسی معنی کے پیش نظر آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک دعا میں یہ لفظ وارد ہوا اللّٰھم اشدد وطاتک علی مضر یعنی اے اللہ تو اپنی گرفت قوم مضر پر سخت کر دے تو جب انسان رات کی وہ نیند جو سب سے زیادہ مرغوب چیز ہوتی ہے قربان کرے گا تو لامحالہ نفس کو شاق ہوگا اور نفس اس طرح روندا جائے گا اس وصف کی عظمت و خوبی کا اندازہ فرمان خداوندی تَتَجَافٰی جُنُوْبُھُمْ عَنِ الْمَضَاجِعِ سے بخوبی ہو رہا ہے مجاہدؒ اور ابن ابی ملیکہؒ وطاۃ کے معنی مواطاۃ یعنی موافقت بیان کرتے ہیں اور اَقْوَمُ وِطَاءً کے معنی کرتے ہیں اشد مواطاۃ اللسان بالقلب کہ رات کی بیداری زیادہ سے زیادہ قلب کے ساتھ زبان کی مطابقت کا وقت ہے آخر شب کی بیداری اور تہجد کے فضائل کتب احادیث میں کثرت سے ذکر فرمائے گئے ہیں سب سے بڑھ کر یہ نعمت اور شرف کہ تہائی رات باقی رہنے پر اللہ رب العزت آسمان دنیا پر نزول فرما کر اپنے بندوں کو پکاریں کہ ہے کوئی گناہوں سے معافی مانگنے والے کہ میں اسکو معاف کروں ہے کوئی رزق کا طالب کہ میں اسکو رزق دوں ہے کوئی عافیت مانگنے والا کہ اسے عافیت دوں۔

حضرات عارفین فرماتے ہیں تہجد گزار کے چہرے پر عجیب قسم کا نور نمایاں ہوتا ہے اور یہ بھی فرمایا اسکی قبر میں کبھی اندھیرا نہ ہوگا اسکی مشکلات آسان ہوجائیں گی اور اسکو دنیا کی ہر ایک ظلمت سے نجات ملے گی خواہ وہ ظلمت مصائب و آفات کی ہو یا افکار و غموں کی ہو واللہ اعلم ۱۲

(تفسیر ابن کثیر جلد رابع، تفسیر روح البیان، تفسیر روح المعانی، تفسیر فتح المنان)

ان ہی وقتوں میں ہو سکتی ہے کہ خلوت و یکسوئی کے ساتھ اپنے رب کی عبادت کر لیں اور اسی طرح تہجد کے ذریعہ ریاضت اور صفاء باطن کے اعلیٰ مدارج و مراتب طے فرماتے رہیں اور یاد کیجئے اپنے رب کا نام اور تسبیح و تحمید کی صورت میں اسی کا ذکر کرتے رہیے اور تمام مشاغل و علائق سے منقطع ہو کر بس اسی کی طرف متوجہ ہو جائیے۔

دنیا اور علائق دنیا سے منقطع ہو جانے سے انسان کو ذرہ برابر بھی یہ تصور نہ کرنا چاہئے کہ میں اس مادی دنیا میں پھر اپنی زندگی کیونکر بسر کروں گا وہ تو مشرق و مغرب اور کائنات کے ہر ہر گوشہ کا رب ہے جس کے سوا کوئی معبود نہیں بس اسی کو اپنا کارساز بنا لیجئے جو ہر مخلوق کو عالم میں پالتا ہے یقیناً وہ اپنے اس بندے کے سارے کام بھی سنوار دے گا بالخصوص جو بندہ دنیا سے کٹ کر اپنے رب کی طرف رخ کر چکا ہے دنیا اور اہل دنیا سے منہ موڑ کر اللہ رب العزت کی طرف رجوع کرنا نفس کے لیے بڑا ہی دشوار کام ہے اور اس میں بڑی رکاوٹیں اور تکلیفیں پیش آتی ہیں جیسا کہ آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو بعثت کے بعد پیش آئیں مشرکین مکہ بڑی دل آزار حرکتیں اور باتیں کہنے لگے تو فرمان خداوندی نے ہمت دلائی کہ اور صبر کیجئے ان باتوں پر جو وہ کہتے ہیں اور چھوڑ دیجئے انکو مناسب طریقہ سے نہ دل میں کینہ رکھئے اور نہ ہی غیظ و غضب ہو اور نہ ہی رنج و فکر بلکہ بڑی ہی خوبی اور حوصلہ کے ساتھ ان سے صرف نظر کر لیجئے اور جھٹلانے والے مالداروں کو میں ایسے تکذیب و تردید کرنے والے متکبر مالداروں سے خود نمٹ لوں گا اور مہلت دے دیں انکو کچھ تھوڑی سی حق و صداقت کو جھٹلانے والے جو دنیا میں عیش و آرام کی زندگی گزار رہے ہیں انکی یہ حالت ہمیشہ نہیں رہے گی یہ لوگ خدائی گرفت اور عذاب سے نہ دنیا میں بچ سکیں گے نہ آخرت میں بے شک ہمارے پاس بڑی سخت بیڑیاں ہیں اور دہکتی ہوئی آگ ہے اور ایسا کھانا ہے جو حلق میں پھنس جانے والا ہو اور بھی انکے علاوہ دردناک عذاب، سانپ اور بچھو جن کے زہر سے پتھر بھی چورا چورا ہو جاتے ہیں کی ابتداء اس دن سے ہو جائے گی جب کہ زمین کانپنے لگے گی اور پہاڑ بھی جن کی جڑیں زلزلے سے کانپ کر ڈھیلی ہو جائیں گی اور زمین پر گر کر وہ پہاڑ ہو جائیں گے ریت کے تودے جن پر قدم دھنستے ہوں گے۔

بلاشبہ اس وقت کے شدید عذاب کو کسی کی طاقت اس کا قبیلہ اور مال و دولت نہیں ٹال سکے گی تو اے ہمارے پیغمبر آپ انکی بے ہودہ باتوں پر صبر کریں اور انتظار کریں اس عذاب و ذلت کا بھی جو دنیا میں ان کافروں کے واسطے طے ہے اور آخرت کے اس عذاب کا بھی جس کی شدت اس طرح ہو گی کہ زمین اور پہاڑ بھی لرز جائیں گے۔

اِنَّآ اَرْسَلْنَآ اِلَيْكُمْ رَسُوْلًا ۙ شَاهِدًا عَلَيْكُمْ

ہم نے بھیجا تمہاری طرف رسول بتانے والا تمہارا

كَمَآ اَرْسَلْنَآ اِلٰى فِرْعَوْنَ رَسُوْلًا ﴿۱۵﴾ فَعَصٰى فِرْعَوْنُ

جیسے بھیجا فرعون پاس رسول پھر کہا نہ مانا فرعون نے

الرَّسُوْلَ فَاَخَذْنٰهُ اَخْذًا وَّبِيْلًا ﴿۱۶﴾ فَكَيْفَ تَتَّقُوْنَ اِنْ

رسول کا پھر پکڑی ہم نے اس کو پکڑ وبال کی پھر کیونکر بچو گے اگر

كَفَرْتُمْ يَوْمًا يَّجْعَلُ الْوِلْدَانَ شِيْبًا ﴿۱۷﴾ السَّمَآءُ مُنْفَطِرٌۢ

منکر ہو گئے اس دن سے جو کر ڈالے لڑکوں کو بوڑھا آسمان پھٹ جاوے اس میں

بِهٖ ۭ كَانَ وَعْدُهٗ مَفْعُوْلًا ﴿۱۸﴾ اِنَّ هٰذِهٖ تَذْكِرَةٌ ۚ فَمَنْ شَآءَ

ہے اس کا وعدہ ہونا یہ تو سمجھوتی ہے پھر جو کوئی چاہے

اتَّخَذَ اِلٰى رَبِّهٖ سَبِيْلًا ﴿۱۹﴾

بنا رکھے اپنے رب کی طرف راہ

اتمام حجت خداوندی بر منکرین کفار بعثت

سید الابرار خاتم الانبیاء والمرسلین صلی اللہ علیہ وسلم

قال اللہ تعالیٰ اِنَّآ اَرْسَلْنَآ اِلَيْكُمْ رَسُوْلًا ...... الیٰ ...... اِلٰى رَبِّهٖ سَبِيْلًا

ربط: ابتداء سورت میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو قیام اللیل کے امر کے ساتھ خدا کے ذکر کی تاکید فرمائی گئی تھی اور یہ کہ منکرین و مشرکین کی ایذاء رسانی پر صبر کریں اور اللہ رب العالمین کی مدد کا انتظار فرمائیں اور اس امر کو کہ خدا کا عذاب مجرمین پر دنیا اور آخرت میں آ کر رہے گا اب ان آیات میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت کا ذکر (اور کفار مکہ کو تنبیہ کی جا رہی ہے اور فرمایا جا رہا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ

علیہ وسلم کی بعثت کو کفار مکہ بالکل ایسا ہی سمجھیں جیسا کہ موسیٰ علیہ السلام کو فرعون کی طرف بھیجا گیا تو اس تاریخی حقیقت سے کفار مکہ کو عبرت حاصل کرنی چاہیئے تو ارشاد فرمایا۔

بے شک ہم نے تمہاری طرف ایک رسول بھیجا ہے جیسا کہ ہم نے فرعون کی طرف اپنا رسول بھیجا تھا یعنی حضرت موسیٰ علیہ السلام جو ایک مستقل شریعت اور کتاب لیکر مبعوث ہوئے اور اسی کے ساتھ وہ اپنے وقت سے نبی آخر الزمان کی بشارت بھی سناتے رہتے پھر فرعون نے رسول خدا کی نافرمانی کی تو ہم نے پکڑ لیا اسکو بڑی ہی ذلت کی پکڑ کے ساتھ اور وہ باوجود اپنے لشکر طاقت و قوت اور مال و دولت کے بھی دریا کی موجوں میں ایسی ذلت کے ساتھ غرق کر دیا گیا کہ تاریخ عالم میں اس سے زیادہ ذلت و بے بسی کی ہلاکت تصور نہیں کی جا سکتی تو جب فرعون جیسا طاقتور رسول خدا کی نافرمانی پر ہلاک کر دیا تو بتاؤ تم کیسے بچ سکو گے اگر تم کفر کرتے رہے اس دن کے عذاب سے کہ اس کی شدت بچوں کو بوڑھا بنا دے گی اور آسمان پھٹ کر ٹکڑے ٹکڑے ہو جاتے گا اس دن کی شدت سے بے شک اللہ کا وعدہ پورا ہو کر رہنا ہے خواہ تم اس کو اپنی شقاوت و بدبختی سے کتنا ہی بعید سمجھو۔

بے شک یہ ایک نصیحت ہے جو تمہیں تاریخی حقیقت اور عبرت ناک انجام کے ساتھ کر دی گئی ہے اب جس کا دل چاہے اپنے رب کی طرف راستہ اختیار کرلے انسان کے لئے بس یہی کافی ہے کہ اسکو نصیحت کر دی جائے نفع و نقصان سے آگاہ کر دیا جائے اب اس کے بعد وہ اپنی رائے اور سمجھ سے جس راہ کو چاہے اختیار کرے اگر اس نے اللہ کا راستہ اختیار کر لیا تو اللہ کے فضل و کرم سے نجات و فلاح پائے گا اور اگر دیدہ و دانستہ ہدایت اور حق سے انحراف و نافرمانی کرے تو سزا اور عذاب کا مستحق ہوگا اور اللہ رب العزت اسکی نافرمانی پر جو بھی سزا دے وہ اس کا عدل و انصاف ہی ہوگا اس پر اعتراض عقل اور فطرت کے خلاف ہے

یہ سورۃ مبارکہ مکی زندگی کی ابتداء میں نازل ہوئی تھی جب کہ عالم اسباب میں اس کا تصور بھی نہیں کیا جا سکتا تھا کہ داعی اسلام پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم اور انکے صحابہ کی اس بے سروسامانی اور تکالیف پریشانیوں میں مبتلا ہونے کے باوجود ایسا اعلان کیا جا سکتا ہے کہ خدا اپنے رسول کو غالب فرماتے گا اور منکرین کو اسی طرح ہلاک و ذلیل کرے گا جس طرح کہ فرعون اور اسکی جماعت کو کیا گیا مگر تاریخ اسلام نے اللہ رب العزت کے اس فرمان و بشارت کی تصدیق و تکمیل کر دی کہ وہی منکرین بدر میں ذلیل ہوتے حضور صلے اللہ علیہ وسلم کو فتح مکہ نصیب ہوئی اور تمام سرداران قریش آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے سر جھکائے ندامت اور شرمساری کے ساتھ کھڑے معافی مانگ رہے تھے قوم قریش کی یہ ذلت و پشیمانی اور مغلوبی فرعون اور اسکی جماعت کے دریا میں غرق ہونے سے کم نہ تھی۔

یَوْمًا یَّجْعَلُ الْوِلْدَانَ شِیْبًا سے متعلق فائدہ

روز قیامت کی شدت و ہیبت بیان پہلے اس عنوان سے ذکر فرمائی گئی یَوْمَ تَرْجُفُ الْاَرْضُ وَالْجِبَالُ کہ زمین لرزنے لگے گی اور پہاڑ کی بلند چٹانیں ریزہ ریزہ ہو کر زمین کی سطح پر آ گریں گی اور پہاڑ ریت کے ٹیلے ہو جائیں گے اسکے بعد دوسری تعبیر روز قیامت کی شدت کی اس طرح فرمائی گئی۔ یَوْمًا یَّجْعَلُ الْوِلْدَانَ شِیْبًا کہ وہ دن اپنے طول یا ہیبت و شدت کے باعث بچوں کو بوڑھا بنا دے گا۔

بعض ائمہ مفسرین اس کا مقتضاء اس دن کا طول بیان کرتے ہیں اس بناء پر حق تعالیٰ نے اس دن کی مقدار کا اَلْفَ سَنَةٍ ایک ہزار برس کے برابر فرمائی ہے۔

عکرمہؒ حضرت عبداللہ ابن عباسؓ سے روایت کرتے ہیں انہوں نے فرمایا کہ آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ آیت یَوْمًا یَّجْعَلُ الْوِلْدَانَ شِیْبًا تلاوت فرمائی اور ارشاد فرمایا کہ یہ دن قیامت کا ہوگا اور یہ کیفیت اس وقت ہوگی جب کہ اللہ رب العزت جل جلالہٗ حشر میں آدمؑ کو فرمائے گا کہ اے آدمؑ اپنی ذریت میں سے جہنم کا ایندھن نکال لو یعنی جو جہنم میں ڈالے جائیں گے تو آدمؑ پوچھیں گے کتنے عدد میں کتنے جہنم کے لیے نکالوں تو فرمایا جائے گا ہر ہزار میں سے نو سو ننانوے (۹۹۹) تو یہ سن کر سب اہل محشر گھبرا جائیں گے کہ ایک ہزار کی تعداد سے صرف ایک آدمی نجات پائے گا باقی جہنم کا ایندھن ہوں گے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مسلمانوں کی جب یہ گھبراہٹ دیکھی تو فرمایا اے مسلمانو! تمہیں بشارت ہو کہ ہزار میں کا ایک تم میں سے ہوگا اور باقی یاجوج ماجوج سے پورے کر دیئے جائیں گے، اور دیگر امتوں کے کفار سے جس کا نتیجہ الحمدللہ یہ ہوگا کہ امت محمدیہ حق تعالیٰ کے فضل سے سب کی سب ہی کسی نہ کسی طرح نجات پائے گی اور جہنم کا ایندھن یاجوج ماجوج و دیگر امتوں کے کفار سے پورا کر دیا جائے گا اور اگر دیکھا جائے تو کل انسانوں کی تعداد کے لحاظ سے امت محمدیہ کا عدد شاید اتنا ہی نکلے یعنی ایک فی ہزار تو اس اعتبار سے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ وضاحت ایک عظیم بشارت ہو گئی۔

فللّٰہ الحمد حمدًا کثیرًا

اِنَّ رَبَّكَ يَعْلَمُ اَنَّكَ تَقُوْمُ

تیرا رب جانتا ہے — تو اٹھتا ہے

اَدْنٰى مِنْ ثُلُثَيِ الَّيْلِ وَنِصْفَهٗ وَثُلُثَهٗ وَطَآئِفَةٌ مِّنَ

نزدیک — دو تہائی — رات کے — اور آدھی رات اور تہائی رات اور کتنے

الَّذِيْنَ مَعَكَ ۭ وَاللّٰهُ يُقَدِّرُ الَّيْلَ وَالنَّهَارَ ۭ عَلِمَ اَنْ لَّنْ

لوگ تیرے ساتھ کے اور اللہ ماپتا ہے رات کو اور دن کو اس نے جانا کہ

تُحْصُوْهُ فَتَابَ عَلَيْكُمْ فَاقْرَءُوْا مَا تَيَسَّرَ مِنَ الْقُرْاٰنِ ۭ عَلِمَ

تم اس کو پورا نہ کر سکو گے پھر تم پر معاف کر بھیجا سو پڑھو جتنا آسان ہو قرآن - جانا

اَنْ سَيَكُوْنُ مِنْكُمْ مَّرْضٰى ۙ وَاٰخَرُوْنَ يَضْرِبُوْنَ فِي الْاَرْضِ

کہ آگے ہوں گے تم میں کتنے بیمار اور کتنے اور پھرتے ملک میں

يَبْتَغُوْنَ مِنْ فَضْلِ اللّٰهِ ۙ وَاٰخَرُوْنَ يُقَاتِلُوْنَ فِيْ سَبِيْلِ

ڈھونڈتے اللہ کا فضل اور کتنے اور لڑتے اللہ کی راہ

اللّٰهِ ڮ فَاقْرَءُوْا مَا تَيَسَّرَ مِنْهُ ۙ وَاَقِيْمُوا الصَّلٰوةَ وَاٰتُوا الزَّكٰوةَ

میں سو پڑھو جتنا آسان ہو اس میں سے اور کھڑی رکھو نماز اور دیتے رہو زکوٰۃ

وَاَقْرِضُوا اللّٰهَ قَرْضًا حَسَنًا ۭ وَمَا تُقَدِّمُوْا لِاَنْفُسِكُمْ

اور قرض دو اللہ کو اچھی طرح قرض دینا اور جو آگے بھیجو گے اپنے واسطے

مِّنْ خَيْرٍ تَجِدُوْهُ عِنْدَ اللّٰهِ هُوَ خَيْرًا وَّاَعْظَمَ اَجْرًا ۭ

کوئی نیکی اس کو پاؤ گے اللہ کے پاس بہتر اور ثواب میں زیادہ

وَاسْتَغْفِرُوا اللّٰهَ ۭ اِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ۝۲۰

اور معافی مانگو اللہ سے بیشک اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔

حکم تخفیف در قیام لیل و رخصت برائے ضعفاء و مجاہدین

قال اللہ تعالیٰ . اِنَّ رَبَّكَ يَعْلَمُ اَنَّكَ تَقُوْمُ ۔۔۔۔ الیٰ ۔۔۔۔ اِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ

ربط ، گزشتہ آیات میں تہجد اور قیام لیل کا حکم اس کی تاکید اور فضیلت کا بیان تھا اور اس کے ساتھ قرآن

تو پھر وجوب دراور دوسری مشقتوں پر تحمل وصبر کی تلقین تھی اب ان آیات میں تہجد کے بارہ میں اللہ رب العزت
نے جو تخفیف فرمائی اس کا بیان ہے اور یہ کہ ذاتی اسلام تو ہر حال میں لازم ہیں سفر وحضر ہو یا صحت وتندرستی
لیکن جو عبادات تطوع اور نفل ہیں ان میں اللہ رب العزت نے مریضوں مسافروں مجاہدوں اور ضعیفوں کے
لیے رخصت وسہولت رکھی ہے تو ارشاد فرمایا

بے شک آپ کا رب جانتا ہے کہ آپ کھڑے رہتے ہیں تہجد اور عبادت خداوندی میں قریب رات
کے دو تہائی حصہ کے اور کبھی آدھی رات اور کبھی تہائی رات اور آپ کے ساتھ ایک گروہ ان لوگوں میں سے
جو آپ کے ساتھ ہیں اسی طرح آپ کا اور آپ کے اصحاب کا شوق وجذبہ قیام اللیل اور صلوۃ تہجد کا اللہ
رب العزت دیکھ رہا ہے کہ آپ اور آپ کے اصحاب کبھی آدھی رات کے قریب اٹھ جاتے ہیں اور
کبھی اس سے بھی قبل حتی کہ دو تہائی حصہ بیداری میں گذرتا ہے اور کبھی سفر ومرض اور ضعف ودقت کی وجہ
سے ایک تہائی حصہ اور یہ سب اقوال درجہ عبادت قُمِ الَّيْلَ إِلَّا قَلِيلًا نِّصْفَهُ أَوِ انقُصْ مِنْهُ
قَلِيلًا أَوْ زِدْ عَلَيْهِ پر عمل کی صورت تھی کہ قیام اللیل کے حکم میں رات کے ٹکڑے جس جس مقدار
میں بیان کیے گئے ہیں ان سب پر عمل ہو جاتے

اور ظاہر ہے اللہ ہی ٹھیک ٹھیک اندازہ رکھتا ہے رات اور دن کا یا اس اندازہ کے لحاظ کے
وقت عبادت میں گذرا یا کہ ان ٹکڑوں میں کیسے آثار وبرکات ہیں اور وہ عابدین وذاکرین کو کس حد
تک مل رہے ہیں آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ بطور فرض اس پر عمل پیرا رہے اور اسکی
پابندی میں جو بھی جسمانی مشقت ہوتی برداشت کرتے رہے تا آنکہ اللہ رب العزت نے ایک سال
بعد حکم تخفیف نازل فرماتے ہوئے ارشاد فرمایا خدا نے جان لیا ہے کہ تم اس کا احاطہ اور عملی پابندی
نہیں کر سکتے ہو اس سہولت کے ساتھ جو اللہ نے اپنے دین میں رکھنے کا ارادہ فرمایا ہے اور کبھی نہ کبھی
سابق زمانہ میں کسی سے اس حد اور مقدار کے نباہ ہو سکنے کے باعث کوتاہی بھی ہوتی ہوگی تو اللہ نے
تم پر مہربانی کی اور درگذر فرمایا لہٰذا اب تمہاری راحت اور سہولت کے پیش نظر حکم ہے پڑھ لیا کرو جو
کچھ تم کو قرآن میں سے آسان ہو اور یہ پابندی تم سے اس لیے ہٹا دی گئی خدا کو معلوم ہے تم میں سے کچھ
بیمار ہوں گے کیونکہ ہر انسان ہمیشہ تندرست نہیں رہتا اور کچھ لوگ ایسے ہوں گے جو زمین میں سفر کریں گے
اللہ کا فضل اور اسکی رحمت ورزق تلاش کرتے ہوئے تجارت کے لیے حصول علم کے لیے مختلف
علاقوں کا سفر کرنا ہوگا کچھ ہجرت کریں گے کچھ روحانی تربیت کے لیے اولیاء وصالحین کے پاس جائیں گے
اور کچھ ایسے ہوں گے جو اللہ کی راہ میں قتال کریں گے اور جہاد کے لیے ان کو مشرق ومغرب کا سفر
کرنا ہوگا اس لیے اب حکم یہی ہے کہ پڑھ لیا کرو جس قدر بھی قرآن میں سے آسانی سے پڑھ سکو اپنے
آپ کو زیادہ مشقت میں ڈالنے کی ضرورت نہیں اور البتہ فرض نماز قائم رکھو اور زکوۃ ادا کرتے رہو
اور قرض دیتے رہو اللہ کو قرض حسنہ اور اس کی راہ میں خرچ کرتے ہوئے جس کا وہ تمکو بہترین بدلہ دے گا

اور اس طرح تمہارا دیا ہوا تمہیں واپس مل جائے گا اور بڑی ہی برکت اجر و ثواب اور اللہ کی خوشنودی کے ساتھ اور یہ بات خوب جان لو جو بھی کچھ تم نیکی کام اپنے سے آگے بھیجو گے یقیناً تم اسکو اللہ کے یہاں پاؤ گے کیونکہ وہ تو بہت ہی بہتر اور عظیم اجر و ثواب عطا کرنے والے ہیں اور انسان اپنی طبعی کمزوریوں سے بہت کچھ کوتاہیاں اور غلطیاں کر لیتا ہے تو اللہ سے معافی مانگتے رہو بے شک اللہ بڑا ہی بخشنے والا مہربان ہے اسکی بارگاہ میں اہل ایمان کے استغفار و توبہ کی بڑی قدر و منزلت ہے

فرضیت تہجد اور ایک سال بعد تخفیف کا حکم

سورۂ مزمل کی ان آیات کے ذریعہ ابتداء اسلام میں تہجد کو فرض کیا گیا تھا اور جمہور مفسرین کی رائے یہی ہے کہ یہ فرضیت آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ سب کے حق میں تھی ایک سال تک اسی طرح اس پر عمل ہوتا رہا آخر ایک سال گزرنے پر اس سورۃ کو آخری حصہ عَلِمَ اَنْ سَيَكُوْنُ مِنْكُمْ مَرْضٰى الخ سے فرضیت منسوخ کر کے نفل کر دیا گیا۔

ائمہ مفسرین میں سے مقاتلؒ اور ابن کیسانؒ سے منقول ہے کہ تہجد کو مکی زندگی میں سورۃ مزمل کے نازل ہونے پر فرض کر دیا گیا تھا اور وہ پانچ نمازوں کی فرضیت سے قبل تھا جیسا کہ ظاہر ہے پھر بعد میں فرضیت منسوخ کر دی گئی البتہ بطور تطوع اور نفل کے اس کی فضیلت کا قائم و برقرار رہی۔

امام بخاریؒ اور امام مسلمؒ نے حدیث جابر بن عبداللہؓ میں اور امام ابوداؤدؒ احمد بن حنبلؒ مسلمؒ

---

* امام بخاریؒ نے اعمش بن ابراہیم حارث بن سوید کی روایت ذکر کی ہے کہ آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

أيكم ماله أحب إليه من مال وارثه قالوا يا رسول الله ما منا أحد إلا ماله أحب إليه من مال وارثه (الخ)

بتاؤ تم سے کون شخص ایسا ہے جسکو اپنا مال اپنے وارث کے مال سے زیادہ محبوب ہو لوگوں نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ ہم میں سے ہر شخص ایسا ہی ہے کہ اس کو اپنا مال بہ نسبت اپنے وارث کے مال کے زائد محبوب ہے آپ نے ذرا سوچ کر کہنے کو فرمایا لوگوں نے عرض کیا یا رسول اللہ ہم تو یہی جانتے ہیں آپ نے فرمایا سن لو ہر شخص کا اپنا مال وہ ہے جو اس نے پہلے بھیج دیا یعنی اللہ کی راہ میں خرچ کر دیا اور وارث کا مال وہ ہے جو چھوڑ کر مر گیا آیت مبارکہ میں قرض کا عنوان اللہ کی راہ میں خرچ کی عزت و کرامت پر نہایت واضح طور پر دلالت کر رہا ہے اور یہی وہ عنوان کرامت ہے جو اس آیت میں اختیار کیا گیا ہے۔

فائدہ سورۂ مزمل مکی ہے جیسا کہ معلوم ہے اور زکوٰۃ کا حکم مدینہ منورہ میں ہجرت کے بعد ۲ھ میں نازل ہوا تو اس سورت میں اَقِيْمُوا الصَّلٰوةَ کے ساتھ حکم وَاٰتُوا الزَّكٰوةَ نازل ہوا علماء مفسرین فرماتے ہیں کہ اجمالاً نفس فرضیت کا حکم تو مکہ مکرمہ میں نازل ہو گیا تھا نصاب کی تعیین اور تفصیل مدینہ میں نازل ہوئی اس لحاظ سے حکم زکوٰۃ کی فرضیت مدنی زندگی میں بیان کی جاتی ہے۔

نمازوں میں مطلق قراءۃ قرآن کی فرضیت

علامہ آلوسیؒ تفسیر روح المعانی میں بیان کرتے ہیں آیت مزمل فَاقْرَءُوْا مَا تَيَسَّرَ مِنَ الْقُرْاٰنِ سے حضرات حنفیہ یہ استدلال کرتے ہیں کہ نماز میں فرضیت مطلق قرأۃ کی ہے جو کچھ آسان ہو خاص طور پر سورۃ فاتحہ فرض نہیں کیونکہ نص کتاب اللہ یا حدیث متواتر سے فرضیت و رکنیت ثابت ہوتی ہے تو جس طرح ارْكَعُوْا وَاسْجُدُوْا کے کلمات قرآن کریم کی آیات میں رکوع و سجود کی رکنیت ثابت کر رہے ہیں اسی طرح فَاقْرَءُوْا مَا تَيَسَّرَ کی تعبیر نفس قرأت کی فرضیت و رکنیت ثابت کرتی ہے، امام شافعیؒ امام مالکؒ رکنیت و فرضیت فاتحہ کے قائل ہیں حدیث عبادۃ بن الصامت لا صلوٰۃ لمن لم یقرء بفاتحۃ الکتاب الخ اور حدیث ابی ھریرۃ من صلی صلوٰۃ لم یقرء فیھا بام القرآن فھی خداج۔

حضرات حنفیہ کی طرف سے انکے متعدد جوابات اور بیان کردہ مسئلہ کے لئے متعدد دلائل بیان کئے ہیں جن کی تفصیلات شروح فقہ میں مذکور ہیں اصولی طور پر یہ بات واضح ہے جیسا کہ قاضی ابوبکر جصاصؒ نے احکام القرآن میں بیان فرمایا ما تیسر میں حکم عموم اور اطلاق کے ساتھ ہے اسکو مخصوص کرنا خبر واحد کے ذریعہ سے اصولاً درست نہیں ہے اور یہ قرار دینا کہ ما تیسر میں اجمال ہے اور اسکی توضیح خبر واحد سے ہوئی صحیح نہیں ہے دلالت عربیت سے یہ عنوان اطلاق ہی کا ہے۔

خبر واحد کو تفسیر وہاں قرار دیا جا سکتا ہے جہاں تعبیر میں از روئے وضع لغت ابہام ہو اور اس طرح اس پر عمل ممکن نہ ہو اور ظاہر ہے کہ یہاں یہ صورت نہیں بلکہ بہت ممکن ہے کہ بعض صورتوں میں تو حدیث لا صلوٰۃ کو ما تیسر کی تفسیر قرار دینے میں خود نص ما تیسر کا ابطال لازم آجائے بایں صورت کہ ایک شخص کو سورۃ فاتحہ کی سات آیات کی تلاوت دشوار ہو اور ممکن نہ ہو سکے بالمقابل قرآن کی اور کوئی آیت آسان اور ممکن ہو تو ایسی صورت میں لا محالہ یہ لازم آئے گا کہ ما تیسر سے ہم فرضیت ہونے کے قائل نہ ہوں اور ماسوی فاتحہ کے دوسری آیات آسان اور ممکن التلاوت ہونے کے باوجود سورۃ فاتحہ کی قرأۃ کا اسکو مامور سمجھیں اس وجہ سے

حنفیہ نے یہ موقف اختیار فرمایا کہ نفس قراءۃ ما تیسر رکن اور فرض ہے قراءۃ فاتحہ رکن نہیں علاوہ ازیں یہ بھی اصولی امر ہے کہ خبر واحد سے فرضیت ثابت نہیں ہو سکتی البتہ وجوب کی حد تک خبر واحد سے ثبوت ممکن ہے۔

تفصیل کیلئے شروح حدیث و شروح فقہ کی مراجعت فرمائی جائے نیز یہ مسئلہ اور بحث نفس قراءۃ فی الصلوٰۃ سے متعلق ہے، رہ گیا قراءۃ کا مسئلہ خلف الامام کے مسئلہ سے متعلق اسکے لئے آیت وَاِذَا قُرِئَ الْقُرْاٰنُ کی تفسیر میں حضرت والد صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے کچھ اصولی دلائل بیان فرما دیئے ہیں وہاں تفصیل ملاحظہ فرمائی جائے

الحمد للہ قد تم تفسیر سورۃ المزمل۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

سُوْرَةُ الْمُدَّثِّرِ

اس سورت میں خاص طور پر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے منصب رسالت کی عظمت و برتری کو ذکر کرتے ہوئے دعوۃ اسلام اور پیغام توحید کے لیے مستعد و کمربستہ ہونے کا حکم فرمایا گیا یہی وہ پہلی سورت و آیات ہیں جو اِقْرَاْ بِاسْمِ رَبِّكَ الَّذِيْ خَلَقَ کے نازل ہونے کے بعد نازل ہوئیں انہی آیات کے نزول پر آپ کے دور رسالت کا آغاز ہوا جبکہ اس سے قبل آپ صرف نبی اور نبی کی حیثیت میں تھے۔

غار حرا میں ابتداء وحی اور دہشت کے بعد ایک مدت ایسی گذری جس میں کوئی وحی نہیں اتری آپ مستفکر و مشتاق رہتے اور کبھی کبھی شدت شوق و انتظار میں مکہ کی آبادی سے باہر بھی نکل جاتے تا آنکہ ایک دفعہ آپ نے آوازیں سنیں کہ کوئی آپ کو پکار رہا ہے آپ نے آگے پیچھے دائیں بائیں دیکھا کوئی نظر نہ آیا پھر سر بلند فرمایا تو دیکھا کہ وہی فرشتہ جو غار حرا میں آیا تھا ایک کرسی پر ہے جو آسمان و زمین کے درمیان ہے اس نے آسمان کا کنارا گھیر رکھا ہے اسکو دیکھ کر آپ پر رعب طاری ہوا جیسے غار حرا میں نزول وحی سے ہیبت و کپکپی آپ پر طاری ہوئی تھی اسی طرح اس مرتبہ بھی پیش آئی اور آپ گھر واپس آکر فرمانے لگے دثرونی دثرونی، مجھے چادر اوڑھا دو مجھے چادر اوڑھا دو اسی حالت میں یہ آیات نازل ہوئیں يٰٓاَيُّهَا الْمُدَّثِّرُ قُمْ فَاَنْذِرْ۔

نبوت و رسالت کی ذمہ داریوں کے لیے کمربستہ ہونے کے حکم کے ساتھ چند اور بنیادی اصول بھی اس سورت مبارکہ میں بیان فرمائے گئے صبر و استقامت اور حلم و درگذر کی ہدایت فرمائی گئی اور یہ بھی واضح کر دیا گیا کہ مجرمین اس دھوکہ میں نہ رہیں کہ ان کے جرم پر ان کو کوئی پکڑنے والا نہیں ہے یقیناً انکو اپنے اس

بے ہودہ کردار اور کفر و نافرمانی کی سزا، مستحقین جنت کی اور اہل ایمان و طاعت شعار کے انعامات سے سرفراز کیے جانے کا ذکر ہے۔ غرض اسی طرح کے مضامین کے ساتھ قرآن کریم کی عظمت و حقانیت کو بھی بیان فرمایا گیا۔

بعض حضرات سے یہ منقول ہے کہ سورۂ مدثر اول ما نزل فی القرآن ہے، انکی نظر جابر رضی اللہ عنہ کی اس روایت پر ہے جس میں اس طرح بیان فرمایا گیا لیکن حقیقت یہ ہے کہ جابر رضی اللہ عنہ نے فترت وحی یعنی غار حرا میں اقرأ نازل ہونے کے بعد جو ایک مدت تقریباً تین سال انقطاع وحی کی گذری اس کے بعد سب سے پہلے یٰۤاَیُّهَا الْمُدَّثِّرُ نازل ہونے والی آیات بیان کی ہیں چنانچہ امام بخاری نے باب بدء الوحی میں حضرت جابر رضی اللہ عنہ کی اس مجمل روایت کی وضاحت کر دی جس سے سورۂ مدثر کی اولیت نزول کا گمان کیا گیا اور یہ اس طرح واضح فرما دیا کہ وھو یحدث عن فترة الوحی کہ جابر رضی اللہ عنہ فترت وحی کا قصہ بیان کرتے فرماتے ہیں کہ اسکے بعد جو آیات سب سے پہلے اتریں اور پھر نزول وحی کا سلسلہ پے در پے اور مسلسل جاری ہوا وہ یہ آیات ہیں لہٰذا اب اس بات کی گنجائش نہ رہی کہ یوں کہا جائے کہ یہ مسئلہ مختلف فیہ ہے کہ سب سے پہلے اقرأ نازل ہوئی یا یٰۤاَیُّهَا الْمُدَّثِّرُ اور یہی کہا جائے گا کہ یہ امر اجماعی اور متفق علیہ ہے کہ سب سے پہلے وحی غار حرا میں اِقْرَاْ بِاسْمِ رَبِّكَ الَّذِیْ خَلَقَ کی ابتدائی پانچ آیات ہیں اور پھر فترت وحی کے بعد سب سے پہلے نازل ہونے والی آیات یٰۤاَیُّهَا الْمُدَّثِّرُ ہیں اور حضرت جابر رضی اللہ عنہ اسی کو روایت کر رہے ہیں۔

آیاتھا ۵۶ — سُوْرَةُ الْمُدَّثِّرِ مَكِّيَّةٌ ۷۴ — رکوعاتھا ۲

سورۂ مدثر مکی ہے اور اس میں چھپن آیتیں اور دو رکوع ہیں۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

شروع اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم والا۔

يٰٓاَيُّهَا الْمُدَّثِّرُ ۝۱ قُمْ فَاَنْذِرْ ۝۲ وَرَبَّكَ فَكَبِّرْ ۝۳ وَثِيَابَكَ

اے لحاف میں لپٹنے! کھڑا ہو پھر ڈر سنا اور اپنے رب کی بڑائی بول اور اپنے کپڑے

فَطَهِّرْ ۝۴ وَالرُّجْزَ فَاهْجُرْ ۝۵ وَلَا تَمْنُنْ تَسْتَكْثِرُ ۝۶ وَلِرَبِّكَ

پاک رکھ اور گندگی کو چھوڑ دے اور نہ کر کہ احسان کرے اور بہت چاہے اور اپنے رب کی

فَاصْبِرْ ۝۷ فَاِذَا نُقِرَ فِي النَّاقُوْرِ ۝۸ فَذٰلِكَ يَوْمَىِٕذٍ يَّوْمٌ

راہ دیکھ پھر جب گونج اٹھے وہ کھوکھرا پھر وہ اس دن مشکل دن

عَسِيرٌ ﴿٩﴾ عَلَى الْكَافِرِينَ غَيْرُ يَسِيرٍ ﴿١٠﴾ ذَرْنِي وَمَنْ خَلَقْتُ

سخت ہے منکروں پر نہیں آسان چھوڑ دے مجھ کو اور اسکو جو میں

وَحِيدًا ﴿١١﴾ وَجَعَلْتُ لَهُ مَالًا مَمْدُودًا ﴿١٢﴾ وَبَنِينَ شُهُودًا ﴿١٣﴾

نے بنایا اکیلا اور دیا اسکو مال پھیلا کر اور بیٹے مجلس میں بیٹھنے والے

وَمَهَّدْتُ لَهُ تَمْهِيدًا ﴿١٤﴾ ثُمَّ يَطْمَعُ أَنْ أَزِيدَ ﴿١٥﴾ كَلَّا ۖ إِنَّهُ

اور تیاری کر دی اسکو خوب تیاری پھر لالچ رکھتا ہے کہ اور دوں کوئی نہیں

كَانَ لِآيَاتِنَا عَنِيدًا ﴿١٦﴾ سَأُرْهِقُهُ صَعُودًا ﴿١٧﴾ إِنَّهُ فَكَّرَ وَ

وہ ہے ہماری آیتوں کا مخالف اب اس سے چڑھواؤں گا بڑی چڑھائی اس نے سوچ لیا اور

قَدَّرَ ﴿١٨﴾ فَقُتِلَ كَيْفَ قَدَّرَ ﴿١٩﴾ ثُمَّ قُتِلَ كَيْفَ قَدَّرَ ﴿٢٠﴾ ثُمَّ

دل میں ٹھہرا لیا سو مارا جائیو کیسا ٹھہرایا پھر مارا جائیو کیسا ٹھہرایا پھر

نَظَرَ ﴿٢١﴾ ثُمَّ عَبَسَ وَبَسَرَ ﴿٢٢﴾ ثُمَّ أَدْبَرَ وَاسْتَكْبَرَ ﴿٢٣﴾ فَقَالَ

نگاہ کی پھر تیوری چڑھائی اور منہ تھتھایا پھر پیٹھ دی اور غرور کیا پھر بولا

إِنْ هَٰذَا إِلَّا سِحْرٌ يُؤْثَرُ ﴿٢٤﴾ إِنْ هَٰذَا إِلَّا قَوْلُ الْبَشَرِ ﴿٢٥﴾

اور کچھ نہیں یہ جادو ہے چلا آتا اور کچھ نہیں یہ کہا ہے آدمی کا

سَأُصْلِيهِ سَقَرَ ﴿٢٦﴾ وَمَا أَدْرَاكَ مَا سَقَرُ ﴿٢٧﴾ لَا تُبْقِي وَلَا

اب اسکو ڈالوں گا آگ میں اور تو کیا بوجھا کیسی ہے وہ آگ نہ باقی رکھے اور نہ

تَذَرُ ﴿٢٨﴾ لَوَّاحَةٌ لِلْبَشَرِ ﴿٢٩﴾ عَلَيْهَا تِسْعَةَ عَشَرَ ﴿٣٠﴾ وَمَا جَعَلْنَا

چھوڑے نظر آتی ہے پنڈے کو اس پر مقرر ہیں انیس شخص اور ہم نے جو رکھے

أَصْحَابَ النَّارِ إِلَّا مَلَائِكَةً ۙ وَمَا جَعَلْنَا عِدَّتَهُمْ إِلَّا فِتْنَةً

ہیں دوزخ پر وہ فرشتے ہی ہیں اور ان کی جو گنتی رکھی سو جانچنے کو

لِلَّذِيْنَ كَفَرُوْا لِيَسْتَيْقِنَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ وَيَزْدَادَ

منکروں کے تاکہ یقین کریں جن کو ملی ہے کتاب اور بڑھے

الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِيْمَانًا وَّلَا يَرْتَابَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ

ایمانداروں کو ایمان اور دھوکا نہ کھاویں جن کو ملی ہے کتاب

وَالْمُؤْمِنُوْنَ ۙ وَلِيَقُوْلَ الَّذِيْنَ فِيْ قُلُوْبِهِمْ مَّرَضٌ وَّ

اور مسلمان اور تا کہیں جن کے دل میں روگ ہے اور

الْكٰفِرُوْنَ مَاذَآ اَرَادَ اللّٰهُ بِهٰذَا مَثَلًا ۭ كَذٰلِكَ يُضِلُّ اللّٰهُ

منکر کیا غرض تھی اللہ کو اس کہاوت سے یوں بھٹکاتا ہے اللہ

مَنْ يَّشَاۗءُ وَيَهْدِيْ مَنْ يَّشَاۗءُ ۭ وَمَا يَعْلَمُ جُنُوْدَ رَبِّكَ

جس کو چاہے اور راہ دیتا ہے جس کو چاہے اور کوئی نہیں جانتا تیرے رب کے لشکر

اِلَّا هُوَ ۭ وَمَا هِيَ اِلَّا ذِكْرٰى لِلْبَشَرِ ﴿۳۱﴾

مگر وہی آپ اور وہ تو سمجھوتی ہے لوگوں کے واسطے

حکم اعلان توحید و رسالت سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم و تہدید و مذمت بر اعراض مجرمین

قال اللہ تعالیٰ: يٰٓاَيُّهَا الْمُدَّثِّرُ ۙ قُمْ فَاَنْذِرْ ...... الی ...... اِلَّا ذِكْرٰى لِلْبَشَرِ

ربط: سورۂ مزمل کے آخر میں بالخصوص احکام خداوندی کی اطاعت کا حکم فرمایا گیا تھا اور یہی ایمان کا تقاضا ہے کہ اہل ایمان نمازیں قائم رکھیں اور زکوٰۃ ادا کرتے رہیں اور حق تعالیٰ کی راہ میں انفاق (خرچ) سے کبھی بھی گریز نہ کریں یہ تو اللہ رب العزت کی بارگاہ میں ایک قرض حسن ہے جو بڑی ہی برکتوں اور نفع کے ساتھ قرض دینے والوں کو واپس ملے گا اور یہ آخرت کے واسطے بہترین ذخیرہ ہے جو دنیاوی زندگی میں ہی آخرت کے لیے مہیا کیا جاتا ہے اور وہ خداوند عالم اپنے بندوں کے اعمال پر بہترین اجر و ثواب عطا فرمائے

والا ہے ان تمام مقاصد کی تکمیل کے لئے اللہ نے اپنے پیغمبر کو مبعوث فرمایا اور انکو جامع شریعت اور کامل ہدایت سے نوازا تو اس مناسبت سے حق تعالیٰ شانہ اپنے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کو منصب رسالت کی ذمہ داریوں کو پورا کرنے کیلئے خطاب فرما رہے ہیں۔

یٰۤاَیُّهَا الْمُدَّثِّرُ قُمْ فَاَنْذِرْ اے چادر میں لپٹنے والے کھڑے ہو جائیے اور پوری مستعدی اور سرگرمی کے ساتھ منصب رسالت کی ذمہ داریاں پوری کرنے کے لیے تیار ہو جائیے پھر لوگوں کو ڈرائیے عذاب آخرت سے اگر وہ خالق کائنات اور رب العالمین پر ایمان نہ لائے اور اسکی اطاعت و فرماں برداری نہیں کی۔ اور اپنے رب کی کبریائی و عظمت بیان کرتے رہیئے تاکہ خداوند عالم کی عظمت و شوکت کو سن کر اور اس کو سمجھ کر منکرین و مشرکین اس کی توحید کی طرف مائل ہو سکیں اور یہ سمجھ لیں کہ شرک و بت پرستی کی وجہ سے جو عذاب خداوندی واقع ہوگا یہ ہمارے بت اسکو دفع نہ کر سکیں گے اور اپنے کپڑوں کو پاک رکھئے اور جب کہ کپڑوں کو بھی نجاست سے پاک رکھنے کی ضرورت ہے تو لامحالہ بدن اور اعضاء بدن کو بھی ہر طرح کی ظاہری اور معنوی عملی اور حسی گندگی سے پاک رکھنا چاہیئے اور جب بدن کو بھی ہر قسم کی نجاست سے پاک رکھنا لازم ہے تو بلاشبہ قلب پر بھی ادنیٰ درجہ کی گندگی عقائد باطلہ اور اخلاق ذمیمہ نیز کفر و شرک کی ہرگز نہ ہونی چاہیئے اور جو حکم آپ کو کپڑوں کی پاکی کا دیا جا رہا ہے اس حکم سے اور اس کے نتائج و لوازم سے اے ہمارے پیغمبر دوسروں کو بھی آگاہ کر دیجئے[1]

اور گندگی سے دور رہیئے اور سب سے بڑی گندگی شرک و بت پرستی ہے تو اس سے بھی بدستور اجتناب کیجئے جیسے کہ آپ اب تک اس سے دور اور محفوظ ہیں[2]۔

اور احسان نہ کیجئے اس لیے کہ آپ اسکے ذریعہ بدلہ زائد چاہیں کیونکہ انسان طبعی کمزوری یا مال و منال کی حرص کے باعث بسا اوقات احسان اس توقع یا تصور پر کرتا ہے کہ مجھے اس کا بدلہ زائد ملے گا تو آپ اس طرح کے تصور سے بھی اپنے قلب کو پاک رکھیے اور اپنے رب ہی کے لیے اس کے دیئے ہوئے پر

---

[1] لباس سے بطور کنایہ حالت اور طرز زندگی بھی مراد لیا جاتا ہے تو اس لحاظ سے کپڑوں اور لباس کی پاکی کا حکم گویا طرز زندگی اور اعمال و اخلاق کی پاکی اختیار کرنے کا حکم ہے جیسا کہ ارشاد ہے وَلِبَاسُ التَّقْوٰى ذٰلِكَ خَيْرٌ ۔ تو اس سے ظاہر ہوا کہ ہر عملی حالت گویا پیکر لباس ہے ۱۲

[2] مراد یہ ہے کہ یہ امر کے صیغے انشاء امر کیلئے نہیں بلکہ دوام کے لیے ہیں یعنی مطلوب ان چیزوں کا دوام ہے۔
حضرت شیخ الاسلام فرمایا کرتے تھے کہ حضرت شیخ الہند ان آیات کے ترجمہ میں اس طرح کے الفاظ کا اہتمام فرمایا کرتے تھے اور انکے خلاف انشاء امر کے طور پر یہ ترجمہ کپڑے پاک کیجئے سوء ادبی شمار فرماتے تھے۔

پ

کی خوب اچھی طرح ہموار کر دیا پھر بھی وہ اپنی طبعی حرص و لالچ کے باعث طمع کرتا ہے کہ میں اسکو اور بھی دوں گا عزت و سربلندی حتیٰ کہ وہ یہ بھی جرأت کرنے لگا کہ آخرت میں بھی اسکو یہ سب کچھ مل جائے گا جو دنیا میں ملا ہوا ہے خبردار! ہرگز ایسا نہیں آخرت میں تو کیا وہ تو دنیا میں بھی دیکھ لے گا کہ کیسا ذلیل و خوار ہوتا ہے اسلئے کہ وہ تو ہماری آیتوں کا بڑا ہی مخالف ہے اور بغض و عناد رکھنے والا ہے۔

اب عنقریب میں اسکو چڑھاؤں گا کڑی ہی دشوار چڑھائی پر ذلت و مصائب اور سخت ترین دشواریاں جو پہاڑ کی طرح دشوار گذار ہوں گی اور وہ مشقتیں اور دشواریاں اس سے جھیلی نہ جا سکیں گی جیسے کوئی انسان کسی دشوار گذار پہاڑی چوٹی پر نہیں چڑھ سکتا مگر افسوس شقاوت اور بدبختی کی حد ہو گئی اس نے کچھ سوچا پھر دل میں کچھ ٹھہرا لیا سو یہ بدبخت ہلاک ہو کہ اس نے کیسی بے ہودہ بات دل میں ٹھہرائی پھر ہلاک و غارت ہو کیسی بات اس نے ٹھہرائی جب کہ اہل قریش نے اس سے کہا آخر کوئی بات تو بتاؤ کہ ہم کس طرح لوگوں کو محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) سے بھٹکائیں تو اس نے بڑے ہی انداز تدبر و تفکر سے کچھ سوچا اور پھر دل میں کچھ طے کر کے کہا اچھا کہ بس یہ کہو کہ محمد ساحر ہیں اور یہ کلام بھی جو سناتے ہیں، سحر ہے تو اس نے پھر ایک نگاہ ڈالی اپنی جماعت پر جیسا کہ عیار لوگ جب اپنی مکاری کے جال میں لوگوں کو پھانسنا چاہیں تو دیکھا کرتے ہیں اور نظریں گھمایا کرتے ہیں۔

پھر منہ بنایا تیوری چڑھائی اور ایسا منہ بنایا جیسے کسی ناگوار چیز سے انسان اظہار کراہت کے لئے منہ بناتا ہو پھر پیٹھ پھیری اور غرور کیا اور ایسے انداز یعنی اظہار نفرت و کراہت اور غرور و تکبر کو اختیار کرتے ہوئے پھر بولا بس یہ تو اس کے سوا اور کچھ نہیں کہ ایک جادو ہے جو نقل در نقل اور نسلاً بعد نسل چلا آتا ہے پہلے بھی اسی طرح جادوگر تھے اور اب یہ بھی اسی قسم کا جادو اس کلام کی شکل میں پیش کر رہے ہیں یہ کچھ نہیں سوائے اسکے کہ ایک آدمی کا کہا ہوا ہے نہ کہ وحی اور خدا کا کلام بہرحال اس مکار و عیار اور بدبخت کی یہ باتیں نقل کر کے فرما رہا ہے اچھا میں عنقریب ہی اس بدبخت کو گھسیٹ کر ڈالوں گا جہنم کی آگ میں اور اسکے سارے عناد و تکبر اور غرور کا مزا چکھا دوں گا اور اے مخاطب کیا تو جانتا بھی ہے کہ کیسی آگ ہے وہ؟ وہ آگ ایسی ہے نہ باقی رکھے گی اور نہ چھوڑے گی بلکہ دوزخیوں کی ہر چیز کو جلا دے گی اور کوئی بھی حصہ جلنے سے بچ نہ سکے گا اور پھر اس حالت پر کہ وہ جل بھن گئے ہوں باقی نہ چھوڑے گی بلکہ دوبارہ اصلی حالت پر لوٹا دیا جائے گا تاکہ پھر جلیں اور جلنے کی اذیت کا مزہ چکھتے رہیں جیسے کہ سورۃ نساء میں فرمایا گیا "كُلَّمَا نَضِجَتْ جُلُودُهُمْ بَدَّلْنَاهُمْ جُلُودًا غَيْرَهَا لِيَذُوقُوا الْعَذَابَ"

؎ روایات میں آتا ہے کہ ان آیات کے نزول کے بعد فوراً یہ بدبخت یعنی ولید بن مغیرہ طرح طرح کی مصیبتوں اور دشواریوں میں مبتلا ہو گیا پے در پے مالی نقصانات پیش آتے رہے تجارت برباد ہو گئی باغات ضائع ہو گئے آخر فقیر ہو کر ذلت کے ساتھ مرا ۱۲ فوائد عثمانی

یہ آگ جھلسنے والی ہوگی بدن کی کھال جس سے اسکے جلتے ہی بگڑ جاتیں گے اس جہنم پر انیس فرشتے مقرر ہیں جو اللہ کے احکام اور جہنمیوں کو سزا دینے کی ذمہ داری ادا کرتے ہوں گے اور ہم نے جہنم کے نگران صرف فرشتوں کو کرا دیا ہے کو جہنم کا داروغہ مقرر کیا گیا ہے اور نہیں بنایا ہم نے انکی اس تعداد کو مگر آزمائش کافروں کے لئے کہ وہ کس طرح اس تعداد کو سن کر مذاق اڑاتیں گے انکار کریں گے قیل و قال اور حجت بازی کہ اس عدد میں کیا مصلحت ہے لیکن انکے بالمقابل یہ تعداد اس لئے ہے کہ یقین کر لیں وہ لوگ جن کو کتاب دی گئی اور ایمان والوں کے ایمان میں اور اضافہ ہو جائے اور کسی قسم کا دھوکہ دکھائیں

—— جہنم پر مقرر کردہ فرشتوں کی تعداد انیس بیان کرتے ہوئے یہ فرمانا وَمَا يَعْلَمُ جُنُودَ رَبِّكَ إِلَّا هُوَ۔ اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ یہ انیس فرشتے جو داروغہ جہنم مقرر کئے گئے ہیں تو یہ بحیثیت افسران بالا ہوں گے ہر ایک افسر کے تحت کس قدر عملہ ہوگا یہ تو خدا ہی جانتا ہے یا تکے لشکر ہیں جن کو کوئی بھی نہیں جان سکتا۔

حضرت شاہ عبدالعزیز قدس اللہ سرہ نے انیس کے عدد کی حکمتیں بڑی عجیب اور لطیف بیان کی ہیں حضرات اہل علم مراجعت فرمائیں جن کا حاصل یہ ہے کہ جہنم میں مجرموں کے عذاب دینے کے سلسلہ میں انیس قسم کے فرائض ہیں جن میں سے ہر فرض کی انجام دہی ایک ایک فرشتہ کی سرکردگی میں ہوگی اس میں کوئی شبہ نہیں کہ فرشتہ کی طاقت بہت بڑی ہے ایک فرشتہ وہ کام کر سکتا ہے جو لاکھوں آدمی انجام نہیں دے سکتے لیکن ہر فرشتہ کی قوت اور اسکی عمل مصروفیت اسی دائرہ میں محدود کر دی گئی جس کے لیے وہ مامور ہے مثال کے طور پر سمجھ لیجئے کہ ملک الموت لاکھوں انسانوں کی جان ایک آن میں نکال سکتا ہے مگر عورت کے پیٹ میں ایک بچے کے اندر جان نہیں ڈال سکتا حضرت جبرئیل علیہ السلام زدن میں وحی لا سکتے ہیں لیکن پانی برسانا ان کا کام نہیں جسطرح انسان کی قوتوں کو قدرت خداوندی نے محدود کر رکھا ہے کان لاکھوں آوازیں تو سن سکتا ہے لیکن وہ ایک چیز کو بھی دیکھ نہیں سکتا آنکھیں بے شمار چیزوں کو دیکھ کر نہیں تھکیں گی لیکن وہ ایک آواز بھی سننے پر قادر نہیں اسی طرح جو فرشتہ بھی عذاب پر مقرر ہوگا وہ فرشتہ صرف اسی قسم کا عذاب دے گا جس قسم کے عذاب پر وہ مامور ہے دوسری قسم کا عذاب دینے کی اس کو قطعاً قدرت نہ ہوگی تو اس طرح انیس قسم کے عذاب ہوں گے کوئی ضرب سے عذاب دینا ہوگا کوئی جلانے سے کوئی توبیخ و ملامت سے کوئی زقوم اور صدید وحمیم کے کھلانے اور پلانے پر مقرر ہوگا اس طرح یہ انیس فرشتے اپنے مقرر کردہ عذاب کی انجام دہی میں مصروف ہوں گے۔ واللہ اعلم بالصواب۔

(تفصیل کیلئے تفسیر عزیزی کی مراجعت فرمائیں)

قت

وہ لوگ جن کو کتاب دی گئی اور وہ جو اہل ایمان ہیں کیونکہ وہ اللہ کی ہر بات پر یقین کریں گے اور اس پر ایمان لائیں گے اور یہ تعداد اس وجہ سے بھی ہے کہ وہ لوگ جن کے دلوں میں مرض ہے وہ یہ کہیں کہ اللہ نے کیا ارادہ کیا ہے اس چیز کو مثل بنا لینے سے اور بطور عدد اس کو بیان کرنے سے اس کی کیا غرض ہے بھلا یہ کیا بات ہے اور کون اس کو جان سکتا ہے اور نہیں جانتا ہے اے ہمارے پیغمبر آپ کے رب کے لشکروں کو مگر وہی پروردگار اور نہیں ہیں یہ باتیں مگر وعظ و نصیحت دنیا کے انسانوں کے لیے کہ وہ جہنم اور عذاب جہنم اور اللہ کے لشکر اور جہنم پر مقرر انیس کی تعداد میں داروغہ کو ذکر سن کر عبرت و نصیحت حاصل کریں غضب الٰہی سے ڈریں اور نافرمانی سے بچیں۔

ف بعض روایات میں ہے کہ جب یہ آیت عَلَيْهَا تِسْعَةَ عَشَرَ نازل ہوئی تو مشرکین نے انیس کا عدد سن کر مذاق کرنے لگے اور ایک دوسرے سے قہقہے لگاتے ہوئے کہنے لگے یہ انیس بھلا کیا کرلیں گے ہم تو ہزاروں ہیں اگر کچھ ہوا بھی تو زیادہ سے زیادہ ہم میں سے دس دس ایک ایک کے مقابلہ کے لیے آ جائیں گے ان میں ایک پہلوان تھا وہ کہنے لگا بھائی سترہ کو تو میں اکیلا ہی کافی ہوں باقی دو رہ جائیں گے ان سے تم نمٹ لینا تو اس پر یہ آیت نازل ہوئی وَمَا جَعَلْنَا أَصْحٰبَ النَّارِ إِلَّا مَلٰٓئِكَةً کہ یہ انیس تم جیسے کوئی انسان نہیں بلکہ یہ تو فرشتے ہیں اور فرشتوں کی طاقت کا یہ حال ہے کہ ایک ہی فرشتہ نے قوم لوط کی پوری بستی کو ایک ہی بازو پر اٹھا کر پھینک دیا تھا۔

رب سماوات و ارض کے لشکر بس وہی جانتا ہے

حافظ عماد الدین ابن کثیر دمشقیؒ اپنی تفسیر ابن کثیر میں آیت مبارکہ وَمَا يَعْلَمُ جُنُوْدَ رَبِّكَ إِلَّا هُوَ کی تفسیر میں بیان فرماتے ہیں کہ حدیث معراج (جو صحیحین میں موجود ہے) سے یہ ثابت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بیت المعمور کی صفت و کیفیت ذکر کرتے ہوئے فرمایا کہ یہ بیت معمور ساتویں آسمان میں ہے جس میں ہر روز ستر ہزار فرشتے داخل ہوتے ہیں اور پھر ان کو لوٹنے کی نوبت نہیں آتی یعنی ملائکہ کا ہجوم و کثرت اس قدر ہے کہ ان ستر ہزار کے طواف کرنے کے بعد پھر انکے طواف کی نوبت ہی نہیں آتی تو جس پروردگار کی یہ عظمت و شان ہے تو ظاہر ہے کہ اسکے فرشتوں کا لشکر کیسے معلوم ہو سکتا ہے۔

امام احمد بن حنبلؒ نے حضرت ابو ذر غفاری رضی اللہ عنہ کی وہ مرفوع حدیث تخریج فرمائی ہے جس میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد نقل کیا کہ آپ نے فرمایا کہ آسمانوں میں انگشت کے برابر کوئی جگہ ایسی نہیں کہ جہاں کوئی فرشتہ بارگاہ رب العزت میں سربسجود نہ ہو اور فرمایا اے لوگو اگر

تم کو وہ بات معلوم ہو جائے جو مجھے معلوم ہے تو تمہارا یہ حال ہو جائے کہ تم کثرت سے رونے لگو اور ہنسنا کم کر دو اور تم اپنے بستروں سے لطف اندوز ہونے کے بجائے جنگلوں اور بیابانوں میں نکل جاؤ اور اللہ کی طرف رجوع کرتے ہوئے آہ و زاری کرتے ہوئے گڑگڑانے لگو۔

یہ وہی حقیقت ہے جو قرآن کریم کی اس آیت میں واضح کر دی گئی وَمَا مِنَّآ اِلَّا لَهٗ مَقَامٌ مَّعْلُوْمٌ وَّاِنَّا لَنَحْنُ الصَّآفُّوْنَ وَاِنَّا لَنَحْنُ الْمُسَبِّحُوْنَ حافظ ابن کثیرؒ نے ایک اور روایت بیان فرمائی عبداللہ بن عمرؓ فرماتے ہیں کہ ایک روز عمر فاروق رضی اللہ عنہ نماز کے لیے تشریف لائے جب کہ جماعت کھڑی ہو رہی تھی تو آپ نے دیکھا کہ تین آدمی بیٹھے ہوئے ہیں جو نماز کے لیے اٹھے نہیں جن میں ایک شخص ابو جحش لیثی تھا آپ نے فرمایا اٹھو نماز کے لیے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نماز پڑھو تو ان میں سے دو آدمی تو کھڑے ہو گئے اور تیسرے یعنی ابو جحش نے کہا میں اس وقت تک نہیں کھڑا ہوں گا جب تک کوئی شخص مجھ سے زیادہ طاقتور بازوؤں والا اور مجھ سے قوی گرفت والا آ جائے اور وہ مجھے پچھاڑ دے اور میرے چہرہ کو مٹی میں رگڑ دے تو میں اس وقت ہی اٹھ سکتا ہوں حضرت عمر فاروقؓ فرماتے ہیں کہ میں نے اس خبیث کو زمین پر دے مارا اور اس کا چہرہ مٹی میں رگڑا وہ شخص عثمان غنیؓ کے پاس آیا اور یہ قصہ بتایا تو عثمان رضی اللہ عنہ نے مجھے بلایا عمر فاروقؓ فرماتے ہیں کہ میں غصہ میں بھرا ہوا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس پہنچا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اگر عمرؓ اس پر راضی ہوا تو خیر بہتر ہے ورنہ میں تو سے عمرؓ یہ چاہتا تھا کہ تم اس خبیث کا سر قلم کر کے میرے پاس لاتے۔

پھر آپ نے فرمایا اے عمرؓ میں تم کو بتاتا ہوں خداوند عالم ابی جحش کی نماز سے بے نیاز ہے اللہ کے لیے تو آسمانوں میں فرشتے ہر وقت عبادت و بندگی میں اس طرح مصروف ہیں کہ ایک لمحہ بھی اس کی بندگی سے غافل نہیں گزرتا آسمان دنیا میں وہ فرشتے ہیں جو ہر وقت سربسجود ہیں اور وہ قیامت تک سجدہ سے سر ہی نہیں اٹھائیں گے اور جب قیامت ہو گی وہ اٹھیں گے تو کہتے ہوں گے ما عبدناک حق عبادتک اسی طرح ہر آسمان پر فرشتوں کی ایک ایک عبادت رکوع و سجود اور قیام اور تسبیح و تحمید کا ذکر فرمایا کہ وہ اسی حالت میں قیامت تک رہیں گے تفصیل تفسیر ابن کثیرؒ میں ملاحظہ فرمائیں

تفسیر ابن کثیر جلد ۴۔

كَلَّا وَالْقَمَرِ ﴿۳۲﴾ وَ

سچ کہتا ہوں قسم ہے چاند کی اور

الَّيْلِ اِذْ اَدْبَرَ ﴿۳۳﴾ وَالصُّبْحِ اِذَآ اَسْفَرَ ﴿۳۴﴾ اِنَّهَا لَاِحْدَى الْكُبَرِ ﴿۳۵﴾

رات کی جب پیچھے پھرے، اور صبح کی جب روشن ہوتے وہ دوزخ ایک ہے بڑی چیزوں میں

نَذِيرًا لِّلْبَشَرِ ﴿٣٦﴾ لِمَن شَاءَ مِنكُمْ أَن يَتَقَدَّمَ أَوْ يَتَأَخَّرَ ﴿٣٧﴾

ڈراوا ہے لوگوں کو جو کوئی چاہے تم میں کہ آگے بڑھے یا پیچھے رہے

كُلُّ نَفْسٍ بِمَا كَسَبَتْ رَهِينَةٌ ﴿٣٨﴾ إِلَّا أَصْحَابَ الْيَمِينِ ﴿٣٩﴾

ہر جی اپنے کئے میں پھنسا ہے مگر داہنے والے

فِي جَنَّاتٍ يَتَسَاءَلُونَ ﴿٤٠﴾ عَنِ الْمُجْرِمِينَ ﴿٤١﴾ مَا سَلَكَكُمْ فِي

باغوں میں ہیں مل کر پوچھتے ہیں گنہگاروں کا احوال تم کاہے سے پڑے

سَقَرَ ﴿٤٢﴾ قَالُوا لَمْ نَكُ مِنَ الْمُصَلِّينَ ﴿٤٣﴾ وَلَمْ نَكُ نُطْعِمُ

دوزخ میں وہ بولے ہم نہ تھے نماز پڑھتے اور نہ تھے کھلاتے

الْمِسْكِينَ ﴿٤٤﴾ وَكُنَّا نَخُوضُ مَعَ الْخَائِضِينَ ﴿٤٥﴾ وَكُنَّا نُكَذِّبُ

محتاج کو اور تھے بات میں دھنسنے ساتھ دھنسنے والوں کے اور ہم تھے جھٹلاتے

بِيَوْمِ الدِّينِ ﴿٤٦﴾ حَتَّىٰ أَتَانَا الْيَقِينُ ﴿٤٧﴾ فَمَا تَنفَعُهُمْ شَفَاعَةُ

انصاف کے دن کو جب تک آ پہنچی ہم پر وہ یقینی بات پھر کام نہ آوے گی انکو سفارش

الشَّافِعِينَ ﴿٤٨﴾ فَمَا لَهُمْ عَنِ التَّذْكِرَةِ مُعْرِضِينَ ﴿٤٩﴾ كَأَنَّهُمْ

سفارش کرنے والوں کی پھر کیا ہوا ہے انکو سمجھوتی سے منہ موڑتے ہیں جیسے وہ

حُمُرٌ مُّسْتَنفِرَةٌ ﴿٥٠﴾ فَرَّتْ مِن قَسْوَرَةٍ ﴿٥١﴾ بَلْ يُرِيدُ كُلُّ امْرِئٍ

گدھے ہیں بدکنے والے بھاگے غل کرنے سے بلکہ چاہتا ہے ہر مرد ان

مِّنْهُمْ أَن يُؤْتَىٰ صُحُفًا مُّنَشَّرَةً ﴿٥٢﴾ كَلَّا ۖ بَل لَّا يَخَافُونَ

میں کہ اسکو ملیں ورق کھلے کوئی نہیں! پر وہ ڈرتے نہیں

الْآخِرَةَ ﴿٥٣﴾ كَلَّا إِنَّهُ تَذْكِرَةٌ ﴿٥٤﴾ فَمَن شَاءَ ذَكَرَهُ ﴿٥٥﴾ وَمَا يَذْكُرُونَ

آخرت سے کوئی نہیں یہ تو سمجھوتی ہے پھر جو کوئی چاہے یاد کرے اور وہ یاد جبھی کریں

ع

ہوتے ہوں گے دریافت کرتے ہوں گے کس چیز نے تم کو پہنچایا ہے جہنم میں اور تم تو بڑے ہی عقل مند
تھے اس دانائی و عقل کے باوجود تم اس ہلاکت و تباہی کے مقام پر کیسے پہنچ گئے بولیں گے ہم نہ ہوتے
نماز پڑھنے والوں میں سے اور نہ ہی صدقہ و خیرات اور زکوٰۃ کی صورت میں مسکینوں کو کھانا کھلاتے تھے
اور بلکہ ہم تو خدا اور رسول کی باتوں میں طعن و تشنیع کرنے والوں کے ساتھ اللہ کے دین میں تمسخر اور
اعتراض کرنے میں منہمک رہتے تھے بجائے اسکے کہ ہم خدا اور اسکے رسول پر ایمان لاتے اور ہم جھٹلاتے
رہے انصاف کے دن روز قیامت کو یہاں تک کہ آپہنچی ہم پر یقین کی بات کہ قیامت ہی آپہنچی اور جن
جن باتوں میں شک کرتے تھے اور جھٹلاتے تھے ان پر یقین بھی حاصل ہوگیا حتی کہ مشاہدہ کرلیا کہ یہ ہے
وہ جہنم جس سے خدا کے پیغمبر نے ڈرایا تھا تو اس طرح انجام ہوگا ان منکرین و مکذبین کا جو کسی طرح بھی
عذاب خداوندی سے چھٹکارا حاصل نہ کرسکیں گے سو انکو سفارش کرنے والوں کی کوئی سفارش فائدہ
نہیں پہنچاسکے گی۔ یہ سب کچھ ان منکرین کو بتایا جارہا ہے جو قریش مکہ میں سے آنحضرت صلے اللہ علیہ
وسلم کی نبوت پر ایمان نہیں لارہے ہیں تو آخر کیا ہوگیا انکو جو اس نصیحت سے بے رخی اختیار کررہے ہیں
بلکہ نفرت اور پیغام نصیحت سے دور بھاگنے کی صورت یہ معلوم ہورہی ہے کہ گویا یہ بدکے ہوئے
جنگلی گدھے ہیں جو کسی ببر شیر کی آواز سے بھاگ رہے ہیں تو اسی طرح ان لوگوں کی حالت ہے کہ
نعرۂ حق اعلان توحید اور دعوت ایمان کی صدا سے انکے قلوب و دماغ میں کھلبلی مچادی جو کفر و شرک
کی گندگیوں سے بھرے ہوئے ہیں عقل و فطرت کے خلاف تو کوئی وجہ نہ تھی کہ وہ اعلان توحید اور
دعوت حق سے اعراض کریں اور اسکو قبول نہ کریں اصل روگ یہ ہے کہ ان میں سے ہر ایک یہ چاہتا ہے
کہ اسکو کھلے ہوئے ورق دے دیئے جائیں اور نام بنام ہر ایک پر آسمان سے ایک ورق اور صحیفہ
اتر آئے اور اس میں لکھا ہوا ہو کہ اے فلاں بن فلاں خدا تجھ کو کہتا ہے کہ تو محمد رسول اللہ صلی
اللہ علیہ وسلم پر ایمان لے آ خبردار ہرگز ایسا نہیں ہوسکتا یہ نہیں ہے کہ یہ بات وہ اپنے کسی شک
اور تردد کو دور کرنے کیلئے کہتے ہیں بلکہ یہ لوگ آخرت سے ڈرتے ہی نہیں جب اس پر ایمان
یقین ہی نہیں تو کیا خاک ڈریں گے خبردار اے انسان غفلت سے باز آجا یہ تو ایک نصیحت ہے
تو ہمارے پیغمبر نے سب کو کردی اور یہ پیغام نصیحت سب کو پہنچا دیا اب جس کا دل چاہے

عہ یہ وہی چیز ہے جس کو سورۃ انعام میں فرمایا وَلَوْ نَزَّلْنَا عَلَيْكَ كِتَابًا فِي قِرْطَاسٍ فَلَمَسُوهُ بِأَيْدِيهِمْ لَقَالَ الَّذِينَ كَفَرُوا إِنْ هَٰذَا إِلَّا سِحْرٌ مُبِينٌ کہ اگر ہم آپ پر ایک لکھی ہوئی کتاب کاغذوں میں اتار دیتے پھر وہ اسکو اپنے ہاتھوں سے چھو بھی لیتے تو تب بھی یہی کہتے یہ تو ایک کھلا ہوا جادو ہے مطلب یہ کہ بالفرض انکا یہ مطالبہ اور فرمائش بھی پوری کردی جائے تب بھی یہ ایمان لانے والے نہیں۔

ایمان بالآخرۃ دین اسلام کی بنیاد ہے تو اس سورۃ مبارکہ میں خاص طور پر قیامت کے احوال بیان کیے گئے اور یہ کہ انسان پر جب سکرات موت طاری ہونے لگتے ہیں تو اس پر کس طرح کی بے چینی اور کرب واقع ہوتا ہے اور جب حق تعالیٰ شانہ قیامت برپا فرمائیں گے تو نظام عالم اور آسمان و زمین اور چاند و سورج کس طرح درہم برہم کر دیئے جائیں گے خدائے تعالیٰ انسان کو اپنی قدرت کاملہ سے کس طرح انکی قبروں سے اٹھائے گا اور کس طرح وہ اپنی عظیم قدرت سے جسم کے اجزائے منتشرہ اور ریزہ ریزہ ہو جانے والی ہڈیوں کو جوڑے گا۔

پھر جب میدان حشر میں حاضری ہوگی تو انسان اپنے اعمال پر کیسا پچھتائے گا اور نامۂ اعمال اسکے سامنے ہوں گے اس کو حکم ہوگا کہ وہ اپنی کتاب اعمال خود پڑھے ان اہم مضامین کو بیان کرتے ہوئے سورت کے اخیر میں پھر ایک بار انسانی تخلیق کا ذکر فرمایا اور قیامت اور بعث بعد الموت کو ثابت کیا گیا۔

سورۃ قیامہ مکی ہے اور اس میں چالیس آیتیں اور دو رکوع ہیں

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

شروع اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم والا

لَآ أُقْسِمُ بِيَوْمِ الْقِيٰمَةِ ﴿١﴾ وَلَآ أُقْسِمُ بِالنَّفْسِ اللَّوَّامَةِ ﴿٢﴾

قسم کھاتا ہوں قیامت کے دن کی اور قسم کھاتا ہوں جی کی جو الاہنا دیتا ہے

أَيَحْسَبُ الْإِنْسَانُ أَلَّنْ نَجْمَعَ عِظَامَهُ ﴿٣﴾ بَلٰى قٰدِرِيْنَ عَلٰٓى

کیا خیال رکھتا ہے آدمی کہ جمع نہ کریں گے ہم اسکی ہڈیاں؟ کیوں نہیں سکتے ہیں ہم

أَنْ نُّسَوِّيَ بَنَانَهُ ﴿٤﴾ بَلْ يُرِيْدُ الْإِنْسَانُ لِيَفْجُرَ أَمَامَهُ ﴿٥﴾

کہ ٹھیک کر دیں اسکی پوریاں بلکہ چاہتا آدمی کہ ڈھٹائی کرے اسکے سامنے

يَسْئَلُ أَيَّانَ يَوْمُ الْقِيٰمَةِ ﴿٦﴾ فَإِذَا بَرِقَ الْبَصَرُ ﴿٧﴾ وَخَسَفَ

پوچھتا ہے کب ہے دن قیامت کا؟ پھر جب چوندھیانے لگے آنکھ اور گہنا جاوے

الْقَمَرُ ﴿۸﴾ وَجُمِعَ الشَّمْسُ وَالْقَمَرُ ﴿۹﴾ يَقُولُ الْإِنسَانُ يَوْمَئِذٍ أَيْنَ

چاند اور اکٹھے ہوں سورج اور چاند کہے گا آدمی اس دن کہاں جاؤں بھاگ

الْمَفَرُّ ﴿۱۰﴾ كَلَّا لَا وَزَرَ ﴿۱۱﴾ إِلَىٰ رَبِّكَ يَوْمَئِذٍ الْمُسْتَقَرُّ ﴿۱۲﴾ يُنَبَّأُ

کر کوئی نہیں کہیں نہیں ہے بچاؤ تیرے رب تک اس دن جا ٹھہرنا جتا دیں گے

الْإِنسَانُ يَوْمَئِذٍ بِمَا قَدَّمَ وَأَخَّرَ ﴿۱۳﴾ بَلِ الْإِنسَانُ عَلَىٰ نَفْسِهِ

انسان کو اس دن جو آگے بھیجا اور پیچھے چھوڑا بلکہ آدمی اپنے واسطے آپ

بَصِيرَةٌ ﴿۱۴﴾ وَلَوْ أَلْقَىٰ مَعَاذِيرَهُ ﴿۱۵﴾ لَا تُحَرِّكْ بِهِ لِسَانَكَ

سوجھ ہے اور پڑا لا ڈالے اپنے بہانے نہ چلا تو اس کے پڑھنے پر اپنی زبان

لِتَعْجَلَ بِهِ ﴿۱۶﴾ إِنَّ عَلَيْنَا جَمْعَهُ وَقُرْآنَهُ ﴿۱۷﴾ فَإِذَا قَرَأْنَاهُ فَاتَّبِعْ

کہ شتاب اس کو سیکھ لے وہ تو ہمارا ذمہ ہے اس کو سمیٹ رکھنا اور پڑھنا پھر جب ہم پڑھنے لگیں تو

قُرْآنَهُ ﴿۱۸﴾ ثُمَّ إِنَّ عَلَيْنَا بَيَانَهُ ﴿۱۹﴾ كَلَّا بَلْ تُحِبُّونَ الْعَاجِلَةَ ﴿۲۰﴾

رہ ساتھ اس کے پڑھنے کے پھر مقرر ہمارا ذمہ ہے اس کو کھول بتانا کوئی نہیں پر تم چاہتے ہو شتاب حق

وَتَذَرُونَ الْآخِرَةَ ﴿۲۱﴾ وُجُوهٌ يَوْمَئِذٍ نَّاضِرَةٌ ﴿۲۲﴾ إِلَىٰ رَبِّهَا

اور چھوڑتے ہو جو پیچھے آنے والی کتنے منہ اس دن تازے ہیں اپنے رب کی

نَاظِرَةٌ ﴿۲۳﴾ وَوُجُوهٌ يَوْمَئِذٍ بَاسِرَةٌ ﴿۲۴﴾ تَظُنُّ أَن يُفْعَلَ بِهَا

طرف دیکھتے اور کتنے منہ اس دن اداس ہیں خیال کر رہے ہیں کہ ان پر وہ ہووے

فَاقِرَةٌ ﴿۲۵﴾ كَلَّا إِذَا بَلَغَتِ التَّرَاقِيَ ﴿۲۶﴾ وَقِيلَ مَنْ ۜ رَاقٍ ﴿۲۷﴾

جس سے کمر ٹوٹے کوئی نہیں جس وقت جان پہنچے ہانسلی تک اور لوگ کہیں کون ہے جھاڑنے والا

وَظَنَّ أَنَّهُ الْفِرَاقُ ﴿۲۸﴾ وَالْتَفَّتِ السَّاقُ بِالسَّاقِ ﴿۲۹﴾ إِلَىٰ رَبِّكَ

اور وہ اٹکلا کہ اب آیا بچھڑنا اور لپٹ گئی پنڈلی پر پنڈلی تیرے رب کی

يَوْمَئِذِ ۣالْمَسَاقُ ۝۳۰ؕ فَلَا صَدَّقَ وَلَا صَلّٰى ۝۳۱ۙ وَلٰكِنْ كَذَّبَ

طرف ہے اس دن کھنچ جانا پھر نہ یقین لایا ہے نہ نماز پڑھی پر جھٹلایا ہے

وَتَوَلّٰى ۝۳۲ۙ ثُمَّ ذَهَبَ اِلٰٓى اَهْلِهٖ يَتَمَطّٰى ۝۳۳ؕ اَوْلٰى لَكَ فَاَوْلٰى ۝۳۴ۙ

اور منہ موڑا ۔ پھر گیا اپنے گھر کو اکڑتا خرابی تیری خرابی پر خرابی تیری !

ثُمَّ اَوْلٰى لَكَ فَاَوْلٰى ۝۳۵ؕ اَيَحْسَبُ الْاِنْسَانُ اَنْ يُّتْرَكَ سُدًى ۝۳۶ؕ

پھر خرابی تیری، خرابی پر خرابی تیری ! کیا خیال رکھتا ہے آدمی ؟ چھوٹا رہے گا بے قید

اَلَمْ يَكُ نُطْفَةً مِّنْ مَّنِيٍّ يُّمْنٰى ۝۳۷ۙ ثُمَّ كَانَ عَلَقَةً فَخَلَقَ

بھلا نہ تھا ایک بوند منی کی جو ٹپکے پھر تھا لہو کی پھٹکی پھر اس نے بنایا

فَسَوّٰى ۝۳۸ۙ فَجَعَلَ مِنْهُ الزَّوْجَيْنِ الذَّكَرَ وَالْاُنْثٰى ۝۳۹ؕ اَلَيْسَ

اور ٹھیک کر اٹھایا پھر کیا اس میں جوڑا نر اور مادہ کیا ایسا

ذٰلِكَ بِقٰدِرٍ عَلٰٓى اَنْ يُّحْيِۦَ الْمَوْتٰى ۝۴۰ۧ

شخص نہیں سکتا ؟ کہ جلا دے مردے

احوال روز قیامت مع ذکر مناظر محشر و شدت کرب بوقت مرگ انسانی و حسرت و ملال بر محرومی از ہدایت

قال اللہ تعالیٰ لَآ اُقْسِمُ بِيَوْمِ الْقِيٰمَةِ ... الیٰ ... اَلَيْسَ ذٰلِكَ بِقٰدِرٍ عَلٰٓى اَنْ يُّحْيِۦَ الْمَوْتٰى۔

(ربط) گزشتہ سورت مدثر میں قیامت کے ظاہری احوال کا ذکر تھا اور یہ کہ قیامت کے قریب کیا کیا واقعات پیش آئیں گے اور قیامت کس طرح برپا ہوگی اب اس سورت میں قیامت کے باطنی احوال بیان کیے جا رہے ہیں اور یہ کہ قیامت قائم ہونے پر انسان پر کیا کیفیات گزریں گی وہ کس طرح سہمے ہوں گے اور بدحواس ہوں گے نامۂ اعمال کی پیشی نہایت ہی ہیبت ناک اور ہوش و حواس معطل کر دینے والا مرحلہ ہوگا اور اس وقت نافرمان اور فاجر و بدکار انسان کو سوائے ملال و حسرت کے

اور کوئی چارہ کار نہ ہوگا تو ارشاد فرمایا جارہا ہے۔

قسم کھاتا ہوں میں قیامت کے دن کی جس کے صدق اور وقوع پر دلائل قطعیہ قائم ہوچکے اور ہر صاحب عقل انسان پر اس کا ماننا لازم ہوچکا خواہ وہ مانے یا نہ مانے اور قسم کھاتا ہوں میں ملامت کرنے والے نفس کی جسکی ملامت وحسرت کی کیفیات انسان ہر محروی وناکامی کے موقع پر محسوس کرتا ہے اور ایسے ہر مرحلہ پر یہ احساس قدرت خداوندی اور اسکے دین کی حقانیت کی اعلیٰ اور روشن تر دلیل ہے۔

کیا گمان کرتا ہے انسان یہ کہ ہم اسکے مرنے کے بعد نہیں جمع کر سکیں گے اسکی ہڈیاں، ہرگز نہیں اس کا یہ خیال باطل ہے بلکہ ہم تو قادر ہیں اس بات پر کہ اسکی انگلیوں کی پوریاں بھی برابر کردیں جو انسان کے بدن میں نازک ترین ہڈیاں اور اجزاء ہیں تو جب ہم ایسی نازک اور باریک ہڈیاں اور جوڑ بھی درست کر سکتے ہیں تو پھر تمام اجزاء اور ہڈیوں کا جوڑنا کیا مشکل ہے اصل بات یہ نہیں ہے کہ ہماری قدرت کی نشانیاں اور دلائل واضح نہیں ہوئے بلکہ یہ انسان ارادہ کرتا ہے کہ ڈھٹائی کے ساتھ فسق وفجور کرتا رہے اس سے پہلے اور قیامت کا خیال تک دل میں لانے کے لیے تیار نہیں ہوتا کیونکہ وہ جانتا ہے کہ قیامت اور حشر ونشر کے تصور سے بھی اسکے عیش وعشرت اور نفس کی لذتوں میں خلل پڑ جائے گا وہ بس یہی چاہتا ہے کہ اعمال کے حساب وکتاب اور جزاء وسزا کے خیال سے لاپرواہ ہو کر نفس کی خواہشات اور لذتوں میں منہمک رہے اس لیے بطور استہزاء سوال کرتا ہے کب آئے گا قیامت کا دن، وایسے مسخرے کو معلوم ہونا چاہیے کہ قیامت کوئی کھیل تماشا نہیں وہ تو ایسی ہولناک ساعت ہوگی جب چندھیا نے لگے آنکھ تجلیات کی شدت وعظمت سے اور حیرت سے نگاہیں خیرہ ہوں گی سورج سر کے قریب ہوگا اور بے نور ہوجائے چاند گہن لگنے کی طرح اور جمع کردیا جائے سورج اور چاند کہ نفخ صور کے بعد دونوں کو بے نور کرکے اور آسمان وزمین کا تمام نظام جو شمسی وقمری نظام پر قائم ہے درہم برہم کردیا جائے اور اس آسمان وزمین کے بجائے دوسرے آسمان وزمین بنا دیئے جائیں گے جیسا کہ ارشاد ہے يَوْمَ تُبَدَّلُ الْأَرْضُ غَيْرَ الْأَرْضِ وَالسَّمٰوٰتُ تو قیامت کا دن اے سوال کرنے والے انسان ایسا ہیبت ناک دن ہوگا جس میں بدحواسی کا یہ عالم ہوگا انسان کہتا ہوگا۔ کہاں ہے بھاگنے کی جگہ کہ میں ان پریشانیوں سے بچ نکلوں نہیں ہرگز نہیں خبردار کہیں نہیں بچنے کی کوئی جگہ کوئی طاقت ہی نہیں کہ انسان خدا کی گرفت سے بچ کر نکل سکے۔

بس اے انسان تیرے پروردگار ہی کی طرف اس دن ٹھہرنے کا مقام ہے کہ اسی رب کی عدالت کی حاضری اور پیشی سب کو ہوسکتی ہے اور وہیں سب کو پیش ہونا ہے نہ کوئی امکان ہے اور نہ ہی کوئی مکان ہے کہ انسان وہاں پناہ لے سکے ہر انسان کو جتلا دیا جائے گا اس دن جو

کچھ اس نے پہلے کیا اور جو کچھ اس نے بعد میں کیا (جو کچھ اس نے پیچھے چھوڑا)۔ نامہ اعمال پیش ہوگا اور زندگی
کا ہر عمل اسکے سامنے ہوگا جس کا نہ انکار کرسکے گا اور نہ اس میں کسی قسم کی حجت بازی ممکن ہوگی
اور نامہ اعمال کی پیشی کی ضرورت ہی کیا ہے بلکہ انسان تو اپنے نفس کو خوب سمجھتا ہوگا اور اس کے
بدن کا ہر ہر جزء ہر اس عمل کی گواہی دیتا ہوگا جو اس نے کیا (اَلْيَوْمَ نَخْتِمُ عَلٰٓى اَفْوَاهِهِمْ
وَتُكَلِّمُنَآ اَيْدِيْهِمْ وَتَشْهَدُ اَرْجُلُهُمْ بِمَا كَانُوْا يَكْسِبُوْنَ) اگرچہ وہ پیش کرے گا اپنے
اعذار اور بہانے اور خواہ کچھ ہی باتیں بناتے حیل و حجت کرے لیکن کچھ کام نہ چلے گا حتیٰ کہ اس کا یہ
کہنا بھی (وَاللّٰهِ رَبِّنَا مَا كُنَّا مُشْرِكِيْنَ) کسی درجہ میں مفید نہ ہوگا۔ اے ہمارے پیغمبر مت حرکت دیجئے
آپ اپنی زبان کو تاکہ جلدی سے اسکو محفوظ کرلیں آپ کو اس محنت و مشقت کی ضرورت نہیں جو آپ

ف صحیح بخاری اور دیگر روایات میں حضرت عبداللہ بن عباسؓ سے مروی ہے کہ ابتداء وحی میں آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کا یہ طریقہ تھا کہ جبریل امینؑ جس وقت اللہ کی وحی لیکر آتے اور وحی آپؐ پر نازل ہوتی تو آپ ساتھ ساتھ ہر ایک لفظ اپنی زبان سے پڑھتے تھے اسی ڈر سے کہ کہیں کوئی لفظ ذہن اور یاد سے نکل نہ جاوے اور اس وجہ سے آپؐ اپنے اوپر کافی مشقت برداشت فرماتے تو یہ آیت نازل ہوئی جس میں آپؐ کو اس طرح کی محنت و مشقت سے روک دیا گیا اور وعدہ کرلیا گیا کہ یہ ہمارے ذمہ ہے کہ اس کلام کو آپؐ کے دل میں جمع اور محفوظ کردیں اور پھر آپکی زبان سے اسکی تلاوت و قراءت کرادیں جس کو لوگ سن کر آپؐ سے یاد کرلیں اور یہ بھی ہمارے ذمہ ہے کہ اس کلام کی توضیح و بیان اور اس سے متعلق احکام کی تفصیل و تشریح بھی کرادیں اس وجہ سے آپکو چاہیئے کہ جب ہم اسکو بزبان فرشتہ پڑھیں تو آپؐ اسکی اتباع کریں یعنی خاموش رہیں اور کان لگا کر سنیں چنانچہ پھر آپ ایسا ہی کرتے کہ جبرئیلؑ کے وحی لانے پر خاموش رہ جاتے اور جب جبرئیلؑ چلے جاتے تو اسی طرح بلاکسی زیر زبر کے فرق کے آپؐ پڑھتے تھے اور ظاہر ہے کہ یہ چیز اللہ کی قدرت کا ایک عظیم نمونہ ہے کہ ایک سینہ میں کلام محفوظ کردیا جاتے اور پھر اسکو جب چاہو اعادہ کرو اور زبان سے اسی ترتیب کے ساتھ ظاہر کردیا جاتے تو جس طرح خدا کے پیغمبر کے سینہ میں یہ کلام محفوظ ہو رہا ہے اور پھر تلاوت کیا جارہا ہے اور پڑھا جارہا ہے اسی طرح اللہ تعالیٰ اس پر قادر ہے کہ انسان کے اعمال محفوظ رکھے اور قیامت کے روز ان اعمال کو اسی ترتیب سے جس طرح سے کہ وہ کئے گئے ہیں انسان کے سامنے ظاہر کردے بلکہ ہر انسان کے قلب میں کسی چیز کا محفوظ ہونا پھر اس کا زبان سے اسی ترتیب سے بیان و ظاہر کرنا قیامت کے روز اعمال کی پیشی اور گواہی کا نمونہ ہے غرض اس توضیح سے لَا تُحَرِّكْ بِهٖ لِسَانَكَ کا جو شان نزول مفسرین نے بیان کیا اور احادیث میں اسکو ذکر کیا گیا اسکا ربط سورۃ قیامہ کے اس مضمون سے اور ماقبل و مابعد آیات سے واضح ہو رہا ہے ۱۲۔

جدا کر دو صنف کو کسی نطفہ کو لڑکے کی شکل دیدی اور کسی کو لڑکی کی بنا دیا اور ظاہر ہے کہ ایک قطرۂ منی سے یہ تصرفات اور تغیرات خود بخود نہیں ہو رہے ہیں اور نہ کوئی عقل والا اس کا دعویٰ کر سکتا ہے بلکہ ہر ایک مرحلہ اور حالت بتا رہی ہے کہ یہ سب کچھ کسی بڑے ہی زبردست علیم و حکیم اور قادر و خلاق کی قدرت کی کرشمہ سازی ہے ورنہ یہ کون ہے مادہ اور طبیعت کا اقتضاء ہے کہ ایک قطرہ ایسے تغیرات قبول کرتا جا رہا ہے پھر انتظار میں رہے وہی شکل و صورت تیار ہو رہی ہے اور اس میں کوئی اصل لڑکے کی شکل اختیار کر رہا ہے تو کوئی لڑکی آخر یہ تفاوت کیوں ہو رہا ہے اور کون یہ صناعی کر رہا ہے اور کون اس گوشت کے لوتھڑے کو شکل و صورت دیکر آنکھ، ناک، کان اور ان میں ادراک کی صلاحیتیں پیدا کر رہا ہے تو کیا ایسا قادر مطلق اور خلاق علیم قادر نہیں ہے اس بات پر کہ مردوں کو زندہ کر دے اور قیامت کے روز میدان حشر میں سب کو جمع کر دے کیوں نہیں ضرور بالضرور اور بلاشبہ وہ اس پر قادر ہے اور جب کہ ہر انسان کی تخلیق بلکہ ہر گھاس کا تنکا اور زمین کی تہوں میں سے ہر قسم کی روئیدگی بعث بعد الموت کا نمونہ ہے تو قیامت پر ایمان لانے میں کیا تامل ہو سکتا۔ متعدد اسانید سے مروی ہے کہ نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم جب سورۂ قیامہ کی یہ آخری آیت تلاوت فرماتے تو آپ فرماتے بلیٰ اور بعض روایات میں ہے "سُبْحٰنَكَ بَلٰى" کہ بے شک اے پروردگار کیوں نہیں آپ ضرور قادر ہیں۔

جیسا کہ سورۂ والتین کے بعد بلٰی وانا علیٰ ذٰلک من الشاھدین اور سورۂ مرسلٰت کے ختم فَبِاَیِّ حَدِیْثٍ بَعْدَهٗ یُؤْمِنُوْنَ پر آپ یہ فرماتے آمنّا باللہ ان آیات کی تلاوت پر ان کلمات کا پڑھنا ایمان و یقین کی تقویت اور اظہار کا باعث ہے اسلئے احادیث میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے ان کلمات کے پڑھنے کی ہدایت وارد ہوئی ہے۔

نفس کی حقیقت اور اس کی قسمیں

نفس کی حقیقت پر امام غزالیؒ نے مفصل کلام کیا ہے۔

اکثر فلاسفہ اور معتزلہ نفس اور روح کی حقیقت ایک ہی قرار دیتے ہیں اور بعض حضرات علاوہ اجمالاً اس پر اتفاق کرتے ہیں کہ نفس سے مراد جان یا روح انسانی ہے وہی مدرک ہے اور وہی داخل انسان ہے اور یہ جسم اکتساب کمالات کے لئے اس کا آلہ ہے اور نفوس انسانیہ اپنی استعداد و نقصان کے لحاظ سے مختلف مراتب اور درجات پر ہوتے ہیں حضرات انبیاء علیہم السلام کے نفوس نفوس قدسیہ ہوتے ہیں ان کے بعد درجہ اولیاء کرام کا ہے ایسے نفوس کو حق تعالیٰ سے قرب کا مقام حاصل ہونے کے باعث طمانیت و سکون کی نعمت حاصل ہو جاتی ہے جیسے کہ ارشاد ہے اَلَا بِذِکْرِ اللّٰهِ

علامہ ابن الجوزیؒ نے زاد المسیر میں سورۂ زمر کی تفسیر میں بیان کیا ہے:

عن ابن عباسؓ ان ابن آدم نفس وروح فالنفس العقل والتمییز والروح النفس والتحریك فاذا نام العبد قبض اللّٰه نفسه ولم يقبض روحه۔

ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ انسان مجموعہ ہے نفس اور روح کا نفس سے تو انسان ادراک امتیاز کرتا ہے اور روح سے سانس لیتا ہے اور حرکت کرتا ہے اور جب انسان سو جاتا ہے تو اللہ اس کے نفس کو قبض کر لیتے ہیں مگر روح کو قبض نہیں فرماتے۔

یہی وہ چیز ہے جس کو قرآن کریم میں اس طرح فرمایا اَللّٰهُ يَتَوَفَّى الْاَنْفُسَ حِيْنَ مَوْتِهَا وَالَّتِيْ لَمْ تَمُتْ فِيْ مَنَامِهَا الآیۃ ابن جریرؒ فرماتے ہیں کہ انسان میں روح اور نفس ہے اور انکے درمیان ایک پردہ حائل ہے سوتے وقت اللہ تعالیٰ نفس کو قبض کر لیتے ہیں اور بیداری کے وقت اسکو واپس کر دیتے ہیں اور جب اللہ کا ارادہ ہوتا ہے کہ کسی کو سونے کی حالت میں موت دینے کا ارادہ کرتے ہیں تو اسکے نفس کو واپس نہیں کرتے اور روح کو قبض کر لیتے ہیں۔

بہرکیف ان تصریحات سے یہی چیز واضح ہے کہ نفس اور روح ایک چیز نہیں اور نفس انسانی زندگی میں شر اور برائیوں پر آمادہ کرنے والی قوت کا نام ہوا اسی وجہ سے نفس کی اس اصل خصوصیت اور تاثیر کا ذکر کرتے ہوئے قرآن کریم نے فرمایا اِنَّ النَّفْسَ لَاَمَّارَةٌۢ بِالسُّوْٓءِ کہ نفس آمادہ بالسوء یعنی برائیوں پر خوب آمادہ کرنے والا ہے تو یہ حالت نفس کی اصل حالت ہوئی لیکن اس نفس کو جب تربیت دی جائے اور اصلاح کی جائے تو پھر اس میں یہ صلاحیت پیدا ہو جاتی ہے کہ برائی کو برائی سمجھے اور اگر برائی سرزد ہو جائے تو اس پر انسان شرمندہ ہو اور نفس ملامت کرنے لگے تو یہ نفس لوامہ ہوا پھر جب تعلیم و تربیت اور ریاضت کے آثار سے قلب طاقت و پاکیزگی حاصل کرلے تو وہ نفس مطمئنہ ہو جاتا ہے جس کو آیت مبارکہ يٰٓاَيَّتُهَا النَّفْسُ الْمُطْمَئِنَّةُ ارْجِعِيْٓ اِلٰى رَبِّكِ میں بیان فرمایا گیا۔

نفس کی مثال امام رازیؒ نے کتے اور کتے کی سی بیان فرمائی اور فرمایا لیکن وہ کتا جو معلَّم ہو یعنی شکاری کتا تعلیم و تربیت اس کی درندگی کو ختم کر کے اسکے شکار کو حلال اور پاک بنا دیتی ہے جب کہ کسی بھی جانور پر کتے کا منہ مارنا اس کو ناپاک اور مردار بنا دیتا ہے تو اسی طرح نفس تعلیم و تربیت کے بعد جب مطمئنہ ہو جائے گا تو اسکے عمل اور تحریک میں بھی خیر اور پاکیزگی آجاتی ہے جب کہ اسکے بغیر نفس کی ہر تحریک اور عمل شر ہی شر تھا۔

روح کی بحث سورۂ اسرٰی کی تفسیر میں گذر چکی ہے وہاں مراجعت فرمالی جائے

فائدہ یوم قیامت کی قسم اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ قیامت کا تحقق اور وقوع قطعی اور یقینی امر ہے جو مخبر صادق کی خبر اور دلائل قطعیہ سے ثابت ہو چکا ہے اگرچہ اسکے مخاطب وہ مشرکین تھے جو قیامت کا انکار کرتے تھے لیکن ان کا انکار روز قیامت کے قطعی الثبوت ہونے کے باعث ایسا ہی قرار دیا گیا جیسے کوئی احمق انسان دن کی روشنی میں سورج کا انکار کرے اقسام قرآن کی بحث پہلے گذر چکی۔

شیخ الاسلام حضرت علامہ عثمانیؒ اپنے فوائد میں فرماتے ہیں "واضح ہو کہ دنیا میں کئی قسم کی چیزیں ہیں جن کی لوگ قسم کھاتے ہیں اپنے معبود کی، کسی معظم و محترم ہستی کی، کسی اہم باشان چیز کی، کسی محبوب کی یا نادر شے کی اس کی توقیر اور ندرت جتانے کے لیے پھر بلحاظ مقام بھی رعایت کرتے ہیں کہ مقسم بہ مقسم علیہ کے مناسب ہو یہ ضروری نہیں کہ مقسم بہ مقسم علیہ کے لیے شاہد بھی ہو جیسے کہ ذوق نے کہا ہے۔

اٹھا سکوں ترے کانٹے کا شرمندۂ احساں
سر میرا تیرے سر کی قسم اٹھ نہیں سکتا

یہاں اپنے سر کے اٹھ نہ سکنے پر محبوب کے سر کی قسم کھانا کس قدر موزوں ہے شریعت حقہ نے غیر اللہ کی قسم کھانا بندوں کے لیے حرام کردیا لیکن اللہ کی شان بندوں کی شان سے جدا ہے وہ اپنے غیر کی قسم کھاتا ہے اور عموماً ان چیزوں کی جو اسکے نزدیک محبوب یا نافع یا وقیع و مہتم بالشان ہوں یا مقسم علیہ کے لیے بطور حجت و دلیل کام دے سکیں یہاں یوم قیامت کی قسم اس کے مہتم بالشان ہونے کی وجہ سے ہے اور جس مضمون پر قسم کھائی ہے اس سے مناسبت ظاہر ہے (کذا فی الفوائد العثمانیہ)

تمت بحمد اللہ تفسیر سورۃ القیمۃ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

سُوْرَۃُ الدَّھْر

اس سورت کا نام سورۃ الدھر اور سورۃ الانسان حدیث کی رُو سے ثابت ہے اس میں دہر کا ذکر ہے اور انسانی تخلیق کا اسی وجہ سے یہ دونوں نام مضمون کے ساتھ پوری مناسبت رکھتے ہیں۔
اس سورت میں آخرت اور احوالِ آخرت کا خصوصیت سے بیان ہے اور تفصیل کے ساتھ آخرت میں ابرار و متقین کو جن انعامات سے نوازا جائے گا ان کا ذکر ہے سورت کی ابتداء حق تعالیٰ شانہٗ کی قدرتِ عظیمہ کے بیان سے ہے، کہ کس طرح وہ اپنی قدرت سے انسان کو ایک ناپاک قطرہ (نطفہ) سے وجود عطا فرماتا ہے۔
اور اس ناپاک قطرہ پر کیا کیا تغیرات و احوال گذرتے ہیں جن کے بعد یہ انسان عدم سے ہستی میں آتا ہے اس قدرتِ عظیمہ کے ذکر سے مقصود انسان کو اپنے مقصدِ حیات کی طرف توجہ دلانی ہے اور اس مقصد کی تکمیل پر انسان کو کیا کیا نعمتیں اور راحتیں آخرت میں میسر آئیں گی ان کا بیان ہے۔
پھر سورت کے خاتمہ پر قرآن کریم کے نزول کا ذکر ہے اور اسکے اوامر و نواہی کی اطاعت کی ترغیب اور نافرمان و سرکشوں سے احتراز و اجتناب کا حکم اور یہ کہ ذکرِ خداوندی ہی انسان کی ہدایت اور فلاح کا ضامن ہے۔

سورۂ دہر مکی ہے اور اس میں اکتیس آیتیں اور دو رکوع ہیں

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

شروع اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم والا

هَلْ اَتٰى عَلَى الْاِنْسَانِ حِیْنٌ مِّنَ الدَّهْرِ لَمْ یَكُنْ

کبھی ہوا ہے انسان پر ایک وقت زمانے میں جو نہ تھا کچھ چیز

شَيْـًٔا مَّذْكُوْرًا ۝ اِنَّا خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ مِنْ نُّطْفَةٍ اَمْشَاجٍ

شمار میں آتی۔ ہم نے بنایا آدمی ایک بوند کے لچھے سے

نَّبْتَلِيْهِ فَجَعَلْنٰهُ سَمِيْعًۢا بَصِيْرًا ۝ اِنَّا هَدَيْنٰهُ السَّبِيْلَ

پلٹتے رہے اسکو پھر کر دیا اسکو سنتا دیکھتا۔ ہم نے اسکو سوجھائی راہ

اِمَّا شَاكِرًا وَّاِمَّا كَفُوْرًا ۝ اِنَّآ اَعْتَدْنَا لِلْكٰفِرِيْنَ سَلٰسِلَا۟

یا حق مانتا یا ناشکر۔ ہم نے رکھی ہیں منکروں کو زنجیریں

وَاَغْلٰلًا وَّسَعِيْرًا ۝ اِنَّ الْاَبْرَارَ يَشْرَبُوْنَ مِنْ كَاْسٍ

اور طوق اور آگ دہکتی۔ البتہ نیک لوگ پیتے ہیں پیالہ

كَانَ مِزَاجُهَا كَافُوْرًا ۝ عَيْنًا يَّشْرَبُ بِهَا عِبَادُ اللّٰهِ يُفَجِّرُوْنَهَا

جس کی ملونی ہے کافور۔ ایک چشمہ ہے جس سے پیتے ہیں بندے اللہ کے چلاتے ہیں

تَفْجِيْرًا ۝ يُوْفُوْنَ بِالنَّذْرِ وَيَخَافُوْنَ يَوْمًا كَانَ شَرُّهٗ

اسکی نالیاں۔ پوری کرتے ہیں منت اور ڈرتے ہیں اس دن سے کہ اسکی برائی

مُسْتَطِيْرًا ۝ وَيُطْعِمُوْنَ الطَّعَامَ عَلٰى حُبِّهٖ مِسْكِيْنًا وَّ

پھیل پڑے گی۔ اور کھلاتے ہیں کھانا اس کی محبت پر محتاج کو اور

يَتِيْمًا وَّاَسِيْرًا ۝ اِنَّمَا نُطْعِمُكُمْ لِوَجْهِ اللّٰهِ لَا نُرِيْدُ مِنْكُمْ

بن باپ کے لڑکے کو اور قیدی کو۔ ہم جو تمکو کھلاتے ہیں سو خالص اللہ کا منہ چاہنے کو نہ تم سے

جَزَآءً وَّلَا شُكُوْرًا ۝ اِنَّا نَخَافُ مِنْ رَّبِّنَا يَوْمًا عَبُوْسًا

ہم چاہیں بدلہ نہ چاہیں شکرگزاری۔ ہم ڈرتے ہیں اپنے رب سے ایک دن اداسی سے

قَمْطَرِيْرًا ۝ فَوَقٰىهُمُ اللّٰهُ شَرَّ ذٰلِكَ الْيَوْمِ وَلَقّٰىهُمْ نَضْرَةً

سختی کے۔ پھر بچایا انکو اللہ نے برائی سے اس دن کی اور ملا دی انکو تازگی

وَسُرُورًا ﴿١١﴾ وَجَزَاهُمْ بِمَا صَبَرُوا جَنَّةً وَحَرِيرًا ﴿١٢﴾ مُتَّكِئِينَ

اور خوش دلی اور بدلا دیا انکو اس پر کہ صبر کیا باغ اور پوشاک ریشمی تکیے لگائے بیٹھیں

فِيهَا عَلَى الْأَرَائِكِ لَا يَرَوْنَ فِيهَا شَمْسًا وَلَا زَمْهَرِيرًا ﴿١٣﴾

اس میں تختوں پر نہیں دیکھتے وہاں دھوپ نہ ٹھٹھر

وَدَانِيَةً عَلَيْهِمْ ظِلَالُهَا وَذُلِّلَتْ قُطُوفُهَا تَذْلِيلًا ﴿١٤﴾ وَيُطَافُ

اور جھک رہیں ان پر ان کی چھاؤں اور پست کر رکھے ہیں ان کے گچھے لٹکا کر اور لوگ لئے

عَلَيْهِمْ بِآنِيَةٍ مِنْ فِضَّةٍ وَأَكْوَابٍ كَانَتْ قَوَارِيرَا ﴿١٥﴾ قَوَارِيرَا

پھرتے ہیں ان پاس باسن روپہلے کے اور آبخورے جو ہو رہے ہیں شیشے کے شیشے

مِنْ فِضَّةٍ قَدَّرُوهَا تَقْدِيرًا ﴿١٦﴾ وَيُسْقَوْنَ فِيهَا كَأْسًا كَانَ

روپہلے کے ماپ رکھا ان کا ماپ اور ان کو وہاں پلاتے ہیں پیالہ جس کی

مِزَاجُهَا زَنْجَبِيلًا ﴿١٧﴾ عَيْنًا فِيهَا تُسَمَّى سَلْسَبِيلًا ﴿١٨﴾ وَيَطُوفُ

ملونی ہے سونٹھ ایک چشمہ ہے اس میں اس کا نام کہتے ہیں سلسبیل اور پھرتے ہیں

عَلَيْهِمْ وِلْدَانٌ مُخَلَّدُونَ إِذَا رَأَيْتَهُمْ حَسِبْتَهُمْ لُؤْلُؤًا

ان پاس لڑکے سدا رہنے والے جب تو انکو دیکھے خیال کرے کہ موتی ہیں

مَنْثُورًا ﴿١٩﴾ وَإِذَا رَأَيْتَ ثَمَّ رَأَيْتَ نَعِيمًا وَمُلْكًا كَبِيرًا ﴿٢٠﴾

بکھرے اور جب تو دیکھے وہاں تو دیکھے نعمت اور سلطنت بڑی

عَالِيَهُمْ ثِيَابُ سُنْدُسٍ خُضْرٌ وَإِسْتَبْرَقٌ وَحُلُّوا أَسَاوِرَ

اوپر کی پوشاک انکی کپڑے ہیں باریک ریشم کے سبز اور گاڑھے اور ان کو پہنائے گئے ہیں کنگن

مِنْ فِضَّةٍ وَسَقَاهُمْ رَبُّهُمْ شَرَابًا طَهُورًا ﴿٢١﴾ إِنَّ هَذَا كَانَ

روپہلے کے اور پلائی انکو انکے رب نے شراب جو پاک کرے دل کو تحقیق یہ ہے

لَكُمْ جَزَاۤءً وَّكَانَ سَعْيُكُمْ مَّشْكُوْرًا ﴿۲۲﴾

تمہارا بدلہ اور کمائی تمہاری ٹھکانے لگی

ابتداء ہستی انسان در عالم و عطاء صلاحیت برائے فرق درمیان حق و باطل مع ذکر انعامات ابرار و متقین و تعذیب مجرمین

قال اللہ تعالیٰ هَلْ اَتٰى عَلَى الْاِنْسَانِ حِيْنٌ ...... اِلٰی ...... سَعْيُكُمْ مَّشْكُوْرًا ۔

(ربط) گزشتہ سورۂ قیامہ میں احوال قیامت کا ذکر تھا اور ان منکرین کا دلائل و حقائق کے ساتھ رد تھا جو روز آخرت کے بارہ میں شکوک و شبہات اور اعتراضات کرتے تھے اب اس سورت میں قدرت خداوندی کا بیان ہے کہ وہ اپنی قدرت کاملہ سے ایک ناپاک قطرہ کو انسانی وجود بخشتا ہے انسان کا کتم عدم سے ہستی میں آجانا اللہ رب العزت کی عظیم تر دلیل ہے پھر یہ کہ اس انسان کے سامنے دونوں راستے ہدایت اور گمراہی کے واضح کر کے رکھ دیئے گئے اسکو ہوش و حواس شعور و ادراک اور عقل کی صلاحیتیں پوری طرح عطا کر دی گئیں اب اگر وہ حق و ہدایت کا راستہ اختیار کریگا تو خدا کے عظیم انعامات کا مستحق ہوگا اور اگر عقل و فطرت کے تقاضوں کو فراموش کر کے گمراہی کا راستہ اختیار کریگا تو خدا کے عذاب کا مستحق ہوگا۔ ابرار و متقین کی کیا شان اور انعامات کیا ہوں گے اور فساق و فجار اور مجرمین کیسی ذلت میں مبتلا ہوں گے تو آگے اسکی تفصیلات ہیں چنانچہ ارشاد فرمایا۔

کیا نہیں گزرا ہے انسان پر ایک ایسا وقت زمانہ میں سے کہ وہ نہیں تھا ایسی چیز جو قابل ذکر ہو اس کا کوئی نام و نشان بھی نہ تھا بے شک ہم نے انسان کو پیدا کیا ہے ایک قطرہ منی سے جو ملی ہوئی ہے عورت کی منی سے یا وہ مخلوط ہے مختلف قسم کی غذاؤں سے اور ان کا جوہر و خلاصہ ہے جسکو ہم ہوتاتے پلٹاتے رہتے ہیں پھر ہم نے اسکو پیدا کیا اس حال میں کہ وہ سننے اور دیکھنے والا بنے بعد اسکے کہ نطفہ سے خون کا جما ہوا ٹکڑا بنایا پھر اسکو گوشت کا لوتھڑا پھر اس کی شکل و صورت اور اعضاء کی ساخت کی اور اس میں جان ڈالی حس و حیات اور ادراک و شعور کی صلاحیتوں کے ساتھ پیدا کیا اور اسی بناء پر انسان میں اللہ نے فطری استعداد اور صلاحیت کے علاوہ عقل و فکر کا مادہ رکھا ہے بے شک ہم نے انسان کو دکھا دیا راستہ حق اور ہدایت کا اب اسکے بعد یا تو وہ شکر گزار ہے اپنے پروردگار کا اور اس کا فرماں بردار یا ناشکری کرنے والا ہے۔

نیکی اور تقویٰ کا راستہ بتانے اور اسکو اختیار کرنے کے لیے عقل و فہم اور ادراک و شعور عطاء

کرے کا تقاضا تو یہ تھا کہ وہ اپنے رب کی اطاعت و فرماں برداری اور عطا کردہ نعمتوں کا شکر گذار ہوتا لیکن افسوس اس انسان کی بدنصیبی پر کہ ان فطری دواعی اور تقاضوں کو ٹھکرا کر خدا کا نافرمان اور ناشکر گذار بن جاتا ہے، نافرمانوں اور مجرموں پر جرم کی سزا جاری کرنی چاہیئے تو اس بنا پر ہم نے تیار کر رکھی ہیں نافرمانوں کے واسطے زنجیریں اور طوق اور دہکتی ہوئی آگ اور یہ تھا ایسے نافرمان جنہوں نے رسم و رواج اور رواج باپ دادا کی زنجیروں میں اپنے آپ کو جکڑے رکھا اور غیر اللہ کی پرستش کا طوق اپنی گردن میں ڈالا اور حق پرست پیغمبروں کے خلاف عداوت و دشمنی اور بغاوت و سرکشی کی آگ بھڑکاتے رہے وہ اسی کے مستحق ہیں کہ طوق و سلاسل میں جکڑے جائیں اور دہکتی ہوئی آگ میں ہمیشہ جلتے رہیں مگر نیک یا اطاعت شعار فرماں بردار اللہ کے انعامات اور اعزاز و اکرام کے مستحق ہوں گے اس دور سے جب تک نیکو کار لوگ پیئیں گے ایسے جام سے جس کی ملاوٹ کافور کی اور جنت کا یہ کافور نہایت ہی لذیذ خوشگوار اور خوشبودار ہے بھی ایک خاص چشمہ ہوگا جس سے اللہ کے خاص برگزیدہ بندے پیتے ہوں گے اس طرح کہ وہ اللہ کے خاص بندے بہاتے ہوں گے، اس چشمہ کو بہت سی نالیوں اور نہروں کی صورت میں کہ جہاں چاہیں گے اس شراب طہور کی نالیاں ادھر بہتے چلے جائیں گے یہ اللہ کے برگزیدہ بندے وہ ہیں جو پورا کرتے ہیں اپنی نذر کو جو بھی اللہ کے لئے وہ اپنے اوپر لازم لیں کسی چیز کے حاصل ہونے پر یا کسی مصیبت اور تکلیف کے کٹنے پر تو ان کے ایمان و تقویٰ کا یہ عالم ہے کہ ڈرتے ہیں اس دن سے جس کی مصیبت اور برائی پھیلنے والی ہے کہ کوئی گنہگار اس کی تکلیف و شدت سے نہیں بچ سکتا اور کوئی بھی اس کی ہیبت و پریشانی سے مستثنیٰ نہیں ہو سکتا حتیٰ آسمان و زمین کو بھی جو کچھ ان لوگوں میں ایمان و تقویٰ اور فکر آخرت کے ساتھ ایثار و ہمدردی کا یہ جذبہ ہے کہ کھلاتے ہیں کھانا اس کی محبت و مرغوب ہونے کے باوجود مسکین و یتیم اور قیدی کو محض اللہ کی محبت

۱ه علیٰ حُبّہٖ کی ضمیر اکثر حضرات مفسرین کی رائے میں طعام کی طرف ہے اسی لحاظ سے یہ ترجمہ کیا گیا اور حب سے مراد معنی مرغوب بھی آتا ہے اس وجہ سے مرغوب ہونے کے باوجود لفظ کی تصریح کر دی اور اسا تو بھی خلاصہ مفہوم کے الفاظ ذکر کر کے یہ ظاہر کیا گیا کہ مراد یہ ہے کہ جس وقت انسان کو اس کھانے کی رغبت و ضرورت ہے یا وہ اسکا محتاج ہو اس وقت کھلانا بڑی فضیلت اور کمال کی صفت ہے گویا وہ اس آیت کا مفہوم بنتا وَيُؤْثِرُونَ عَلَىٰ أَنفُسِهِمْ وَلَوْ كَانَ بِهِمْ خَصَاصَةٌ حافظ ابن کثیر نے بروایت ابن جریر جیسا کہ اکثر مفسرین نے اسی کو ترجیح دی ہے اور اسی کی تصریح آیت مبارکہ وَآتَى الْمَالَ عَلَىٰ حُبِّهِ اور لَن تَنَالُوا الْبِرَّ حَتَّىٰ تُنفِقُوا مِمَّا تُحِبُّونَ میں ہے

بعض مفسرین نے حبہ کی ضمیر اللہ کی طرف راجع کی ہے یعنی علیٰ حب اللہ تعالیٰ جس سے اخلاص اور اللہ کی رضا و ثواب کی طلب کی طرف اشارہ کیا گیا یعنی دنیا میں اسکا کوئی عوض نہیں چاہتے ہوں گے۔

جو کہ اے مومنو! بے شک یہ ہے بدلہ تمہارے ایمان و اعمال صالحہ کا اور تمہاری کوشش اور عمل جو دنیا میں قابل تحسین ہوئی اور قدر کی گئی اور تمہارے رب کی بارگاہ میں اسکو سراہا گیا جس کو سن کر جنتی اس قدر خوش ہوں گے کہ یہ خوشی جنت کی لذت سے زیادہ خوشگوار ہوگی۔

نسل انسانی کا عدم سے وجود میں آنا

هَلْ أَتَىٰ عَلَى الْإِنسَانِ حِينٌ مِّنَ الدَّهْرِ سے واضح طور پر بیان فرما دیا گیا کہ نسل انسانی نہ بے مادہ کے فلاسفہ کہتے ہیں ابتداء اس صورت و جسم کے ساتھ ہمیشہ سے تھی بلکہ ایک وقت گزرا ہے کہ اس کا کوئی وجود اور نام و نشان نہ تھا اس کا سلسلہ پیدائش تخلیق آدم سے شروع ہوا تھا پھر نسل انسانی بصورت توالد و تناسل جاری رہی جیسے کہ ارشاد فرمایا إِنَّا خَلَقْنَاكُم مِّن ذَكَرٍ وَأُنثَىٰ وَجَعَلْنَاكُمْ شُعُوبًا وَقَبَائِلَ لِتَعَارَفُوا اور فرمایا الَّذِي خَلَقَكُم مِّن نَّفْسٍ وَاحِدَةٍ وَخَلَقَ مِنْهَا زَوْجَهَا وَبَثَّ مِنْهُمَا رِجَالًا كَثِيرًا وَنِسَاءً بہرکیف اس کی پیدائش کی ابتداء ہے یہی عقیدہ تمام اہل کتاب کا ہے اور بعض دیگر مذاہب بھی اسکے قائل ہیں۔

حکماء یونان اور فلاسفہ انسان کو قدیم زمانی کہتے ہیں، مادہ بھی اور مادہ کے قدیم ہونے کا قول اختیار کرتے ہوئے اوضاع فلکیہ اور ستاروں کی گردش سے تغیرات و انقلابات کے قائل ہیں یہ تمام باتیں محض اوہام اور تخمینے ہیں جن کو فلسفیانہ رنگ دے کر بیان کیا گیا حقیقت اس کی وہی ہے جو خداوند عالم مالک کائنات نے بیان کر دی۔

بہرکیف اس آیت شریفہ سے صاف طور پر واضح ہے کہ انسان کوئی ایسی ہستی نہیں کہ جس کی صفت اور پیدائش کی ابتداء نہ ہو اور وہ ہمیشہ سے اسی طرح چلا آیا ہو جیسا کہ فلاسفہ کا قول ہے کہ انسانی ہستی کی کوئی ابتداء نہیں اور وہ ہمیشہ سے چلا آرہا ہے یا بعض یہ کہتے ہیں ہمیشہ سے یہ ہے کہ نطفہ سے انسان اور انسان سے نطفہ پیدا ہوتا ہے اور اس سلسلہ کی نہ کوئی ابتداء ہے اور نہ کوئی انتہاء ہے اور نہ اس طریقہ کے خلاف پیدائش ہو سکتی ہے

تو من جانب اللہ اس آیت میں اور دیگر آیات قرآنیہ میں فلاسفہ کے اس قول کی تردید کی ہے اور یہ فرمایا ہے کہ ان کا یہ قول بالکل غلط ہے بلکہ ایک وقت ایسا تھا کہ انسان کا نام و نشان بھی نہ تھا ہم نے اپنی قدرت سے اس سلسلہ کا اس طرح آغاز فرمایا کہ سب سے پہلے آدم علیہ

ع یہ وہی مضمون ہے جو آیت مبارکہ وَنُودُوا أَن تِلْكُمُ الْجَنَّةُ أُورِثْتُمُوهَا بِمَا كُنتُمْ تَعْمَلُونَ صدق اللہ العظیم میں بیان فرمایا گیا۔

السلام کو "حَمَاٍ مَّسْنُوْنٍ" یعنی بجتی ہوئی مٹی سے پیدا کیا پھر اس میں روح ڈالی اسکے بعد ان کے بائیں پہلو سے انکی بیوی حوّا کو پیدا کیا بعد ازاں ہم نے یہ سلسلہ جاری کر دیا کہ ایک ناپاک اور گندے پانی یعنی قطرۂ منی سے انسان کو پیدا کرتے ہیں یہ ہماری قدرت ہے ہمارے سوا کسی میں قدرت نہیں کہ پانی کے ایک ناپاک اور بدبودار قطرے سے ایسی زیبا شکل بنا سکے کسی نے کیا خوب کہا ہے۔

دہد نطفہ را صورتے چوں پری
کہ کردست برآب صورت گری

غرض یہ کہ انسان ابتداء میں معدوم تھا اور اسکو کسی قسم کا عقلی یا حسی وجود حاصل نہ تھا پھر خدا ہی نے اسکو وجود کا خلعت پہنایا انسان خود بخود وجود میں نہیں آگیا جیسا کہ ملاحدہ اور دہریہ کہتے ہیں کہ نوعِ انسانی اور صورتِ انسانی کا ظہور مادہ اور نیچر (فطرت) اور اسکی حرکت کا رہینِ منت ہے مسلمان یہ کہتا ہے کہ مادہ تو ایک بے شعور چیز ہے جو علم اور ادراک اور ارادہ و اختیار سے بالکل عاری اور کورا ہے اس کی بے شعوری اور بے ارادی اور بے اختیاری حرکت سے یہ ذی شعور اور ذی علم اور ذی عقل انسان کس طرح وجود میں آگیا اور ایک گونگے اور بہرے مادہ (ایتھر) اور نیچر سے سمیع و بصیر اور متکلم یعنی سننے والا اور دیکھنے والا اور بولنے والا کیسے پیدا ہوگیا جس کمال اور جمال کا وجود خود اس مادہ کی ذات میں نہیں وہ کمال و جمال دوسروں کو کیا دے سکتا ہے کیا ایک بے بصر اور نابینا اور بہرہ فقیر بھی کسی کو بصیر اور بینا اور امیر بنا سکتا ہے مادہ پرستوں کو بھی اسکا اقرار ہے کہ مادہ میں کسی قسم کا کمال نہیں اور کوئی فیلسوف اور کوئی حکیم آج تک اس بات کا قائل نظر نہیں آیا کہ جس نے مادہ اور عناصر میں علم اور ادراک اور ارادہ و اختیار کو تسلیم کیا ہو بلکہ تمام ملحدین اس بات کو مانتے چلے آئے ہیں کہ جو افعال اس سے سرزد ہوتے ہیں وہ بے شعور اور بے اختیار صادر ہوتے ہیں۔

اب خود ہی دیکھئے کہ رحمِ مادر میں جب نطفہ قرار پکڑتا ہے اور لڑکا یا لڑکی بنتا ہے تو ماں کو بھی خبر نہیں کہ میرے پیٹ میں کیا صنعت گری ہو رہی ہے اور کس کی قدرت میرے شکم میں کیا کیا نقش و نگار کر رہی ہے لڑکا بن رہا ہے یا لڑکی اور ظاہر ہے کہ وہ نطفہ تو ایک قطرۂ آب ہے اسے تو کچھ بھی خبر نہیں اب حیرت کی بات ہے کہ یہ تغیرات اور انقلابات کیسے ہو رہے ہیں۔

معلوم ہوا کہ خدا بحکم خود ہی جیسے چاہتا ہے ویسا ہو رہا ہے مگر معدوم کو کچھ خبر نہیں اب حیرت کا مقام ہے کہ انسان میں تو حسن و جمال بھی ہو اور فضل و کمال بھی ہو اور عقل و ادراک بھی ہو اور وہ چیز یعنی مادہ جسکو منکرین خدا اس انسان کا بلکہ سارے عالم کا خالق سمجھتے ہیں اس میں یہ تمام صفاتِ کمال بالکلیہ نیست و نابود ہوں کیا عقلِ سلیم اس امر کو تسلیم کرتی ہے کہ کوئی شخص دوسرے کو ایسی چیز عطا کر دے جس کا خود اسکی ذات میں نام و نشان نہ ہو ہرگز نہیں معلوم ہوا کہ کسی زبردست اور با اختیار حکیم و علیم نے انسان کو یہ کمالات عطا کئے ہیں وہی خدا اور واجب الوجود ہے اور

وہی ذات بابرکات واجب الوجود ہے جس نے انسان کو وجود عطا کیا ہے اور وہی اس کے وجود کا رب اور مربی ہے جس کی عنایت اور رحمت کا ہر لمحہ اور ہر لحظہ یہ انسان محتاج ہے اسی کو ہم اللہ اور خدا کہتے ہیں۔

افسوس اور صد افسوس ہے ان محرومین عقل پر جو اب بھی یہ کہتے ہیں کہ کوئی واجب الوجود اور واجب الوجود نہیں بلکہ اس بے شعور مادہ کے طبعی تاثرات سے تمام کارخانہ عالم چل رہا ہے اس صورت حال پر بلاشبہ یہ کہا جا سکتا ہے کہ جس طرح بت پرست بے جان پتھروں کے سامنے سر جھکاتے ہوئے انکو معبود بنائے ہوئے تھے اسی طرح یہ مادہ پرست ایک بے جان اور بے شعور مادہ کو اپنا صانع اور مربی سمجھے ہوئے ہیں کیا یہ رونے کا مقام نہیں۔

بریں عقل و دانش بباید گریست

اس لحاظ سے قرآن کریم میں جتنے مضامین بت پرستوں کے حق میں نازل ہوئے ہیں وہ سب ان دہریوں اور منکرین خدا پر صادق آتے ہیں۔

ڈارون کا عجیب وغریب نظریہ

انیسویں صدی عیسوی میں سرزمین مغرب میں ایک مادی فلسفی شخص گزرا ہے جس کا نام ڈارون تھا اس نے اپنی فلسفیانہ تحقیقات میں ایک یہ انکشاف کیا کہ انسان اصل میں بندر تھا بتدریج ارتقائی مراحل طے کرتے کرتے بالآخر انسان بن گیا۔

مغربیت سے مرعوب اذہان نے بلا دلیل اور بغیر اسکے کہ اپنی عقلی اور فکری صلاحیتوں کو بروئے کار لائیں اس نظریہ کو قبول کر لیا اور اسکو پھیلانا شروع کر دیا حالانکہ اس پر آج تک نہ کوئی دلیل عقلی پیش کی جا سکی اور نہ ہی کوئی دلیل تجربی۔

ہر صاحب عقل ونقل ادنیٰ تامل سے سمجھ سکتا ہے کہ یہ نظریہ صرف ایسا شخص پیش کر سکتا ہے جو ناقص العقل ہو اور ایسا شخص ہی اسکو قبول بھی کر سکتا ہے دیکھنے کی بات ہے کہ اللہ تعالیٰ نے بے شمار انواع واقسام کی مخلوقات پیدا کی ہیں جانوروں میں گدھا گھوڑا خنزیر سانپ بچھو کیڑے مکوڑے حشرات الارض جنگلوں میں بر و بحر اور فضا میں یہ بے شمار مخلوقات ہیں ہر ایک کی طبیعت اور فطرت بالکل جدا ہے یہ کہنا کہ فلاں حیوان یعنی بندر ترقی کر کے انسان بن گیا ایسی ہی مہمل بات ہے جیسے یہ کہا جائے کہ فلاں کیڑا مکوڑا ارتقائی مدارج طے کر کے مرغا بن گیا اور پھر اس مہمل تخیل کو نظریہ کہنا اور بھی خلاف عقل بات ہے۔

کیا اس تھیوری کے قائلین اس کا جواب دیں گے کہ یہ ارتقا صرف ایک نوع حیوانی میں کیوں

یا دیگر حیوانات اس سے کیوں محروم ہے۔

پھر یہ بھی بتائیں کہ نوع حیوان کے علاوہ نباتات و جمادات بھی ہیں ان میں بھی ارتقائی مراحل کیوں نہیں واقع ہوتے ایک نوع کا ارتقاء اسی کی حدود میں محدود رہتا ہے ایک گھاس کا تنکا ارتقاء کے بعد تناور درخت ہو سکتا ہے لیکن جمادات نہیں بن سکتے مثلاً [illegible] زمین کی سطح پر ابھرنے والا ٹیلہ پہاڑ تو بن جائے گا لیکن وہ کوئی اور نوع کی شکل اختیار کر کے اس میں تبدیل ہو جائے یہ ناممکن اور خلاف عقل ہے۔

پھر یہ نظریہ رکھنے والے یہ بتائیں بالفرض اگر بندر نے ارتقاء کر کے انسانی ہیکل اور وضع اختیار کر لی تو یہ ارتقاء نوعی تھا یا ارتقاء فردی تھا ظاہر ہے کہ چند بندروں کے ارتقاء کا تو مسئلہ بھی نہیں نوع میں بحیثیت النوع کے ارتقاء کا دعویٰ ہے تو اصولاً یہ بات ہے کہ کوئی بھی چیز تغیر و تبدل قبول کرنے کے بعد اپنی اصلی صورت کو چھوڑ دیتی ہے تو یہ کس قسم کا ارتقاء ہوا کہ دنیا میں بندر بھی موجود اور ارتقائی شکل اختیار کرنے والے انسان بھی موجود، تفصیل کی گنجائش نہیں بلا شبہ کہا جا سکتا ہے کہ دنیا میں بہت سے مہمل اور خلاف عقل نظریات ظاہر ہوتے ہیں لیکن ایسا مہمل اور خلاف عقل اور مضحکہ خیز نظریہ کوئی بھی سننے میں نہیں آیا کہ ایسے اعلیٰ عقل و فہم اور شعور و تدبر رکھنے والی اشرف المخلوق حسن و جمال اور کمالات و فضائل کے جوہر سے آراستہ انسانوں کو بندر کی اولاد تجویز کر دیا جائے بر ایں عقل و دانش بباید گریست۔

غرض عقل اور فطرت کا تقاضا یہی ہے کہ اس پر ایمان لایا جائے جو رب العالمین نے انسانی تخلیق کے بارہ میں فرمایا کہ خَلَقَكُم مِّن نَّفْسٍ وَاحِدَةٍ وَخَلَقَ مِنْهَا زَوْجَهَا وَبَثَّ مِنْهُمَا رِجَالًا كَثِيرًا وَنِسَاءً اور إِنَّا خَلَقْنَا الْإِنسَانَ مِن نُّطْفَةٍ أَمْشَاجٍ نَّبْتَلِيهِ۔

صدق الله العظيم ونحن على ذلك من الشاهدين والموقنين وعلى ذلك آمنا وعليه نحيى ونموت ونبعث عند رب العالمين۔

عجیب بات ہے کہ اس نظریہ کے قائلین ایک طرف تو بندر کے ترقی کر کے انسان بن جانے کو تسلیم کرتے ہیں دوسری طرف جب قرآن کریم میں بنی اسرائیل کے واقعات میں ان کے نافرمان افراد کے مسخ کے واقعہ کو ذکر کیا ہے کہ ان کو مسخ کر کے بندر بنا دیا گیا تو اس کو خلاف فطرت اور خلاف عقل کہہ کر رد کر دیتے ہیں ایسے لوگوں کو تو بسہولت یہ بات تسلیم کر لینی چاہئے کہ جب بندر ترقی کر کے انسان بن سکتا ہے تو ضرور ایسا ہونا چاہئے کہ انسان تنزل کر کے بندر بن جائے بلکہ یہ شکل تو آسان ہے کیونکہ یہ صورت تو ان کے قانون کے مطابق یہ صورت تو کل شيء يرجع الى اصله کے تحت آ سکتی ہے۔

إِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا عَلَيْكَ

ہم نے اتارا تجھ پر

الْقُرْآنَ تَنْزِيلًا ﴿٢٣﴾ فَاصْبِرْ لِحُكْمِ رَبِّكَ وَلَا تُطِعْ مِنْهُمْ آثِمًا

قرآن سہج سہج اتارنا ۔ سو تو راہ دیکھ اپنے رب کے حکم کی اور کہا نہ مان ان میں کسی گنہگار

أَوْ كَفُورًا ﴿٢٤﴾ وَاذْكُرِ اسْمَ رَبِّكَ بُكْرَةً وَأَصِيلًا ﴿٢٥﴾ وَمِنَ اللَّيْلِ

یا ناشکر کا اور لیا کر نام اپنے رب کا صبح اور شام اور کچھ رات میں

فَاسْجُدْ لَهُ وَسَبِّحْهُ لَيْلًا طَوِيلًا ﴿٢٦﴾ إِنَّ هَٰؤُلَاءِ يُحِبُّونَ

سجدہ کر اس کو اور پاکی بول اس کی بڑی رات تک یہ لوگ چاہتے ہیں شتاب

الْعَاجِلَةَ وَيَذَرُونَ وَرَاءَهُمْ يَوْمًا ثَقِيلًا ﴿٢٧﴾ نَحْنُ خَلَقْنَاهُمْ

ملنے والی اور چھوڑ رکھا ہے اپنے پیچھے ایک دن بھاری ہم نے ان کو بنایا

وَشَدَدْنَا أَسْرَهُمْ ۖ وَإِذَا شِئْنَا بَدَّلْنَا أَمْثَالَهُمْ تَبْدِيلًا ﴿٢٨﴾ إِنَّ هَٰذِهِ

اور مضبوط باندھی ان کی گردن اور جب ہم چاہیں بدل لاویں ان کی طرح کے لوگ بدل کر یہ تو

تَذْكِرَةٌ ۖ فَمَنْ شَاءَ اتَّخَذَ إِلَىٰ رَبِّهِ سَبِيلًا ﴿٢٩﴾ وَمَا تَشَاءُونَ إِلَّا

نصیحت ہے پھر جو کوئی چاہے کر رکھے اپنے رب تک راہ اور تم نہ چاہو گے مگر

أَنْ يَشَاءَ اللَّهُ ۚ إِنَّ اللَّهَ كَانَ عَلِيمًا حَكِيمًا ﴿٣٠﴾ يُدْخِلُ مَنْ

جو چاہے اللہ بیشک اللہ ہے سب جاننے والا حکمت والا داخل کرے جس کو

يَشَاءُ فِي رَحْمَتِهِ ۚ وَالظَّالِمِينَ أَعَدَّ لَهُمْ

چاہے اپنی رحمت میں اور جو گنہگار ہیں رکھی ہے

عَذَابًا أَلِيمًا ﴿٣١﴾

ان کو دکھ کی مار

ع

عظمت کلام رب العالمین و تاکید پابندی احکام و دوام ذکر و بندگی

قال اللہ تعالیٰ اِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا عَلَيْكَ الْقُرْاٰنَ ... الٰی .... عَذَابًا اَلِيْمًا۔

ربط: گذشتہ آیات میں انسانی تخلیق کا ذکر تھا اور یہ کہ اسکو عقل و فہم کی صلاحیتوں سے آراستہ کر کے ہدایت و گمراہی کا راستہ بتا دیا گیا لیکن اسکے بعد اسکی بد نصیبی ہے کہ وہ عقل و شعور کو بالائے طاق رکھ کر گمراہی میں پڑ جاتے، اسکے بالمقابل سعادت کے کیا ہی کہنے ان انسانوں کی جو خدا کو پہچان کر اس کی عبادت و بندگی میں مصروف ہوگئے ساتھ ہی ہر دو گروہ کے احوال بھی بیان کر دیئے گئے اب ان آیات میں قرآن کریم کی عظمت اور احکام ہدایت کا کامل مجموعہ ہونا بیان کیا جا رہا ہے اور یہ کہ اللہ کے احکام کی پابندی اور اسکے ذکر و تسبیح میں مصروف رہنا اور عبادت کا دوام ہی انسان کی نجات کا ذریعہ ہے اور آخرت کی ہمیشہ اور ابدی زندگی کی راحت اسی میں مضمر ہے اور یہ کہ انسان کی یہ بہت بڑی غلطی اور چوک ہے کہ دنیا کی محبت میں آخرت برباد کر دے تو ارشاد فرمایا۔

بے شک ہم نے اتارا ہے آپ پر قرآن نہایت ہی محفوظ طریقہ پر اتارنا کہ ہر وحی اور آیت کے نزول کے ساتھ ایک پہرہ ہوتا ہے اور فرشتوں کی مکمل حفاظت ہوتی ہے جسکے بعد ممکن نہیں ہو سکتا کہ اس میں کوئی کمی پیشی ہو ہمارے اسی کتاب الٰہی قرآن میں انسانی ہدایت کے جامع نظام نازل کیے گئے جن کی اطاعت و پیروی انسان کو سعادت و کمال کے اعلیٰ مقام تک پہنچانے والی ہے اگر کوئی قوم اس کتاب الٰہی پر ایمان نہیں لاتی اور اسکے احکام نہیں مانتی تو اسے ہمارے پیغمبر آپ اس پر بے چین و مضطرب نہ ہوں بس آپ انتظار کریں اپنے رب کے حکم کا اور اسکے فیصلہ کا جو اس نے حق کی فتح اور اپنے پیغمبر کی کامیابی کا کر رکھا ہے اور اس راہ میں مخالفت کرنے والے اگر یہ مخالفت کرتے رہیں تو کرنے دیجئے آپ کسی عارضی اور ظاہری مصلحت کے خیال سے ان میں سے کسی بھی نافرمان اور ناشکر گزار کی موافقت ہرگز نہ کیجئے۔ جن لوگوں پر قرار واقعی جرم ہو جاتا ہے یہ مجرمین اگر آپ سے چکنی چپڑی باتیں کریں یا دنیا کی دولت کا لالچ دیں تو ہرگز انکی طرف توجہ بھی نہ دیجئے اسکے [illegible] فیصلہ کر رکھا ہے بس اسی کا انتظار کریں اور ذکر کرتے رہیں اپنے رب کے نام کا صبح و شام اور

ف صبح و شام سے مراد ہر وقت ہے کیونکہ یہ اوقات خصوصیت سے انسان کے غفلت یا آرام یا کاروبار یا کھیل تماشے کے ہوتے ہیں تو انکو اہمیت کے لحاظ سے ذکر کر دیا گیا اور ومن اللیل سے بظاہر تہجد کی نماز مراد ہے اور تہجد کے ساتھ تسبیح اور ذکر خداوندی کی تاکید اس امر پر دلالت کرتی ہے کہ ذاکرین کو تہجد کے علاوہ رات کا معتد بہ حصہ ذکر و تسبیح میں گزارنا چاہیئے۔ ۱۲

رات کے حصوں میں سے کچھ حصہ میں بھی بس اسی کے لیے سر بسجود رہیے اور اس کی تسبیح و پاکی بیان کرتے
رہیئے رات کے طویل حصہ تک شب کی تنہائی اور سکون میں ذکر اللہ کی حلاوت اور اسکے باطن پر عجیب
کیفیت محسوس ہوگی اور اہل اللہ اس وقت وہ لذت محسوس کریں گے کہ دنیا کی کوئی لذیذ سے
لذیذ چیز بھی اس سے زیادہ محبوب و پسندیدہ نہیں ہو سکتی ۱؎ محبوب رکھتے ہیں جلدی حاصل ہونے
والی چیز کو یعنی دنیا اور دنیا کی راحت و لذت اور چھوڑ رہتے ہیں اپنے پیچھے ایک بہت ہی بھاری
دن کو جس کی ہیبت و گرانی کسی سے برداشت نہ ہوگی غفلت و لاپرواہی سے اس دن کو بھلا دیا اور
موجودہ لذتوں میں منہمک ہو کر عذاب خداوندی کو دعوت دے رہے ہیں کس قدر ظلم کی بات ہے کہ اپنے
خالق کو بھلا دیا جائے ان لوگوں کو معلوم ہونا چاہیئے ہم نے ہی انکو پیدا کیا ہے اور مضبوط بنائے ہیں
انکے جسم کے تمام جوڑ کو جس قدرت و حکمت سے ہم نے انکو پیدا کیا انکے جسم کی ہڈیاں اور جوڑ بڑی خوبی
اور حکمت سے بنائے اسی قدرت سے ہم سب کچھ کر سکتے اور انکو فنا کر کے جب چاہیں انکے بدلے
ان [illegible] جیسے لوگ لے آئیں ہمیں اس ارادہ سے کوئی طاقت نہیں روک سکتی اور یہ ظاہر ہے کہ
جب ہم مجرمین و نافرمانوں کو ہلاک کر کے انکی جگہ دوسروں کو لائیں گے تو وہ ان جیسے مجرم و نافرمان نہیں
ہوں گے بلکہ وہ مطیع و فرماں بردار ہوں گے بہر حال یہ ایک پیغام نصیحت ہے تو ہم نے بڑی وضاحت
سے دنیا کو بتلا دیا اب جس کا دل چاہے اپنے پروردگار کی طرف راستہ اختیار کر لے اسکی اطاعت و
بندگی کا اور جس کا دل چاہے گمراہی اختیار کر لے اور اصل راز یہ ہے کہ ہدایت و گمراہی قدرت کی
طرف سے انسانوں کے لیے طے کر دی گئی ہے اس لیے تم نہیں چاہو گے کوئی چیز مگر وہی جو اللہ چاہے
اللہ بے شک سب کچھ جاننے والا بڑی ہی حکمتوں والا ہے اپنے بندوں میں سے جسکو چاہتا ہے
اسکو اپنی رحمت میں داخل کر لیتا ہے وہ اپنی استعداد و صلاحیت سے توفیق خداوندی ہدایت کا
راستہ اختیار کر لیتے ہیں اور رہا ظالموں کا معاملہ؟ جو اپنی کجروی اور عقل و فطرت کے تقاضوں کو ٹھکرا
کر گمراہی اختیار کر لیں اور نہ کسی ہادی کی بات کو سنیں اور نہ حق کو سمجھیں تو ان کے واسطے ایک
دردناک عذاب تیار کر رکھا ہے بس مرنے کی دیر ہے جسم سے روح نکلتے ہی ان مجرموں کو اپنا انجام نظر آجائے گا
اور جس عذاب کا انکار کرتے تھے اسکی گرفت سے کسی طرح نہ بچ سکیں گے۔

فائدہ سورت کی ابتداء اس بات سے تھی کہ انسان پر ایک ایسا وقت گذرا ہے کہ وہ نیست و نابود
تھا پھر اس کو حق تعالیٰ نے محض اپنی قدرت سے پیدا کیا کہ ایک قطرۂ منی کو مختلف

۱؎ چنانچہ مشہور ہے اہل اللیل فی لیلہم الذ من اہل العیش فی عیشہم کہ راتوں کو بیدار
رہنے والے عابدین و ذاکرین کو ذکر اللہ سے وہ لذت محسوس ہوتی ہے جو عیش پرستوں کو اپنے
عیش و عشرت میں نصیب نہیں ہو سکتی ۱۲۔

اور اور مراحل سے نشوونما عطا کیا ہوش و حواس اور ادراک و شعور کی صلاحیتوں کے ساتھ اس کو پیدا کیا اور اپنے دونوں راستے کھول کر رکھ دیئے گئے کہ یہ ہدایت کا راستہ ہے اور وہ گمراہی کا اب اس کے بعد جو انسان اپنی فطری صلاحیت سے ہدایت کا راستہ اختیار کرتا ہے وہ آخرت میں جنت اور انعامات خداوندی کا مستحق ہے اور جو دیکھتی آنکھوں ہلاکت و گمراہی کا راستہ اختیار کر لیتا ہے تو اس کو اسکے واسطے دردناک عذاب میں مبتلا ہونا چاہیئے جو اسکے رب نے تیار کر رکھا ہے تو اس طرح سورت کا آغاز اور سورت کی اختتام باہم نہایت ہی مربوط واقع ہو رہی ہے اور یہ دلیل قرآن کریم کے اعجاز اور کمال بلاغت کی دلیل ہے فتم بحمد اللہ تفسیر سورۃ الدھر۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

سُوْرَۃُ الْمُرْسَلٰت

سورت المرسلات مکیہ ہے اور دیگر مکی سورتوں کی طرح یہ بھی عقیدۂ توحید آخرت و رسالت بعث بعد الموت جیسے مضامین کی تحقیق و تفصیل پر مشتمل ہے اسکے دو رکوع اور پچاس آیات ہیں۔

سورت کی ابتداء ملائکہ اور چلنے والی ہواؤں کی قسم سے کی گئی اور ان قسموں میں ان کا ذکر فرمایا جو مختلف انواع و اقسام کے تکوینی امور پر مامور ہیں مضمون مقسم علیہ قیامت کا وقوع ہے جس کو اِنَّمَا تُوْعَدُوْنَ لَوَاقِعٌ کے عنوان سے بیان فرمایا گیا اس کے ساتھ یہ بیان کیا گیا کہ قیامت کے وقوع پر کائنات عالم کا نظام کس طرح درہم برہم کر دیا جائے گا اگرچہ اسکو اجمالاً بیان فرمایا اثبات قیامت کے مضمون کے ساتھ آیات خداوندی اور اسکے دلائل ذکر کئے گئے اور دلائل قدرت و توحید رب العالمین سے اعراض و بے رخی کرنے والوں پر وعید کا سلسلہ بیان ختم سورت تک جاری رکھا گیا اور یہ کہ قیامت کے روز انکا حال کیا بہت ہی برا ہوگا ان مجرمین کی ذلت کی کوئی حد نہ ہوگی اور حقارت و نفرت کے ساتھ انکو جہنم میں دھکیل دیا جائیگا یہ کہتے ہوئے کہ دیکھو لو یہ ہے وہ جہنم جسکی تم تکذیب کرتے تھے۔

اختتام سورت پر اہل ایمان اور متقین کے فضائل کا بھی ذکر فرما دیا گیا جو کہ نعمتوں میں ہوں گے اور یہ بھی واضح کر دیا گیا کہ کافروں کو دنیوی عشرتوں کو دیکھ کر کسی دھوکہ میں نہ رہنا چاہیئے یہ تو تھوڑی مدت کے لئے انکو ڈھیل دی جا رہی ہے اور ایک طرح کا امتحان ہے اس لئے اہل ایمان اور حق پرست لوگوں کو کسی قسم کے شبہ میں نہ پڑنا چاہیئے۔

آیاتہا ۵۰ (۷۷) سُوْرَةُ الْمُرْسَلٰتِ مَكِّيَّةٌ (۳۳) رکوعاتہا ۲

سورۃ مرسلات مکی ہے اور اس میں پچاس آیتیں اور دو رکوع ہیں

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

شروع اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم والا

وَالْمُرْسَلٰتِ عُرْفًا ﴿۱﴾ فَالْعٰصِفٰتِ عَصْفًا ﴿۲﴾ وَّالنّٰشِرٰتِ

قسم ہے چلتی ہواؤں کی دل کو خوش آتی پھر جھونکا دینے والیاں زور سے پھر ابھارنے والیاں

نَشْرًا ﴿۳﴾ فَالْفٰرِقٰتِ فَرْقًا ﴿۴﴾ فَالْمُلْقِيٰتِ ذِكْرًا ﴿۵﴾ عُذْرًا اَوْ نُذْرًا ﴿۶﴾

اُٹھا کر پھر پھاڑنے والیاں بانٹ کر پھر فرشتے اُتارنے والوں کی سمجھوتی الزام اتارنے کو یا ڈر سنانے کو

اِنَّمَا تُوْعَدُوْنَ لَوَاقِعٌ ﴿۷﴾ فَاِذَا النُّجُوْمُ طُمِسَتْ ﴿۸﴾ وَاِذَا السَّمَآءُ

مقرر جو تم سے وعدہ ہوا سو ہونا ہے پھر جب تارے مٹائے جاویں اور جب آسمان میں

فُرِجَتْ ﴿۹﴾ وَاِذَا الْجِبَالُ نُسِفَتْ ﴿۱۰﴾ وَاِذَا الرُّسُلُ اُقِّتَتْ ﴿۱۱﴾

جھروکے پڑیں اور جب پہاڑ اڑائے جاویں اور جب رسولوں کا وقت ٹھہرے

لِاَيِّ يَوْمٍ اُجِّلَتْ ﴿۱۲﴾ لِيَوْمِ الْفَصْلِ ﴿۱۳﴾ وَمَآ اَدْرٰىكَ مَا يَوْمُ

کس دن کی ان کو دیر ہے اس فیصلہ کے دن کی اور تو کیا بوجھا کیا ہے فیصلہ

الْفَصْلِ ﴿۱۴﴾ وَيْلٌ يَّوْمَئِذٍ لِّلْمُكَذِّبِيْنَ ﴿۱۵﴾ اَلَمْ نُهْلِكِ

کا دن ؟ خرابی ہے اس دن جھٹلانے والوں کی کیا ہم کھپا نہیں

الْاَوَّلِيْنَ ﴿۱۶﴾ ثُمَّ نُتْبِعُهُمُ الْاٰخِرِيْنَ ﴿۱۷﴾ كَذٰلِكَ نَفْعَلُ

چکے اگلے پھر ان کے پیچھے بھیجتے ہیں پچھلے ہم یہی کچھ کرتے ہیں

بِالْمُجْرِمِيْنَ ﴿۱۸﴾ وَيْلٌ يَّوْمَئِذٍ لِّلْمُكَذِّبِيْنَ ﴿۱۹﴾ اَلَمْ نَخْلُقْكُّمْ

گنہگاروں سے خرابی ہے اس دن جھٹلانے والوں کی کیا ہم نے نہیں بنایا تم کو

مِّن مَّآءٍ مَّهِينٍ ﴿۲۰﴾ فَجَعَلْنٰهُ فِى قَرَارٍ مَّكِينٍ ﴿۲۱﴾ إِلٰى قَدَرٍ

ایک بے قدر پانی سے ۔ پھر رکھا اسکو ایک جمے ٹھہراؤ میں ایک وعدہ

مَّعْلُومٍ ﴿۲۲﴾ فَقَدَرْنَا فَنِعْمَ الْقٰدِرُونَ ﴿۲۳﴾ وَيْلٌ يَوْمَئِذٍ

مقرر تک پھر ہم کر سکے سو کیا خوب سکت والے ہیں خرابی ہے اس دن

لِّلْمُكَذِّبِينَ ﴿۲۴﴾ أَلَمْ نَجْعَلِ الْأَرْضَ كِفَاتًا ﴿۲۵﴾ أَحْيَآءً وَّأَمْوٰتًا ﴿۲۶﴾

جھٹلانے والوں کی کیا ہم نے نہیں بنائی زمین سمیٹنے والی جیتوں کو اور مُردوں کو

وَّجَعَلْنَا فِيهَا رَوٰسِىَ شٰمِخٰتٍ وَّأَسْقَيْنٰكُم مَّآءً فُرَاتًا ﴿۲۷﴾

اور رکھے اس میں بوجھ کے پہاڑ اونچے اور پلایا تمکو پانی میٹھا پیاس بجھاتا

وَيْلٌ يَوْمَئِذٍ لِّلْمُكَذِّبِينَ ﴿۲۸﴾ اِنطَلِقُوٓا إِلٰى مَا كُنتُم بِهِ

خرابی ہے اس دن جھٹلانے والوں کی چلو دیکھو! جو چیز تم

تُكَذِّبُونَ ﴿۲۹﴾ اِنطَلِقُوٓا إِلٰى ظِلٍّ ذِى ثَلٰثِ شُعَبٍ ﴿۳۰﴾ لَّا

جھٹلاتے تھے چلو ایک چھاؤں میں جس کی تین پھانکیں نہ

ظَلِيلٍ وَّلَا يُغْنِى مِنَ اللَّهَبِ ﴿۳۱﴾ إِنَّهَا تَرْمِى بِشَرَرٍ كَالْقَصْرِ ﴿۳۲﴾

گھنی کی اور نہ کام آوے تپش میں وہ آگ پھینکتی ہے چنگاریاں جیسے محل

كَأَنَّهُ جِمٰلَتٌ صُفْرٌ ﴿۳۳﴾ وَيْلٌ يَوْمَئِذٍ لِّلْمُكَذِّبِينَ ﴿۳۴﴾

جیسے وہ اونٹ ہیں زرد خرابی ہے اس دن جھٹلانے والوں کی

هٰذَا يَوْمُ لَا يَنطِقُونَ ﴿۳۵﴾ وَلَا يُؤْذَنُ لَهُمْ فَيَعْتَذِرُونَ ﴿۳۶﴾

یہ وہ دن ہے کہ نہ بولیں گے اور نہ انکو حکم ہو کہ توبہ کریں

وَيْلٌ يَوْمَئِذٍ لِّلْمُكَذِّبِينَ ﴿۳۷﴾ هٰذَا يَوْمُ الْفَصْلِ

خرابی ہے اس دن جھٹلانے والوں کی یہ ہے دن فیصلے کا

جَمَعْنٰكُمْ وَالْاَوَّلِيْنَ ﴿۳۸﴾ فَاِنْ كَانَ لَكُمْ كَيْدٌ فَكِيْدُوْنِ ﴿۳۹﴾

جمع کیا تمہیں اور اگلوں کو — پھر اگر کچھ داؤ ہے تمہارا تو چل لو مجھ پر

وَيْلٌ يَّوْمَئِذٍ لِّلْمُكَذِّبِيْنَ ﴿۴۰﴾ اِنَّ الْمُتَّقِيْنَ فِيْ ظِلٰلٍ

خرابی ہے اس دن جھٹلانے والوں کی — جو ڈر والے ہیں — وہ چھاؤں میں ہیں

وَّعُيُوْنٍ ﴿۴۱﴾ وَّفَوَاكِهَ مِمَّا يَشْتَهُوْنَ ﴿۴۲﴾ كُلُوْا وَاشْرَبُوْا

اور نہروں میں — اور میوے جس قسم کے ان کو چاہیے — کھاؤ اور پیو

هَنِيْٓـئًۢا بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ﴿۴۳﴾ اِنَّا كَذٰلِكَ نَجْزِي الْمُحْسِنِيْنَ ﴿۴۴﴾

رچ سے — بدلہ اس کا جو کرتے تھے — ہم یوں ہی دیتے ہیں بدلہ نیکی والوں کو

وَيْلٌ يَّوْمَئِذٍ لِّلْمُكَذِّبِيْنَ ﴿۴۵﴾ كُلُوْا وَتَمَتَّعُوْا قَلِيْلًا

خرابی ہے اس دن جھٹلانے والوں کی — کھا لو اور برت لو تھوڑے دنوں

اِنَّكُمْ مُّجْرِمُوْنَ ﴿۴۶﴾ وَيْلٌ يَّوْمَئِذٍ لِّلْمُكَذِّبِيْنَ ﴿۴۷﴾ وَاِذَا

تم مقرر گنہگار ہو — خرابی ہے اس دن جھٹلانے والوں کی — اور جب

قِيْلَ لَهُمُ ارْكَعُوْا لَا يَرْكَعُوْنَ ﴿۴۸﴾ وَيْلٌ يَّوْمَئِذٍ

کہیے انکو — رکوع — نہیں رکوع کرتے — خرابی ہے اس دن

لِّلْمُكَذِّبِيْنَ ﴿۴۹﴾ فَبِاَيِّ

جھٹلانے والوں کی — اب کس

حَدِيْثٍۢ بَعْدَهٗ

بات پر اسکے بعد

يُؤْمِنُوْنَ ﴿۵۰﴾

یقین لاویں گے

والی ہے اور وہ قیامت ہے آخرت میں میدان حشر کی پیشی حساب وکتاب اور جزاء سزا جیسے جملہ احوال ہیں جن میں جنت وجہنم بھی ہے بلاشبہ ان میں سے ہر ایک بات واقع ہو کر رہے گی اور انکے وقوع میں شبہ کرنے والے کو دیکھ لینا چاہیے کہ عالم میں چلتی ہوتی ہواؤں میں دن رات قیامت بعث بعد الموت اور فنا وبقا کے نمونے موجود ہیں جن کو ہر انسان اپنی آنکھوں سے دیکھ رہا ہے تو پھر کون ہے جو اس روز قیامت کے آنے میں شبہ کرے جان لینا چاہیے کہ قیامت کا دن ایسا ہوگا جب کہ ستارے بے نور کر دیئے جائیں گے اور آسمانوں میں شگاف پڑ جائیں گے اور بعض کہ ان میں دروازے اور کھڑکی جیسے نظر آنے لگیں گے اور جب کہ پہاڑ ریزہ ریزہ کرکے اڑا دیئے جائیں گے حتی کہ روئی کے گالوں کی طرح اڑنے لگیں گے اور جب کہ رسولوں کو ایک وقت مقرر کرکے ساتھ متعین ومقرر کر دیا جائے گا جو یکے بعد دیگرے اپنی اپنی امتوں کے ساتھ بارگاہ رب العزت میں پیش ہوں گے اور پھر رسولوں سے بھی سوال ہوگا اور انکی امتوں سے بھی پوچھا جائے گا یہ ہے قیامت۔ اور قیامت کے وقت پیش آنے والے احوال اور حالتے بھی ہیں اے لوگو! کس دن کے واسطے ان چیزوں کو موخر اور ایک طے شدہ وقت کیلئے موقت کیا گیا ہے یہ سب کچھ اس دن کے لیے جو ہر بات اور ہر چیز میں آخری اور دو ٹوک فیصلہ کا دن ہے اللہ تعالیٰ چاہتا تو یہ دن اسی وقت برپا کر دیتا اور ابھی ہر چیز کا فیصلہ ہو جاتا لیکن اسکی حکمت کا تقاضا تھا کہ اسکو موخر کیا جائے اور اے انسان تو جانتا بھی ہے کہ کیا ہے یہ فیصلہ کا دن مت پوچھ کہ یہ فیصلہ کا دن کیا ہے؟ اسکی ہیبت وشدت کی کوئی حد نہیں اور جھٹلانے والوں کے لیے اس روز سخت مصیبت وتباہی کا سامنا ہوگا اور یکایک ایسی ہولناک صورت سامنے آجائے گی کہ ہوش وحواس پراگندہ ہوں گے اور حسرت وندامت ان منکرین پر مسلط ہوگی بس ہلاکت وبربادی ہے اس دن جھٹلانے والوں کے لیے یہ منکرین ومکذبین سمجھتے تھے اور کہا کرتے تھے کہ کہاں اس قدر وسیع دنیا ہلاک ہو جائے گی اور کس طرح ہم مرنے کے بعد دوبارہ اٹھائے جائیں گے اور نسل انسانی نیست ونابود ہو کر کس طرح زندہ کی جائے گی کہاں جہنم اور عذاب جہنم اور کہیں جنت اور جنت کی نعمتیں تو منکرین ومکذبین کو کیا یہ معلوم نہیں ہم ان سے پہلے کتنوں کو ہلاک کر چکے ہیں پھر ہم ان کے بعد لاتے رہتے بعد والوں کو تو موت وہلاکت اور پہلوں کے دنیا سے نیست ونابود ہو کر پچھلوں کا آنا کوئی عجیب بات نہیں ہماری قدرت کا یہ سلسلہ تاریخ قدیم سے چلا آرہا ہے جسکو

شہ جیسا کہ ارشاد ہے وَيَوْمَ نُسَيِّرُ الْجِبَالَ وَتَرَى الْأَرْضَ بَارِزَةً اور ارشاد ہے وَيَسْأَلُونَكَ عَنِ الْجِبَالِ فَقُلْ يَنسِفُهَا رَبِّي نَسْفًا ۱۲۔

شہ یہ وہی مضمون ہے جو يَوْمَ يَجْمَعُ اللَّهُ الرُّسُلَ فَيَقُولُ مَاذَا أُجِبْتُمْ میں ذکر فرمایا گیا۔

یہ دیکھتے رہتے ہیں تو پھر انہوں نے یہ کیسے خیال کیا تھا کہ ہم دنیا کے انسانوں کو فنا کر کے دوبارہ قیامت کے روز انکو نہیں اٹھائیں گے ہم ایسا ہی کرتے ہیں مجرمین کے ساتھ کہ ان پر جرم کے سبب عذاب نازل کیا انکو ہلاک کر کے پھر دوسری قوم کو لے آئے تو اب ہم نے قیامت کے روز سب مجرموں کو جمع کر لیا تاکہ انکو عذاب دیں اور سب اہل ایمان کو بھی جمع کر لیا تاکہ مجرمین اپنی آنکھوں سے دیکھ لیں کہ ایمان و یقین والوں کے واسطے کیسے کیسے انعامات ہیں بس ہلاکت و بربادی ہے جھٹلانے والوں کے لئے آخر انکار کرنے والوں نے کیوں قیامت کا انکار کیا اے انسانو! کیا ہم نے پیدا نہیں کیا ہے تمہیں ایک حقیر پانی سے نطفۂ منی سے پھر کیا نہیں رکھا ہے ایک محفوظ ٹھیراؤ کی جگہ میں یعنی رحم مادر میں جہاں اس نطفہ نے نہایت ہی محفوظ طریقہ سے نشو و نما پایا اعضاء کی ساخت ہوئی شکل و صورت بنی اس میں حیات و روح کو ڈالا یہ سب کچھ اس کے معین کردہ وقت تک کیلئے ہوتا

عـہ اس موقع پر جس اہم اور عظیم الشان مضمون کے لئے خداوند عالم نے پانچ چیزوں کی قسم کھائی اور ان قسموں پر اصل مدعیٰ اور مقصد کو واضح فرمایا وہ مقصد و مدعیٰ اِنَّمَا تُوْعَدُوْنَ لَوَاقِعٌ ہے کہ قیامت جس کا وعدہ کیا گیا ہے وہ برحق ہے اور صادق ہے اور بلاشبہ قیامت واقع ہو کر رہے گی تو اس کے ثابت کرنے کے لیے منجملہ دلائل یہ بھی ایک اہم دلیل بیان کی گئی اَلَمْ نَخْلُقْكُّمْ مِّنْ مَّآءٍ مَّهِيْنٍ یعنی انسانی تخلیق کا یہ سلسلہ یقیناً اللہ رب العزت کی قدرت کاملہ کی دلیل تو ہے ہی لیکن اس نظام قدرت میں قیامت اور بعث بعد الموت کا بھی پورا پورا نمونہ موجود ہے کہ کس طرح خداوند عالم نے ایک قطرہ میں انسان کے تمام جسم اور اعضاء جسم کو سمیٹ کر رکھ دیا ہے کہ سر سے پاؤں تک کے جملہ اعضاء بطور جوہر اس ایک قطرہ میں ہیں پھر صرف یہی نہیں کہ اجزاء بدنیہ بلکہ ہر شخص کی عادات خصلتیں مزاج شکل و صورت حتیٰ کہ آواز اور طرز گفتگو جیسی کیفیات بھی اس میں جمع کر دی ہیں چنانچہ اسی ذریعہ سے یہ ساری صفات اور کیفیات اولاد میں منتقل ہوتی ہیں تو اس طرح بعث بعد الموت کا مسئلہ ثابت کیا گیا کہ بس سمجھ لو ایسے ہی خداوند عالم انسانوں کے مرنے کے بعد انکے اجزاء بدنیہ سمیٹ کر اٹھائے گا خواہ وہ کسی بھی حالت کو اختیار کر چکے ہوں اور انسانی اجزاء کا جمع کر کے اٹھانا اس سے زیادہ عجیب نہیں کہ ایک قطرہ منی میں تمام اجزاء بدن اور اوصاف و عادات جمع کر کے اس کو دوبارہ ایک انسانی شکل و صورت میں پیدا کیا جاتا تو اس طرح اَلَمْ نَخْلُقْكُّمْ مِّنْ مَّآءٍ مَّهِيْنٍ کا مضمون اِنَّمَا تُوْعَدُوْنَ لَوَاقِعٌ کے ثبوت کے لیے دلیل کے طور پر مرتب کیا گیا واللہ اعلم بالصواب ۱۲۔

ہے جو مدتِ حمل ہے اس وقت پر انسان ان تمام تدریجی مراحل کو طے کر کے دنیا میں آتا ہے تو ہم نے ایک وقت کا اندازہ کر دیا ہے اور طے کر لیا ہے جس ہم بہت ہی اچھے اندازے سے وقت مقرر کرنے والے ہیں کو کیسی قوی ہے ایک نطفہ کے لیے تدریجی مراحل سے نشو و نما مقرر کر کے اسکو انسانی شکل میں پیدا کیا جبکہ انسانی عقل و فکر کے محدود دائرہ میں سوچنے والا انسان تصور نہیں کر سکتا تھا کہ یہ حقیر سا قطرہ اتنی مدت کے بعد بہترین اعضاء کی ساخت شکل و صورت حیات و ادراک اور عقل و شعور کی تمام صلاحیتوں کے ساتھ پیدا ہو جائے گا تو بس اسی طرح سمجھ لینا چاہیئے کہ انسان مرنے اور ہلاک ہونے کے بعد دوبارہ قیامت کے روز زندہ ہو کر اٹھے گا رہا یہ امر کہ وہ قیامت کب آئے گی تو یہ ایک مقرر کردہ وقت ہے جو اللہ نے اپنی ایسی ہی حکمت بالغہ اور کا علم سے مقرر کر رکھا ہے جیسا کہ ہر نطفہ کی پیدائش کا اس نے اپنی حکمت[1] سے وقت مقرر کیا اور اس میں مہلت رکھی بس ہلاکت و بربادی ہے اس دن انکار کرنے والوں کے لیے تو کیا یہ تمام چیزیں اس بات کا ثبوت نہیں ہیں کہ وہ خداوند عالم قیامت قائم کرنے پر قادر ہے اور ان منکرین کا یہ کہنا کہ "ہم مٹی میں ملنے کے بعد جب کہ ریزہ ریزہ ہو جائیں گے تو پھر کیونکر ہم دوبارہ زندہ ہو سکتے ہیں" نہایت ہی لغو اور مہمل بات ہے انکو دیکھنا چاہیئے کہ کیا ہم نے نہیں بنایا ہے زمین کو وہ سمیٹنے والی ہے زندوں کو اور مردوں کو جس پر زندہ بھی آباد ہیں اور مردے بھی اس میں مرنے کے بعد دفن ہیں اسی طرح زندوں کو بھی اسی خاک سے حیات و زندگی ملی اور مر کر بھی اسی میں چلے گئے تو جس خاک سے انسانوں کی نشو و نما ہے اسی خاک میں ملنے والے انسانوں کے اس میں سے اٹھنے اور دوبارہ زندہ ہونے پر کیا تعجب ہے کیوں نہیں اس بات کو دیکھ کر کہ ہر دانہ زمین میں بو دیئے جانے کے بعد جب کہ وہ مٹی میں مل کر ریزہ ریزہ اور بظاہر مٹی ہی بن جاتا ہے کس طرح اُگ رہا ہے قیامت اور بعث بعد الموت کا مسئلہ نہیں سمجھتے تو جب زمین میں دفن ہو چکنے کے بعد ہر دانہ اور تخم دوبارہ پیدا ہو رہا ہے تو کیوں نہیں انسان زمین میں مل کر اور خاک ہو کر دوبارہ پیدا ہو سکتے تو جس قادر مطلق کی قدرت کے یہ نمونے دن رات نظروں کے سامنے ہیں اس قادر مطلق کو کیا مشکل ہے کہ عالم کو فنا کر کے قیامت قائم کر دے لو اس زمین میں ہم نے بنا دیئے ہیں ایسے جم جانے والے بوجھل پہاڑ جن کی چوٹیاں بلند ہیں ہلا نہیں جگہ سے ذرہ بھی جنبش نہیں کھاتے تو یہ زمین کس قدر مضبوط ہے کہ اس نے لیئے اوپر لیے وزنی پہاڑوں کو اٹھا

---

[1] ان کلمات سے اشارہ کیا گیا کہ آیت فَقَدَرْنَا فَنِعْمَ الْقَادِرُوْنَ کا تعلق ہر دو مدتوں کی تقدیر اور تعیین سے ہے یعنی مدت حمل کی تقدیر تو جس طرح مدت حمل کی تقدیر اللہ کی حکمت کاملہ پر مبنی ہے اسی طرح قیامت کی مدت بھی اللہ نے اپنی حکمت کاملہ سے طے کر رکھی ہے اور وہ اسی پر واقع ہو گی۔ ۱۲-

دکھا ہے جنکی جنتیں دنیاں بادلوں سے بھی اوپر تک پہنچی ہوتی ہیں اور اسی زمین اور پہاڑوں سے چشمے جاری
کرکے تمکو میٹھا پانی پلایا جو پیاس بجھانے والا ہے پانی کے یہ سیال چشمے مضبوط زمین اور سخت چٹانوں
سے جاری ہوکر خدا کی عظیم قدرت کا نمونہ دنیا کی نگاہوں کے سامنے پیش کر رہے ہیں تو جو خداوند عالم
اپنی قدرت کاملہ کے یہ متضاد نمونے دکھلا رہا ہے اور موت و حیات اور سختی و نرمی کے مناظر پیش کر رہا ہے
کیا وہ خدا میدان حشر میں نرمی و سختی اور نجات و ہلاکت کے مناظر نہیں دکھلا سکتا؟ نیز جس کے قبضہ میں تمام
اسباب حیات ہیں اور وہ پہاڑوں کے سینہ میں معدنیات پانی کے چشمے اور بے شمار چیزیں جمع کرنے
والا ہے اس پروردگار کو کیا مشکل ہے کہ انسانوں کے مرنے کے بعد زمین میں دفن ہونے کے بعد ریزہ ریزہ
ہوجانے کے بعد ابدان کو اور ان اجسام کو جو ریزہ ریزہ ہوکر ہواؤں میں اڑ رہے ہوں یا پانی کی موجوں میں
بہہ رہے ہوں انکو اپنی قدرت بالغہ سے سمیٹ کر جمع کرے اور دوبارہ میدان حشر میں اٹھائے ان حقائق
اور مناظر قدرت کو دیکھ کر تو کسی کی یہ مجال نہ ہونی چاہئے کہ انکار کرے لیکن افسوس کہ پھر بھی بہت
سے انکار کرنے والے انکار کرتے ہیں پس ہلاکت و تباہی ہے انکار کرنے والوں کے لئے ہر کیف قیامت
کا برپا ہونا یقینی ہے اور خداوند عالم جس کی قدرت کے یہ عظیم کرشمے نظروں کے سامنے ہر وقت موجود ہیں
ایسے ہوتے ہوئے کسی کو مجال نہیں کہ قیامت کا انکار کرسکے تو جب قیامت قائم ہوگی مردوں کو انکی
قبروں سے اٹھایا جارہا ہوگا آفتاب کی تپش سے لوگوں کے دماغ کھول رہے ہوں گے اہل ایمان کیلئے
سایہ عرش ہوگا اور مجرمین و منکرین بدحواسی کے عالم میں ہوں گے تو ان سے کہا جائے گا چلو اس چیز کی طرف
جس کو تم جھٹلاتے تھے اور اسکا انکار کرتے تھے وہ نامۂ اعمال کی پیشی اور میزان اعمال پر حاضری اور جہنم
کے کناروں پر قائم کردہ پل پر سے گذرنا ہے اس اعلان پر منکرین و کفار بے چینی سے گریہ وزاری کرنے
لگیں گے تو پھر انکو کہا جائے گا اچھا چلو ایک ایسے سایہ کی طرف جس کی تین شاخیں ہیں ایک طرف اشارہ
کرکے کہا جائے گا دور سے ظاہر ہوگا کہ وہ ایک سایہ ہے جس کی تین شاخیں ہیں فرشتوں کے اس اعلان

ف یہ تین شاخوں والا دھواں اس طرح ہوگا دائیں بائیں اور سر پر محیط گویا ہر طرف سے گھیرنے والا
ہوگا بظاہر اسکی حکمت یہ ہوگی کہ عالم آخرت میں انسان کے اعمال عالم مثال میں حقائق موجودہ کی شکل
میں رونما ہوتے ہیں تو یہ انکے اعمال فاسدہ اور عقائد باطلہ کی تاریکی ہوگی جو ہر طرف سے ان کو محیط
ہوگی اور دھوئیں کی شکل میں ظاہر ہو رہی ہوگی۔

حضرات عارفین فرماتے ہیں کہ انسان کے اندر تین لطیفے ہیں جنکی اصلاح اسکو مقام ملکیت تک
پہنچا دیتی ہے اور اسکا فساد اسکو شیاطین کے زمرے میں شامل کر دیتا ہے ایک بائیں طرف
جو لطیفہ قلب ہے جس کا فساد قوت غضبیہ کو حد سے بڑھا کر ظلم و سرکشی پر آمادہ کرتا ہے دوسرا
دائیں طرف ہے جس کا فساد قوت شہویہ کو بڑھاتا ہے اور اسکی وجہ سے انسان فسق و فجور

پھر وہاں پہنچیں گے تو کچھ اور ہی پائیں گے نہ تو وہ سایہ ہوگا ڈھانکنے والا جس میں کوئی ٹھنڈک اور چین ہو اور نہ ہی وہ جہنم کی لپٹوں اور شعلوں سے بچانے والا ہوگا بلکہ وہ سایہ تو درحقیقت جہنم سے اٹھنے والا دھواں ہوگا اور قعر جہنم سے اٹھنے والے سیاہ شعلے ہوں گے جو پہاڑوں کی بلندی کی طرف اوپر کی جانب بلند ہوتے ہوں گے اور دور سے محسوس ہوگا کہ وہ کوئی سایہ ہے۔

وہ جہنم پھینکتی ہوگی ایسے شعلے اور انگارے جو محل کی طرح بلند ہوں گے دیکھنے میں ایسا محسوس ہوگا کہ گویا وہ اونٹ ہیں زرد رنگ کے کہ ابتداء میں وہ انگارے اور شعلے محل کی بلندی کے بقدر قعر جہنم سے بلند ہوتے ہوں گے پھر اسی میں سے ٹوٹ ٹوٹ کر چنگاریاں، یہی نظر آئیں گی جیسے زرد رنگ کے اونٹ ہوں یہ ہے وہ عذاب جو آخرت میں مجرمین و منکرین کے لیے ہوگا افسوس ہلاکت و بربادی ہے اس دن انکار کرنے والوں کے لیے اس دن کی شدت اور عذاب کی سختی کا یہ حال بتایا جا رہا ہے وہ دن ہوگا جس میں وہ بول نہ سکیں گے اور اگر اس سے قبل روز محشر کچھ بولے بھی ہوں تو وہ بے سود تھا اور نہ ان کو اجازت ہوگی کہ وہ کوئی معذرت پیش کریں اور توبہ کریں اس ہلاکت و بربادی ہے اس دن جھٹلانے والوں کے لیے ان منکرین نے تو یہ سمجھ رکھا تھا کہ دنیا کی عدالتوں کی جس طرح حیلہ و حجت اور عذر و معذرت سے کام چل جاتا ہے شاید میدان محشر میں اسی طرح ہم کچھ حیلے بہانے یا معذرت و توبہ کر کے چھوٹ جائیں گے نہیں ہرگز نہیں وہاں نہ تو بولنے کی سکت ہوگی اور نہ کوئی معذرت و توبہ قبول ہوگی بہرحال یہ ہے فیصلہ کا دن جس میں حق و باطل نیکی و بدی اور ایمان و کفر کا فیصلہ کر دیا جائے گا اور ہر عمل کا انجام سامنے ہوگا اہل حق جدا جدا ہوں گے اور مجرمین پکڑے جا رہے ہوں گے ایک گروہ نجات و کامیابی پر شاداں و فرحاں ہوگا تو دوسروں کے چہرے پر ذلت و مقہوریت اور پریشانی و پشیمانی برس رہی ہوگی غرض ہر چیز کا فرق سامنے ہوگا اور ہر عمل کا فیصلہ ہو رہا ہوگا جمع کر دیا ہے ہم نے تم کو اور ان کو جو تم سے پہلے گذر چکے ہیں تاکہ سب کو اکٹھا کر کے پھر الگ الگ کر دیں اور آخری فیصلہ سب کو سنا دیں تو اب اے مجرمو! اگر کوئی تدبیر کر سکتے ہو تو کر لو۔

* اور یہ ظلمانیت بھی بڑھ جاتی ہے کیونکہ جہنم معدن ظلمت ہے اور یہ تین شاخیں ان کا مرجع ہے تیسرا لطیفہ وہ ہے جو قوت ادراکیہ کا منبع اور معدن ہے تو پہلے دو لطیفوں کا فساد عمل خراب ہونے کا باعث ہے اور تیسرے لطیفہ کا فساد عقائد باطلہ کا سبب ہے اس طرح اعمال خبیثہ اور عقائد باطلہ ان لطائف کی خرابی پر مرتب ہوتے تو اسی مناسبت سے یہ اعمال خبیثہ اور عقائد جہنم کے دھوئیں اور شعلوں سے قائم ہونے والے سایہ کی تین شاخوں کی شکل میں نمایاں ہوں گے واللہ اعلم بالصواب

از روح المعانی فتح المنان

تدبیر میرے مقابلہ میں اور تم ہو، ان میں وہ گستاخ بھی جو کہا کرتے تھے دوزخ کا ذکر اور ان پر مقرر انیس فرشتوں کا سن کر کہ انیس کو تو میں اکیلا ہی کافی ہو جاؤں گا" باقی دو سے تم نمٹ لینا بس ہلاکت و تباہی ہے اس روز جھٹلانے والوں کے لیے ظاہر ہے کہ سب کچھ مصائب اور عذاب کی شدت و سختی اور میدان حشر کی پریشانی منکرین و مکذبین کے لیے ہے جو انکے کفر و نافرمانی اور سرکشی کا نتیجہ ہے لیکن انکے بالمقابل اہل ایمان و طاعت کامیاب و کامران ہوں گے اللہ رب العزت کی نعمتوں اور اسکی رضاء و خوشنودی سے سرفراز ہوں گے جن کی راحت و نعمتوں کا یہ حال ہوگا کہ بے شک تقویٰ اور ایمان والے نہایت ہی راحت و سکون کے ساتھ جنت کے سایوں میں اور چشموں میں جن سے پانی اور دودھ کی نہریں بہتی ہونگی اور ہر قسم کے میوے اور پھلوں میں ہوں گے جس قسم کے بھی وہ چاہیں غرض ہر طرح کا آرام و سکون عزت اور ہر قسم کی نعمتیں ہونگی اور انکو کہہ دیا جائے گا کھاؤ اور پیو مزے سے خوب بلا کسی روک ٹوک کے بہ سبب کچھ ان اعمال کا بدلہ ہے جو تم کرتے تھے دنیا کی زندگی میں بیشک ہم اسی طرح بدلہ دیا کرتے ہیں نیکی کرنے والوں کو مگر اس کے برعکس ہلاکت و تباہی ہے اس دن جھٹلانے والوں کے لیے یہ مجرمین و مکذبین جو دنیا کی لذتوں اور عیش و عشرت میں مست تھے اور آخرت کو انہوں نے جھٹلا رکھا تھا انکو دنیا ہی میں اسی وقت بتا دیا گیا تھا کھالو اور مزے اڑالو تھوڑے دنوں تک یقیناً تم مجرم ہو اور تم کو یہ چند دن اور قلیل مدت گذرنے پر معلوم ہو جائے گا کہ تمہارا انجام کس قدر برا ہے افسوس! ہلاکت و بربادی ہے اس دن جھٹلانے والوں کے لیے دنیا کی زندگی نے ان مجرموں کو ایسا سرکش و نافرمان بنا دیا تھا کہ جب ان سے کہا جاتا کہ جھک[عہ] جاؤ اللہ کے سامنے تو نہیں جھکتے تھے اور کس طرح خدا کے سامنے سرنگوں ہوتے اور عبادت و بندگی کے لیے تیار نہ ہوتے جس کا یہ انجام دیکھ لیا بس ہلاکت و بربادی ہے اس دن جھٹلانے والوں کے لیے قرآن حکیم نے کس قدر واضح دلائل بیان کر دیئے جن کے بعد خدا اور آخرت پر ایمان لانے میں کوئی تردد ہی نہ رہنا چاہئے لیکن انکار کرنے والے اب بھی اگر ایمان نہیں لاتے تو پھر اسکے بعد اور کون سی بات ہوگی جس پر وہ ایمان لائینگے اور اس پر یقین کر کے آخرت کو مانیں گے نہ تو قرآن کے بعد اب کوئی اور کتاب نازل ہوگی اور جو دلائل و حقائق ذکر کیے گئے ان کے بعد احاطۂ تصور میں مزید کسی دلیل اور تحقیق کا امکان نہیں اور نہ ہی خاتم الانبیاء والمرسلین جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد اور کوئی نبی مبعوث ہوگا کہ یہ توقع کر لی جائے کہ شاید کسی اور پیغمبر کے کسی معجزہ کو دیکھ کر یا دلیل کو سن کر مان لیں اور ایمان لے آئیں بہرحال جو بدنصیب بھی

عہ لفظ ارکعوا کا ترجمہ "جھک جاؤ" اس لفظ کے معنی لغوی کے لحاظ سے کیا گیا اور یہی زیادہ مناسب ہے بہ نسبت اسکے کہ یہاں رکوع کو رکوع اصطلاحی کے معنی پر محمول کیا جائے ۱۲

دوسروں سے بڑھا دیتا ہے اور اس کی وجہ سے ظلم و تعدی کی کوئی حد نہیں رہتی اور آخر یہ انسان میں سے انسانیت و شرافت کا وصف ختم کر دیتی ہے نوبت یہاں تک ہو جاتی ہے کہ احکام الٰہیہ کی بے حرمتی اور گستاخی پر جرأت تو ارکان اسلام پر عمل تک نہیں پہنچتی تو دو خرابیاں یہ ہوئیں اس طرح ظاہر ہوا کہ منکرین قیامت ویسے مجرمین ان دس خرابیوں میں مبتلا تھے تو ہر ایک خرابی کے بالمقابل ایک بار فرمایا گیا وَيْلٌ يَّوْمَئِذٍ لِّلْمُكَذِّبِيْنَ۔ واللہ اعلم بالصواب

تم بحمد اللہ تفسیر سورۃ المرسلت

الحمد للہ ۲۹ ویں پارے کی تفسیر مکمل ہوئی۔
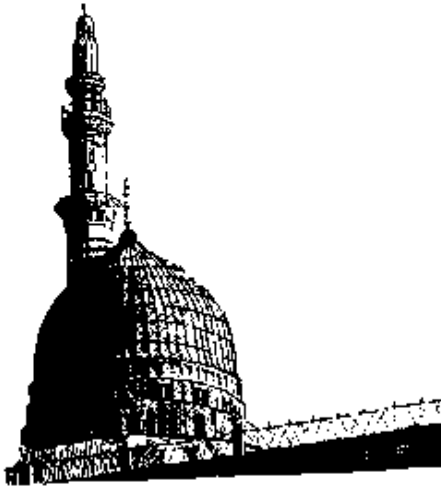
بسم اللہ الرحمن الرحیم

سُورَةُ النَّبَا

آیاتہا ۴۰ ۷۸ سُورَةُ النَّبَا مَكِّيَّةٌ ۸۰ فیہما رکوعًا ۲

سورۂ نبا مکی ہے، اور اس میں چالیس آیتیں اور دو رکوع ہیں۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

شروع اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم والا۔

عَمَّ يَتَسَآءَلُوْنَ ﴿۱﴾ عَنِ النَّبَاِ الْعَظِيْمِ ﴿۲﴾ الَّذِيْ

کیا بات پوچھتے ہیں لوگ آپس میں؟ وہ بڑی خبر، جس میں

هُمْ فِيْهِ مُخْتَلِفُوْنَ ﴿۳﴾ كَلَّا سَيَعْلَمُوْنَ ﴿۴﴾ ثُمَّ كَلَّا سَيَعْلَمُوْنَ ﴿۵﴾

وہ کئی طرف ہو رہے ہیں۔ یوں نہیں، اب جان لیں گے۔ پھر بھی یوں نہیں، اب جان لیں گے۔

اَلَمْ نَجْعَلِ الْاَرْضَ مِهٰدًا ﴿۶﴾ وَّالْجِبَالَ اَوْتَادًا ﴿۷﴾ وَّ

ہم نے نہیں بنایا زمین بچھونا! اور پہاڑ میخیں! اور

خَلَقْنٰكُمْ اَزْوَاجًا ﴿۸﴾ وَّجَعَلْنَا نَوْمَكُمْ سُبَاتًا ﴿۹﴾ وَّجَعَلْنَا

تم کو بنایا جوڑے جوڑے۔ اور بنائی نیند تمہاری دفع ماندگی۔ اور بنائی

الَّيْلَ لِبَاسًا ﴿۱۰﴾ وَّجَعَلْنَا النَّهَارَ مَعَاشًا ﴿۱۱﴾ وَّبَنَيْنَا فَوْقَكُمْ

رات اوڑھنا۔ اور بنایا دن روزی حاصل کرنے کو۔ اور چنی تم سے اوپر

سَبْعًا شِدَادًا ﴿۱۲﴾ وَّجَعَلْنَا سِرَاجًا وَّهَّاجًا ﴿۱۳﴾ وَّاَنْزَلْنَا مِنَ

سات چنائی مضبوط۔ اور بنایا ایک چراغ چمکتا۔ اور اتارا

الْمُعْصِرٰتِ مَآءً ثَجَّاجًا ﴿۱۴﴾ لِّنُخْرِجَ بِهٖ حَبًّا وَّنَبَاتًا ﴿۱۵﴾ وَّ

نچڑتی بدلیوں سے پانی کا ریلا ۔ کہ نکالیں اس سے اناج اور سبزہ ۔ اور

جَنّٰتٍ اَلْفَافًا ﴿۱۶﴾ اِنَّ يَوْمَ الْفَصْلِ كَانَ مِيْقَاتًا ﴿۱۷﴾ يَّوْمَ

باغ پتوں میں لپٹ رہے ۔ بیشک دن فیصلے کا ہے ایک وقت ٹھہرا ہوا ۔ جس

يُنْفَخُ فِي الصُّوْرِ فَتَاْتُوْنَ اَفْوَاجًا ﴿۱۸﴾ وَّفُتِحَتِ السَّمَآءُ

دن پھونکیں نرسنگا ، پھر چلے آؤ تم جتھے جتھے ۔ اور کھولا جاوے آسمان ،

فَكَانَتْ اَبْوَابًا ﴿۱۹﴾ وَّسُيِّرَتِ الْجِبَالُ فَكَانَتْ سَرَابًا ﴿۲۰﴾

تو ہو جاویں دروازے ۔ اور چلائے جاویں پہاڑ ، تو ہو جاویں ریتا ۔

اِنَّ جَهَنَّمَ كَانَتْ مِرْصَادًا ﴿۲۱﴾ لِّلطّٰغِيْنَ مَاٰبًا ﴿۲۲﴾

بیشک دوزخ ہے تاک میں ۔ شریروں کا ٹھکانا ۔

لّٰبِثِيْنَ فِيْهَآ اَحْقَابًا ﴿۲۳﴾ لَا يَذُوْقُوْنَ فِيْهَا بَرْدًا وَّلَا

رہا کریں اس میں قرنوں ۔ نہ چکھیں وہاں کچھ مزا ٹھنڈک کا ، اور نہ

شَرَابًا ﴿۲۴﴾ اِلَّا حَمِيْمًا وَّغَسَّاقًا ﴿۲۵﴾ جَزَآءً وِّفَاقًا ﴿۲۶﴾ اِنَّهُمْ

کچھ پینا ، مگر گرم پانی اور بہتی پیپ ۔ بدلہ ہے پورا ۔ وہ تھے

كَانُوْا لَا يَرْجُوْنَ حِسَابًا ﴿۲۷﴾ وَّكَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَا كِذَّابًا ﴿۲۸﴾

توقع نہ رکھتے حساب کی ۔ اور جھٹلاتے ہماری آیتیں مکر کر

وَكُلَّ شَيْءٍ اَحْصَيْنٰهُ كِتٰبًا ﴿۲۹﴾ فَذُوْقُوْا فَلَنْ نَّزِيْدَكُمْ

اور ہر چیز ہم نے گن رکھی ہے لکھ کر ۔ اب چکھو کہ ہم بڑھاتے نہ جاویں گے

اِلَّا عَذَابًا ﴿۳۰﴾

تم پر مگر مار ۔

گستاخی مجرمین بصورت سوال و مطالبہ روز قیامت و ذکر قانون جزاء و سزا مع دلائل قدرت

قال اللہ تعالیٰ۔ عَمَّ يَتَسَاءَلُونَ .... الی .... فَلَنْ نَزِيدَكُمْ إِلَّا عَذَابًا

(ربط) سورۂ نبا مکی سورت ہے جس کی چالیس آیات اور دو رکوع ہیں۔ اس سے قبل سورۃ المرسلات میں حق تعالیٰ شانہ نے بڑی ہی قوت و شدت کے ساتھ اعلان فرمایا کہ جو قیامت کا انسانوں سے وعدہ کیا گیا وہ یقیناً برپا ہو کر رہے گی۔ اس کے لئے خداوند عالم نے ہواؤں اور فرشتوں کی قسم کھا کر صرف یہی کہ وقوع قیامت کا اعلان فرمایا بلکہ احوال قیامت بھی ذکر کر دیئے گئے کہ جب نظام عالم درہم برہم ہوگا، تو زمین و آسمان اور چاند سورج اور کواکب کا کیا حال ہوگا۔ اب اس سورت میں مجرمین و منکرین قیامت کے معاملہ میں گستاخی سے سوال کرتے تھے یا یہ مطالبہ کہ قیامت کب آئے گی، اور کیوں نہیں قیامت واقع ہوتی بیان کر کے ان کا رد، اور ان پر تنبیہ کی جا رہی ہے اور ساتھ ہی دلائل قدرت اور جزاء و سزا کا قانون بھی بیان فرمایا جا رہا ہے، ارشاد فرمایا۔

کس چیز کے بارہ میں یہ لوگ ایک دوسرے سے سوال کر رہے ہیں، آخر کس بات کی تحقیق و تفتیش مقصود ہے، کیا ان میں اس امر کی صلاحیت ہے کہ جس چیز کو آپس میں ایک دوسرے سے بطور استہزاء و مذاق پوچھ رہے ہیں، اس کی حقیقت سمجھ لیں وہ نہیں ہرگز نہیں۔ یا یہ گروہ جو پیغمبر خدا اور مؤمنین سے سوال کر رہے ہیں اور بطور تمسخر کہہ رہے ہیں کہ جناب وہ قیامت کب آئے گی، وہ کیوں ہو رہی ہے اور اب تک کیوں نہیں آئی۔

اے مخاطبو! جانتے بھی ہو کہ یہ کیسی چیز کا سوال کر رہے ہیں۔ یہ پوچھ رہے ہیں ایک بہت ہی عظیم الشان خبر اور ہیبت ناک بات کو، جس میں وہ خود مختلف ہیں کوئی کہتا ہے کہ ہرگز قیامت نہیں آئیگی کوئی اس کو مانتا ہے، کوئی کہتا ہے کہ عذاب و ثواب روح پر ہوگا۔ بدن سے اس کا کوئی تعلق نہیں، کسی کا خیال ہے کہ بدن بھی اٹھایا جائے گا تو جس چیز میں خود یہ اختلاف کر رہے ہیں، اس کے بارہ میں اس طرح کا سوال یا مطالبہ یا اس کا مذاق نہایت ہی لغو اور بیہودہ بات ہے۔ خبردار ہو جاؤ اب عنقریب ہی یہ لوگ جان لیں گے پھر خبردار ہو جاؤ ضرور یہ لوگ جان لیں گے کہ قیامت کیا ہے اور اس کے ہولناک مناظر کیسے ہیں یہ سب کچھ آنکھوں کے سامنے آجائے گا

آخر ان کو اس بارہ میں کیا تردد اور شبہ ہے، ہماری قدرت تو ہر چیز پر غالب ہے۔ تو کیا نہیں بنایا ہے ہم نے زمین کو بستر انسانوں کے لئے جس پر وہ آرام کرتے ہیں، اور اسی پر ان کا اٹھنا بیٹھنا اور لیٹنا ہے، اور کیا نہیں بنایا ہم نے زمین کے لئے پہاڑوں کو میخیں جنہوں نے لرزتی ہوئی اور کانپتی ہوئی زمین کو میخوں کی طرح قائم ہو کر ساکن بنا دیا، اور ہم نے پیدا کیا ہے تم کو جوڑے جوڑے بنا کر یعنی مرد و عورت، تا کہ مرد عورت کا اپنا جوڑا بنا کر

(حاشیہ اگلے صفحہ پر)

جمع کر دیا جائے گا۔

یہ سب کچھ اس وجہ سے ہے کہ یہ لوگ کوئی توقع نہ رکھتے تھے حساب و کتاب کی اور اس امر کو تسلیم نہ کرتے تھے کہ قیامت اور روز جزاء آنے والا ہے اسی اعتقاد باطل میں مبتلا ہو کر انہوں نے اپنی قوت نظریہ بھی ضائع کی اور قوت عملیہ کو ہدایت کے بجائے گمراہی میں صرف کیا۔ اور ہماری آیتوں کو جھٹلایا خوب جھٹلانا جس میں انہوں نے کسی طرح کسر نہ اٹھا رکھی۔ آیات خداوندی کا بھی انکار کیا، احکام خداوندی کی بھی تعمیل نہ کی اور دلائل قدرت اور اللہ کی نشانیوں کو بھی رد کیا۔ ایسے مجرموں کو تکذیب و نافرمانی کر کے بے فکر نہ ہونا چاہئے۔ ان کو جان لینا چاہئے کہ وہ ہماری گرفت سے بچ کر نہیں جا سکتے اور ہر چیز کا ہم نے احاطہ کر رکھا ہے اس طرح کہ وہ ایک لکھی ہوئی چیز ہے۔ تو ہم مجرمین کے ہر جرم کو بھی جانتے ہیں اور اس کی سزا کا وقت بھی ہم نے طے کر رکھا ہے۔ چنانچہ وہ اسی وقت آئے گی جب اس کا وقت ہوگا۔ اسی لیے جب وہ عذاب اور سزا اپنے مقررہ وقت پر آئے گی تو ان کو کہا جائے گا بس چکھو لو، عذاب کا مزا اور یہ توقع نہ کرو کہ شاید یہ عذاب کسی وقت کم ہو جائے گا نہیں ہرگز نہیں، تو ہم نہیں بڑھائیں گے تمہارے واسطے کوئی بھی چیز بجز عذاب کے کہ لمحہ بلحہ عذاب اور رنج بڑھتا ہی جائے گا۔ اور دم بدم جہنم کی شدت اور مصیبت بڑھتی ہی جائے گی جیسا کہ ارشاد فرمایا اے مجرمو جوں جوں احکام خداوندی نازل ہوتے تم کو وعظ و نصیحت کی جاتی تو اسی کے ساتھ تمہاری شقاوت و سرکشی میں اضافہ ہوتا جاتا تھا تو آج روز قیامت اسی کی مطابقت و مناسبت سے لمحہ بلحہ عذاب میں زیادتی اور شدت ہی ہوتی جائے گی۔

فائدہ حضرت ابو برزۃ الاسلمیؓ سے روایت ہے حسن بصریؒ نے ان سے دریافت کیا اہل جہنم کے لیے قرآن کی کون سی آیت سب سے زائد شدید ہے فرمایا میں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا آپ نے یہ آیت تلاوت فرمائی، اور فرمایا جب جہنمی تمنا کریں گے، یا اس بات کی درخواست کریں گے کہ کم از کم یہ عذاب ہی کچھ کم کر دیا جائے تو اس پر اعلان ہوگا فَذُوقُوا فَلَن نَّزِيدَكُمْ إِلَّا عَذَابًا۔ آپ نے یہ آیت تلاوت کر کے فرمایا اس کے بعد تو اہل جہنم کی شدت و پریشانی کی کوئی حد ہی باقی نہ رہے گی اور حسرت و ویل کے سوا کوئی چارہ نہ ہوگا۔

إِنَّ لِلْمُتَّقِينَ مَفَازًا ﴿٣١﴾ حَدَائِقَ وَأَعْنَابًا ﴿٣٢﴾

بے شک ڈر والوں کو مراد ملنی ہے۔ باغ ہیں اور انگور۔

وَكَوَاعِبَ أَتْرَابًا ﴿٣٣﴾ وَكَأْسًا دِهَاقًا ﴿٣٤﴾ لَا يَسْمَعُونَ فِيهَا

اور نوجوان عورتیں ایک عمر سب کی۔ اور پیالہ چھلکتا۔ نہ سنیں گے وہاں بکنا

لَغْوًا وَّلَا كِذّٰبًا ۝۳۵ جَزَآءً مِّنْ رَّبِّكَ عَطَآءً حِسَابًا ۝۳۶

اور نہ مکرانا ۔ بدلہ ہے تیرے رب کا دیا حساب سے ۔

رَّبِّ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَمَا بَيْنَهُمَا الرَّحْمٰنِ لَا يَمْلِكُوْنَ

جو رب ہے آسمانوں کا اور زمین کا اور جو ان کے بیچ ہے بڑی مہر والا، قدرت نہیں کہ

مِنْهُ خِطَابًا ۝۳۷ يَوْمَ يَقُوْمُ الرُّوْحُ وَالْمَلٰٓئِكَةُ صَفًّا ۖ لَّا

کوئی اس سے بات کرے ، جس دن کھڑی ہو روح اور فرشتے قطار ہو کر، کوئی نہیں

يَتَكَلَّمُوْنَ اِلَّا مَنْ اَذِنَ لَهُ الرَّحْمٰنُ وَقَالَ صَوَابًا ۝۳۸ ذٰلِكَ

بولتا ، مگر جس کو حکم دیا رحمٰن نے ، اور بولا بات ٹھیک ۔ وہ

الْيَوْمُ الْحَقُّ ۚ فَمَنْ شَآءَ اتَّخَذَ اِلٰى رَبِّهٖ مَاٰبًا ۝۳۹ اِنَّآ

دن ہے تحقیق ، پھر جو کوئی چاہے بنا رکھے اپنے رب کے پاس ٹھکانا ۔ ہم نے

اَنْذَرْنٰكُمْ عَذَابًا قَرِيْبًا ۚۖ يَّوْمَ يَنْظُرُ الْمَرْءُ مَا قَدَّمَتْ يَدٰهُ

خبر سنادی تم کو ایک آفت نزدیک کی ، جس دن دیکھ لیوے آدمی ، جو آگے بھیجا اس کے ہاتھوں

وَيَقُوْلُ الْكٰفِرُ يٰلَيْتَنِيْ كُنْتُ تُرٰبًا ۝۴۰

نے اور کہے منکر کسی طرح میں مٹی ہوتا ۔

انعامات و راحت و اکرام و عزت برائے اہل ایمان و تقویٰ و اصحاب جنت

قال اللہ تعالیٰ: اِنَّ لِلْمُتَّقِيْنَ مَفَازًا .... الیٰ .... يٰلَيْتَنِيْ كُنْتُ تُرٰبًا

ربط: گزشتہ آیات میں قیامت اور روز حساب کی شدت اور مجرمین کی بدحالی اور ذلت کو بیان تھا، اب ان آیات میں یہ بیان کیا جا رہا ہے کہ اہل ایمان و تقویٰ پر کیسے کیسے عظیم انعامات ہوں گے اور ان کا روز آخرت کیسا اعزاز و اکرام ہوگا بیان ہے۔ فرمایا۔

بے شک تقویٰ والوں کے لیے طرح طرح کی کامیابی اور حیاتِ جاودانی کی سعادت و خوشی نصیب ہوگی جب وہ دیکھیں گے ہر مراد ان کی پوری ہو رہی ہے اور ہر طرح کی نعمت ان کو حاصل ہے۔ باغات ہوں گے اور ہر قسم کے پھل اور بکثرت انگور ہوں گے جو دوسرے جملہ اقسام کے پھلوں میں اہلِ جنت ان کے خوشوں کو دیکھ رہے ہوں گے، ذائقوں سے اہلِ جنت دنیا میں آشنا تھے، اب وہ جنت کی شانِ عظمت کے مطابق ان کو حاصل ہوں گے اور ثمرات و فواکہ کی لذتوں کے ساتھ انگوروں کی بیلوں کا سایہ بھی کس قدر خوش گوار اور فرحت بخش ہوگا کہ کھانے پینے کی ان تمام لذتوں کے علاوہ ان کے واسطے جنت میں نوجوان اٹھان والی عورتیں ہوں گی جو عمر میں ایک دوسرے کے برابر ہم سن ہوں گے وہ نوجوان دوشیزائیں بھی اور یہ ایمان و تقویٰ والے مرد بھی ہم عمر ہمسری کے باعث عیش و تنعم کا لطف کامل نصیب ہو، اور جام ہوں گے چھلکتے ہوئے شراب طہور کے ایسے بھرے ہوئے جام جن کا دور چل رہا ہوگا پھر سکون و اطمینان کا یہ عالم ہوگا کہ نہیں سنیں گے ان باغوں میں کوئی لغو بیہودہ بات اور نہ ہی کوئی جھوٹ اور فریب، کیونکہ یہ جنت کی شراب طہور ہوگی اور اس کا کسی طرح بھی کوئی برا اثر دماغ و شعور پر ہرگز واقع نہ ہوگا، اس لیے وہاں ایذا اور مار پیٹ یا بیہودہ اور لغو باتیں جیسے دنیا کی شراب میں پیش آتی ہیں قطعاً نہ ہوں گی اور نہ ہی کوئی رنج اور تکلیف دہ بات ہوگی کہ جس کو جھٹلایا جائے بلکہ وہ شراب طہور تو محبتِ الٰہی کا مظہر ہوگی اور اس کا شمار درجات کی بلندی اور قرب الی اللہ اور معرفت رب اور اس کی ذات و صفات میں انہماک و انشراح کا سرچشمہ ہوگا جیسے دنیا کی نعمتوں کو آخرت کی عظیم اور بے پایاں نعمتوں سے کوئی سروکار نہیں صرف اسمی اشتراک ہوتا ہے اسی طرح لفظ خمر اسمی اشتراک کے باعث ہے، ورنہ تو شراب دنیا اور آخرت کی شراب طہور میں زمین و آسمان کا فرق ہے بلکہ پورا پورا تقابل اور تضاد ہے۔

بہرکیف یہ سب نعمتیں اور اعزاز و اکرام اے مخاطب بدلہ ہے تیرے رب کی طرف سے تیرے اعمال حسنہ اور ایمان و تقویٰ کا۔ اور ذاتِ رب کی تو شانِ ربوبیت جیسے ایک دانہ کو اگا کر اسے نشو و نما عطا کرنے والی ہے اور ہر مخلوق کو پال کر اس کے کمال اور منتہیٰ تک پہنچاتی ہے اسی طرح وہ بندہ کی ہر نیکی کو پالنے والی اور نشو و نما کے انتہائی مراتب تک پہنچانے والی شے ہے یقیناً جو بطور عطاء اور بخشش ہی ہے، کیونکہ انسان اگر اپنی تمام زندگی بھی عبادت و طاعت میں گزار دے تب بھی اللہ کے انعامات میں ایک نعمت کا بھی حق ادا نہیں ہو سکتا چہ جائیکہ بے پایاں نعمتوں کا، لہٰذا آخرت کی سہولت اور وہاں کی تمام راحتیں بخشش ہی بخشش ہے، پورے پورے حساب کے ساتھ تاکہ بندہ کے معیار طاعت اور اعمال کی عظمت و خوبی کے مطابق اس پر جزاء اور انعامات ہوں، جو رب ہے آسمانوں اور زمین کا اور جو کچھ ان کے درمیان ہے، بڑی ہی رحمت والا ہے تو جس طرح اس رب السموات والارض نے اپنی شانِ ربوبیت سے آسمانوں و زمین کی ہر چیز کو عدم سے وجود

۱؎ یہ الفاظ اس آیت مبارکہ جَزَآءً مِّنْ رَّبِّكَ عَطَآءً میں لفظ رب اور لفظ عطاء کی حکمت اور نکتہ کی وضاحت کے لیے ہیں۔

آیاتها ۴۶ — ۷۹ سُوْرَةُ النّٰزِعٰتِ مَكِّيَّةٌ ۸۱ — فيها ركوعان

سورۂ نازعات مکی ہے اور اس میں چھیالیس آیتیں اور دو رکوع ہیں۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

شروع اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم والا۔

وَالنّٰزِعٰتِ غَرْقًا ۝١ وَّالنّٰشِطٰتِ نَشْطًا ۝٢ وَّالسّٰبِحٰتِ

قسم ہے گھسیٹ لانے والوں کی ڈوب کر۔ اور بند چھڑا دینے والوں کی کھول کر۔ اور پیرنے والوں کی

سَبْحًا ۝٣ فَالسّٰبِقٰتِ سَبْقًا ۝٤ فَالْمُدَبِّرٰتِ اَمْرًا ۝٥ يَوْمَ

پیرتے ہوئے۔ پھر آگے بڑھنے والوں کی دوڑ کر۔ پھر کام بنانے والوں کی حکم سے۔ جس دن

تَرْجُفُ الرَّاجِفَةُ ۝٦ تَتْبَعُهَا الرَّادِفَةُ ۝٧ قُلُوْبٌ

کانپے کانپنے والی۔ اس کے پیچھے آئے دوسری۔ کتنے دل

يَّوْمَئِذٍ وَّاجِفَةٌ ۝٨ اَبْصَارُهَا خَاشِعَةٌ ۝٩ يَقُوْلُوْنَ ءَاِنَّا

اس دن دھڑکتے ہیں۔ ان کی آنکھیں جھک رہی ہیں۔ لوگ کہتے ہیں کیا

لَمَرْدُوْدُوْنَ فِي الْحَافِرَةِ ۝١٠ ءَاِذَا كُنَّا عِظَامًا نَّخِرَةً ۝١١

ہم پھر آویں گے الٹے پاؤں۔ کیا جب ہو چکیں ہم ہڈیاں کھوکھری؟

قَالُوْا تِلْكَ اِذًا كَرَّةٌ خَاسِرَةٌ ۝١٢ فَاِنَّمَا هِيَ زَجْرَةٌ

بولے تو یہ پھر آنا ٹوٹا ہے۔ سو وہ تو ایک جھڑکی

وَّاحِدَةٌ ۝١٣ فَاِذَا هُمْ بِالسَّاهِرَةِ ۝١٤ هَلْ اَتٰىكَ حَدِيْثُ

ہے۔ پھر تبھی وہ آ رہے میدان میں۔ کیا پہنچی ہے تجھ کو بات

مُوْسٰى ۝١٥ اِذْ نَادٰىهُ رَبُّهٗ بِالْوَادِ الْمُقَدَّسِ طُوًى ۝١٦

موسیٰ کی! جب پکارا اس کو اس کے رب نے پاک میدان میں جس کا نام طویٰ۔

اِذْهَبْ اِلٰى فِرْعَوْنَ اِنَّهٗ طَغٰى ﴿۱۷﴾ فَقُلْ هَلْ لَّكَ اِلٰٓى

جا فرعون پاس، اس نے سر اٹھایا۔ پھر کہہ تیرا جی چاہتا ہے کہ تو

اَنْ تَزَكّٰى ﴿۱۸﴾ وَاَهْدِيَكَ اِلٰى رَبِّكَ فَتَخْشٰى ﴿۱۹﴾ فَاَرٰىهُ الْاٰيَةَ

سنور جائے۔ اور راہ بتاؤں تجھ کو تیرے رب کی طرف پھر تجھ کو ڈر ہو۔ پھر دکھائی اس کو وہ بڑی

الْكُبْرٰى ﴿۲۰﴾ فَكَذَّبَ وَعَصٰى ﴿۲۱﴾ ثُمَّ اَدْبَرَ يَسْعٰى ﴿۲۲﴾ فَحَشَرَ

نشانی۔ پھر جھٹلایا اور نہ مانا۔ پھر چلا پیٹھ پھیر کر تلاش کرتا۔ پھر سب کو جمع کیا

فَنَادٰى ﴿۲۳﴾ فَقَالَ اَنَا رَبُّكُمُ الْاَعْلٰى ﴿۲۴﴾ فَاَخَذَهُ اللّٰهُ

پھر پکارا۔ تو کہا میں ہوں رب تمہارا سب سے اوپر۔ پھر پکڑا اس کو اللہ نے

نَكَالَ الْاٰخِرَةِ وَالْاُوْلٰى ﴿۲۵﴾ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَعِبْرَةً لِّمَنْ

سزا میں پچھلے کے اور پہلے کے۔ بیشک اس میں سوچ کی جگہ ہے، جس کو

يَّخْشٰى ﴿۲۶﴾

ڈر ہے۔

ہیبت و اضطراب روزِ محشر و فلاح و کامرانی اہلِ ایمان

قال اللہ تعالیٰ: وَالنّٰزِعٰتِ غَرْقًا ..... الیٰ ..... اِنَّ فِیْ ذٰلِكَ لَعِبْرَةً لِّمَنْ يَّخْشٰى

ربط: سورۂ نبا میں منکرین قیامت کا قیامت کے بارہ میں معاندانہ سوال اور تمسخر کا ذکر تھا اور ان کے جواب و رد کے بعد روز محشر کی حاضری کی کچھ کیفیات ذکر کی گئی تھیں۔ اب اس سورت میں بالخصوص قیامت قائم ہونے پر جو اضطراب و ہیبت قلوب پر وارد ہوگی، اور بدحواسی کا عالم لوگوں پر ہوگا اس کا بیان ہے۔ جزاء و سزا اور مؤمنین و مجرمین کا فرق بھی بیان کیا جا رہا ہے اور یہ کہ اللہ رب العزت حق کو کس طرح باطل پر غلبہ اور کامیابی عطا فرماتا ہے، اس کے لئے حضرت موسیٰ علیہ السلام کی دعوت و تبلیغ کا ذکر ہے کہ انہوں نے فرعون جیسے مغرور و متکبر کو ایمان کی دعوت دی اور خدا نے اپنے پیغمبر کو کامیاب فرمایا۔ اور فرعون کو ہلاک کیا چنانچہ ارشاد فرمایا۔

قسم ہے ان فرشتوں کی جو گھسیٹ کر نکالنے والے ہیں ڈوب کر جو کافروں کی رگوں میں گھس کر ان کی روح کو سختی کے ساتھ ان کے بدن سے نکالتے ہیں، پھر قسم ہے ان فرشتوں کی جو کھول دینے والے ہیں گرہ کو سہولت کے ساتھ کھول دیتا جو فرشتے اہل ایمان کی ارواح سہولت سے قبض کر لیتے ہیں اور روح کی گرہ بدن سے نہایت ہی راحت اور نرمی سے کھول دیتے ہیں۔ پھر ان کی جو تیرنے والے ہیں تیزی کے ساتھ تیرتے ہوئے جو فرشتے روحوں کو زمین سے لے کر آسمانوں پر چڑھنے والے ہیں ان کا تیزی سے جانا گویا پانی کی سطح پر تیرنا ہے پھر ان فرشتوں کی جو سبقت کرنے والے ہیں آگے بڑھ کر جو تیزی سے آگے بڑھتے ہوئے

ف: وَالنّٰزِعٰتِ غَرْقًا یہاں بھی پانچ قسموں سے تاکید و اہتمام کرتے ہوئے اصل مدعیٰ یعنی قیامت کا ہولناک منظر واقع ہونے کا ذکر فرمایا گیا۔ نازعات، ناشطات، سابحات، سابقات، مدبرات یہ پانچ کلمات ذکر فرما کر جواب قسم یَوْمَ تَرْجُفُ الرَّاجِفَةُ بیان فرمایا۔ ان کلمات کی تفسیر میں حضرات مفسرین کے متعدد اقوال ہیں۔ حسن بصریؒ اور قتادہؒ سے منقول ہے کہ یہ ستارے ہیں اور عطاءؒ بیان کرتے ہیں السابقات یہ وہ گھوڑے ہیں جو میدان جہاد میں دوڑتے ہیں اور عطاءؒ سے یہ بھی بیان کیا گیا کہ السابحات پانی کی سطح پر تیرنے والی کشتیاں ہیں۔ کسی نے نازعات اور ناشطات سے ہوائیں مراد لی ہیں۔ حسن بصریؒ نازعات کی تفسیر ستارے بیان کرتے ہیں لیکن جمہور مفسرین اور حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ نے ان پانچوں کلمات کو فرشتوں پر محمول کیا ہے۔ حضرت شیخ الہند رحمۃ اللہ علیہ نے بھی اپنے ترجمہ میں اسی کو اختیار فرمایا۔

فرشتوں کی قسموں کی طرف اشارہ ہونے کی صورت میں یہ سمجھا جائے گا کہ خداوند عالم نے قیامت برپا ہونے اور میدان حشر میں حاضری کے مضمون کو بیان اور ثابت کرنے کے لیے فرشتوں میں پہلے ان فرشتوں کی قسم کھائی جو کافروں کی روحوں کو سختی اور شدت سے جسم کی رگوں سے گھسیٹ کر نکال لیتے ہیں۔ جیسا کہ حدیث میں وارد ہے کہ کافر کی نزع روح کی شدت ایسی ہوتی ہے جیسے بھیگی ہوئی روئی میں کانٹوں دار سلاخ ڈال کر کھینچی جائے تو جس کیفیت کے ساتھ روئی کے اجزاء کو اپنے ساتھ لیتے نکلے گی تو اسی طرح کافر کی رگیں اور روح سے ساتھ ہوتی ہیں اور فرشتوں میں سے ان کو اس مقام پر مقدم کرنے کی حکمت یہ ہے کہ کلام کے اصل مخاطب منکرین قیامت ہیں تو ان ہی فرشتوں کی قسم مقدم کی جو کافروں اور منکروں کی روح قبض کرنے والے ہیں اس کے بالمقابل پھر ان فرشتوں کی بھی قسم کھائی جو مؤمن کی روح بڑی ہی سہولت سے نکال لیتے ہیں، جیسے کہ پیشانی کے پسینہ کا قطرہ ٹپک جائے۔ پھر ان فرشتوں کی جو مؤمنین کے اعمال بارگاہ رب العزت میں لے جانے کے لیے ایک دوسرے پر سبقت کرتے ہیں اور پھر ان کی جو تکوینی نظام پر ہواؤں، بادلوں اور مخلوق کے حالات، احوال صحت و مرض اور عافیت و حوادث اور منافع و مضار جیسے امور کی تدبیر پر مامور ہیں تو ان جملہ انواع و اقسام کے فرشتوں کی قسم کھا کر مخاطب کے سامنے اور اس کے ذہن میں ان جملہ احوال کی عظمت کو ظاہر کرنا ہے جبکہ مخاطب کا ذہن ان عظمتوں سے لبریز ہو چکا ہو تو پھر قیامت جیسے عظیم دن کے واقع ہونے کا بیان فرمایا گیا۔

حکم خداوندی کی تعمیل کرتے ہیں اور ان ارواح کے بارہ میں جو حکم خداوندی ہوتا ہے اس کے لئے دوڑتے ہیں، پھر ان کی جو عالم تکوین کے امور میں ہوائیں ہوں یا بادل چاند سورج اور ستارے سے تدبیر و انتظام میں لگے ہوئے ہیں ہر کام کے لئے۔ جیسا بھی حکم خداوندی ہوا آسمانوں میں یا زمین میں فوراً اس کی تعمیل کرتے ہیں۔ بے شک قیامت آنی ہے اور وہ دن ایسا عظیم الشان ہوگا جب کہ لرزنے والی چیز لرز رہی ہوگی، وہ زمین ہے کہ اس پر زلزلہ طاری ہوگا اور پہاڑ ایسی جنبشوں سے گر رہے ہوں گے اور ریزہ ریزہ ہو کر ہوا میں اڑتے ہوں گے جس کے پیچھے آتی ہوگی ایک پیچھے آنے والی چیز جو زمین اور پہاڑوں کے زلزلہ اور کانپنے کا ایک مسلسل جو سماں ہوگا جو پچھلے نفخ صور کے بعد دوسرے صور کے پھونکنے سے شروع ہوگا اس روز کتنے ہی دل ہوں گے جو اضطراب و بے چینی سے دھڑکتے ہوں گے۔ ذلت و ندامت کی وجہ سے ان کی نگاہیں جھکی ہوئی ہوں گی اور ہمت نہ ہو سکے گی کہ نگاہ اوپر کر کے دیکھ سکیں۔ کہتے ہوں گے کہ ہم تو مر کر بیٹھ جائیں گے الٹے پاؤں کو قبر میں جانے کے بعد کیا پھر یہ ممکن ہے کہ ہم دوبارہ زندہ کر دیئے جائیں گے اور اس طرح ہم کو محشر میں حاضری دینی ہوگی کیا یہ بات ممکن ہوگی جب کہ ہم ہو چکیں گے کھوکھری ہڈیاں یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ قبر میں جانے کے بعد اور جب کہ انسان کی ہڈیاں بھی کھوکھری ہو چکی ہوں تو تمسخر اور تحقیر کے انداز میں کہنے لگے بس پھر تو یہ لوٹنا بہت ہی خسارہ کی بات ہوگی۔ یہ مشرکین و منکرین تو اس معاملہ کو بہت ہی عظیم اور ہیبت ناک سمجھ رہے ہیں حالانکہ ہماری قدرت کے سامنے تو اس کی عظمت اور اہمیت نہیں بس یہ تو ایک دفعہ کی ایک چیخ ہوگی جو صور پھونکنے کی صورت میں ظاہر ہوگی۔ جس پر فوراً ہی وہ سب میدان حشر میں نظر آ رہے ہوں گے پیشی کے لیے بارگاہ خداوندی میں اور جو سرکش و متکبر انسان خدا کی بات سننے کے لیے تیار نہ ہوتے تھے وہ ایک ہی آواز میں ذلت و خواری کے ساتھ سر جھکائے نظریں نیچی کئے حاضر ہوں گے اور حیرت و بدحواسی کے عالم میں منتظر ہوں گے کہ اب ان کے بارہ میں کیا حکم صادر ہوتا ہے۔ اس شدت و اضطراب اور بے چینی کے احوال سننے والے مخاطب تو کیوں ایسی قیامت اور روز محشر کی حاضری مان لیتا۔ تیرا رب تو بڑی ہی قدرت والا ہے تو کیا تجھ کو خبر نہیں موسیٰ کے قصہ کی جب کہ موسیٰ کو اس کے رب نے پکارا وادی مقدس مقام طویٰ میں، جہاں کوہ طور پر اللہ نے اپنے پیغمبر موسیٰؑ سے ہمکلامی کی اور اس میں یہ فرمایا۔ جاؤ فرعون کی طرف اس کو خدا پر ایمان لانے کی دعوت دو بے شک وہ بہت ہی سرکش ہو چکا ہے۔ اس کو خدا پر ایمان لانے کی تلقین کر پھر کہا گیا تو کیا نہیں چاہتا کہ تو پاک ہو جائے کفر و نافرمانی اور عار و تکبر کی گندگی سے اور کیا نہیں چاہتا کہ میں تجھے راستہ بتاؤں تیرے رب تک پہنچنے کا پھر تو اپنے پروردگار سے ڈرے۔ معرفت اور خوف خداوندی سے اپنی زندگی سنوارے کیونکہ انسانی زندگی کی اصلاح اور اس کی ہر خوبی معرفت الٰہی اور خشیت خداوندی پر موقوف ہے۔ چنانچہ موسیٰؑ نے وہاں آ کر پیغام خداوندی اور دعوت ایمان کی ذمہ داری ادا کی اور حجت و برہان قائم کرنے کے لئے اس کو بہت بڑی نشانی دکھائی جو عصا کا معجزہ تھا مگر اس نے جھٹلایا اور نافرمانی کی اور پھر پیٹھ پھیر کر چلا کوشش کرتے ہوئے پھر سب جادوگروں کو جمع کیا اور جب سب جمع ہو گئے تو پھر پکار کر کہا کہ سب مرعوب ہو جائیں میں ہوں تمہارا سب سے بڑا رب موسیٰ کہاں سے آگیا اور کس نے اس کو بھیجا اس وقت موسیٰ علیہ السلام کے

معجزۂ عصا نے اژدہا بن کر جادوگروں کے ظاہر کیے ہوئے تمام سانپوں کو نگل لیا۔ اور جو لوگ وہ جادوگر جو مقابلہ کے لیے آئے تھے ایمان لے آئے اور ایمان پر ایسی استقامت و پختگی حاصل ہوئی کہ فرعون کی ہر دھمکی کا مقابلہ کیا اور دنیا میں انسان کو پیش آنے والی ہر بڑی سے بڑی اذیت برداشت کرنے کے لیے تیار ہو گئے (جیسا کہ تفصیل سے گزر چکا) مگر فرعون نافرمانی اور سرکشی سے باز نہ آیا تو پھر پکڑ لیا اللہ نے اس کو آخرت کے عذاب اور دنیا کی سزا میں دنیا میں یہ سزا دی کہ پانی میں ڈبو دیا اور آخرت کی یہ سزا ہے کہ وہاں نار جہنم میں ہمیشہ جلے گا۔
بے شک اس تمام قصہ میں عبرت کا بہت بڑا سامان ہے اور سوچنے کا مقام ہے ہر اس شخص کے لیے جس کے دل میں اللہ کا ڈر ہو۔ خداوند عالم کا یہ انتقام کس قدر شدید ہے اس نے ایسے مغرور و متکبر کو جو اپنی ربوبیت کا اعلان کرتا ہو اس طرح ذلیل و عاجز کر کے دنیا کے سامنے اس کی ہلاکت اور اپنے پیغمبر کی کامیابی ایک عظیم تاریخ بنا کر رکھ دی تاکہ ہر مغرور و متکبر جو اللہ کا اور اس کے رسول کا مقابلہ کرتا ہو اس سے عبرت حاصل کر سکے۔

راجفہ اور رادفہ کی تفسیر

رجف کے معنی لغت میں جھڑ جھڑا دینے کے ہیں تو قیامت برپا کرنے کے لیے نفخ صور دو مرتبہ ہوگا۔ جیسے ارشاد فرمایا گیا ۔۔۔ وَنُفِخَ فِي الصُّورِ فَصَعِقَ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَمَنْ فِي الْأَرْضِ إِلَّا مَنْ شَاءَ اللّٰهُ ثُمَّ نُفِخَ فِيهِ أُخْرٰى فَإِذَا هُمْ قِيَامٌ يَنْظُرُونَ تو پہلی مرتبہ جو صور پھونکا جائے گا اس سے زمین اور پہاڑوں پر زلزلہ طاری ہو جائے گا اس لیے اس کو راجفہ کہا گیا اور دوسرا صور اس کے پیچھے ہوگا جیسے کوئی چیز کسی کے پیچھے لگی ہوئی ہو اس لیے اس کو رادفہ فرمایا گیا۔ قرب قیامت کی خبر دیتے ہوئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ جاءت الراجفة تتبعها الرادفة جاء الموت بما فيه۔
جامع ترمذی میں ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم جب دو تہائی رات گزر جاتی تو اٹھ جاتے اور فرماتے اے لوگو اللہ کا ذکر کرو اور اس کو یاد کرو۔ بس سمجھو کہ جھڑ جھڑا دینے والی چیز راجفہ آ چکی اور اس کے پیچھے لگی ہوئی رادفہ (جو قیامت برپا کرنے والی ہے) اور (جان لو کہ) موت (ساعت) آ چکی ہے مع اپنی تمام کرب و بے چینی کی حالت کے۔

ف حافرہ کی تفسیر میں مجاہدؒ اور قتادہؒ سے منقول ہے کہ یہ قبور ہیں۔ ابن عباسؓ عکرمہؓ اور سعید ابن جبیرؒ بیان فرماتے تھے کہ حافرہ حیات بعد الموت ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ مشرکین انکار کرتے ہوئے کہا کرتے تھے ءَاِنَّا لَمَرْدُوْدُوْنَ فِي الْحَافِرَةِ کہ کیا ہم دنیا میں مرنے کے بعد پھر دوبارہ کسی زندگی میں اٹھائے جائیں گے اور یہ کیونکر ممکن ہے جب کہ ہماری ہڈیاں بھی بوسیدہ ہو کر کھوکھلی ہو چکی ہوں گی۔ تو اس پر

۱؎ مسند امام احمد بن حنبلؒ ۔ ۱۰۔

نہ فرمایا اور تنبیہ کی گئی ہے کہ ایسے ملک کو گرفت کرنا چاہئے کہ ہر شخص ... اس کا انجام دیکھ کر عبرت حاصل کرے۔

ءَاَنْتُمْ اَشَدُّ خَلْقًا اَمِ السَّمَآءُ ۚ بَنٰىهَا ﴿۲۷﴾

کیا تم مشکل ہو بنانے میں یا آسمان؟ اس نے وہ بنایا۔

رَفَعَ سَمْكَهَا فَسَوّٰىهَا ﴿۲۸﴾ وَاَغْطَشَ لَيْلَهَا وَاَخْرَجَ

اونچا کیا اس کی بلندی کو، پھر اس کو برابر کیا۔ اور اندھیری کی رات اس کی اور کھول نکالی

ضُحٰىهَا ﴿۲۹﴾ وَالْاَرْضَ بَعْدَ ذٰلِكَ دَحٰىهَا ﴿۳۰﴾ اَخْرَجَ مِنْهَا

اس کی دھوپ۔ اور زمین کو اس کے پیچھے صاف بچھایا۔ نکالا اس سے

مَآءَهَا وَمَرْعٰىهَا ﴿۳۱﴾ وَالْجِبَالَ اَرْسٰىهَا ﴿۳۲﴾ مَتَاعًا لَّكُمْ

اس کا پانی اور چارہ۔ اور پہاڑوں کو بوجھ رکھا۔ کام چلانے کو تمہارے

وَلِاَنْعَامِكُمْ ﴿۳۳﴾ فَاِذَا جَآءَتِ الطَّآمَّةُ الْكُبْرٰى ﴿۳۴﴾ يَوْمَ

اور تمہارے چوپایوں کے، پھر جب آوے وہ بڑا ہنگامہ۔ جس دن

يَتَذَكَّرُ الْاِنْسَانُ مَا سَعٰى ﴿۳۵﴾ وَبُرِّزَتِ الْجَحِيْمُ

یاد کرے آدمی جو کمایا۔ اور نکال رکھیں دوزخ

لِمَنْ يَّرٰى ﴿۳۶﴾ فَاَمَّا مَنْ طَغٰى ﴿۳۷﴾ وَاٰثَرَ الْحَيٰوةَ الدُّنْيَا ﴿۳۸﴾

جو چاہے دیکھے۔ سو جس نے شرارت کی۔ اور بہتر سمجھا دنیا کا جینا

فَاِنَّ الْجَحِيْمَ هِيَ الْمَاْوٰى ﴿۳۹﴾ وَاَمَّا مَنْ خَافَ مَقَامَ

سو دوزخ ہی ہے ٹھکانا۔ اور جو کوئی ڈرا اپنے رب

رَبِّهٖ وَنَهَى النَّفْسَ عَنِ الْهَوٰى ﴿۴۰﴾ فَاِنَّ الْجَنَّةَ هِيَ

کے آگے کھڑے ہونے سے، اور روکا جی کو چاؤ سے۔ سو بہشت ہی ہے

الْمَأْوَىٰ ﴿٤١﴾ يَسْأَلُونَكَ عَنِ السَّاعَةِ أَيَّانَ مُرْسَاهَا ﴿٤٢﴾

ٹھکانا۔ تجھ سے پوچھتے ہیں وہ گھڑی، کب ہے ٹھہراؤ اس کا؟

فِيمَ أَنتَ مِن ذِكْرَاهَا ﴿٤٣﴾ إِلَىٰ رَبِّكَ مُنتَهَاهَا ﴿٤٤﴾ إِنَّمَا

تو کس بات میں ہے اس کے مذکور سے؟ تیرے رب تک ہے پہنچ اس کی۔ تو تو

أَنتَ مُنذِرُ مَن يَخْشَاهَا ﴿٤٥﴾ كَأَنَّهُمْ يَوْمَ يَرَوْنَهَا

ڈر سنانے کو ہے، اس کو جو اس سے ڈرتا ہے۔ ایسا لگے گا جس دن دیکھیں گے اس کو،

لَمْ يَلْبَثُوا إِلَّا عَشِيَّةً أَوْ ضُحَاهَا ﴿٤٦﴾

کہ وہ نہیں ٹھہرے تھے مگر ایک شام یا صبح اس کی۔

اعلانِ خداوندی بقدرتِ کاملہ و عاجزی و پستی کائنات پیشِ عظمتِ الٰہی

قال اللہ تعالیٰ: ءَأَنتُمْ أَشَدُّ خَلْقًا أَمِ السَّمَاءُ ۔۔۔ الیٰ ۔۔۔ إِلَّا عَشِيَّةً أَوْ ضُحَاهَا

ربط: گزشتہ آیات میں خداوند عالم نے اپنی شانِ حاکمیت، عظمت و جلال کا ذکر کرتے ہوئے قیامت اور قیامت کے احوال بیان فرمائے تھے، اور یہ کہ کائنات کا یہ سارا نظام مستحکم یک دم درہم برہم ہو جائے گا، زمین و آسمان اور پہاڑ چاند سورج اور ستارے غرض سب ہی ختم کر دیئے جائیں گے اور دلوں کا اضطراب و بے چینی کا عالم ناقابلِ تصور ہوگا تو اب ان آیات میں حق تعالیٰ شانہ اپنی قدرت کاملہ کا اعلان فرما رہے ہیں، اور یہ کہ کائنات کی کوئی طاقت اور قوت خداوند عالم کی عظمت و کبریائی کا مقابلہ نہیں کر سکتی، ارشاد فرمایا:

اے منکرو! بتاؤ کیا تم ہو زیادہ سخت پیدا کرنے کے لحاظ سے یا آسمان[1]؟ یقیناً ہر ایک ادنیٰ سے ادنیٰ عقل والا انسان بھی سمجھ سکتا ہے کہ آسمان کی تخلیق انسان کی تخلیق سے بہت بڑھ کر عظیم اور اہم ہے اور اس کی قدرت کاملہ

[1] یہ مضمون بعینہٖ وہی ہے جو آیت مبارکہ لَخَلْقُ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ أَكْبَرُ مِنْ خَلْقِ النَّاسِ میں ارشاد فرمایا گیا۔

کرکے ان سے طرح طرح کے پھل اور پھول اور طرح طرح کی غذائیں پیدا کیں اور پہاڑوں کو قائم کر دیا زمین کی سطح پر ایسی
مضبوطی سے کہ وہ اپنی جگہ سے جنبش نہیں کرتے ۔ اے انسانو! تمہارے واسطے سامانِ زندگی بنا کر اور تمہارے
چوپاؤں کے واسطے، ظاہر ہے کہ اگر یہ نظامِ قدرت قائم نہ کیا جاتا تو کہاں سے انسان کھاتے اور کہاں سے
جانوروں کا چارہ مہیا ہوتا، لوگ کیسے اپنی زندگی کے کاروبار کرتے اور کس طرح اس میں یکسانیت و تسلسل قائم
کرتے اگر دن کی روشنی اور رات کی تاریکی و سکون نہ ہوتا۔ غرض آسمان اور زمین اور اس میں پیدا کی ہوئی
ہر ایک چیز اللہ رب العزت کی قدرت و حکمت کی عظیم نشانی ہے تو جب رب العالمین یہ سب کچھ انتظامات
کر رہا ہے کیا وہ انسان کی بوسیدہ ہڈیوں کو جوڑ کر دوبارہ زندہ کرنے پر قادر نہیں ہو سکتا۔ اس میں شک و تردد
یا انکار انسان کی بڑی ہی غفلت اور بھول ہے جس سے یقیناً اس کی آنکھیں کھلیں گی اور وہ چونکے گا۔ چنانچہ
جب آجائے گی وہ بڑا ہنگامہ کرنے والی بہت بڑی ہیبت ناک چیز تو وہ دن ہوگا ایسا کہ انسان یاد کرے گا ہر اس
چیز کو جو اس نے کمائی ہے اور زندگی کا ہر عمل اس کو یاد آجائے گا اور اس وقت سوائے پچھتانے کے اور
کوئی چارہ کار نہ ہوگا اور جہنم ظاہر کر دی جائے گی ہر اس کے لیے جو دیکھ رہا ہوگا۔ اور اس کو ایسے منظر عام پر
لایا جائے گا کہ بلا کسی حائل اور رکاوٹ ہر ایک کو نظر آرہی ہوگی، بہر حال جس کسی نے سرکشی کی اور دنیا کی زندگی
کو اس نے بہتر سمجھا اور اسی کو آخرت پر ترجیح دی، حتیٰ کہ آخرت کو جھٹلا دیا تو بس دوزخ ہی اس کا ٹھکانا ہوگا،
جس سے اس کو کسی طرح بھی چھٹکارا میسر نہ ہوگا اور جو شخص اپنے رب کے سامنے کھڑے ہونے سے ڈرا اور
اس کو یہ سعادت نصیب ہوئی کہ سوچنے لگا کہ کیا منہ لے کر اپنے رب کے سامنے حاضر ہو سکوں گا اور میدانِ
حشر میں کس طرح کھڑا ہو سکوں گا، بس اعتقاد و یقین اور خوفِ خدا کے اثر سے اس نے اپنے نفس کو روکے رکھا
ہر خواہش سے تو بلاشبہ جنت اس کا ٹھکانا ہے کیونکہ نفس اور اس کی خواہشات ہی انسان کو اللہ کے احکام
کی اطاعت و پیروی سے روکنے والی چیز ہے۔ اس لیے جب یہ صاحبِ ایمان خشیت و تقویٰ سے معبودِ خداوندِ
عالم کی اطاعت و فرماں برداری کرتا رہے گا تو لامحالہ اللہ کے فضل و کرم سے جنت کا مستحق ہوگا۔
انسانی سعادت اور اس کی عقل و فطرت کا تقاضا یہی ہے کہ وہ ان حقائق کو سمجھے اور ان پر ایمان لائے۔

عہ ظاہر ہے کہ جو شخص اس خیال کو اپنے قلب و دماغ میں رچا لے گا وہ کسی بھی معصیت اور برائی میں مبتلا
نہیں ہو سکتا اور یہ وصف بلاشبہ انسان کی طغیانی و سرکشی کی ضد ہے اور قوتِ نظریہ کی اصلاح و تکمیل ہے
اور نَهَى النَّفْسَ عَنِ الْهَوٰى نفسانی خواہشات سے بچنے کا نام ہے اس لحاظ سے یہ وصف اس کی قوتِ
عملیہ کی اصلاح و تکمیل ہے اور ان ہی دو قوتوں کی اصلاح انسانی سعادت ہے، لہٰذا ایسے انسان کا ٹھکانا
جنت ہی ہے۔
بعض مفسرین بیان کرتے ہیں، ان دونوں آیتوں میں پہلی آیت یعنی اَمَّا مَنْ طَغٰى الخ کا مصداق
(بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر)

لیکن کفار مکہ کی شقاوت و بدنصیبی کی کوئی حد نہ تھی انحراف و سرکشی کی نوبت یہاں تک پہنچی کہ [illegible] پیغمبر
یہ لوگ آپ سے قیامت کے متعلق پوچھتے ہیں کہ کب آئے گا وقت اس کے قائم ہونے کا اور کب وہ ظاہر
ہوگی سو آپ کس فکر میں پڑے ہیں جو آپ اس کا وقت بتانے کے بارہ میں ہیں آپ کا کام ہی نہیں کہ آپ یہ بتائیں یا یہ
سوچیں کہ ان کے سوالوں کا کیا جواب دوں اور کیا وقت ان کو بتاؤں آپ کے رب ہی کی طرف اس کی انتہا
ہے یعنی یہ بتانا ہے کہ کب آئے گی اور خواہ اس کا کسی سے سوال کیا جائے ان جملہ سوالات کا تعلق اسی کی ذات
سے ہے اور اس کا علم صرف اسی کو ہے۔ جیسا کہ ارشاد فرمایا گیا۔ اِنَّ اللّٰہَ عِنْدَہٗ عِلْمُ السَّاعَۃِ۔ آپ تو بس
آخرت اور عذاب آخرت سے ڈرانے والے ہیں ایسے شخص کو جو اس سے ڈرتا ہو اور اس پر ایمان رکھتا ہو اور
ظاہر ہے کہ جو شخص آخرت اور قیامت کو مانتا ہی نہیں وہ کیا خاک ڈرتا ہے آخرت سے وہ سمجھ رہا ہوگا مگر
جب قیامت واقع ہوگی ایسا محسوس ہوگا جب یہ اس کو دیکھیں گے گویا کہ نہیں ٹھہرے تھے دنیا میں یا مرنے
کے بعد سے اس وقت اٹھنے کے زمانہ تک مگر صرف ایک شام یا اس کی صبح۔ بعث بعد الموت کے بعد یہ لوگ
دنیوی زندگی کو صرف ایک صبح و شام کے بقدر تصور کریں گے یا یہ تصور کریں گے کہ مرنے کے بعد یہاں تک بس
تھوڑا سا وقت گذرا ہے جس طرح کہ سو کر بیدار ہونے والا شخص محسوس نہیں کر سکتا کہ نیند کی حالت میں اس پر
کتنا طویل وقت گذرا ہے بس یہی لگتا ہے کہ آنکھ لگی تھی اور اب کھل گئی۔

مسئلہ آخرت اور بعث بعد الموت

مسائل اعتقادیہ اور علوم نظریہ میں قرآن کریم نے مسئلہ آخرت اور بعث بعد الموت نہایت ہی

؎ یہ کلام اس آیت کی دونوں تفسیروں کی طرف اشارہ ہے جیسا کہ بعض مفسرین کی رائے ہے کہ یہ لوگ قیامت میں اٹھنے کے بعد دنیوی زندگی کو اس قدر مختصر محسوس کریں گے کہ گویا یہ صرف ایک شام یا صبح کے بقدر دنیا میں رہے ہیں قتادہؒ بھی اس کو بیان کرتے ہیں ضحاکؒ نے ابن عباسؓ سے بھی یہی بیان کیا۔ اور بعض ائمہ مفسرین فرماتے ہیں مرنے کے بعد دوبارہ اٹھنے تک اس قدر قلیل مدت محسوس کریں گے گویا قبروں میں صرف ایک صبح یا شام گذری ہے۔ (روح المعانی پارہ ۳۰)

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۶۴۲) عامر بن عمیر تھا جو نہایت ہی بدکار اور دنیا پرست تھا اور دوسری آیت یعنی وَاَمَّا مَنْ خَافَ مَقَامَ رَبِّہٖ الخ کا مصداق اس کے دوسرے بھائی حضرت مصعب بن عمیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ تھے جو تارک الدنیا اور پیکر زہد و تقویٰ تھے۔ اور غزوۂ اُحد میں شہید ہوئے اور صورت حال یہ تھی کہ کفن کے واسطے ایک چادر بھی اتنی نہ تھی کہ سارا بدن ڈھانپا جا سکے۔ ۱۲

اہتمام اور بڑی ہی تحقیق اور بسط و تفصیل سے بیان کیا ہے کیونکہ ایمان باللہ اور ایمان بالرسول آخرت پر ایمان و یقین ہی پر موقوف ہے سورۂ بقرہ کی ابتداء ہی میں قرآن کریم کی صفات کا ذکر کرتے ہوئے جہاں یہ فرمایا کہ یہ کتاب ان لوگوں کے واسطے ذریعہ ہدایت ہے جو تقویٰ اور ایمان بالغیب یعنی اللہ اور اس کے رسول اور ان کی وحی پر یقین رکھتے ہوئے فرائض اسلام کی تعمیل و تکمیل پر آمادہ و مستعد ہیں، اسی کے ساتھ ان لوگوں کی یہ صفت بیان کی گئی

وَبِالْاٰخِرَةِ هُمْ يُوْقِنُوْنَ (البقرۃ ۴) اور آخرت پر پورا یقین و ایمان رکھتے ہیں۔

اس سے واضح ہو گیا کہ ایمان باللہ والرسول ایمان بالآخرت سے منفک اور جدا نہیں بلکہ ایمان باللہ والرسول کا دارومدار ایمان بالآخرۃ ہی پر ہے۔ "آخرت اور یوم آخرت": قرآن کریم نے متعدد مواقع پر دونوں ہی عنوان اختیار کئے ہیں، عالم آخرت کا آغاز دنیا اور دور دنیا کا آخری دن ہے اس وجہ سے یوم آخرت کہا جاتا ہے حق تعالیٰ نے انسانی زندگی دو عالموں سے متعلق فرمائی ہے، ایک زندگی ولادت کے بعد سے اس کے مرنے تک ہے۔ اور دوسری زندگی موت کے بعد بعث اور دوبارہ اٹھنے کے بعد سے جنت یا جہنم کی لازوال حالتوں تک۔ پہلی زندگی کو دنیا کہا گیا اور دنیا لغت کے اعتبار سے قریب تر چیز کو کہا جاتا ہے اور ظاہر ہے کہ یہ زندگی انسان کو پہلے حاصل ہوتی ہے اس لیے اس کا نام دنیا ہوا اور مرنے کے بعد مبعوث ہونے پر جو زندگی ہے وہ بعد میں ہے تو اس کو عقبیٰ اور آخرت فرمایا گیا۔ اسی اعتبار سے دنیوی زندگی کو (النشأة الاولیٰ) یعنی پہلی پیدائش اور اُخروی زندگی کو (النشأة الاخریٰ) یعنی دوسری اور آخری پیدائش فرمایا ہے، اسی وجہ سے حیات انسانی کے ان دونوں ادوار کو الاولیٰ اور الآخرۃ جیسے مستقل عنوان سے قرآن کریم تعبیر کرتا ہے۔ وَلَلْاٰخِرَةُ خَيْرٌ لَّكَ مِنَ الْاُوْلٰى۔

مفسرین کی ایک جماعت اس آیت کی مراد یہ بھی بیان کرتی ہے کہ آخرت کی زندگی اور اس کی نعمتیں دنیوی زندگی اور اس کی راحتوں سے زیادہ بہتر ہے۔ بعض حضرات علماء نے آسمان و زمین کے پھٹ جانے اور چاند و سورج اور ستاروں کے ٹوٹ جانے اور شب و روز کا نظام درہم برہم ہونے کو جو آخرت قرار دیا وہ اس لحاظ سے کہ یہ امور یوم آخرت کا مبداء و آغاز ہیں ورنہ اصل یوم آخرت تو وہ ہے جب دوبارہ نفخ صور کے بعد تمام انسان اپنی اپنی قبروں سے اٹھ کھڑے ہوں گے اور اللہ رب العزت کے رو برو حاضر کر دیئے جائیں گے جیسا کہ ارشاد فرمایا گیا۔

وَنُفِخَ فِي الصُّوْرِ فَصَعِقَ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَمَنْ فِي الْاَرْضِ اِلَّا مَنْ شَاۗءَ اللّٰهُ ثُمَّ نُفِخَ فِيْهِ اُخْرٰى فَاِذَا هُمْ قِيَامٌ يَّنْظُرُوْنَ (سورۃ الزمر)

اور جس روز کہ صور پھونکا جائے گا تو بیہوش ہو کر گر پڑیں گے جو آسمانوں میں ہیں اور جو زمین میں مگر جس کو اللہ چاہے پھر دوبارہ اس میں صور پھونکا جائے گا تو فوراً وہ سب کھڑے ہو جائیں گے [illegible] دیکھتے ہوں گے۔

تو دوبارہ نفخ صور پر جب مخلوق مرنے کے بعد زندہ ہو کر اٹھ کھڑی ہوگی، اس وقت دنیا اور حیات دنیاوی کا کوئی حصہ باقی نہ رہے گا اور پھر اس دن کے بعد نہ کبھی رات آئے گی اور نہ رات کے ختم

وشباب اور پیری اور پھر موت اسی طرح عالم کے لیے بھی طفولیت و شباب اور بڑھاپے کا زمانہ ہے اس کے بعد اس کو فنا ہے اور یہ قیام قیامت کا وقت ہے اس وقت مجموعہ عالم کا قبض روح ہوگا اور اس کی حیات ختم ہو جائے گی آسمان و زمین پھٹ جائیں گے اور عالم کا تمام شیرازہ منتشر ہو جائے گا۔

تفصیل اس اجمال کی یہ ہے کہ جیسے انسان ایسے متضاد اجزاء یعنی عناصر اربع آب و خاک و آتش و ہوا سے مرکب ہے کہ باہم ایک دوسرے کے دشمن ہیں، ہر ایک کا مزاج دوسرے کے مخالف ہے ایسے ہی یہ سارا عالم بھی اشیاء مختلف المزاج اور مختلف التاثیر سے مرکب ہوا ہے انسان کے اجزاء اس قدر مختلف المزاج اور مختلف التاثیر نہیں جتنا کہ عالم کے اجزاء مختلف المزاج اور مختلف التاثیر ہیں اور جب ہر چیز کا مزاج اور اس کی تاثیر علیحدہ ہے تو لامحالہ ایک دوسرے کا دشمن ذاتی اور مخالف اصلی ہوگا اور جب کبھی کسی چیز کا اثر بھی غلبہ ہوگا تو مزاج عالم میں ضرور فساد آئے گا اور جو اعتدال اس سے قبل تھا وہ باقی نہ رہے گا اور یہ حالت عالم کے لیے بمنزلہ مرض کے ہوگی جیسے انسان میں جب کوئی مرض آتا ہے تو وہ کسی خاص چیز کے غلبہ ہی کی وجہ سے آتا ہے مثلاً جب آگ کا غلبہ ہوتا ہے تو بخار آتا ہے جب پانی کا غلبہ ہوتا ہے تو زکام اور فالج اور وجع المفاصل جیسے امراض ظاہر ہوتے ہیں اور جب خاک کا غلبہ ہوتا ہے تو بوجہ خشکی کی وجہ سے خارش پیدا ہوتی ہے اور ہوا کی زیادتی سے ورم اور ریاحی درد پیدا ہوتے ہیں۔

آدمی کا بدن فقط چار اجزاء سے مرکب ہے جب ان چار ہی کے غالب و مغلوب ہونے سے بڑا دبلا امراض پیدا ہوتے ہیں تو عالم جو کہ بے شمار اجزاء سے مرکب ہے ان کے غالب و مغلوب ہونے سے تو لاکھوں امراض پیدا ہونے چاہئیں۔

آسمان اس عالم کا سر ہے اور آگ سینہ ہے اور ہوا پیٹ ہے اور زمین اس کے پاؤں ہیں اور پانی بمنزلہ ہاتھ کے ہے اور شمس و قمر بمنزلہ آنکھ کے ہیں اور پہاڑ بمنزلہ ہڈیوں کے اور اشجار بمنزلہ بال اور رؤیں کے ہیں۔

غرض جیسے ایک انسانی جسم پر موت و فنا کا طاری ہونا نظام قدرت ہے اسی طرح حق تعالیٰ نے نظام کائنات میں بھی یہ مقدر فرمایا ہے کہ ایک وقت آئے گا کہ یہ تمام عالم و دنیا بھی انسانی جسم کی طرح امراض، آفات مصائب اور حادثات میں مبتلا ہوتے ہوتے زوال و فنا کا راستہ اختیار کرے گا اور اسرافیل علیہ السلام کا نفخ صور عالم و دنیا کے اس طویل مریض اور وسیع جسد عنصری کو درہم برہم کر ڈالے گا۔*

مسئلہ بعث اور معادِ ابدان

حافظ ابن قیم رحمۃ اللہ نے کتاب الروح میں فرمایا۔ مسئلہ بعث اور معاد ابدان ایک ایسا متفق علیہ

* تقریر دلپذیر کلام الاسلام حضرت نانوتویؒ کو بیان عجیب حقائق و معارف کا خزانہ ہے اہل علم اصل کی طرف مراجعت فرمائیں۔

علامہ شعرانی رحمۃ اللہ علیہ بعث جسمانی کے مسئلہ پر بحث کے دوران حضرت مجاہد رحمہ اللہ سے نقل کرتے ہیں فرمایا۔ جو لوگ سمندر میں غرق ہو جاتے ہیں اور ان کے گوشت پوست سمندر کی مچھلیاں کھا جاتی ہیں اور ان کی ہڈیوں کے سوا کوئی چیز باقی نہیں رہتی پھر ان ہڈیوں کو سمندر کی موجیں ساحل پر ڈال دیتی ہیں پھر اس طرح کچھ عرصہ پڑی رہتی ہیں یہاں تک کہ بوسیدہ ہو جاتی ہیں۔ اور پھر اس جگہ پر اونٹوں کا گذر ہوتا ہے وہ اس کو کھا لیتے ہیں اور مینگنی کر دیتے ہیں۔ پھر کچھ عرصہ بعد کوئی قافلہ اس جگہ آ کر ٹھہرتا ہے اور ان مینگنیوں کو اکٹھا کر کے کھانا پکانے کے لیے جلاتے ہیں آگ بجھ کر راکھ ہو جاتی ہے اور اس راکھ کو ہوائیں اڑا کر دور دراز میدانوں تک منتشر کر دیتی ہیں تو جب نفخ صور ہوگا تو یہ سب کے سب جن کی ہڈیوں کی راکھ اس طرح منتشر ہو گئی ہے اٹھ کر کھڑے ہو جائیں گے اور ان میں اور قبروں سے ان مردوں کے اٹھنے میں کوئی فرق نہ ہوگا جن کے ابدان قبروں میں بالکل صحیح و سالم تھے۔

شیخ مریؒ فرماتے ہیں خداوند عالم انسانوں کے ان تمام اجسام کو بھی دوبارہ زندہ کر کے اٹھائے گا۔ جن کے ٹکڑے درندوں کے پیٹوں، زمین کی تہوں اور سمندر کی موجوں اور صحرائی جانوروں کے معدوں میں ہیں ہر ایک ٹکڑے کو اللہ تعالیٰ قدرت سے سمیٹ کر یکجا کر دے گا اور ان کو زندہ کر کے اٹھائے گا یہی وہ حقیقت ہے جو ایک حدیث کے مضمون سے واضح اور ثابت ہوتی ہے۔

عن ابی هریرة رضی الله عنه قال قال رسول الله صلی الله علیه وسلم قال رجل لم یعمل خیرا قط لاهله وفی روایة اسرف رجل علی نفسه فلما حضره الموت اوصی بنیه اذا مات فحرقوه ثم اذروا نصفه فی البر ونصفه فی البحر فوالله لئن قدر الله علیه لیعذبنه عذابا لا یعذبه احدا من العالمین. فلما مات فعلوا ما امرهم فامر الله البحر فجمع ما فیه وامر البر فجمع ما فیه ثم قال له لم فعلت

ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ایک ایسے شخص نے جس نے کوئی خیر کا کام نہیں کیا تھا۔ اپنے گھر والوں کو بطور وصیت یہ کہا، اور ایک روایت میں یہ ہے کہ ایسے شخص نے کہ اس نے اپنے اوپر بہت ہی زیادتی کی تھی تو جب وہ مرنے لگا تو اس نے اپنے بیٹوں کو یہ وصیت کی کہ جب وہ مر جائے تو پہلے اس کو جلا دینا پھر اس کی راکھ آدھی ہوا میں اڑا دینا اور آدھی سمندر میں بہا دینا اور کہا کہ خدا کی قسم اگر خدا تعالیٰ نے مجھ پر قابو پا لیا تو ایسا عذاب دے گا کہ جہان والوں میں کسی کو ایسا عذاب نہ دے گا۔ الغرض جب وہ شخص مر گیا تو اس کے حکم کے مطابق گھر والوں نے معاملہ کیا لیکن اللہ رب العزت نے خشکی کو حکم دیا کہ اس کی راکھ کے جو اجزاء ہیں وہ جمع کر لے۔

طرح ایک انسان لذیذ غذاؤں اور قسم قسم کے پھلوں کو لذت و رغبت سے کھاتا ہے، حیوانات اسی لذت و رغبت سے گھاس اور چارہ کھاتے ہیں جیسے حضرت انسان اپنے عالیشان مکانوں میں آرام و راحت حاصل کرتا ہے، جانور چرند پرند اپنے اپنے اصطبل گھونسلوں، آشیانوں اور بلوں میں آرام حاصل کرتے ہیں حتیٰ کہ نجاست کا کیڑا نجاست کو اسی لذت سے کھاتا ہے جیسے نوع بشر میں لذیذ غذائیں استعمال کی جاتی ہوں تو اگر آخرت کے مسئلہ سے صرف نظر کر لی جائے تو معلوم ہوگا کہ یہ انسان بہت ہی خسارہ اور نقصان میں پڑنے والی مخلوق ہے کہ جسمانی لذتوں اور راحتوں میں تو یہ عام حیوانات ہی کے برابر رہا اس کے بعد امتیاز خصوصیت کا یہ طغرا ملا کہ طرح طرح کے افکار و آلام اور ہموم و غموم کی دلدل میں پھنسا ہوا ہے جس میں حاکم و محکوم امیر و غریب بوڑھا اور جوان، مرد و عورت غرض سب برابر کے شریک ہیں، گویا اس کے عقلی و فکری کمالات نے بجائے کسی عظمت و برتری کے اور مصیبت و ذلت میں ڈال دیا تو انسان کے اس عقلی کمال اور ادراکی صلاحیتوں کے ساتھ اگر مسئلہ معاد ہی نہ ہو اور اخروی سعادت کا حصول ہو تو وہ تمام علمی اور اخلاقی کمالات، زہد و تقویٰ، صبر و قناعت، خدمت خلق، ایثار و ہمدردی جیسی تمام خوبیوں سے محروم رہے گا، مسئلہ عقاب و ثواب کے بغیر انسانی زندگی کسی طرح بھی حیوانی زندگی سے کوئی برتری اور امتیاز حاصل نہیں کر سکتی بلکہ ان عظیم العقول انسانی کمالات کے باوجود انسان اپنی زندگی کو اگر صرف اسی حد تک محدود کر دے جن حدود میں حیوانات محدود ہیں تو بلاشبہ یہ چیز اس کو زیادہ سے زیادہ خسیس و ذلیل بنا دینے والی ہوگی یہی وجہ ہے کہ قرآن کریم نے منکرین آخرت کو انعام (چوپایوں) کے درجہ میں بلکہ ان سے بھی زائد حقارت و پستی کے مقام میں شمار کیا۔ چنانچہ ارشاد ہے۔

اِنْ هُمْ اِلَّا كَالْاَنْعَامِ بَلْ هُمْ اَضَلُّ سَبِيْلًا۔

کچھ نہیں ہیں یہ کافر مگر چوپاؤں کی طرح بلکہ ان سے بھی زیادہ بھٹکے ہوئے ہیں راہ سے۔

کیونکہ چوپائے بہرحال اپنے پرورش کرنیوالے مالک کو پہچان لیتے ہیں اور اس کے سامنے گردن جھکا دیتے ہیں اسکو محسن سمجھتے ہیں، کسی نہ کسی درجہ میں نفع و ضرر کو جانتے ہیں اگر ان کو کھلا چھوڑ دو تو چراگاہ کی طرف پہنچ جاتے ہیں جہاں گھاس اور پانی مل جاتا ہے لیکن یہ منکرین آخرت اور لا فرد اپنے مالک کو پہچانتے ہیں نہ اپنے محسن کو سمجھتے ہیں اور نہ اپنے نفع و نقصان کی تمیز کرتے ہیں اور جس عقل و فہم سے یہ خدا کو پہچان کر بے شمار دینی اور دنیوی کمالات اور سعادتیں حاصل کرتے اس کو معطل رکھ کر اپنے واسطے ابدی ہلاکت اور تباہی کا سامان مہیا کیا بتلا بتایا جائے کہ اس سے زیادہ اور کون سا بدعملی کا مقام ہو سکتا ہے۔

؎ مسئلہ معاد اور بعث بعد الموت کی تفاصیل کے لیے اہل علم کتب علم الکلام کی مراجعت فرمائیں، شرح عقیدۃ السفارینی میں علامہؒ نے تفصیل سے کلام فرمایا ہے اور الرسالۃ الحمیدیۃ فی حقیقۃ الدیانۃ الاسلامیہ میں علامہ حسین الجسرؒ نے نہایت ہی حکیمانہ انداز سے تفصیل بیان کی ہے، کتاب علم الکلام تالیف حضرت مولانا محمد ادریس کاندھلوی کی اردو زبان میں مسائل کلامیہ کا ایک بلند پایہ مجموعہ ہے۔

آیاتہا ۴۲ — ۸۰ سُوْرَۃُ عَبَسَ مَکِّیَّۃٌ ۴۲ — رکوعہا ۱

سورۃ عبس مکی ہے اس میں بیالیس آیتیں اور ایک رکوع ہے۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

شروع اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم والا

عَبَسَ وَتَوَلّٰىٓ ۝۱ اَنْ جَاۗءَهُ الْاَعْمٰى ۝۲ وَمَا يُدْرِيْكَ

تیوری چڑھائی اور منہ موڑا۔ اس سے کہ آیا اس کے پاس اندھا۔ اور تجھ کو کیا خبر ہے!

لَعَلَّهٗ يَزَّكّٰىٓ ۝۳ اَوْ يَذَّكَّرُ فَتَنْفَعَهُ الذِّكْرٰى ۝۴ اَمَّا

شاید کہ وہ سنورتا۔ یا سوچتا تو کام آتا اس کے سمجھانا۔ وہ جو

مَنِ اسْتَغْنٰى ۝۵ فَاَنْتَ لَهٗ تَصَدّٰى ۝۶ وَمَا عَلَيْكَ اَلَّا

پروا نہیں کرتا۔ سو تو اس کی فکر میں ہے۔ اور تجھ پر کچھ نہیں کہ وہ

يَزَّكّٰى ۝۷ وَاَمَّا مَنْ جَاۗءَكَ يَسْعٰى ۝۸ وَهُوَ يَخْشٰى ۝۹ فَاَنْتَ

نہیں سنورتا۔ اور وہ جو آیا تیرے پاس دوڑتا۔ اور وہ ڈرتا ہے۔ سو تو

عَنْهُ تَلَهّٰى ۝۱۰ كَلَّآ اِنَّهَا تَذْكِرَةٌ ۝۱۱ فَمَنْ شَاۗءَ ذَكَرَهٗ ۝۱۲

اس سے تغافل کرتا ہے۔ ہرگز نہیں، یہ تو نصیحت ہے۔ پھر جو کوئی چاہے اس کو پڑھے۔

فِيْ صُحُفٍ مُّكَرَّمَةٍ ۝۱۳ مَّرْفُوْعَةٍ مُّطَهَّرَةٍۢ ۝۱۴ بِاَيْدِيْ

لکھا ہے ادب کے ورقوں میں۔ اونچے دھرے ستھرے۔ ہاتھوں میں

سَفَرَةٍ ۝۱۵ كِرَامٍۢ بَرَرَةٍ ۝۱۶ قُتِلَ الْاِنْسَانُ مَآ اَكْفَرَهٗ ۝۱۷

لکھنے والوں کے۔ جو سردار ہیں نیک۔ مارا جائیو آدمی کیسا ناشکر ہے!

مِنْ اَيِّ شَيْءٍ خَلَقَهٗ ۝۱۸ مِنْ نُّطْفَةٍ ۭ خَلَقَهٗ فَقَدَّرَهٗ ۝۱۹

کس چیز سے بنایا اس کو۔ ایک بوند سے، بنایا، پھر اندازہ پر رکھا اس کو۔

ثُمَّ السَّبِيلَ يَسَّرَهُ ﴿٢٠﴾ ثُمَّ أَمَاتَهُ فَأَقْبَرَهُ ﴿٢١﴾ ثُمَّ إِذَا

پھر راہ آسان کر دی اس کو۔ پھر اس کو مردہ کیا، پھر قبر میں رکھوایا۔ پھر جب

شَاءَ أَنشَرَهُ ﴿٢٢﴾ كَلَّا لَمَّا يَقْضِ مَا أَمَرَهُ ﴿٢٣﴾ فَلْيَنظُرِ

چاہا اس کو اٹھا نکالا۔ کوئی نہیں! پورا نہ کیا جو اس کو فرمایا۔ اب نگاہ کرے

الْإِنسَانُ إِلَىٰ طَعَامِهِ ﴿٢٤﴾ أَنَّا صَبَبْنَا الْمَاءَ صَبًّا ﴿٢٥﴾ ثُمَّ

آدمی اپنے کھانے کو۔ کہ ہم نے ڈالا پانی اوپر سے۔ پھر

شَقَقْنَا الْأَرْضَ شَقًّا ﴿٢٦﴾ فَأَنبَتْنَا فِيهَا حَبًّا ﴿٢٧﴾ وَعِنَبًا

چیرا زمین کو پھاڑ کر۔ پھر اگایا اس میں اناج۔ اور انگور

وَقَضْبًا ﴿٢٨﴾ وَزَيْتُونًا وَنَخْلًا ﴿٢٩﴾ وَحَدَائِقَ غُلْبًا ﴿٣٠﴾ وَفَاكِهَةً

اور ترکاری۔ اور زیتون اور کھجوریں۔ اور باغ گھن کے۔ اور میوہ

وَأَبًّا ﴿٣١﴾ مَّتَاعًا لَّكُمْ وَلِأَنْعَامِكُمْ ﴿٣٢﴾ فَإِذَا جَاءَتِ

اور دوب۔ کام چلانے کو تمہارے اور تمہارے چوپایوں کے۔ پھر جب آوے

الصَّاخَّةُ ﴿٣٣﴾ يَوْمَ يَفِرُّ الْمَرْءُ مِنْ أَخِيهِ ﴿٣٤﴾ وَأُمِّهِ وَأَبِيهِ ﴿٣٥﴾

وہ غل۔ جس دن بھاگے مرد اپنے بھائی سے۔ اور اپنی ماں باپ سے۔

وَصَاحِبَتِهِ وَبَنِيهِ ﴿٣٦﴾ لِكُلِّ امْرِئٍ مِّنْهُمْ يَوْمَئِذٍ شَأْنٌ

اور اپنی ساتھ والی سے اور بیٹوں سے۔ ہر مرد کو ان میں سے اس دن ایک فکر لگا ہے، جو

يُغْنِيهِ ﴿٣٧﴾ وُجُوهٌ يَوْمَئِذٍ مُّسْفِرَةٌ ﴿٣٨﴾ ضَاحِكَةٌ مُّسْتَبْشِرَةٌ ﴿٣٩﴾

اس کو بس ہے۔ کتنے منہ اس دن روشن ہیں۔ ہنستے خوشیاں کرتے۔

وَوُجُوهٌ يَوْمَئِذٍ عَلَيْهَا غَبَرَةٌ ﴿٤٠﴾ تَرْهَقُهَا قَتَرَةٌ ﴿٤١﴾

اور کتنے منہ اس دن ان پر گرد پڑی ہے۔ چڑھی آتی ہے ان پر سیاہی۔

اس کو پڑھ لے یہ پیغام نصیحت بہت ہی عزت والے صحیفوں اور ورقوں میں لکھا ہوا ہے جو نہایت ہی بلند اور پاکیزہ ہیں ایسے قاصدوں اور فرشتوں کے ہاتھوں میں جو بہت ہی بلند رتبے والے نیکوکار ہیں۔

وحی الٰہی کے یہ صحیفے نہایت صاف ستھرے عزت و کرامت کے ساتھ اللہ کے فرشتے لوح محفوظ سے لے کر اترتے ہیں پھر ان علوم و ہدایات پر عمل کرنے والوں کے اعمال و افعال عزت و عظمت کے ساتھ آسمانوں کی بلندیوں پر پہنچتے ہیں اور یہ اعمال و اوصاف اپنے عاملین کو عزت و عظمت کی بلندیوں پر بھی پہنچاتے ہیں جیسے کہ ارشاد ہے اِلَيْهِ يَصْعَدُ الْكَلِمُ الطَّيِّبُ وَالْعَمَلُ الصَّالِحُ يَرْفَعُهٗ۔ غرض یہ تذکرہ لانے والے بھی بلند، خود وہ بھی بلند پایہ اور جو ان پر عمل پیرا ہوں وہ بھی بلند مرتبہ اعمال بھی بلند پایہ حتیٰ کہ جن اوراق پر لکھا جائے وہ بھی قابل تعظیم و تکریم اور بلند جگہ پر اٹھا کر رکھنے کے مستحق ہیں۔ تو ایسی عظمت و عزت والی نصیحت اور ہدایت کو تو چاہیے کہ ہر انسان قبول کرے۔ مگر افسوس کہ مغرور و سرکش انسان اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے سر جھکانے کو تیار نہیں ہوتا۔ ہلاک ہو یہ انسان کس قدر ناشکرا ہے۔ اس کے غرور و سرکشی کی کوئی حد نہیں۔ کیا یہ اپنی حقیقت کو نہیں جانتا کیا نہیں سوچتا کہ کس چیز سے اس کو پیدا کیا ہے؟ اس کو اپنی حقیقت کو جاننے کیلئے جان لینا چاہیے۔ اس کے رب نے منی کے ایک قطرہ سے اس کو پیدا کیا ہے جو ایک ناپاک اور حقیر قطرہ تھا جس میں کوئی حس، شعور، عقل و ادراک اور شکل و صورت حسن و جمال کچھ بھی نہ تھا مگر پھر اس پروردگار نے اس کے ہاتھ پاؤں اور جسم کی ساخت کو ایک خاص اسلوب اور بہترین انداز سے اس کو بنایا کہ کوئی چیز بے تکی اور غیر مناسب نہیں بلکہ احسن تقویم اور بہترین پیکر جسمانی اور اعلیٰ ترین قالب اس کو عطا کیا پھر رحم مادر میں اس کی جسمانی تصویر و تخلیق کے بعد آسان کر دیا اس کے واسطے راستہ سہولت کے ساتھ پیدائش ہو گئی۔ اور پیدائش کے بعد اس کی زندگی کی ہر راہ آسان کر دی زندگی کے ہر شعبے کے لیے اسباب فراہم کر دیئے تاکہ وہ بر و بحر پر حکمرانی کر سکے اور منافع کو نیا سے منتفع ہو سکے ہدایت و فلاح کے اصول بتا دیئے خیر کے کاموں کی تلقین کر دی گئی اور ہر شے سے آگاہ کر دیا گیا تاکہ وہ زندگانی کا ہر راستہ سہولت و آسانی سے طے کرے[*] پھر اس پروردگار نے اس کو موت دی جب کہ اس کے لیے مقدر کی ہوئی

---

* ان کلمات سے ثُمَّ السَّبِيْلَ يَسَّرَهٗ کی دونوں تفسیروں کی طرف اشارہ ہے گو عموماً مفسرین اس کا مفہوم ولادت کی آسانی بیان فرماتے ہیں لیکن الفاظ کی دلالت دوسرے مفہوم کو بھی حاوی ہے۔ (واللہ اعلم)

(بقیہ حاشیہ) راوی بیان کرتے ہیں اس کے بعد ابن ام مکتوم جب کبھی بھی آتے آپ ان کا بہت اکرام فرماتے۔ اور ایک روایت میں ہے یہ فرماتے۔ یہ تو وہ ہے جس کے معاملہ میں میرے رب نے مجھ پر عتاب فرمایا۔

زندگی پوری ہوگئی جس کے بعد قبر میں اپنے احکام و ہدایات کے مطابق اس کو رکھ دیا تاکہ زندوں کے سامنے اس کی لاش کی بے حرمتی نہ ہو پھر جب چاہے گا اس کو اٹھائے گا۔ غرض یہ سب کچھ اسی کی قدرت سے ہے، نطفہ منی سے لیکر مرنے کے بعد قبر سے اٹھنے تک کے تمام مرحلے صرف اللہ ہی کی قدرت سے ہیں اور ابتداء سے کر اس انتہاء تک کا ہر دور اور ہر مرحلہ خداوند عالم کی قدرت کاملہ کا عظیم نمونہ ہے اور ظاہر ہے کہ جس ذات کی قدرت جلیلہ سے تخلیق کے یہ عظیم مرحلے طے پا رہے ہیں اس کو قطعاً ذرہ برابر بھی مشکل نہیں ہے کہ وہ قیامت میں دوبارہ اٹھالے۔

بڑے افسوس کی بات ہے کہ ان تمام دلائل و حقائق کے باوجود انسان اپنے رب کی فرماں برداری نہ کرے، خبردار اس انسان نے پورا نہیں کیا وہ کام جس کا اسے حکم دیا۔ نہ اپنے مالک کا حق پہچانا اور نہ کوئی حکم بجا لایا۔

نظامِ قدرت و ربوبیت کے کرشمے

اس صورت حال میں کہ انسان اپنے رب کی قدرت و عظمت کو پہچانتا ہے اور نہ ہی اس کے حکم کے سامنے سر جھکانے کو تیار ہے پس اس آدمی کو چاہئے کہ وہ اپنے کھانے کو دیکھے کہ کس طرح وہ خداوند عالم اپنی قدرت سے رزق پیدا کرتا ہے اور کیسی عجیب اور کامل قدرت سے انسان کی روزی کے تمام اسباب مہیا کرتا ہے جو اس نوعیت سے دنیا کی نظروں کے سامنے ہے کہ ہم نے ڈالا پانی اوپر سے زمین پر برستا ہوا بادلوں سے بارش برسائی پھر ہم نے زمین کو شق کیا اس کو چیر کر جو دانہ زمین کی تہہ میں دبا دیا گیا تھا زمین کی سطح کو چیر کر گھاس کے تنکے کی شکل میں اس کو ہم نکالتے ہیں۔ ورنہ دنیا کی کیا طاقت تھی کہ اس باریک اور کمزور گھاس کو زمین کی تہہ میں سے نکال لاتی۔

پھر ہم نے اگائے اس میں دانے اور مختلف انواع کے غلے اور انگور اور سبزیاں اور زیتون اور کھجوریں جن سے مخلوق کی روزی ان کی راحت اور عیش و عشرت وابستہ ہے اور اسی بارش اور آسمان سے برسنے والے پانی سے ہم نے پیدا کئے، وہ باغ جو درختوں سے بھرے ہوئے ہیں اور قسم قسم کے پھل اور مختلف قسم کے گھاس جو سامان زندگی اور نفع حاصل کرنے کا ذریعہ ہے تمہارے واسطے اور تمہارے چوپاؤں کے واسطے۔ تو دیکھو اللہ رب العزت نے اپنی قدرت سے یہ تمام سامان زندگی جس پر انسان کی حیات و بقاء ہے اور انسانوں کے کام آنے والے جانوروں کے واسطے پیدا کیا اس پر چاہیئے تھا کہ انسان نظر کرتا، اور اس سے اپنے خالق کو اس کے انعامات کو پہچان کر اس کی اطاعت و فرماں برداری میں لگ جاتا۔ مگر کس قدر بدنصیبی ہے اس انسان کی جو ان تمام باتوں سے غافل رہ کر اپنی زندگی گذار رہا ہے اور سوچتا ہی نہیں کہ میرا انجام کیا ہونے والا ہے لیکن جب آجائے گی وہ کان پھاڑ دینے والی چیخ اور وہ صور پھونک دیا جائے گا تو وہ دن ایسا

اور اس کا وقت گذر چکا تھا اب آنے والے کا حق زیارت زیادہ اہم اور مقدم تھا اور یہ آنے والا منکر اور مغرور نہیں تھا جو تجلی الٰہی اور عنایت ربانی کا خاص محل اور مورد ہے وہ زیادہ التفات کا مستحق تھا۔ اور اس کا اکرام ان گزشتہ آنے والے اغنیا کے اکرام سے زیادہ اہم ہے۔

جو شخص آپ کے پاس آیا ہے وہ اپنے اصلی منصب کو چھوڑ کر آیا ہے اور اس کی یہ لیاقت اور عاجزی اس کی عارضی تواضع ہے اور فقیر جو آپ کی خدمت میں حاضر ہوا ہے وہ اپنے اصلی منصب کے ساتھ آیا ہے۔ فقر اور تواضع اس کا اصلی اور ذاتی منصب ہے اور اس کو دائمی مقام ہے۔

حسب ارشاد خداوندی اُدْعُ إِلَىٰ سَبِيلِ رَبِّكَ بِالْحِكْمَةِ وَالْمَوْعِظَةِ الْحَسَنَةِ.
آپ نے اغنیاء کو اپنی بارگاہ عالی میں بلکہ وحی اور ان کو حکمت اور موعظت حسنہ حق کی دعوت دی۔ ان کا حق ادا ہو گیا وہ اس سے زیادہ کے مستحق نہیں اور یہ آنے والا درویش تو بارگاہ خداوندی کے سکان میں سے ہے اور فی الحال آنے والے سرداران قریش کے متعلق نہیں کہا جا سکتا کہ وہ دعوت حق کے سر خواں سے کوئی لقمہ اٹھا بھی لیں گے یا نہیں۔ واللہ اعلم۔

(من افادات حضرت الوالد الشیخ محمد ادریس الکاندھلوی)

اثبات قیامت کے لیے دلائل آفاق وانفس

قرآن حکیم کا یہ خاص اسلوب ہے کہ دلائل توحید وخالقیت حشر ونشر اور بعث بعد الموت کا مضمون ثابت کرنے کے لیے دلائل کی دونوں قسموں کا احاطہ کر دیتا ہے کسی موقعہ پر اجمال سے اور کسی موقعہ پر تفصیل سے جن کی تحقیق پہلے گذر چکی یہاں بھی حق تعالیٰ شانہ نے مسئلہ حشر ونشر اور بعث بعد الموت ثابت کرنے کے لیے دلائل انفس کے ذیل میں انسانی تخلیق کا ذکر فرمایا اور اس کی موت وحیات کے مسئلہ کو بیان کرنے کے بعد دلائل آفاق کے طور پر فَلْيَنظُرِ الْإِنسَانُ إِلَىٰ طَعَامِهِ سے کائنات میں اللہ رب العزت کی قدرت کے جو عظیم نمونے دنیا کے نظروں کے سامنے ہیں ان کو بیان فرمایا۔ تا کہ قرآن حکیم کا یہ دعویٰ اور مقصد بخوبی واضح اور ثابت ہو جائے۔ مقصود انسان کے غرور وتکبر کا ابطال اور اپنی قدرت کاملہ کا اثبات تھا۔ جو ان دلائل سے پوری طرح ثابت ہو گیا۔

اموات کے لیے قبر اور دفن قانون فطرت ہے

"قبر" لغت کے اعتبار سے زمین میں کھود کر بنائے ہوئے گڑھے کو کہا جاتا ہے۔ مگر اصطلاح شریعت

میں قبر عالم برزخ کا نام ہے۔ یعنی وہ محل اور حالت جو انسان کے مرنے کے بعد سے دوبارہ زندہ ہو کر اٹھنے تک کی ہے۔ برزخ روح کے بعد وہ جسم انسانی کسی بھی جگہ ہو خواہ زمین میں دفن کر دیا جائے یا دریا میں غرق ہو جائے یا آگ میں جل جائے یا کوئی جانور اس کو کھا جائے یا جسم کے ذرات ہواؤں میں اڑ جائیں غرض ہر حالت اور مکان برزخ ہے اور اسی برزخی حالت یا محل کو شریعت قبر کے لفظ سے تعبیر کرتی ہے اسی بنا پر ہر میت سے مرنے کے بعد نکیرین کے سوال کا ذکر احادیث میں آتا ہے ظاہر ہے کہ یہ سوال ہر ایک میت سے ہوتا ہے اور مرنے کے بعد انسان کی لاش بسا اوقات ان حالتوں میں واقع ہوتی ہے۔

قبر چونکہ اصل فطرت انسانی کا ایک قانون اور مقرر کردہ طریقہ ہے۔ جیسے کہ ہابیل و قابیل کے قصہ میں گذر چکا کہ نسل انسانی میں پہلا قتل اور موت کا واقعہ پیش آیا اور قابیل نے اپنے بھائی ہابیل کو قتل کر ڈالا اور اب تک انسان کو یہ معلوم نہ تھا کہ انسان کے مرنے کے بعد اس کی لاش کا کیا کیا جائے تو حق تعالیٰ نے انسان کے سامنے اپنی ہدایت اور اس قانون فطرت کی تشریح و توضیح کا عجیب انداز اختیار فرمایا۔ فَبَعَثَ اللّٰهُ غُرَابًا يَّبْحَثُ فِي الْاَرْضِ لِيُرِيَهٗ كَيْفَ يُوَارِيْ سَوْءَةَ اَخِيْهِ۔ ایک کوا بھیجا جو اپنی چونچ میں ایک مردہ کوا اٹھائے ہوئے تھا اس نے مردہ کوے کو زمین پر رکھ دیا پھر چونچ سے زمین کھودنے لگا اور گڑھا کر کے اس میں مردے کو چھپا دیا اور پھر پروں سے اس پر مٹی ڈال دی یہ منظر دیکھ کر قاتل بھائی اپنے قصور فہم پر افسوس کرنے لگا کہ میں تو اس کوے سے بھی زیادہ غافل و عاجز ہو گیا اتنا بھی نہ سمجھ پایا جتنا کہ اس نے سمجھا اور اسی طرح میں بھی اپنے بھائی کو زمین کے اندر دفن کر دیتا۔ غرض اس فطری امر کو خداوند عالم نے اس وقت سے نسل انسانی کے لیے ظاہر اور مشروع فرما دیا۔

بعض روایات سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ دور قدیم میں انسان کی لاشیں جانوروں کی طرح باہر پھینک دی جاتی تھیں جن کو چیل کوے کھا جاتے تھے ظاہر ہے کہ اس میں انسان کے پیکر جسد کی بے حرمتی بھی تھی اور اس کے تعفن سے لوگوں کو اذیت بھی پہنچتی اور امراض بھی پھیلتے تو خداوند عالم کے اس تکوینی امر سے اور قبر میں دفن کے طریقے سے انسان کی حرمت بھی باقی رہی، گندگی اور امراض سے بھی تحفظ کا سامان ہو گیا۔

پارسی اور مجوسی قوم میں ابھی یہی رواج ہے کہ وہ اپنے مردوں کی لاشیں اسی طرح چھوڑ دیتے ہیں البتہ اتنا کرتے ہیں ایک احاطہ گہرا سا کنوئیں کی شکل کا بنا دیتے ہیں اس میں ایک دروازہ ہوتا ہے۔ اس احاطے میں مردہ کو چھوڑ کر چلے آتے ہیں۔ پھر گدھ، چیل اور کوے اس کو نوچ نوچ کر کھا جاتے ہیں بس ہڈیوں کا ڈھانچہ رہ جاتا ہے قوم مجوس میں اس جگہ کو دخمہ کہا جاتا ہے۔

ہندوؤں کے یہاں مردوں کو جلانے کی رسم ہے۔ اہل کتاب یہود و نصاریٰ کیونکہ ان کے مذہب کی بہر حال اصل بنیاد خدا کی کتاب تورات و انجیل ہے تو اس وجہ سے وہ مسلمانوں کی طرح اپنے مردوں کو دفن کرتے ہیں۔

ظاہر ہے کہ اسلام کے سوا جو بھی طریقے انسان کی لاش کے لیے اختیار کیے جاتے ہیں عقل و فطرت

کے خلاف انسانی عظمت کو سراسر پامال کرتے ہیں جبکہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیمات سے دنیا کو یہ ہدایت ملی ہے کہ مردوں کے جسم کا احترام زندوں کے جسم کی طرح ہے جیسا کہ ایک حدیث میں ہے کہ میت کی ہڈی توڑنا ایسا ہی ہے جیسا کہ زندہ کی ہڈی کو توڑنا۔

بعض لوگوں کا یہ خیال کہ آگ میں جلا دینا زمین میں دفن کرنے سے زیادہ بہتر ہے کیونکہ آگ جلا کر مادہ کو پاک کر دیتی ہے یہ عقل و فطرت کے خلاف ہے۔

انسان کو اللہ نے مٹی سے پیدا کیا تو مناسب یہی ہے کہ مرنے کے بعد مٹی ہی میں دفن کر دیا جائے۔ اسی کو حق تعالیٰ نے ارشاد فرمایا۔ مِنْهَا خَلَقْنٰكُمْ وَفِيْهَا نُعِيْدُكُمْ وَمِنْهَا نُخْرِجُكُمْ تَارَةً اُخْرٰى۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

سُوْرَةُ التَّكْوِيْر

یہ سورت مکی ہے، اور تمام مفسرین کا اس پر اتفاق ہے۔ عبداللہ بن عباس، ابن عمر، ابن زبیر اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہم سے اسی طرح منقول ہے اس سورت کی انتیس ۲۹ آیات ہیں۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ جس کو یہ منظور ہو کہ وہ قیامت کا منظر اپنی آنکھ سے دیکھ لے تو اس کو چاہیے کہ وہ اِذَا الشَّمْسُ كُوِّرَتْ اور اِذَا السَّمَآءُ انْفَطَرَتْ سورتوں کی تلاوت کرے۔ ان دونوں سورتوں میں قیامت کا پورا پورا نقشہ کھینچ کر دکھایا گیا ہے کہ قیامت اس طرح برپا ہوگی۔

گزشتہ سورت عبس کا مضمون اس پر ختم کیا تھا کہ قیامت کے روز انسان کی بدحواسی کا یہ عالم ہوگا کہ کسی کو کسی کی پرواہ نہ ہوگی، ہر شخص دوسرے سے بھاگتا اور بیگانہ ہوگا۔ اسی مناسبت سے ان دونوں سورتوں میں دو اہم حقیقتوں کو واضح کیا جا رہا ہے۔ ایک قیامت کی حقیقت، دوسری وحی اور رسالت کی حقیقت۔ اس سورت کے یہ دو اہم اور عظیم موضوع ہیں جن پر اول تا آخر جملہ مضامین دائر ہیں۔

ف جامع ترمذی۔ ابن کثیر، طبرانی۔

آیاتها ۲۹ — ۸۱ سُورَةُ التَّكْوِيرِ مَكِّيَّةٌ ۷ — رکوعها ۱

سورۂ تکویر مکی ہے اور اس میں انتیس آیتیں ہیں۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

شروع اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم والا۔

إِذَا الشَّمْسُ كُوِّرَتْ ۝۱ وَإِذَا النُّجُومُ انْكَدَرَتْ ۝۲ وَإِذَا

جب سورج کی دھوپ تہ ہو جاوے۔ اور جب تارے میلے ہو جاویں۔ اور جب

الْجِبَالُ سُيِّرَتْ ۝۳ وَإِذَا الْعِشَارُ عُطِّلَتْ ۝۴ وَإِذَا

پہاڑ چلائے جاویں۔ اور جب بیانی اونٹنیاں چھٹی پھریں۔ اور جب

الْوُحُوشُ حُشِرَتْ ۝۵ وَإِذَا الْبِحَارُ سُجِّرَتْ ۝۶ وَإِذَا

جنگل کے جانوروں میں رولا پڑے۔ اور جب دریا جھونکے جاویں۔ اور جب

النُّفُوسُ زُوِّجَتْ ۝۷ وَإِذَا الْمَوْءُودَةُ سُئِلَتْ ۝۸ بِأَيِّ

جیوں کے جوڑے باندھیں۔ اور جب بیٹی جیتی گاڑ دی کو پوچھے۔ کس

ذَنْبٍ قُتِلَتْ ۝۹ وَإِذَا الصُّحُفُ نُشِرَتْ ۝۱۰ وَإِذَا السَّمَاءُ

گناہ پر ماری گئی۔ اور جب کاغذ کھولے جاویں۔ اور جب آسمان کا

كُشِطَتْ ۝۱۱ وَإِذَا الْجَحِيمُ سُعِّرَتْ ۝۱۲ وَإِذَا الْجَنَّةُ

چھلکا اُتارے۔ اور جب دوزخ دہکائی جاوے۔ اور جب بہشت پاس

أُزْلِفَتْ ۝۱۳ عَلِمَتْ نَفْسٌ مَا أَحْضَرَتْ ۝۱۴ فَلَا أُقْسِمُ

لائی جاوے۔ جان لے جی جو لے کر آیا۔ سو قسم کھاتا ہوں

بِالْخُنَّسِ ۝۱۵ الْجَوَارِ الْكُنَّسِ ۝۱۶ وَاللَّيْلِ إِذَا عَسْعَسَ ۝۱۷

پیچھے ہٹ جانے۔ سیدھے چلنے دبک جانے والوں کی۔ اور رات کی جب اس کا اٹھان ہو۔

وَالصُّبْحِ اِذَا تَنَفَّسَ ﴿۱۸﴾ اِنَّهٗ لَقَوْلُ رَسُوْلٍ كَرِيْمٍ ﴿۱۹﴾ ذِیْ

اور صبح کی جب دم بھرے۔ مقرر یہ کہا ہے ایک بھیجے ہوئے عزت والے کا، قوت

قُوَّةٍ عِنْدَ ذِی الْعَرْشِ مَكِيْنٍ ﴿۲۰﴾ مُّطَاعٍ ثَمَّ اَمِيْنٍ ﴿۲۱﴾

رکھتا۔ عرش کے مالک پاس درجہ پانے والا۔ سب کا مانا ہوا وہاں کا معتبر ہے۔

وَمَا صَاحِبُكُمْ بِمَجْنُوْنٍ ﴿۲۲﴾ وَلَقَدْ رَاٰهُ بِالْاُفُقِ الْمُبِيْنِ ﴿۲۳﴾

اور یہ تمہارا رفیق کچھ نہیں دیوانہ۔ اور اس نے دیکھا ہے اس کو کھلے کنارے آسمان کے۔

وَمَا هُوَ عَلَى الْغَيْبِ بِضَنِيْنٍ ﴿۲۴﴾ وَمَا هُوَ بِقَوْلِ شَيْطٰنٍ

اور یہ غیب کی بات پر نہیں بخیل۔ اور یہ کہا نہیں کسی شیطان

رَّجِيْمٍ ﴿۲۵﴾ فَاَيْنَ تَذْهَبُوْنَ ﴿۲۶﴾ اِنْ هُوَ اِلَّا ذِكْرٌ لِّلْعٰلَمِيْنَ ﴿۲۷﴾

مردود کا۔ پھر تم کدھر چلے جاتے ہو؟ یہ تو ایک سمجھوتی ہے جہان کے واسطے۔

لِمَنْ شَاۗءَ مِنْكُمْ اَنْ يَّسْتَقِيْمَ ﴿۲۸﴾ وَمَا تَشَاۗءُوْنَ اِلَّآ

جو کوئی چاہے تم میں کہ سیدھا چلے۔ اور تم جبھی چاہو کہ

اَنْ يَّشَاۗءَ اللّٰهُ رَبُّ الْعٰلَمِيْنَ ﴿۲۹﴾

چاہے اللہ جہان کا صاحب۔

ہولناک مناظر روز قیامت و پیشی اعمال و فیصلہ جزاء و سزا

قال اللہ تعالیٰ۔ اِذَا الشَّمْسُ كُوِّرَتْ ۔۔۔ الیٰ ۔۔۔ اِلَّآ اَنْ يَّشَاۗءَ اللّٰهُ رَبُّ الْعٰلَمِيْنَ

ربط: سورۂ عبس کا مضمون دراصل اثبات قیامت کے موضوع ہی پر مشتمل تھا اور مقصد بیان یہ تھا کہ انسان کی سعادت و فلاح اور عزت و عظمت اپنی زندگی اپنے پروردگار کے ساتھ وابستہ رکھنے اور فکر آخرت میں ہے۔ اس کے برعکس وہ مغرور و متکبر ہو نہ خدا پر ایمان لاتا ہے اور نہ ہی اس کو آخرت کی فکر ہے

اس قاصد کو اپنی آنکھوں سے دیکھ لیا ہے آسمان کے کھلے کنارہ پر، اور یہ قاصد غیب کی باتیں بتانے میں بخیل نہیں ہے بلکہ وحی الٰہی سے ملکوت السمٰوٰت اور آخرت کی جو باتیں انسانی ادراک سے غائب ہیں اور ان پر ایمان لانا ہی ایمان ہے، جیسے کہ اَلَّذِیْنَ یُؤْمِنُوْنَ بِالْغَیْبِ میں ظاہر کر دیا گیا تو ان سب باتوں کو اللہ کا یہ قاصد پورا پورا پہنچا دیتا ہے اور قاصد کا کمال ہی یہ ہے کہ وہ پیغام مکمل اور پوری طرح پہنچا دے۔ اور جب آپ نے اللہ کے اس قاصد کو دیکھ لیا تو اب کسی قسم کے تردد اور شبہ کی گنجائش نہیں ہو سکتی اس لیے وہ کسی شیطان مردود کا کہا ہوا نہیں ہے۔ جب یہ سب باتیں واضح اور ثابت ہیں کہ قرآن کریم حق و صداقت کا مجموعہ ہے اور اس میں کسی قسم کے وہم اور تخیل کی گنجائش نہیں تو پھر اے لوگو! تم کدھر چلے جا رہے ہو اور راہ حق سے بھٹک رہے ہو یہ تو بس ایک نصیحت ہے تمام جہان والوں کے لیے اس کا ہر مضمون ایک ایک لفظ ہدایت و نصیحت اور ایسا مکمل دستور العمل ہے جس سے سعادت دارین وابستہ ہے ہر اس شخص کے لیے تم میں سے جو یہ چاہے کہ سیدھا چلے عناد اور کجروی اختیار نہ کرے۔ اور یہ بھی ظاہر ہے تم کوئی چیز نہیں چاہ سکتے بجز اس کے کہ جو اللہ تمام جہانوں کا پالنے والا چاہے اور فیصلہ کرے اس کے فیصلہ اور ارادہ کے بغیر تو ایک پتہ بھی درخت سے نہیں گر سکتا، اس لیے تمہیں بھی چاہیے کہ خدا کی طرف رجوع کرو اور اسی سے توفیق مانگو۔ یہی طریقہ ہر نصیحت اور ہدایت سے منتفع ہونے کا ہو سکتا ہے۔

قرآن کریم کے اسلوب بیان میں یہ اسلوب بھی نہایت ہی بلند ترین اور معجزانہ اسلوب ہے کہ مخلوقات خداوندی کی قسموں کے ساتھ کوئی مضمون ان قسموں پر مرتب کیا جائے۔ جیسا کہ گزشتہ تفصیلات سے یہ ثابت ہو چکا کہ ہر قسم کے ساتھ جواب قسم کے مضمون میں مناسبت اور ربط ہوتا ہے یہاں بھی شمس و قمر کے بے نور کر دینے اور پہاڑوں کو اڑانے اور سمندروں کے دہکانے وغیرہ وغیرہ کی قسموں پر

؎ یعنی مشرقی کنارہ کے پاس اس کی اصلی صورت میں نہایت واضح طور پر دیکھ لیا اور یہ بھی سمجھ لیا کہ یہ اللہ کا فرشتہ ہے اور یہی اللہ کی وحی لے کر آتا ہے تو اب کیا تردد ہو سکتا ہے کہ شبہ کیا جا سکے کہ شاید کسی جن یا شیطان کا قول ہے اس وجہ سے آیات قرآنیہ کو کسی کاہن کا قول کہنا جیسا کہ کفار مکہ کہتے تھے بعید از عقل ہے اور پھر یہ بھی سوچنے کی بات ہے کیا شیطان ایسی پرہیزگاری اور تقویٰ کی باتیں بتائے گا! ۱۲۔

حشر و نشر اور قیامت برپا ہونے کا مضمون بڑی ہی قوی مناسبت رکھتا ہے۔ علاوہ ازیں وحی الٰہی کی حقانیت ثابت کرنے کے لئے بھی ایک بلند پایہ اور عظیم تر درجہ رکھتا ہے کہ ان ستاروں کا چلنا، ٹھہرنا، لوٹنا، اور پھر چھپ جانا ایک نمونہ ہے۔ انبیاء سابقین پر بار بار وحی آنے کا ایک مدت دراز تک اس کے نشان باقی رہنا پھر منقطع ہو کر چھپ جانے اور غائب ہونے کا اور رات کا آنا اس تاریک دور کا نمونہ ہے جو خاتم الانبیاء والمرسلین کی ولادت باسعادت سے پہلے گذرا کہ کسی شخص کو حق و باطل کی تمیز نہیں رہی تھی، جس طرح رات میں سیاہ و سپید کا فرق نہیں معلوم ہوتا مگر رات کے بعد جب صبح صادق سانس لیتی ہے اور دم بھر کر اپنی روشنی تمام عالم میں پھیلا دیتی ہے تو بالکل اسی طرح حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت باسعادت جہالت و گمراہی کی تاریکیوں کو پھاڑ کر عالم میں ہدایت کا نور پھیلا دینے والی ہے۔ انبیاء سابقین ستاروں کی طرح تھے مگر آپ کی رسالت ایک آفتاب عالم تاب کر عالم کے سامنے درخشاں ہوئی۔

شیخ الاسلام حضرت مولانا شبیر احمد عثمانی رحمۃ اللہ علیہ نے اس مضمون کو بیان فرماتے ہوئے یہ دو شعر بھی نقل فرمائے۔

وانہ شمس فضل ھم کواکبھا	یظھرن انوارھا للناس فی الظلم
حتی اذا طلعت فی الکون عم ھداھا	للعالمین و احیت سائر الامم

بعض ائمہ مفسرین کا قول ہے کہ ستاروں کا سیدھا چلنا اور لوٹنا اور چھپ جانا فرشتے کے آنے اور واپس جانے اور عالم ملکوت میں جا چھپنے کے مشابہ ہے اور رات کا گذرنا اور صبح کا آنا قرآن کریم کے ذریعہ ظلمت کفر کے دور ہو جانے اور نور ہدایت کے پوری طرح پھیل جانے کی مثال ہے تو اس طرح ان قسموں کے ساتھ مضمون قیامت اور وحی الٰہی کی حقانیت کا ثبوت پوری طرح مربوط ہے اور ان میں مناسبت واضح ہے۔

الآیات اِنَّهٗ لَقَوْلُ رَسُوْلٍ كَرِيْمٍ ذِيْ قُوَّةٍ عِنْدَ ذِي الْعَرْشِ مَكِيْنٍ مُّطَاعٍ ثَمَّ اَمِيْنٍ، میں جبرئیل امین کی صفات کا بیان ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ قرآن کریم جو اللہ کے پاس سے ہم تک پہنچا اس میں دو واسطے ہیں ایک وحی لانے والا فرشتہ (جبرئیل علیہ السلام) اور دوسرا واسطہ پیغمبر عربی صلی اللہ علیہ وسلم دونوں کی صفات ایسی عظیم اور بلند پایہ ہیں کہ ان کے علم کے بعد کسی قسم کا شک و شبہ قرآن کے صادق اور منزل من اللہ ہونے میں نہیں رہتا۔ کسی روایت کی صحت تسلیم کرنے کیلئے اعلیٰ سے اعلیٰ راوی وہ ہوتا ہے جو اعلیٰ مرتبہ کا ثقہ عادل ضابط حافظ اور امانت دار ہو اور جس سے وہ روایت کرے اس کے پاس عزت و حرمت کے ساتھ رہتا ہو، بڑے بڑے معتبر ثقات اس کی امانت پر اعتماد کلی رکھتے ہوں اور اس وجہ سے اس کی بات بے چون و چرا مانتے ہوں تو یہ تمام صفات جبرئیل امین میں موجود ہیں وہ کریم عزت و کرامت والے ہیں اور ظاہر ہے عزت و کرامت والا وہی ہوتا ہے جو سب سے زیادہ تقویٰ و طہارت کا وصف رکھتا ہے۔ بقولہٖ اِنَّ اَكْرَمَكُمْ عِنْدَ اللّٰهِ اَتْقٰىكُمْ اور بڑی ہی قوت والے ہیں علماً و عملاً کی صلاحیت اعلیٰ و اکمل رکھتے ہیں اور رب العرش کے یہاں ان کا مرتبہ نہایت ہی عزت و قرب

کا ہے جس کے ہاتھ ملکوت سماوات میں وہ فرشتوں کے سردار ہیں اور سب فرشتے ان کی بات اور حکم مانتے ہیں۔ اللہ کے امین و معتبر ہونے میں کسی کو ذرہ برابر بھی شبہ نہیں تو ایسے فرشتہ کے ذریعہ یہ قرآن نازل ہوا اور اللہ کے بندوں تک پہنچا اور جس رسول کے ذریعہ لوگوں تک قرآن پہنچا آنحضرت اس رسول خدا کی صفات و احوال کا بیان فرما دیا گیا، تاکہ معلوم ہو جائے کہ خدا کے ایسے عظیم پیغمبر نے یہ کلام پہنچایا ہے جو صدق و امانت اور عقل و دانش کا پیکر ہے۔ ایسی صورت میں قریش مکہ اور مخالفین کا ان کو یہ کہنا کہ دیوانہ یا کاہن ہیں العیاذ باللہ خود ان کہنے والوں کی دیوانگی اور پاگل پن کی دلیل ہے (فوائد شیخ الاسلام)

ابطالِ جبر و قدر

وَمَا تَشَآءُوْنَ اِلَّآ اَنْ يَّشَآءَ اللّٰهُ، میں انسان کے لیے ارادہ اور مشیت کا اثبات فرمایا جا رہا ہے اور اس کے ساتھ یہ واضح کیا جا رہا ہے کہ انسان کا ارادہ اور مشیت اللہ کی مشیت اور اس کی تقدیر کے مطابق اس کی تابع ہے اس کی توفیق ہی سے ہدایت اختیار کرتا ہے، اور ہر انسان قضاء و قدر کی زنجیروں میں جکڑا ہوا ہے البتہ بات صرف اتنی ہے کہ قضاء و قدر انسان سے جو کچھ کراتی ہے وہ اس کے ارادہ اور اختیار کے توسط سے کراتی ہے۔ اینٹ پتھر کی طرح نہیں ہے کہ اس کو کوئی حرکت دے رہا ہو اور خود اس میں کسی طرح کا شعور و ادراک اور ارادہ و اختیار نہ ہو تو بندہ اسی ارادہ اور اختیار کو استعمال کرنے کی وجہ سے ثواب و عقاب کا مستحق ہوتا ہے تو اس آیت (لِمَنْ شَآءَ مِنْكُمْ) سے جبر کا ابطال ہو گیا، اور اِلَّآ اَنْ يَّشَآءَ اللّٰهُ سے قدر کا ابطال اور فرقہ قدریہ کا رد ہو گیا، اور ظاہر ہو گیا کہ انسان نہ تو فاعل مختار ہے اور نہ مجبور محض بلکہ جبر و قدر کے بیچ بیچ ہے۔ مسئلہ کی تفصیل پیچھے گذر چکی۔

سورۃ انفطار مکی ہے اور اس میں انیس آیتیں ہیں۔

شروع اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم والا۔

اِذَا السَّمَآءُ انْفَطَرَتْ ۝۱ وَاِذَا الْكَوَاكِبُ انْتَثَرَتْ ۝۲

جب آسمان چر جاوے۔ اور جب تارے جھڑ پڑیں۔

وَإِذَا الْبِحَارُ فُجِّرَتْ ﴿٣﴾ وَإِذَا الْقُبُورُ بُعْثِرَتْ ﴿٤﴾

اور جب دریا بہہ پڑیں ۔ اور جب قبریں اٹھائی جاویں ۔

عَلِمَتْ نَفْسٌ مَا قَدَّمَتْ وَأَخَّرَتْ ﴿٥﴾ يَا أَيُّهَا

جان لیوے جی جو آگے بھیجا اور پیچھے چھوڑا ۔ اے

الْإِنْسَانُ مَا غَرَّكَ بِرَبِّكَ الْكَرِيمِ ﴿٦﴾ الَّذِي خَلَقَكَ

آدمی! کس چیز سے بہکا تو اپنے رب کریم پر ۔ جس نے تجھ کو بنایا

فَسَوَّاكَ فَعَدَلَكَ ﴿٧﴾ فِي أَيِّ صُورَةٍ مَا شَاءَ رَكَّبَكَ ﴿٨﴾

پھر تجھ کو ٹھیک کیا پھر تجھ کو برابر کیا ۔ جس صورت میں چاہا تجھ کو جوڑ دیا ۔

كَلَّا بَلْ تُكَذِّبُونَ بِالدِّينِ ﴿٩﴾ وَإِنَّ عَلَيْكُمْ

کوئی نہیں! پر تم جھوٹ جانتے ہو انصاف ہونا ۔ اور تم پر نگہبان

لَحَافِظِينَ ﴿١٠﴾ كِرَامًا كَاتِبِينَ ﴿١١﴾ يَعْلَمُونَ مَا تَفْعَلُونَ ﴿١٢﴾

مقرر ہیں ۔ عزت والے لکھنے والے ۔ جانتے ہیں جو کرتے ہو ۔

إِنَّ الْأَبْرَارَ لَفِي نَعِيمٍ ﴿١٣﴾ وَإِنَّ الْفُجَّارَ لَفِي جَحِيمٍ ﴿١٤﴾

بیشک نیک لوگ آرام میں ہیں ۔ اور بے شک گنہگار دوزخ میں ہیں ۔

يَصْلَوْنَهَا يَوْمَ الدِّينِ ﴿١٥﴾ وَمَا هُمْ عَنْهَا بِغَائِبِينَ ﴿١٦﴾

پیٹھیں گے (پہنچیں گے) اس میں انصاف کے دن ۔ اور نہ ہوں گے اس سے چھپ رہنے والے ۔

وَمَا أَدْرَاكَ مَا يَوْمُ الدِّينِ ﴿١٧﴾ ثُمَّ مَا أَدْرَاكَ مَا

اور تجھ کو کیا خبر ہے کیسا ہے دن انصاف کا ؟ پھر بھی تجھ کو کیا خبر ہے کیسا

يَوْمُ الدِّينِ ﴿١٨﴾ يَوْمَ لَا تَمْلِكُ نَفْسٌ لِنَفْسٍ شَيْئًا

ہے دن انصاف کا ؟ جس دن بھلا نہ کرسکے کوئی جی کسی جی کا کچھ ۔

وَالْاَمْرُ يَوْمَئِذٍ لِّلّٰهِ ﴿١٩﴾

اور حکم اس دن اللہ کا ہے۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

سُوْرَةُ الْاِنْفِطَار

حوادث ارض و سماء و شمس و قمر بر قیام قیامت

سورۃ انفطار بھی مکی سورتوں میں سے ہے جس کی انیس آیات ہیں۔ اس کا مضمون بھی سورۃ تکویر کی طرح نظام عالم کے درہم برہم ہونے، قیامت کے وقت انقلابات کو ذکر کے برپا ہونے پر مشتمل ہے پھر یہ کہ روز محشر ابرار و نیکوکار لوگوں کا کیا حال ہوگا، اور فساق و فجار کس طرح عذاب جہنم میں مبتلا ہوں گے۔

سورت کی ابتداء میں یہ ظاہر کیا گیا کہ قیام قیامت پر آسمانوں کا نظام اس طرح درہم برہم کر دیا جائے گا کہ آسمان شق ہو جائیں گے اور ستارے ٹوٹ کر گر پڑیں گے اور سمندر آگ سے دہکا دیئے جائیں گے اور مردے قبروں سے نکل کھڑے ہوں گے اس وقت ہر انسان کو معلوم ہو جائے گا کہ اس نے زندگی میں کیا کیا ہے اور پھر چاہے وہ کتنا ہی انکار کرے لیکن اس کے انکار سے کوئی فائدہ نہیں ہوگا تو ارشاد فرمایا جا رہا ہے۔

جب کہ آسمان شق ہو جائے اور جب ستارے ٹوٹ کر گرنے لگیں اور جب سمندر ابلنے لگیں اور جب قبریں اکھاڑ دی جائیں اور اس طرح آسمان و زمین کا نظام تباہ ہو جائے تو ہر انسان جان لے گا۔ اس نے اپنے سے پہلے کیا بھیجا ہے اور پیچھے کیا چھوڑا ہے یا اس نے زندگی میں پہلے کیا کام کیا اور بعد میں کیا کیا۔ ہر عمل اور ہر چیز اس کے سامنے آ جائے گی ان حقائق کو پیش نظر رکھنے کے بعد تو اس بات کا امکان نہیں رہتا کہ انسان کو اپنے پروردگار اور اس کی قدرت اور روز جزاء، حساب و کتاب کے بارہ میں کسی قسم کا شبہ یا دھوکہ باقی رہے لیکن افسوس اے انسان کس چیز نے تجھ کو تیرے رب کریم کے بارہ میں دھوکہ میں ڈال رکھا ہے جس رب کریم نے تجھ کو بنایا ہے عدم سے تجھ کو وجود میں لایا۔ پھر تجھ کو ٹھیک کیا، پھر تجھ کو برابر کیا کہ اعضاء جسمانی ٹھیک بنائے اور ان میں ایک بہترین تناسب اور اعتدال رکھا کہ انسان کے بدن کا کوئی حصہ بے جوڑ اور غیر مناسب نہیں اور ان کی وضع و ہیئت بڑی ہی دقیق اور بلند پایہ حکمتوں پر مبنی ہے۔ پھر مزاج و اخلاق میں تناسب رکھا۔ یہ تمام باتیں اس کو موجب تھیں کہ انسان اپنے رب کو اور اس کے

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

سُوْرَةُ الْمُطَفِّفِيْنَ

سورۃ مطففین جس کو سورۃ التطفیف بھی کہا جاتا ہے مکی ہے۔ اس میں چھتیس آیات ہیں۔ ضحاکؒ و مقاتلؒ نے حضرت عبداللہ بن مسعودؓ سے منقول ہے کہ یہ مکی سورت ہے۔

عبداللہ بن الزبیرؓ اور عبداللہ بن عباسؓ نے بیان کیا کہ یہ مکہ میں نازل ہونے والی سورتوں میں سے آخری سورت ہے۔ اس کے بالمقابل ایک جماعت المفسرین کی اس کو مدنی سورت کہتی ہے چنانچہ حسنؒ اور عکرمہؒ سے منقول ہے کہ یہ مدینہ میں نازل ہوئی اور یہ اس وقت نازل ہوئی جب آپؐ ہجرت کر کے مدینہ منورہ تشریف لائے۔ لیکن قول اول راجح اور قوی ہے۔

گزشتہ سورتوں میں آخرت اور بعث و نشر کے مضامین ذکر فرمائے گئے تھے اور اسی ضمن میں اعتقاد و ایمان کے اصول واضح اور متعین کرانا تھا۔ اب اس سورت میں ایمان بالآخرۃ کی بنیاد پر معاملات کی اصلاح مقصود ہے اور انسانی معاشرہ کو خیانت، جھوٹ اور حق تلفی کی گندگیوں سے پاک کرنا ہے اور ثابت کرنا ہے کہ حقوق العباد میں خیانت وہ بدترین جرم ہے کہ انسان اس کی سزا سے نہیں بچ سکتا۔

سورۃ تطفیف کی ہے اور اس میں چھتیس آیتیں ہیں۔

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

شروع اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم والا

وَيْلٌ لِّلْمُطَفِّفِيْنَ ۝١ الَّذِيْنَ اِذَا اكْتَالُوْا عَلَى النَّاسِ

خرابی ہے گھٹانے والوں کی ۔ وہ کہ جب ماپ لیں لوگوں سے ۔

يَسْتَوْفُوْنَ ۝٢ وَاِذَا كَالُوْهُمْ اَوْ وَّزَنُوْهُمْ يُخْسِرُوْنَ ۝٣

پورا بھر لیں ۔ اور جب ماپ دیں ان کو یا تول دیں تو گھٹا کر دیں ۔

أَلَا يَظُنُّ أُولَٰئِكَ أَنَّهُم مَّبْعُوثُونَ ﴿٤﴾ لِيَوْمٍ عَظِيمٍ ﴿٥﴾

کیا خیال نہیں رکھتے وہ لوگ کہ ان کو اٹھنا ہے۔ ایک بڑے دن میں۔

يَوْمَ يَقُومُ النَّاسُ لِرَبِّ الْعَالَمِينَ ﴿٦﴾ كَلَّا إِنَّ كِتَابَ

جس دن کھڑے رہیں لوگ، راہ دیکھتے جہان کے صاحب کی۔ کوئی نہیں! لکھا

الْفُجَّارِ لَفِي سِجِّينٍ ﴿٧﴾ وَمَا أَدْرَاكَ مَا سِجِّينٌ ﴿٨﴾ كِتَابٌ

گنہگاروں کا پہنچا بندی خانہ میں۔ اور تجھ کو کیا خبر ہے کیسا بندی خانہ ہے؟ ایک دفتر

مَّرْقُومٌ ﴿٩﴾ وَيْلٌ يَوْمَئِذٍ لِّلْمُكَذِّبِينَ ﴿١٠﴾ الَّذِينَ

ہے لکھا ہوا۔ خرابی ہے اس دن جھٹلانے والوں کی۔ جو

يُكَذِّبُونَ بِيَوْمِ الدِّينِ ﴿١١﴾ وَمَا يُكَذِّبُ بِهِ إِلَّا كُلُّ

جھوٹ جانتے ہیں انصاف کا دن۔ اور اس کو جھٹلاتا وہی ہے جو بڑھ

مُعْتَدٍ أَثِيمٍ ﴿١٢﴾ إِذَا تُتْلَىٰ عَلَيْهِ آيَاتُنَا قَالَ أَسَاطِيرُ

چلنے والا گنہگار ہے۔ جب سنائیے اس کو ہماری آیتیں، کہے نقلیں ہیں

الْأَوَّلِينَ ﴿١٣﴾ كَلَّا ۖ بَلْ ۜ رَانَ عَلَىٰ قُلُوبِهِم مَّا كَانُوا

پہلوں کی۔ کوئی نہیں! پر زنگ پکڑ گیا ہے ان کے دلوں پر، وہ جو کچھ

يَكْسِبُونَ ﴿١٤﴾ كَلَّا إِنَّهُمْ عَن رَّبِّهِمْ يَوْمَئِذٍ لَّمَحْجُوبُونَ ﴿١٥﴾

کماتے تھے۔ کوئی نہیں! وہ اپنے رب سے اس دن روکے جاویں گے، پھر

ثُمَّ إِنَّهُمْ لَصَالُو الْجَحِيمِ ﴿١٦﴾ ثُمَّ يُقَالُ هَٰذَا الَّذِي

مقرر وہ پیٹھنے (پہنچنے) والے ہیں دوزخ میں۔ پھر کہیے گا: یہ ہے جس کو

كُنتُم بِهِ تُكَذِّبُونَ ﴿١٧﴾

تم جھوٹ جانتے تھے

وعید بر اتلاف حقوق وخیانت در وزن وپیمائش

قال اللہ تعالیٰ۔ وَيْلٌ لِّلْمُطَفِّفِيْنَ ...... الی ...... كُنْتُمْ بِهٖ تُكَذِّبُوْنَ

(ربط) ماقبل سورتوں میں وعید وتنبیہ تھی عقائد کی خرابی اور گمراہی پر اور اس کی بنیاد ایمان باللہ اور فکر آخرت کے وصف سے محرومی ہوتی ہے تو اب اس سورت میں ایمان بالآخرۃ نہ ہونے کے ثمرات میں سے معاملات کی خرابی اور بعض دین میں خیانت اور دھوکہ کا ذکر کیا جا رہا ہے تو ارشاد فرمایا۔

ہلاکت و بربادی ہے ان لوگوں کے لیے جو گھٹانے والے ہیں یہ لوگ وہ ہیں جب ناپ کر لیں لوگوں سے تو پورا پورا بھر لیں اور جب ناپ کر دیں دوسروں کو یا تول کر دیں تو گھٹا کر دیتے ہیں اگرچہ اپنا حق کسی سے پورا وصول کر لینا کوئی مذموم بات نہیں لیکن بدترین خصلت ہے کہ اپنا حق وصول کرنے میں تو ذرہ برابر رعایت چشم پوشی نہ کریں لیکن دوسروں کے حقوق ادا کرنے میں خیانت و کوتاہی کریں۔ یقیناً انسان اس حرکت پر صرف اسی وجہ سے آمادہ ہوتا ہے کہ اس کو آخرت اور آخرت میں محاسبہ اور بدلہ کا کوئی خیال نہیں۔ کیا یہ لوگ خیال نہیں کرتے ہیں اس بات کو کہ وہ اٹھائے جائیں گے، ایک بہت بڑے دن کے واسطے جہاں ایک ایک ذرہ کا

لفظ المطففین۔ تطفیف سے ماخوذ ہے جس کے معنی کنارہ اور جانب میں ہونے کے ہیں طفف لغت میں کنارہ کو کہا جاتا ہے اور کمی کرنے کو بھی کہتے ہیں محاورات میں کہا جاتا ہے طف الاناء جب کہ برتن کو پورا نہ بھرا جائے بلکہ بھرنے کے قریب ہو تو چھوڑ دیا جائے۔

زجاج بیان کرتے ہیں مطفف پیمانہ اور ترازو میں کمی کرنے والے کو کہتے ہیں کیونکہ وہ اس میں سے کچھ مقدار دھوکہ کی صورت میں کم کر دیتا ہے اسی کو بخس کہتے ہیں۔ اکتیال کا مفہوم کوئی چیز ناپ کر لینا اور کال یکیل کوئی چیز ناپ کر دوسرے کو دینا۔

ایک روایت حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا خمس بخمس کہ پانچ گناہوں کی سزا پانچ مصیبتوں کی شکل میں انسان پر واقع ہوتی ہے جو شخص عہد شکنی کرتا ہے خدا اس پر اس کے دشمن مسلط کر دیتا ہے جو اللہ کا قانون چھوڑ کر دوسرے قانون پر فیصلے کرتے ہیں ان میں فقر واحتیاج آجاتا ہے اور جس قوم میں بے حیائی اور زنا عام ہو جائے تو اس پر طاعون اور ایسے ہی دوسری وبائی امراض مسلط ہو جاتے ہیں اور جو ناپ تول میں کمی کریں ان پر قحط واقع ہوتا ہے اور جو لوگ زکوٰۃ ادا نہیں کرتے اللہ تعالیٰ ان سے بارش روک لیتا ہے۔ (قرطبی)

اور ایک روایت میں ہے کہ جس قوم میں مال غنیمت میں خیانت اور چوری ہونے لگے اللہ تعالیٰ اس کا رعب دشمنوں کے دل سے نکال دیتا ہے اور خود دشمنوں کا ڈر انکے دلوں میں ڈال دیتا ہے۔ (الاذکر فی التفسیر مظہری)

ادا کرنے کے لیے تیار نہیں ہوتے اور ظاہر ہے کہ اس روز انصاف کا کوئی بھی انکار نہیں کرتا مگر ہر وہ شخص جو بڑا ہی سرکش حد سے بڑھ جانے والا گناہگار ہے جس کی حالت یہ ہے کہ جب بھی اس کے سامنے ہماری آیتیں پڑھی جاتی ہیں تو وہ کہہ دیتا ہے کہ یہ تو نقل کیے ہوئے قصے ہیں پہلے لوگوں کے ان کے حقائق و معارف اور دلائل و شواہد کو تسلیم کرنے کی بجائے ان کو گھڑے ہوئے افسانے اور واقعات کہہ کر ٹھکرا دیتا ہے ہرگز ہرگز ایسا نہیں بلکہ ان کے دلوں پر زنگ چڑھ گیا ہے ان اعمال کی وجہ سے جو وہ کرتے ہیں اس وجہ سے قلب کا ادراک ماؤف ہو گیا اور وہ صلاحیت کھو بیٹھے ہیں کہ ان حقائق کو سمجھیں۔ ہرگز ایسا نہیں یہ لوگ اس روز اپنے رب سے پردوں میں رکھے جائیں گے ان کو کبھی حق تعالیٰ کا دیدار نہ ہو سکے گا اور بارگاہ رحمت سے ان کو دور ہی روک دیا جائے گا پھر یہ دوزخ میں گرنے والے ہوں گے اور جہنم میں جھونک دینے کے ساتھ پھر ان کو یہ کہا جائے گا دیکھ لو یہی ہے وہ جس کا تم انکار کرتے تھے اور اس کو جھٹلاتے تھے اب تم اپنے اعمال کی بدولت اسی جہنم میں جھونکے جا رہے ہو اور تم اس حقیقت پر یقین کرنے کے لیے مجبور ہو جس کی تکذیب کرتے رہے اور دین الٰہی کا مذاق اڑاتے رہے۔

معاملات میں عدل و انصاف اور امانت

مادی زندگی اور دنیا کی حرص و لالچ میں مبتلا ہونے والا انسان اس مرض میں مبتلا ہوتا ہے کہ جس شکل سے بھی ممکن ہو کچھ مالی منفعت حاصل کرلے اور اس مرض کے باعث نہ وہ کسی پر ظلم و تعدی سے گریز کرتا ہے نہ عزت و آبرو کا لحاظ، زندگی کے ہر مرحلہ پر وہ خیانت اور جھوٹ ہی کے ذریعہ اپنا یہ ایک مقصد حاصل کرتا رہتا ہے حضرت شعیب علیہ السلام کی قوم تجارتی امور اور لین دین میں یہی روش اختیار کیے ہوئے تھی، حضرت شعیب علیہ السلام نے جب نصیحت کی اور فرمایا:
وَيٰقَوْمِ اَوْفُوا الْمِكْيَالَ وَالْمِيْزَانَ بِالْقِسْطِ وَلَا تَبْخَسُوا النَّاسَ اَشْيَاۗءَهُمْ وَلَا تَعْثَوْا فِي الْاَرْضِ مُفْسِدِيْنَ تو بدنصیب قوم نے جواب دیا يٰشُعَيْبُ اَصَلٰوتُكَ تَاْمُرُكَ اَنْ نَّتْرُكَ مَا يَعْبُدُ اٰبَاۗؤُنَآ اَوْ اَنْ نَّفْعَلَ فِيْٓ اَمْوَالِنَا مَا نَشٰۗؤُا ۔ جیسے کہ تفصیل سے گزر چکا۔
مگر دنیا کی محبت میں غرق ہونے والے انسان کو آخرت کی گرفت اور دنیا کے عذاب سے بے فکر نہ ہونا چاہیے۔

* * * * * * * * * * * * *

كَلَّآ إِنَّ كِتَٰبَ ٱلْأَبْرَارِ لَفِى

کوئی نہیں! لکھا نیکوں کا ہے

عِلِّيِّينَ ﴿۱۸﴾ وَمَآ أَدْرَىٰكَ مَا عِلِّيُّونَ ﴿۱۹﴾ كِتَٰبٌ مَّرْقُومٌ ﴿۲۰﴾ يَشْهَدُهُ

اوپر والوں میں ہے۔ اور تجھ کو کیا خبر ہے کیا ہیں اوپر والے! ایک دفتر ہے لکھا۔ اس کو دیکھتے ہیں

ٱلْمُقَرَّبُونَ ﴿۲۱﴾ إِنَّ ٱلْأَبْرَارَ لَفِى نَعِيمٍ ﴿۲۲﴾ عَلَى ٱلْأَرَآئِكِ يَنظُرُونَ ﴿۲۳﴾

فرشتے نزدیک والے۔ بیشک نیک لوگ ہیں آرام میں۔ تختوں پر بیٹھے دیکھتے۔

تَعْرِفُ فِى وُجُوهِهِمْ نَضْرَةَ ٱلنَّعِيمِ ﴿۲۴﴾ يُسْقَوْنَ مِن

پہچانے تو ان کے منہ پر تازگی آرام کی۔ ان کو پلائی جاتی ہے

رَّحِيقٍ مَّخْتُومٍ ﴿۲۵﴾ خِتَٰمُهُۥ مِسْكٌ ۚ وَفِى ذَٰلِكَ فَلْيَتَنَافَسِ

شراب مہر لگی دھری۔ جس کی مہر جمتی ہے مشک پر، اور اس پر چاہیے ڈھوکیں

ٱلْمُتَنَٰفِسُونَ ﴿۲۶﴾ وَمِزَاجُهُۥ مِن تَسْنِيمٍ ﴿۲۷﴾ عَيْنًا يَشْرَبُ بِهَا

(رغبت کریں) ڈھوکنے (رغبت کرنے) والے۔ اور اس کی ملونی اوپر سے پڑتی۔ ایک چشمہ جس سے پیتے ہیں

ٱلْمُقَرَّبُونَ ﴿۲۸﴾ إِنَّ ٱلَّذِينَ أَجْرَمُوا۟ كَانُوا۟ مِنَ ٱلَّذِينَ

نزدیک والے۔ وہ جو گنہگار ہیں وہ تھے ایمان والوں

ءَامَنُوا۟ يَضْحَكُونَ ﴿۲۹﴾ وَإِذَا مَرُّوا۟ بِهِمْ يَتَغَامَزُونَ ﴿۳۰﴾ وَإِذَا

سے ہنستے۔ اور جب ہو نکلتے ان پاس آپس میں اشارے کرتے، اور جب

ٱنقَلَبُوٓا۟ إِلَىٰٓ أَهْلِهِمُ ٱنقَلَبُوا۟ فَكِهِينَ ﴿۳۱﴾ وَإِذَا رَأَوْهُمْ قَالُوٓا۟

پھر کر جاتے اپنے گھر، پھر جاتے باتیں بناتے۔ اور جب ان کو دیکھتے کہتے

إِنَّ هَٰٓؤُلَآءِ لَضَآلُّونَ ﴿۳۲﴾ وَمَآ أُرْسِلُوا۟ عَلَيْهِمْ حَٰفِظِينَ ﴿۳۳﴾

بیشک یہ لوگ بہک رہے ہیں۔ اور ان کو بھیجا نہیں ان پر نگہبان۔

الْأَرْضُ مُدَّتْ ﴿۳﴾ وَأَلْقَتْ مَا فِيهَا وَتَخَلَّتْ ﴿۴﴾ وَأَذِنَتْ

زمین پھیلا دی جاوے۔ اور نکال ڈالے جو کچھ اس میں ہے اور خالی ہو جاوے۔ اور سن لے حکم

لِرَبِّهَا وَحُقَّتْ ﴿۵﴾ يَا أَيُّهَا الْإِنْسَانُ إِنَّكَ كَادِحٌ إِلَىٰ رَبِّكَ

اپنے رب کا اور وہ اسی لائق ہے۔ اے آدمی! تجھ کو کھینچنا ہے اپنے رب تک پہنچنے میں

كَدْحًا فَمُلَاقِيهِ ﴿۶﴾ فَأَمَّا مَنْ أُوتِيَ كِتَابَهُ بِيَمِينِهِ ﴿۷﴾

کھینچ کھینچ کر، پھر اس سے ملنا۔ سو جس کو ملا لکھا اس کا داہنے ہاتھ میں۔

فَسَوْفَ يُحَاسَبُ حِسَابًا يَسِيرًا ﴿۸﴾ وَيَنْقَلِبُ إِلَىٰ أَهْلِهِ

تو اس سے حساب لینا ہے حساب آسان۔ اور پھر کر آوے اپنے لوگوں

مَسْرُورًا ﴿۹﴾ وَأَمَّا مَنْ أُوتِيَ كِتَابَهُ وَرَاءَ ظَهْرِهِ ﴿۱۰﴾ فَسَوْفَ

پاس خوش وقت۔ اور جس کو ملا اس کا لکھا پیٹھ کے پیچھے سے۔ سو وہ

يَدْعُو ثُبُورًا ﴿۱۱﴾ وَيَصْلَىٰ سَعِيرًا ﴿۱۲﴾ إِنَّهُ كَانَ فِي أَهْلِهِ

پکارے گا موت موت۔ اور پیٹھے گا آگ میں۔ وہ رہا تھا اپنے گھر

مَسْرُورًا ﴿۱۳﴾ إِنَّهُ ظَنَّ أَنْ لَنْ يَحُورَ ﴿۱۴﴾ بَلَىٰ ۚ إِنَّ رَبَّهُ كَانَ

خوش وقت۔ اس نے خیال کیا کہ پھر نہ جاوے گا۔ کیوں نہیں! اس کا رب اس کو

بِهِ بَصِيرًا ﴿۱۵﴾ فَلَا أُقْسِمُ بِالشَّفَقِ ﴿۱۶﴾ وَاللَّيْلِ وَمَا وَسَقَ ﴿۱۷﴾

دیکھتا تھا۔ سو قسم کھاتا ہوں شام کی سرخی کی۔ اور رات کی اور جو اس میں سمٹتا ہے۔

وَالْقَمَرِ إِذَا اتَّسَقَ ﴿۱۸﴾ لَتَرْكَبُنَّ طَبَقًا عَنْ طَبَقٍ ﴿۱۹﴾ فَمَا

اور چاند کی جب پورا بھرے۔ کہ تم کو چڑھنا ہے کھنڈ پر کھنڈ [illegible] پھر کیا

لَهُمْ لَا يُؤْمِنُونَ ﴿۲۰﴾ وَإِذَا قُرِئَ عَلَيْهِمُ الْقُرْآنُ لَا

ہوا ہے ان کو یقین نہیں لاتے۔ اور جب پڑھیے ان پاس قرآن سجدہ

اور کان لگائے اپنے رب کے حکم کی طرف اور اس کے یہی شایان شان ہے کہ وہ اپنے رب کا حکم سنے اور اس کو مانے تو بس اس وقت لے دیکھنے والے تو دیکھے گا کہ نظام عالم درہم برہم ہو چکا کا زمین و آسمان جن پر سارا عالم قائم ہے جب وہ ہی شق ہو جائے اور زمین پر قائم آبادیاں پہاڑ درخت انسان سب ختم ہو جائیں اور زمین اپنے اندر کے خزانے اور مردے اگل دے تو بس وہ وقت ہو گا کہ ہر انسان اپنے رب کے سامنے حاضر کیا جائے گا اور زندگی کے تمام اعمال کا حساب ہو گا۔ اس لیے اے انسان تو سمجھ لے اس حقیقت کو کہ تو محنت و مشقت اٹھا رہا ہے عمل جدوجہد کرتے ہوئے اپنے رب کی طرف جاتے ہوئے کہ زندگی کا یہ سفر ہر انسان مسلسل طے کر رہا ہے اور اس کی زندگی کا ہر لمحہ اس کو قبر اور آخرت کے قریب کر رہا ہے۔ زندگی کی یہ منزلیں طے کرتے کرتے اے انسان بہر حال تجھے اپنے رب تک پہنچنا ہے اور اس کے سامنے تجھے حاضری دینی ہے۔ انسانی زندگی میں یہ عمل جدوجہد ہر ایک کی اپنی اپنی استعداد و صلاحیت کے مطابق ہوتی ہے کوئی اپنے رب کی اطاعت و فرمانبرداری میں محنت و مشقت اٹھاتا ہے تو کوئی بدی اور نافرمانی میں اپنی جان کھپاتا ہے اسی طرح زندگی کی یہ منزلیں ہر انسان طے کرتے ہوئے آخر اپنے پروردگار سے جا ملے گا کیونکہ موت کی گرفت سے کوئی نہیں بچ سکتا اور پھر اعمال کے نتائج سے دوچار ہونا ہی پڑے گا تو جس کسی کا نامہ اعمال داہنے ہاتھ میں دے دیا جائے گا تو بس یہ تو وہ شخص ہو گا جس کا حساب نہایت ہی آسان لیا جائے گا۔ اور اس کے بعد یہ اپنے لوگوں کے پاس لوٹے گا نہایت ہی خوش ہوتے ہوئے اپنی کامیابی اور نجات پر اور ان انعامات خداوندی کو دیکھ کر جو ان کو عطا کیے جائیں گے۔ اب نہ تو سزا کا خوف رہے گا اور نہ کسی چیز کا غم و خطرہ بڑے ہی اطمینان و سکون سے اپنے ٹھکانے کی طرف لوٹ رہا ہو گا اپنے حبائب اقارب اور مسلمان بھائیوں کے ساتھ خوش ہوتا ہوا ہو گا۔ اس کا حساب تو بس نامہ اعمال اور کاغذات کی پیشی ہوگی اور بدون کسی بحث و مباحثہ اور مناقشہ درگزر اور معاف کیا جاتا ہو گا۔

اور جس کسی کو اس کا نامہ اعمال اس کی پیٹھ کے پیچھے سے پکڑا یا جائے یعنی فرشتے سامنے سے اس کی صورت بھی دیکھنا بھی گوارا نہ کرتے ہوں گے اور اس طرح اس کے نامہ اعمال پشت کے پیچھے سے بائیں ہاتھ میں دے دیئے جائیں تو بے شک وہ پکارے گا موت اور ہلاکت کو اور یہی چاہے گا کہ بجائے اس آنے والے عذاب کے مجھے موت ہلاک اور فنا کر دے تو اچھا ہے لیکن ظاہر ہے کہ اس کی یہ آرزو پوری نہ ہوگی اور وہ داخل ہو گا ایک دہکتی ہوئی آگ میں دنیا کی زندگی میں تو اس کو خیال تک نہ تھا کہ اس طرح میدان حشر میں پیشی ہوتی ہے اور اعمال کی جزاء وسزا کا مرحلہ آئے گا اس وجہ سے وہ بے شک اپنے گھر اور گھر والوں میں بڑا ہی خوش و خرم رہا کرتا تھا اس نے تو یہ خیال کر رکھا تھا اور دل میں یہی عقیدہ قائم کیے ہوئے تھا کہ وہ کبھی اپنے رب کی طرف نہیں لوٹے گا۔ اور اب اس منکر کو فکر کو نظر آ جائے گا کہ اس کے یہ خیالات لغو اور بیہودہ تھے۔ بہر کیف ہر انسان کو بالآخر اپنے رب کی طرف لوٹنا ہے۔ بے شک اس کا رب اس کو خوب دیکھنے والا ہے جس کی نظر سے اس کا کوئی عمل اور کوئی حال کسی بھی زمان و مکان میں مخفی نہیں رہ سکتا۔ پیدائش سے

اس کی تاریکی میں سمٹ جانے والی مخلوقات و کائنات پھر چاند کا ہلال کی شکل میں طلوع ہونے کے بعد اپنے بدر کمال تک پہنچ جانا؛ عالم کے یہ انقلابات اور قدرت خداوندی کی یہ عظیم نشانیاں تم کو یہ بات بتا رہی ہیں کہ یقیناً ضرور بالضرور تم کو چڑھنا ہے سیڑھی بر سیڑھی اور درجہ بدرجہ مختلف احوال اور ادوار سے تم کو گذرنا ہے اور اسی طرح تدریجی مراحل طے کرتے کرتے عمر کے اختتام کو پہنچنا ہے اور زندگی کی تمام آسائشیں لذتیں اور متاع دنیا چمک دمک زندگی کی افق میں اسی طرح ڈوب جائیں گی جیسا کہ سورج اپنی تمام آب و تاب سے طلوع ہو کر آسمان کی بلندیوں تک پہنچ جاتا ہے۔ پھر ڈھلنے لگتا ہے اور پھر افق کی تاریکیوں میں چھپ کر آسمان پر ایک ہیبت ناک سرخی لے آتا ہے اور تمام فضاء پر تاریکی محیط ہو جاتی ہے اسی میں چودھویں رات کا چاند کرۂ ارضی پر نور کی چادر بچھا دیتا ہے۔ یہ سب دلائل قدرت انسانی ہدایت کے لیے کافی ہیں اور عقل و فطرت کا تقاضا ہے کہ ان مشاہدات کے بعد لوگ ایمان لے آئیں لیکن افسوس پھر بھی ان کو کیا ہو گیا ہے کہ یہ ایمان نہیں لاتے اور خدا کی باتوں پر یقین نہیں کرتے اگر عقل اور فطری صلاحیتوں سے محروم ہو چکے تھے تو چاہیے تھا کہ وحی الٰہی کی طرف رجوع کرتے۔ قرآن کریم کو پڑھتے اور اس کے حقائق و دلائل سے فائدہ اٹھاتے اور ان حقائق کے سامنے سرنگوں ہوتے لیکن افسوس کی بات ہے کہ اور جب ان پر قرآن پڑھا جاتا ہے تو باوجود اس کے اعجاز اور واضح دلائل و حقائق کے سجدہ نہیں کرتے سرنگوں تو کیا ہوتے اور قرآن پر ایمان کیا لاتے بلکہ یہ لوگ جو منکر ہو چکے وہ ان حقائق و دلائل کو جھٹلاتے ہیں اور بلا دلیل اپنی ضد و عناد اور سرکشی پر تُلے ہوئے ہیں۔ کیا ان کو اس بات کا احساس نہیں ہے کہ ان کا رب ان کی یہ تمام باتیں دیکھ رہا ہے اور اللہ خوب جانتا ہے جو وہ اپنے اندر بھرے ہوئے ہیں۔ دلوں میں جو بغض و عناد اور دشمنی بھری ہوئی ہے خداوند عالم اسے بھی خوب جانتا ہے اسی طرح ظاہری احوال کے ساتھ جب باطنی کیفیات اور دل میں چھپا ہوا خبث بھی اللہ تعالیٰ سے پوشیدہ نہیں ہے تو بس اے ہمارے پیغمبر ان کو بشارت سنا دیجئے ایک دردناک عذاب کی جو ان پر مسلط ہو کر رہے گا اور اس وقت ان کو اپنی وہ آرزوئیں اور تمام خوشیاں خاک میں ملتی ہوئی نظر آجائیں گی جن کی وہ آس لگائے ہوئے تھے۔

ہر کیف یہ انجام ہے ایسے شخص کا جو دلائل فطرت کو نہ سمجھے شواہد قدرت کو نہ مانے اور اپنے رب کی نافرمانی اور سرکشی میں اپنی زندگی گزار دے لیکن جو لوگ ایمان لائیں اور نیک کام کریں تو یقیناً ان کے واسطے ایسا اجر و ثواب ہے جو کبھی منقطع ہونے والا نہیں، ایسی نعمتیں جو کبھی کسی انسان کی آنکھ نے دیکھیں نہ کسی کان نے سنیں اور نہ کسی فرد بشر کے تصور میں گذریں۔

احکام الٰہیہ کی قسمیں

قرآن کریم کی آیات اور احادیث و نصوص شریعت سے یہ امر ثابت ہے کہ احکام الٰہیہ کی دو قسمیں ہیں۔

ان میں سے ایک احکام تشریعیہ ہیں جو وحی الٰہی سے مشروع اور مقرر ہوتے ہیں ان کا خطاب ذوی العقول کو ہوتا ہے خواہ وہ انسان ہوں یا جن۔ ان احکام کے جن و انس مخاطب اور مکلف ہوتے ہیں ان میں اوامر الٰہیہ حلال و حرام، جائز و ناجائز، عبادات اور معاملات سے متعلق احکام ہوتے ہیں جو مجموعہ شریعت اور دین ہے ان احکام کی اطاعت و فرماں برداری ایمان و طاعت ہے اور ان سے انحراف و انکار فسق و فجور اور نافرمانی اور کفر ہے۔ اسی وجہ سے حق تعالیٰ نے انسانوں کی تخلیق کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا هُوَ الَّذِي خَلَقَكُمْ فَمِنْكُمْ كَافِرٌ وَمِنْكُمْ مُؤْمِنٌ ان احکام میں مخاطب کو اختیار ہوتا ہے اور اسی اختیار کی بنیاد پر احکام جزاء و سزا مرتب ہوتے ہیں۔

احکام الٰہیہ کی دوسری قسم تکوینی ہے جو اللہ کی تمام مخلوق اور ساری کائنات پر جاری ہوتے ہیں ان میں مخاطب کا مکلف اور ذی عقل ہونا شرط نہیں وہ اللہ کے تقدیری امور ہیں وہ کائنات میں جس طرح ارادہ ہو جاری ہوتے ہیں لیل و نہار کا اختلاف، شمس و قمر کا طلوع، نور و ظلمت، ہواؤں کا چلنا اور بارشوں کا برسنا، انسان و حیوان اور نباتات کی پیدائش اور نشو و نما جیسے امور ہیں۔ ظاہر ہے کہ ایسے اوامر اور احکام میں نہ تو مخاطب کا اختیار ضروری ہے اور نہ اس کا صاحب عقل و شعور ہونا، ہر مخلوق اللہ کا حکم قدرت خداوندی سے مسخر ہے اور وہ اس کی مطیع و فرماں بردار ہے اور اس کا امکان نہیں کہ کوئی مخلوق اس کی خلاف ورزی کر سکے۔ اسی لئے یہ مضمون منطبق ہے جو اس آیت مبارکہ میں ارشاد فرمایا گیا۔

قُلْ أَئِنَّكُمْ لَتَكْفُرُونَ بِالَّذِي خَلَقَ الْأَرْضَ فِي يَوْمَيْنِ وَتَجْعَلُونَ لَهُ أَنْدَادًا ۚ ذَٰلِكَ رَبُّ الْعَالَمِينَ ۝ وَجَعَلَ فِيهَا رَوَاسِيَ مِنْ فَوْقِهَا وَبَارَكَ فِيهَا وَقَدَّرَ فِيهَا أَقْوَاتَهَا فِي أَرْبَعَةِ أَيَّامٍ سَوَاءً لِلسَّائِلِينَ ۝ ثُمَّ اسْتَوَىٰ إِلَى السَّمَاءِ وَهِيَ دُخَانٌ فَقَالَ لَهَا وَلِلْأَرْضِ ائْتِيَا طَوْعًا أَوْ كَرْهًا قَالَتَا أَتَيْنَا طَائِعِينَ ۝

تو ہر ذرہ اس حکم خداوندی کو سنتا ہے اور مجبور ہے اس حکم کی اطاعت پر۔ اسی بناء پر یہاں یہ فرمایا گیا۔ وَأَذِنَتْ لِرَبِّهَا وَحُقَّتْ۔

آیت سجدہ

سورۃ انشقاق میں سجدہ تلاوت کا ثبوت احادیث صحیحہ سے ہے، امام مسلمؒ اور نسائیؒ نے یزید بن ابی سلمہؒ کی سند سے روایت کیا ہے کہ ایک دفعہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے ان کے سامنے سورۃ إِذَا السَّمَاءُ انْشَقَّتْ تلاوت کی اور اس میں سجدہ کیا اور بتایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس میں سجدہ فرمایا تھا۔ اور ایک روایت میں ہے کہ ابوہریرہؓ نے یہ کہا کہ میں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے نماز پڑھی تھی اور آپ نے اس صورت میں سجدہ کیا تھا لہٰذا میں بھی ہمیشہ اس میں

عہ تفسیر ابن کثیر ج ۴

سجدہ کیا کروں گا۔ اس سے ظاہر ہوا کہ اس سورت میں سجدہ ہے اور بحالت نماز بھی تلاوت کی گئی اور سجدہ فرمایا گیا۔ یہی مسلک حضرات حنفیہ کا ہے۔ ائمہ مفصلات میں سجدۂ تلاوت کے قائل نہیں ہیں۔

حساب یسیر کی تفسیر میں یہ منقول ہے کہ ام المؤمنین حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں ایک دفعہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا مَنْ نُوقِشَ الْحِسَابَ هَلَكَ یعنی جس کسی کے حساب میں مناقشہ ہوا تو بس وہ ہلاک ہوگا۔ حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں میں نے کہا یا رسول اللہ کیا اللہ نے یہ نہیں فرمایا فَسَوْفَ يُحَاسَبُ حِسَابًا يَسِيرًا؟ آپ نے فرمایا اے عائشہؓ یہ تو سرسری پیشی ہے لیکن جس کسی کے حساب میں جانچ پڑتال اور مناقشہ ہوگا تو عذاب و ہلاکت سے نہ بچ سکے گا۔

اور ایک روایت میں یہ مضمون ہے۔

حضرت عبداللہ بن زبیرؓ نے بیان کیا کہ حضرت عائشہؓ فرماتی تھیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو میں نے ایک روز نماز میں یہ دعا کرتے ہوئے سُنا۔ اللّٰهُمَّ حَاسِبْنِي حِسَابًا يَسِيرًا۔ نماز سے فارغ ہو کر جب لوٹے تو میں نے عرض کیا یا رسول اللہ یہ حساب یسیر کیا ہے۔ آپ نے فرمایا اے عائشہؓ حساب یسیر یہ ہے کہ بندہ کے نامۂ اعمال پر بس نظر ڈال لی جائے اور اس سے درگذر کرتے ہوئے معاف فرمایا جا رہا ہے۔ اے عائشہؓ جس کسی کے حساب کا وہاں مناقشہ ہوا تو بس وہ تو ہلاک ہو جائے گا۔

اللّٰهُمَّ حَاسِبْنَا حِسَابًا يَسِيرًا بِفَضْلِكَ وَكَرَمِكَ وَآتِنَا كِتَابَنَا فِي أَيْمَانِنَا إِنَّكَ عَفُوٌّ كَرِيمٌ تُحِبُّ الْعَفْوَ فَاعْفُ عَنَّا يَا أَرْحَمَ الرَّاحِمِينَ وَيَا أَكْرَمَ الْأَكْرَمِينَ وَيَا أَجْوَدَ الْأَجْوَدِينَ۔

آمین یا رب العٰلمین آمین یا رب العٰلمین

تم بحمد اللہ تفسیر سورۃ الانشقاق۔

ف۔ تفسیر ہٰذا کا مطالعہ فرمانے والے ہر صاحب سے ناچیز کی درخواست ہے کہ اس گنہگار کے لیے یہ دعا فرما دیں کہ حق تعالیٰ اپنے فضل و کرم سے درگذر فرماتے ہوئے حساب یسیر لے۔ اور نامۂ اعمال داہنے ہاتھ میں عطا فرما دے۔ خداوند عالم میرے ان کرم فرماؤں کو ان کے لیے بے پایاں عنایات اور رحمتوں سے سرفراز فرما دے۔ آمین۔

جزاهم الله تعالیٰ خیر الجزاء و یرحم الله عبدًا قال آمینا۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

سُوْرَةُ الْبُرُوْج

ربط: اس سورت میں بھی دیگر مکی سورتوں کی طرح عقیدۂ توحید کی اساس اور اس کے عمل کا ذکر ہے اور یہ کہ دینی عقیدہ اسلام کی روح ہے، اور عقیدہ کی عظمت اس امر کی متقاضی ہے کہ اس کی حفاظت کے لیے کسی بھی قربانی سے دریغ نہ کیا جائے۔

سورت کی ابتداء حق تعالیٰ شانہ کی کمال خالقیت اور عظمت سے کی گئی، برجوں اور ستاروں والے آسمان کی قسم کھا کر انسانوں کے اذہان اس بات کی طرف متوجہ کیے گئے کہ وہ نظام عالم اور اس کے مدار و سیارگان کو دیکھیں اور غور کریں کہ جس قدرت کے ہاتھوں میں یہ سارا نظام فلکی قائم اور جاری ہے وہی قدرت جب چاہے اس کو فنا اور درہم برہم کرنے پر بھی قادر ہے، لہٰذا ہر صاحب نظر اور عقل انسان کو اپنے رب پر ایمان لانا چاہیے اور توحید خداوندی پر ایمان لانا چاہیے۔

اس مرحلہ کی تحقیق و وضاحت کرتے ہوئے اہل ایمان کی آزمائش اور پھر آزمائش میں ان کا ثابت قدم رہنا بیان کیا گیا، ساتھ ہی ایک قدیم تاریخی واقعہ بھی ذکر کر دیا گیا کہ اہل ایمان کی بہت بڑی قوم ہوتی ہے کہ آگ کی خندقیں آگ سے دہکا دی گئیں اور اہل ایمان کو محض اس بنا پر آگ میں جھونکا جا رہا تھا کہ وہ خداوند ذوالجلال پر کیوں ایمان لائے تھے، تو اس کے باوجود ان کے قدم ایمان سے ذرہ برابر بھی نہ ڈگمگائے، اور خوشی سے ایمان پر قائم رہتے ہوئے اس مصیبت کو جھیل لینا آسان سمجھا۔

آخر سورت میں مجرمین و منکرین پر تہدید و تنبیہ کے طور پر عذاب خداوندی اور اس کی سخت گرفت کا ذکر فرمایا گیا اور یہ کہ یہ عظیم حقائق وحی الٰہی اور قرآن نے دنیا کے سامنے کھول کر رکھ دیئے تو آخر میں قرآن کریم کی عظمت اور اس کا لوح محفوظ میں ہونا بیان فرمایا گیا۔

سورۂ بروج مکی ہے اور اس میں بائیس آیتیں ہیں۔

شروع اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم والا۔

وَالسَّمَآءِ ذَاتِ الْبُرُوْجِ ۝۱ وَالْيَوْمِ الْمَوْعُوْدِ ۝۲ وَشَاهِدٍ

قسم ہے آسمان کی جس میں برج ہیں۔ اور اس دن کی جس کا وعدہ ہے۔ اور حاضر ہونے والے

وَّمَشْهُوْدٍ ۝۳ قُتِلَ اَصْحٰبُ الْاُخْدُوْدِ ۝۴ النَّارِ ذَاتِ

کی اور جس کے پاس حاضر ہوویں۔ مارے جاویں کھائیاں کھودنے والے! آگ بھری ایندھن

الْوَقُوْدِ ۝۵ اِذْ هُمْ عَلَيْهَا قُعُوْدٌ ۝۶ وَّهُمْ عَلٰى مَا يَفْعَلُوْنَ

سے۔ جب وہ اس پر بیٹھے۔ اور جو کچھ وہ کرتے

بِالْمُؤْمِنِيْنَ شُهُوْدٌ ۝۷ وَمَا نَقَمُوْا مِنْهُمْ اِلَّآ اَنْ يُّؤْمِنُوْا

مسلمانوں سے سامنے دیکھتے۔ اور ان سے بدلہ نہ لیتے تھے مگر اسی کا کہ یقین لائے

بِاللّٰهِ الْعَزِيْزِ الْحَمِيْدِ ۝۸ الَّذِيْ لَهٗ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ

اللہ پر جو زبردست ہے خوبیوں سراہا۔ جس کا راج ہے آسمانوں میں

وَالْاَرْضِ ۭ وَاللّٰهُ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ شَهِيْدٌ ۝۹ۭ

اور زمین میں۔ اور اللہ کے سامنے ہے ہر چیز۔

تنبیہ و تہدید بر سرتابی انسان از طاعت خداوندی و تاکید استقامت بر ایمان

قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰی ۔ وَالسَّمَآءِ ذَاتِ الْبُرُوْجِ ...... الٰی ...... وَاللّٰهُ عَلٰی كُلِّ شَیْءٍ شَهِیْدٌ

ربط: گزشتہ سورت میں قیامت کا ذکر تھا اور یہ کہ تمام دنیا عالم جب عالم پر قیامت برپا فرمانے کا

ٹالی نہیں جا سکتی تھا۔ مزید نوا انتقام کی طرف سے اس پر انتقام اور سزا لازم تھی۔ انہوں نے تو ایمان والوں کے بچے ان خندقوں کو کھودا اور اس میں آگ دہکائی تھی لیکن یوں ہی اللہ کا غضب آیا وہی آگ خود ان پر پھیل گئی اور اس شعلہ برسانے والی آگ سے ان امیروں اور بادشاہوں کے گھر پھونک دیئے۔ اور دم کے دم میں محل جل کر خاک ہوگئے تو جس طرح تاریخ قدیم کی یہ مجرم قوم ایمان والوں کو ستا کر قہر خداوندی سے نہ بچ سکی اسی طرح یہ منکرین و مجرمین جو کہ زندگی میں رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ پر ایمان لانے والوں کو ستا رہے ہیں غضب خداوندی کے شعلوں اور ان کے قہر کی آگ سے ہرگز ہرگز نہ بچ سکیں گے۔

یوم موعود اور شاہد و مشہود کی تفسیر

اکثر روایات و احادیث سے یہی ظاہر ہوتا ہے کہ شاہد سے جمعہ کا دن مراد ہے اور مشہود عرفہ کا دن ہے اور یوم موعود قیامت کا دن ہے، یوم موعود یعنی وہ دن جس کا وعدہ کیا گیا ظاہر ہے کہ وہ قیامت ہے جیسا کہ یہاں یَوْمَ الْفَصْلِ مِيقَاتُهُمْ اَجْمَعِيْنَ میں یہ وعدہ کیا گیا اور اسی طرح ارشاد فرمایا گیا۔ اَللّٰهُ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ لَيَجْمَعَنَّكُمْ اِلٰى يَوْمِ الْقِيٰمَةِ لَا رَيْبَ فِيْهِ۔ تو اس معنی کی تمام آیات جن میں قیامت واقع ہونے کا وعدہ کیا گیا وہ اس امر کی دلیل ہیں کہ الیوم الموعود قیامت کا دن ہے، اگرچہ بعض حضرات سے قیامت کا دن یوم مشہود بیان کیا گیا اس بنا پر کہ اس روز میدان حشر میں سب کی حاضری ہوگی۔

ابو مالک الاشعری اور ابو ہریرہ رضی اللہ عنہما سے مروی ہے فرمایا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے تھے الیوم الموعود قیامت کا دن ہے اور شاہد جمعہ اور مشہود عرفہ ہے۔

عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے ایک اور تفسیر نقل کی گئی فرمایا شاہد محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں اور پھر یہ آیت تلاوت فرمائی۔ فَكَيْفَ اِذَا جِئْنَا مِنْ كُلِّ اُمَّةٍ بِشَهِيْدٍ وَّجِئْنَا بِكَ عَلٰى هٰٓؤُلَآءِ شَهِيْدًا اس لحاظ سے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہر امت کے پیغمبر کے حق میں گواہی دیں گے کہ بے شک اللہ کے پیغمبر نے اپنی ذمہ داری پوری کر دی اور حق رسالت ادا کر دیا ہے اور شاہد بہ لفظ مبالغہ گواہی دینے والے کو کہا جاتا ہے۔ اور فرمایا مشہود قیامت کا دن ہے اور اسی طرح کا یہ ان آیت سے سمجھ میں آتا ہے۔

ذٰلِكَ يَوْمٌ مَّجْمُوْعٌ لَّهُ النَّاسُ وَذٰلِكَ يَوْمٌ مَّشْهُوْدٌ۔

حضرت ابو الدرداء رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ اَكْثِرُوا عَلَیَّ الصَّلٰوةَ يَوْمَ الْجُمُعَةِ فَاِنَّهٗ يَوْمٌ مَّشْهُوْدٌ تَشْهَدُهُ الْمَلٰٓئِكَةُ کہ مجھ پر جمعہ کے روز کثرت سے

؎ شیخ الاسلام حضرت علامہ عثمانیؒ اپنے فوائد میں فرماتے ہیں کہ اس کی وضاحت حضرت شاہ صاحبؒ نے کی۔ اگرچہ روایات میں اس کا ذکر نہیں۔

وعدہ پورا کرکے دکھائے گا۔ یہ دن یوم مشہود ہے، جس میں فرشتوں کی اکثریت یا حاضری ہوتی ہے تو ان سب مواقع میں ظروف معنی کے لحاظ سے قیامت اور جمعہ پر مشہود کا اطلاق وارد ہوا ہے۔ جمہور مفسرین اسی کو اختیار کرتے ہیں۔ جو حدیث ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ میں وضاحت فرمائی گئی کہ یوم موعود قیامت کا دن ہے اور شاہد جمعہ اور مشہود عرفہ ہے۔

واللہ اعلم بالصواب

اصحاب الاخدود یعنی آگ کی خندقیں کھودنے والوں کا قصہ

اکثر محدثین اور ائمہ مفسرین نے اصحاب الاخدود کا قصہ احادیث مرفوعہ سے بیان کیا ہے۔ مسلم، ترمذی نے اس سورۃ کی تفسیر میں باسناد عبد الرحمن بن ابی لیلیٰ حضرت صہیب رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم (اکثر) نماز عصر کے بعد آہستہ آہستہ کچھ پڑھتے اور ہونٹوں کو حرکت دیتے (جس سے محسوس ہوتا کہ آپ کچھ پڑھ رہے ہیں) تو آپ سے عرض کیا گیا کہ آپ نماز عصر کے بعد کیا پڑھتے ہیں تو آپ نے اس کے جواب میں فرمایا۔ انبیاء سابقین میں ایک نبی تھے ان کو اپنی امت پر فخر ہوا اور خوشی ہوئی۔ اور کہا کہ ان کے مقابلہ کون تاب لا سکتا ہے۔ اور کون ہے جو ان کے مقابلہ کے لئے کھڑا ہو تو اللہ کو ان کا یہ اعجاب پسند نہ آیا۔ اس اعجاب پر سخت گرفت فرمائی گئی۔ اس پیغمبر کی قوم کو اختیار دے دو کہ ان دو باتوں میں سے کسی ایک کو اختیار کرلیں یا تو ہم ان سے انتقام لیں یا ان پر ان کا دشمن مسلط کر دیں تو انہوں نے انتقام و نقمت کو اختیار کر لیا تھا جس پر ایک ہی دن میں ان کی امت کے ستر ہزار افراد ہلاک ہو گئے تھے۔ تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس قصہ کے ساتھ ایک اور قصہ بھی سنایا۔ فرمایا پچھلے زمانے میں کسی کا ایک بادشاہ تھا اس کے ہاں ایک ساحر یعنی جادوگر تھا جو بادشاہ کا بہت مقرب تھا۔ جب اس کی موت کا وقت قریب ہوا تو اس نے بادشاہ سے درخواست کی کہ مجھے ایک نہایت ہوشیار اور ذہین لڑکا دیا جائے تاکہ میں اس کو اپنا یہ علم سکھا دوں اور میرے مرنے کے بعد یہ علم باقی رہے۔ چنانچہ ایک لڑکا تجویز کیا گیا جو روزانہ ساحر کے پاس جا کر اس کا علم سیکھتا تھا۔ راستہ میں ایک عیسائی راہب بھی رہتا تھا اس زمانہ کا سچا دین مذہب عیسائیت تھا اور اس وقت کے لحاظ سے وہ دین حق پر تھا۔ لڑکا اس کے پاس بھی آنے جانے لگا اور خفیہ طور پر راہب کے ہاتھ پر ایمان لے آیا اور اس کی برکت سے بہت سی ولایت و کرامت کے مقام تک پہنچ گیا۔ ایک روز لڑکے نے دیکھا کہ کسی بڑے جانور (شیر) نے راستہ روک رکھا ہے جس سے لوگ پریشان ہیں۔ اس نے ایک پتھر ہاتھ میں لے کر دعا کی کہ یا اللہ اگر راہب کا دین سچا ہے تو اس پتھر سے اس جانور کو ہلاک کر دے، یہ کہہ کر پتھر اس جانور پر پھینکا جس سے فوراً ہلاک

ملہ تفسیر ابن کثیر، قرطبی، روح المعانی۔

ہوگیا۔ لوگوں میں بات مشہور ہوگئی اور شور مچ گیا کہ اس لڑکے کو تو عجیب علم آتا ہے کسی نابینا نے سن لیا تو اس نے آکر درخواست کی میری آنکھیں اچھی کر دو۔ لڑکے نے کہا اچھی کرنے والا میں نہیں اچھی کرنے والا وہ اللہ ہے جو یکتا ہے وحدہ لاشریک لہٗ اگر تو اس پر ایمان لانے کا وعدہ کرتا ہے تو میں دعا کروں گا کہ وہ تجھے بینا کر دے۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا۔ رفتہ رفتہ یہ خبریں بادشاہ کو پہنچیں اس نے برہم ہوکر حکم دیا کہ لڑکے کو مع راہب اور اندھے کے دربار میں حاضر کیا جائے۔ کچھ گفتگو کے بعد راہب اور اندھے کو قتل کر ڈالا اور لڑکے کے لیے حکم دیا کہ کسی اونچے پہاڑ پر لیجاکر اس کو وہاں سے گرا دو۔ اور اس طرح یہ ہلاک ہو جائے۔ مگر خدا کی قدرت کہ جو لوگ اس کو لے کر گئے وہی سب ہلاک ہوگئے اور لڑکا صحیح سالم چلا آیا۔ اس پر بادشاہ کو اور زیادہ غصہ آیا اور حکم دیا کہ اس کو دریا میں غرق کر دو وہاں بھی یہی ہوا کہ جو لوگ لے کر گئے تھے وہ خود ڈوب گئے اور لڑکا صحیح سالم نکل آیا۔ آخر لڑکے نے بادشاہ سے کہا تو اس طرح مجھے کبھی مار سکے گا۔ میں خود ہی تجھے ایک ترکیب بتاتا ہوں اگر تو اختیار کر لے۔ وہ یہ ہے کہ تو سب لوگوں کو ایک میدان میں جمع کرلے اور ان کے سامنے مجھے سولی پر لٹکا کر مجھے ایک تیر مار یہ کہہ کر بِسْمِ اللّٰہِ رَبِّ ھٰذَا الْغُلَامِ۔ اللہ کے نام سے جو رب ہے اس لڑکے کا۔ چنانچہ ایسا ہی کیا گیا اور یہ لڑکا اپنے رب کے نام پر قربان ہوگیا۔ یہ عجیب واقعہ دیکھنا ہی تھا کہ ایک شور بپا ہوگیا اور مجمع میں سے ہر ایک کی زبان سے یہ نعرہ بلند ہوا۔ اٰمَنَّا بِرَبِّ ھٰذَا الْغُلَامِ۔ کہ ہم اس لڑکے کے رب پر ایمان لے آئے لوگوں نے بادشاہ سے کہا کہ اب تک تو اکّا دُکّا کوئی ایمان لا رہا تھا لیکن اب کل اس بات کے ہوا اب یہ ساری مخلوق مسلمان ہوگئی بادشاہ نے غصہ میں آکر حکم دیا کہ بڑی بڑی خندقیں کھودی جائیں اور ان میں آگ بھر دی جائے جو دہکتی ہو اور اس میں سے شعلے نکل رہے ہوں۔ اور اعلان کر دو جو شخص اس دین سے نہیں لوٹے گا اس کو ان خندقوں میں جھونکا جائے گا لوگوں کا یہ ایمان اور ایمان پر استقامت کا یہ عالم تھا کہ آگ میں جھونکے جا رہے تھے لیکن اسلام سے نہیں پھرتے تھے۔ اسی میں ایک عورت لائی گئی جس کے پاس اس کا دودھ پیتا بچہ تھا بظاہر وہ اپنے بچہ کی وجہ سے آگ میں گرنے سے گھبرائی۔ مگر بچہ نے خدا کے حکم سے آواز دی اور بولا یَا اُمَّاہُ اِصْبِرِیْ فَاِنَّکِ عَلَی الْحَقِّ کہ اے میری ماں تو صبر کر کیونکہ تو حق پر ہے یہ بدبخت بادشاہ اور اس کے وزراء و مصاحبین خندقوں کے پاس بیٹھے یہ منظر دیکھ رہے تھے۔ اسی کو حق تعالیٰ نے فرمایا۔ وَھُمْ عَلٰی مَا یَفْعَلُوْنَ بِالْمُؤْمِنِیْنَ شُھُوْدٌ۔

ایک روایت میں ہے کہ اس بادشاہ نے جب نابینا سے پوچھا کہ تیری بینائی کس نے لوٹائی تو اس نے کہا میرے رب نے۔ تو بادشاہ بولا یعنی میں نے۔ نابینا نے کہا نہیں۔ میرے رب نے اور اس رب نے جو تیرا رب ہے۔ بادشاہ کہنے لگا کیا میرے سوا بھی اور کوئی رب ہے۔ نابینا نے جواب دیا ہاں میرا اور تیرا اور آسمان و زمین کا رب اللہ ہے۔

ایک روایت میں ہے کہ یہ بادشاہ دانیال تھا۔ لیکن صحیح یہ ہے کہ یہ بادشاہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت سے قبل فترت نبوت کے زمانہ میں تھا۔

الْغَفُورُ الْوَدُودُ ﴿١٤﴾ ذُو الْعَرْشِ الْمَجِيدُ ﴿١٥﴾ فَعَّالٌ

بخشنے والا محبت کرتا ۔ مالک تخت کا بڑی شان والا ۔ کر ڈالتا

لِّمَا يُرِيدُ ﴿١٦﴾ هَلْ أَتَاكَ حَدِيثُ الْجُنُودِ ﴿١٧﴾ فِرْعَوْنَ

جو چاہے ۔ کچھ پہنچی تجھ کو بات لشکروں کی ؛ فرعون

وَثَمُودَ ﴿١٨﴾ بَلِ الَّذِينَ كَفَرُوا فِي تَكْذِيبٍ ﴿١٩﴾

اور ثمود کی ۔ کوئی نہیں بلکہ منکر جھٹلاتے ہیں ۔

وَاللَّهُ مِن وَرَائِهِم مُّحِيطٌ ﴿٢٠﴾ بَلْ هُوَ قُرْآنٌ

اور اللہ نے ان کے گرد سے گھیرا ہے ۔ کوئی نہیں یہ قرآن ہے

مَّجِيدٌ ﴿٢١﴾ فِي لَوْحٍ مَّحْفُوظٍ ﴿٢٢﴾

بڑی شان والا ۔ لکھا تختی میں جس کی نگہبانی ہے ۔

تنبیہ خداوندی بدوام عذاب جہنم بر تعذیب مؤمنین و مؤمنات

قال اللہ تعالیٰ: اِنَّ الَّذِيْنَ فَتَنُوا الْمُؤْمِنِيْنَ وَالْمُؤْمِنٰتِ ..... الیٰ ... فِيْ لَوْحٍ مَّحْفُوْظٍ

ربط: گزشتہ آیات میں اصحاب الاخدود اور آگ کی خندقیں کھودنے اور ان میں اہل ایمان کو ڈال کر ستانے والوں کا ذکر تھا۔ اب اسی مناسبت سے ان آیات میں یہ بیان کیا جارہا ہے کہ خداوند عالم کا قہر و غضب جو بیان کیا گیا ہے، ان ہی کے ساتھ مخصوص نہیں بلکہ جس دور اور قرن میں مجرمین اس قسم کا رویہ اختیار کریں گے اور ایمان لانے والوں کو ستائیں گے۔ خواہ وہ کفار اہل مکہ ہوں یا آج کے بعد کوئی اور قوم ہو سب کو اپنا انجام سمجھ لینا۔ اور جان لینا چاہئے کہ وہ عذاب خداوندی سے ہرگز نہیں بچ سکتے۔

ارشاد فرمایا، بے شک جن لوگوں نے ستایا ہے مسلمان مردوں کو اور مسلمان عورتوں کو، پھر وہ تائب بھی نہ ہوئے جیسے کہ اصحاب الاخدود کے قصہ میں تاریخی نقول سے معلوم ہوا ہے کہ ایمان لانے والوں میں بہت سے مرد تھے اور بہت سی عورتیں تھیں۔ جنکو خندقوں کے کناروں پر کھڑا کر کے دہکتی آگ کی خندقوں

میں جھونک دیا تھا تو یقیناً ان کے واسطے دوزخ کا عذاب ہے اور دنیا میں بھی ان کے لئے دہکتی ہوئی آگ کا عذاب ہے۔ جس طرح کہ انہوں نے ایمان والوں کو ستایا تھا۔ لہٰذا جب تاریخ قدیم کے ایسے مجرم ظلم کے عذاب اور اس کی سزا سے نہیں بچ سکے تو کسی طرح کفار مکہ کو بھی سمجھ لینا چاہئے کہ مسلمانوں کو ستانے اور ظلم و ستم ڈھانے کا انجام دنیا اور آخرت میں ان کو بھگتنا ہی پڑے گا۔[1]

پھر جیسا قانون مجازات کا یہی تقاضا ہے مگر اس کے برعکس یہ ہے کہ بے شک جو لوگ ایمان لائے اور نیکی کے کام کیے ان کے واسطے باغات ہیں جن کے نیچے نہریں جاری ہوں۔ بلاشبہ یہی بڑی عظیم الشان کامیابی ہے۔ پھر جیسا خداوند عالم کے قہر و جلال اور انعام و کرم کی یہ دونوں شانیں دیکھ لیں تو اب سمجھ لینا چاہئے کہ اے مخاطب بے شک تیرے رب کی گرفت بڑی سخت ہے جس سے کوئی نہیں بچ سکتا۔ وہی ہر چیز کو ابتداء بلا وجود عطا کرنے والا ہے اس کو عدم سے وجود میں لانے والا ہے اور وہی اس کو لوٹانے والا بھی ہے۔ لہٰذا جس رب العالمین نے انسان اور تمام کائنات کو ابتداء میں وجود عطا کیا۔ وہی رب العالمین قیامت میں انسان کو دوبارہ اٹھائے گا۔ وہ بہت درگزر اور اپنی شان رحیمی اور کریمی سے بڑا ہی مغفرت کرنے والا ہے اپنے بندوں کو جو اپنی کسی غفلت و کوتاہی سے کوئی غلطی یا معصیت کر لیں جب بھی وہ اپنے گناہوں پر استغفار و توبہ کر لیں۔ بڑا ہی محبت کرنے والا ہے اپنے فرماں بردار اور مطیع بندوں سے۔

بڑی ہی عظمت والے عرش کا مالک ہے جس کی قدرت و کبریائی کی کوئی حد و نہایت نہیں۔ وہ ایسا قادر مطلق ہے کہ کر ڈالتا ہے وہ کام جو چاہتا ہے کسی کو دنیا کی کوئی طاقت روک نہیں سکتی۔ نہ مشیت بدل سکتی ہے نہ اس کے فیصلہ کو کوئی ٹال نہیں سکتا چنانچہ تاریخ عالم اس بات کی کھلی شہادت ہے۔ اور گذرے ہوئے واقعات عالم خداوند عالم کی شان عظمت و کبریائی اور اس کے قادر مطلق ہونے کا پورا پورا ثبوت ہیں۔ تو کیا اے مخاطب تجھے لشکروں کی خبر پہنچی ہے۔ فرعون اور قوم ثمود کی؟ ضرور پہنچی ہوگی۔ کیونکہ یہ واقعات عام طور پر عرب والوں کو بھی خوب معلوم تھے۔ اور ان کی خوب شہرت تھی۔ یہ بڑے ہی طاقتور لشکر تھے۔ مگر خداوند عالم نے اپنے قہر و غضب سے ان کو ہلاک کر ڈالا دنیا کی کوئی مادی طاقت خدا کا عذاب نہ روک سکی۔ چاہئے تو یہ تھا کہ یہ منکر اور مشرکین عرب ان باتوں کو سن کر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لاتے۔ اور کفر و نافرمانی سے

---

[1] ان مصائب اور حوادث کی صورت میں جو ان پر قہر خداوندی کی صورت میں ظاہر ہوگا۔ ۱۲

[2] بعض روایات میں ہے کہ اس آیت کی تلاوت کر کے ابن عباس رضی اللہ عنہما فرمانے لگے۔ یہ سزا ان مجرمین کی اس لئے ذکر فرمائی گئی تاکہ ان کی سزا ان کے عمل کے جنس سے ہو جائے کیونکہ یہ اللہ کا قانون ہے کہ عمل کا بدلہ عمل کے مشابہ ہوتا ہے۔

حسن بصریؒ سے منقول ہے فرمایا خدا کے اس جود و کرم کو دیکھو کہ جنہوں نے اولیاء اور اس کے محبوب بندوں کو قتل کیا۔ ان کو توبہ کی دعوت دی جا رہی ہے۔

تائب ہو جاتے۔ لیکن افسوس کہ ایسا نہ ہوا بلکہ یہ انکار کرنے والے کافر برابر اللہ کے پیغمبر کی باتیں جھٹلانے ہی میں لگے ہوئے ہیں اور حال یہ ہے کہ اللہ ان کا ہر طرف سے احاطہ کئے ہوئے ہیں، وہ اللہ کے احاطہ اور گرفت سے نکل کر کہیں بھی نہیں جا سکتے نہ اس کے احاطۂ علم سے باہر ہو سکتے ہیں نہ اس کے ملک سے نکل سکتے ہیں اور نہ اس کی قدرت اور گرفت سے چھوٹ سکتے ہیں وہ ہر طرح علماً و ملکاً و قدرۃً ان کو محیط ہے،

جو تاریخی حقائق ہیں نہ یہ کہ محض افسانے اور کہانیاں جیسا کہ مشرکین کم عقلی اور بغض کی وجہ سے سمجھتے ہیں بلکہ یہ تو بڑی ہی عظمت اور اونچی شان والا قرآن ہے جو کلام الٰہی ہے۔ لوح محفوظ میں لکھا ہوا ہے۔ جہاں دسترس کا تصور بھی ممکن نہیں ہے اور نہ کسی معاند کا ہاتھ وہاں تک پہنچ سکتا ہے اور نہ کسی کو قدرت ہے کہ اس میں تحریف کی کوئی بات لا سکے اور نہ ہی اس امر کا امکان ہے کہ وحی الٰہی کی کسی بات کو غلط کہہ سکے۔

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

سُوْرَةُ الطَّارِق

اس سورت کا مضمون بھی عقیدۂ توحید کی ترجمانی پر مشتمل ہے اور اسلام کی بنیادی یعنی ایمانی باتوں کو ثابت کرنے کے لئے حق تعالیٰ نے اپنی عظیم تر مخلوقات ارض و سماء اور کواکب و نجوم کے تغیرات و انقلابات کو بطور شہادت اور حجت پیش فرمایا ہے اور انسان کی تخلیق پر غور و فکر کی دعوت دی ہے۔ سورت کی ابتداء آسمان اور نجم ثاقب کی قسم سے کی گئی۔ اور انتہاء سورت پر قرآنی حقائق کی حقانیت کا ذکر کرتے ہوئے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو اس امر پر تسلی دی گئی کہ کفار و مشرکین اور دشمنان اسلام کی سازشوں کی آپ ہرگز کوئی فکر نہ کریں۔ اگر وہ اسلام اور اللہ کے پیغمبر کے خلاف سازشیں کر رہے ہیں تو کرتے رہیں۔ قدرت خداوندی بھی اپنی تدابیر سے غافل نہیں ہے جو اسلام کی عظمت و کامیابی اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی فتح و نصرت کا باعث ہیں۔

آیاتها ۱۷ ۸۶ سُورَةُ الطَّارِقِ مَكِّيَّةٌ ۳۶ رکوعها ۱

سورۂ طارق مکی ہے اور اس میں سترہ آیتیں ہیں۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

شروع اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم والا۔

وَالسَّمَآءِ وَالطَّارِقِ ﴿۱﴾ وَمَآ اَدْرٰىكَ مَا الطَّارِقُ ﴿۲﴾ النَّجْمُ

قسم ہے آسمان کی اور اندھیرے میں آنے والے کی۔ اور تو کیا سمجھا کون ہے اندھیرے میں آنے والا۔ وہ تارا

الثَّاقِبُ ﴿۳﴾ اِنْ كُلُّ نَفْسٍ لَّمَّا عَلَيْهَا حَافِظٌ ﴿۴﴾ فَلْيَنْظُرِ

چمکتا۔ کوئی جی نہیں جس پر نہیں ایک نگہبان۔ اب دیکھ لے

الْاِنْسَانُ مِمَّ خُلِقَ ﴿۵﴾ خُلِقَ مِنْ مَّآءٍ دَافِقٍ ﴿۶﴾ يَّخْرُجُ

آدمی کہ کاہے سے بنا۔ بنا ایک اچھلتے پانی سے۔ جو نکلتا ہے

مِنْ بَيْنِ الصُّلْبِ وَالتَّرَآئِبِ ﴿۷﴾ اِنَّهٗ عَلٰى رَجْعِهٖ لَقَادِرٌ ﴿۸﴾

پیٹھ اور چھاتی کے بیچ سے۔ بیشک وہ اس کو پھیر لا سکتا ہے۔

يَوْمَ تُبْلَى السَّرَآئِرُ ﴿۹﴾ فَمَا لَهٗ مِنْ قُوَّةٍ وَّلَا نَاصِرٍ ﴿۱۰﴾ وَ

جس دن جانچے جاویں بھید۔ تو کچھ نہ ہوگا اس کو زور اور نہ کوئی مدد کرنے والا۔ قسم

السَّمَآءِ ذَاتِ الرَّجْعِ ﴿۱۱﴾ وَالْاَرْضِ ذَاتِ الصَّدْعِ ﴿۱۲﴾ اِنَّهٗ

ہے آسمان چکر مارنے والے کی۔ اور زمین دراڑ کھانے والی کی۔ یہ

لَقَوْلٌ فَصْلٌ ﴿۱۳﴾ وَّمَا هُوَ بِالْهَزْلِ ﴿۱۴﴾ اِنَّهُمْ يَكِيْدُوْنَ كَيْدًا ﴿۱۵﴾

بات دو ٹوک ہے۔ اور نہیں یہ بات ہنسی کی۔ البتہ وہ لگے ہیں ایک داؤ کرنے میں۔

وَّاَكِيْدُ كَيْدًا ﴿۱۶﴾ فَمَهِّلِ الْكٰفِرِيْنَ اَمْهِلْهُمْ رُوَيْدًا ﴿۱۷﴾

اور میں لگا ہوں ایک داؤ کرنے میں۔ سو ڈھیل دے منکروں کو، ڈھیل دے ان کو جھبر کر۔

دعوتِ فکر در تخلیقِ انسانی و شہادتِ ارض و سماء و نجوم بر مسئلہ بعث بعد الموت

قال اللہ تعالیٰ ۔۔ وَالسَّمَآءِ وَالطَّارِقِ ۔۔۔ الیٰ ۔۔۔۔۔۔۔ اَمْهِلْهُمْ رُوَيْدًا

ابتدائی مختصر سورت ایمان اور ایمان پر استقامت اور راہِ خداوندی میں صبر اور قربانی کے مضمون پر مشتمل تھی اور اس امر پر کہ دنیا کی کوئی طاقت ایمان کو کفر کی طرف نہیں لوٹا سکتی۔ اب اس سورت میں قیامت اور بعث بعد الموت کا مسئلہ ثابت کرنے کے لئے انسان کو اس امر کی دعوت دی جا رہی ہے کہ وہ خود اپنی تخلیق و پیدائش میں غور و فکر کرے۔ ارض و سماء اور کواکب و ستاروں کو دیکھے اور یہ کہ زمین کس طرح شق ہوکر اپنے اندر سے نباتات اور سبزہ باہر نکالتی ہے اور وہ تخم جو زمین میں دب کر ریزہ ریزہ ہو چکا تھا اور مٹی میں مل کر خاک بن گیا تھا پھر کس طرح وہ پھر زمین کی سطح پر نمودار ہوکر تروتازہ اور شاداب نظر آنے لگا تو ارشاد فرمایا۔ قسم ہے آسمان کی اور رات کے اندھیرے میں نمودار ہونے والے طارق کی اور آپ کو معلوم بھی ہے کیا ہے طارق؟ وہ ایک چمکتا ہوا ستارہ ہے۔ بے شک نہیں ہے کوئی جان والا ایسا کہ اس پر ایک نگران نہ ہو۔ بلکہ ہر ایک ذی روح انسان ہو یا دوسری کوئی مخلوق اس پر اللہ کی طرف سے محافظ مقرر ہیں۔ انسان کا کوئی قول و عمل ایسا نہیں کہ جو اللہ کے مقرر کردہ نگران اس کو محفوظ نہ کر لیتے ہوں۔ پھر ہر انسان ان ہی محافظوں کے باعث اللہ کے حکم سے ہر قسم کی آفات اور حوادث کے خطروں سے محفوظ رہتا ہے۔ جیسا کہ ارشاد ہے لَهٗ مُعَقِّبٰتٌ مِّنْۢ بَيْنِ يَدَيْهِ وَمِنْ خَلْفِهٖ يَحْفَظُوْنَهٗ مِنْ اَمْرِ اللّٰهِ۔ اور جب کبھی کوئی مصیبت یا حادثہ پیش آنے والا ہوتا ہے۔ یہ فرشتے حفاظت اس سے ہٹا دیتے ہیں کہ جس کی وجہ سے پیش آتا ہے۔ اور جب پروردگار نے آسمانی ستاروں کی حفاظت کے سامان بنائے اس کو کیا مشکل ہے کہ وہ ہر نفس کی حفاظت کا سامان بھی پیدا کر دے۔ ظاہر ہے کہ ایسے رب قدیر اور علیم کی کسی بھی خبر کو انسان کو نا قابل قبول نہ ہونی چاہیئے اور یہ بات کبھی بھی فراموش نہ کرنی چاہیئے کہ یہ انسان اپنی اس حیات کے بعد پھر دوبارہ قیامت کے روز اپنے پروردگار کے روبرو حاضر ہونے والا ہے۔ لہٰذا اس انسان کو دیکھنا چاہیئے اور غور و فکر کرنا چاہیئے کہ وہ کس چیز سے پیدا کیا گیا؟ وہ پیدا کیا گیا ہے ایک اچھلتے ہوئے پانی یعنی قطرہ منی سے جو نکلتا ہے پشت اور سینے کی ہڈیوں کے درمیان سے جیسا کہ بتایا جاتا ہے کہ مرد کی منی کا تعلق پشت سے اور عورت کا سینہ سے یا یہ کہ اعضاء رئیسہ سے جو مادہ منویہ کا تعلق ہے تو اس حیثیت سے سینہ اور پشت کی ہڈیوں سے نکلنا بیان کیا گیا تو خداوند تعالیٰ اپنی قدرت و حکمت سے انسان کو ایک قطرہ سے پیدا کرنے پر قادر ہے۔ اور اس کی قدرت و حکمت سے کس طرح اس کے اعضاء کی ساخت ہوتی ہے اور کیسے جڑتی ہے حواس و مدرکات ناک، کان، آنکھیں

اور ان میں جیناتی پیدا ہوتی ہے۔ غرض یہ ذات رب العالمین اپنی عظیم قدرت اور حکمت سے ان تمام باتوں پر قادر ہے بے شک وہ ذات قادر مطلق اس انسان کو واپس لوٹانے پر بھی یقیناً قدرت رکھتا ہے۔ حالانکہ مرنے کے بعد دوبارہ زندہ کرنا اس قدر عجیب نہیں جتنا کہ ابتداءً اس کو پیدا کرنا عجیب تر ہے اور ایک ایک چیز اور بدن کا ایک ایک عضو اللہ رب العالمین کی قدرت و حکمت کا واضح ثبوت ہے یہ مرنے کے بعد انسان کو لوٹایا جانا اس دن ہوگا جب کہ جانچے جائیں گے بھید، اور ہر قسم کے پوشیدہ حالات پس اس دن اس انسان کے لئے نہ کوئی طاقت ہوگی اور نہ کوئی مددگار ہوگا۔ جو ایسے سخت مرحلہ پر اس کی کوئی مدد کرسکے۔ جبکہ چھپے ہوئے بھید کھل رہے ہوں اور ہر قول و فعل کا حساب لیا جا رہا ہوگا۔ حتیٰ کہ جو باتیں دل میں چھپی ہوئی ہوں گی وہ بھی کھل جائیں گی اور قسم ہے اس آسمان کی جو لوٹنے والا ہے بار بار زمین پر بارش برسانے کی صورت میں اور قسم ہے زمین کی جو شق ہونے والی ہے جب کہ اس میں تخم ڈال دیا جاتا ہے تو بعد میں اس کے شق ہونے پر سبزہ اور درختوں کا سلسلہ نشوونما شروع ہوتا ہے اور ظاہر ہے کہ بارش کا نظام اور بارشوں کے برسنے کے بعد غلوں اور سبزوں کا اگنا خداوند عالم کی کمال قدرت اور حکمت کے شواہد و دلائل ہیں جن کا ہر ایک انسان مشاہدہ کرتا ہے۔ بے شک یہ بات یا قرآن حکیم ایک فیصلہ کن قول ہے جو حق و باطل کے درمیان فیصلہ کرتا ہے اور ہدایت و ضلالت کی حدوں کو جدا جدا کرکے دکھاتا ہے۔ اور ہر مخفی شدہ امر کی خبر دیتا ہے، اور جس طرح آسمان سے بارشوں کے برسنے پر بنجر زمین زندہ ہو جاتی ہے پھل پھول، کھیتیاں اور درخت اگ آتے ہیں اور زمین اس سے سرسبز و شاداب ہو جاتی ہے اسی طرح آسمان سے اس وحی الٰہی کے نزول سے انسانوں کی زندگی سرسبز و شاداب ہوتی ہے اور انسانوں کے قلوب سے محاسن اعمال و اخلاق اور معارف و حکم کے پھل پھول اگنے لگتے ہیں جس سے حیات انسانی ایک شاداب باغ اور نافع و قیمتی پھلوں سے لدا ہوا ہو جاتی ہے اور یہ کلام کوئی ہنسی مذاق کی بات نہیں ہے اصولاً اور عقلاً چاہئے کہ لوگ اس پر ایمان لائیں اور اللہ کے رسول اور اس کے دین کی مخالفت و دشمنی سے باز آجائیں لیکن اس کے باوجود اگر وہ باز نہیں آتے اور اسلام اور پیغمبر اسلام کے خلاف سازشیں کرتے ہیں تو اے ایمان والو تم اس کی وجہ سے فکر مند و پریشان نہ ہو کیونکہ بے شک وہ لوگ

۱؎ ذات الرجع کی یہ تفسیر عبد اللہ بن عباسؓ سے منقول ہے۔ اس کے مطابق یہ ترجمہ کیا گیا کہ آسمان ذات الرجع اس لئے ہے کہ بار بار بارشیں برساتا ہے۔ قتادہؓ بیان کرتے ہیں آسمان اس وجہ سے ذات الرجع ہے کہ وہ بارش کے ذریعہ بار بار رزق پیدا کرتا ہے۔ ابن زیدؒ کہتے ہیں کہ اس وجہ سے ذات الرجع ہے کہ اس کے ستارے اور چاند سورج بار بار لوٹتے رہتے ہیں۔

۲؎ میرے شیخ حضرت عثمانیؒ نے فرمایا قسم اور جواب قسم کی ایک مناسبت یہ بھی ہے کہ جس طرح بارش برس کر زمین کو حیات اور تازگی بخشتی ہے اسی طرح قیامت میں بھی کوئی غیبی بارش ایسی برسے گی جس سے مردے زندہ ہو جائیں گے۔ ۱۲ (فوائد عثمانی)

ان مضامین کو بیان کرتے ہوئے حق تعالیٰ نے اپنے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کو بشارت بھی سنائی کہ جو کتاب الٰہی آپ پر نازل ہو رہی ہے گو وہ اپنی شان کے لحاظ سے بڑی ہی عظمت والی ہے، اور نفس وحی قول ثقیل ہے، لیکن یہ سب کچھ آسان کر دیا جائے گا، اور آپ سہو و نسیان سے محفوظ رہیں گے بجز اس کے جو خدا ہی چاہے اور اس کو منسوخ کرنے کا ارادہ فرمائے۔

آخر میں یہ بھی بتا دیا گیا کہ انسانی فلاح و کامیابی ذکر الٰہی اور اس کی عبادت و بندگی میں معروف رہنے ہی میں ہے۔ اور یہ مقصد اعلیٰ اسی صورت میں حاصل ہے جب کہ انسان دنیا کی لذتوں کو آخرت پر ترجیح اور فوقیت نہ دے۔

اٰیاتھا ۱۹ — ۸۷ سُوْرَةُ الْاَعْلٰى مَكِّيَّةٌ ۸ — رکوعھا ۱

سورۃ اعلیٰ مکی ہے اور اس میں انیس آیتیں ہیں۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

شروع اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم والا

سَبِّحِ اسْمَ رَبِّكَ الْاَعْلَى ۝١ الَّذِىْ خَلَقَ فَسَوّٰى ۝٢

پاکی بول اپنے رب کے نام کی جو سب سے اوپر ہے۔ جس نے بنایا پھر ٹھیک کیا۔

وَالَّذِىْ قَدَّرَ فَهَدٰى ۝٣ وَالَّذِىْٓ اَخْرَجَ الْمَرْعٰى ۝٤

اور جس نے ٹھہرا دیا پھر راہ دی۔ اور جس نے نکالا چارا۔

فَجَعَلَهٗ غُثَآءً اَحْوٰى ۝٥ سَنُقْرِئُكَ فَلَا تَنْسٰٓى ۝٦

پھر کر ڈالا اس کو کوڑا کالا۔ ہم پڑھاویں گے تجھ کو پھر تو نہ بھولے گا۔

اِلَّا مَا شَآءَ اللّٰهُ ۭ اِنَّهٗ يَعْلَمُ الْجَهْرَ وَمَا يَخْفٰى ۝٧ وَنُيَسِّرُكَ

مگر جو چاہے اللہ۔ وہ جانتا ہے پکارے کو اور چھپے کو۔ اور سہج سہج پہنچاویں گے تجھ کو

لِلْيُسْرٰى ۝٨ فَذَكِّرْ اِنْ نَّفَعَتِ الذِّكْرٰى ۝٩ سَيَذَّكَّرُ مَنْ

ہم آسانی تک۔ سو تو سمجھا اگر کام کرے سمجھانا۔ سمجھ جاوے گا جس کو

يَخْشَىٰ ۝١٠ وَيَتَجَنَّبُهَا الْأَشْقَى ۝١١ الَّذِي يَصْلَى النَّارَ

ڈر ہوگا ۔ اور سرکتا رہے گا اس سے بڑا بدبخت ۔ وہ جو پیٹھے گا بڑی

الْكُبْرَىٰ ۝١٢ ثُمَّ لَا يَمُوتُ فِيهَا وَلَا يَحْيَىٰ ۝١٣ قَدْ أَفْلَحَ

آگ میں ۔ پھر نہ مرے گا اس میں ۔ نہ جیوے گا ۔ بے شک بھلا ہوا

مَنْ تَزَكَّىٰ ۝١٤ وَذَكَرَ اسْمَ رَبِّهِ فَصَلَّىٰ ۝١٥ بَلْ تُؤْثِرُونَ

اس کا جو سنورا ۔ اور پڑھا نام اپنے رب کا پھر نماز کی ۔ کوئی نہیں! تم آگے رکھتے ہو

الْحَيَاةَ الدُّنْيَا ۝١٦ وَالْآخِرَةُ خَيْرٌ وَأَبْقَىٰ ۝١٧ إِنَّ هَٰذَا

دنیا کا جینا ۔ اور پچھلا گھر بہتر ہے اور باقی رہنے والا ۔ یہ

لَفِي الصُّحُفِ الْأُولَىٰ ۝١٨ صُحُفِ إِبْرَاهِيمَ وَمُوسَىٰ ۝١٩

لکھا ہے پہلے ورقوں میں ۔ ورق ابراہیم کے اور موسیٰ کے ۔

فلاح وسعادت از ذکر خداوندی وانہماک در صلوٰۃ وعبادت

قال اللہ تعالیٰ ۔ سَبِّحِ اسْمَ رَبِّكَ الْأَعْلَى ...... الیٰ ...... صُحُفِ إِبْرَاهِيمَ وَمُوسَىٰ

ربط: گزشتہ سورت میں انسان کو اس امر کی دعوت دی گئی تھی کہ وہ خود اپنی تخلیق و پیدائش پر نظر ڈالے اور سوچے کہ پروردگار عالم نے اپنی کیسی عظیم قدرت اور حکمت سے اس کو وجود عطا فرمایا اور جو ذات خداوندی انسان کو ابتداءً وجود عطا کرنے پر قادر ہے وہ بلاشبہ اس کے اعادہ پر بھی قادر ہے اور اسی طرح مسئلہ آخرت اور بعث بعد الموت ثابت فرمایا گیا تھا اب اس سورت میں عظمت خداوندی بیان کی جارہی ہے، اس کی ذات اور صفات عالیہ کا ذکر کرکے اور یہ بتایا جارہا ہے کہ انسان کے لئے فلاح وسعادت کی منزل صرف اسی میں منحصر ہے کہ وہ ذکر خدا یاد الٰہی اور اپنے رب کی عبادت و بندگی میں مصروف رہے۔ اور اس راہ میں اصل رکاوٹ ڈالنے والی چیز محبت دنیا اور نفس کی خواہشات ہیں، تو انسان کو چاہئے کہ اس سے بچے اور اصل مقصد حیات فانی اور عارضی لذتوں پر فوقیت دے۔ تو ارشاد فرمایا۔

پاکی بیان کر اے انسان اپنے رب کے نام کی جو سب سے بلند و بالا ہے جس نے پیدا کیا۔ عدم سے

(بقیہ تفسیر اگلے صفحہ پر)

لگ جائے گا۔ اور اس راہ میں سب سے بڑی رکاوٹ حب دنیا اور نفس کی خواہشات ہیں تو ضرورت ہے کہ اس سے اجتناب اختیار کیا جائے۔ لیکن اے انسانو! تم اپنی غفلت و لاپروائی کے باعث اس حقیقت کی طرف توجہ نہیں کرتے بلکہ تم تو ترجیح اور فوقیت دیئے ہوئے ہو دنیا کی زندگی کو اور اسی کو آخرت کے مقابلہ میں پسند کرلئے ہوئے ہو حالانکہ آخرت کہیں بہتر ہے اور زیادہ باقی رہنے والی ہے کہ وہاں کی نعمتوں کو دوام و خلود ہے اور وہاں کی ہر ایک نعمت ایسی ہے کہ انسان نے نہ کبھی دیکھی نہ اس کے کانوں نے کبھی سنا اور نہ اس کے دل میں اس کا تصور گزرا۔ تو چاہئے تو یہ تھا کہ اعتقاد و عمل سے ثابت کیا جاتا کہ آخرت کو ترجیح کیا جا رہا ہے۔

یہ جملہ پند و نصیحت اور فلاح و سعادت کا راز۔ بلاشک وہ ہے جو پچھلے صحیفوں میں ہے، ابراہیم و موسیٰ کے صحیفوں میں تو یہ نصیحت پہلی کتابوں اور صحیفوں میں ایسے جلیل القدر انبیاء پر نازل ہوئی ہے ان کی عظمت و برتری میں کیا شبہ ہو سکتا ہے جس کی عظمت کو پہلی نسلیں اور قومیں تسلیم کر چکیں اور دنیا نے اس کی افادیت کو دیکھ لیا لہٰذا اے انسانو! تم کو چاہئے کہ انسان کی فطری اور جبلی کمزوریوں سے بچ کر، عاجلہ دنیا کو پسند کرنے کے بجائے فکر آخرت اور حصول سعادت کی طرف رخ کرو۔

تمّ بحمد اللہ تفسیر سورۃ الاعلیٰ۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

سورۃ الغاشیہ

(ربط) دیگر مکی سورتوں کی طرح اس کا مضمون بھی دو اہم بنیادی موضوعات پر مشتمل ہے، قیامت اور بعث بعد الموت کے احوال اور اس کی شدت و پریشانیاں اور یہ کہ کفار و نافرمان انسان کو روز قیامت کیسی مصیبتوں اور شدتوں کا سامنا کرنا پڑے گا اور اس کے بالمقابل اہل ایمان کا اعزاز و اکرام اور ان پر نازل ہونے والی نعمتوں کی کوئی حد و انتہاء نہ ہوگی۔

دوسرا موضوع اس سورت کا حق تعالیٰ شانہٗ کی وحدانیت اور اس کے دلائل و شواہد کا بیان و تحقیق ہے۔ سورت کے اخیر میں انسان کے اعمال اور محاسبہ اعمال کا ذکر کرتے ہوئے یہ یاد دلایا گیا کہ بہرکیف ہر انسان کو اپنے پروردگار کی طرف رجوع کرنا ہے جہاں اس کے اعمال کا اس کو بدلہ ملے گا۔

آیاتہا ۲۶ ۸۸ سُوْرَةُ الْغَاشِيَةِ مَكِّيَّةٌ ۶۸ رکوعہا ۱

سورۃ غاشیہ مکی ہے اور اس کی چھبیس آیتیں ہیں۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

شروع اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم والا

هَلْ أَتٰىكَ حَدِيْثُ الْغَاشِيَةِ ﴿۱﴾ وُجُوْهٌ يَّوْمَئِذٍ خَاشِعَةٌ ﴿۲﴾

کچھ پہنچی تجھ کو بات اس چھپا لینے والی کی؟ کتنے منہ اس دن ذلیل (خوفزدہ) ہیں۔

عَامِلَةٌ نَّاصِبَةٌ ﴿۳﴾ تَصْلٰى نَارًا حَامِيَةً ﴿۴﴾ تُسْقٰى مِنْ عَيْنٍ

محنت کرتے تھکتے۔ پڑیں گے دہکتی آگ میں۔ پانی ملتا ہے ایک چشمہ کھولتے

اٰنِيَةٍ ﴿۵﴾ لَيْسَ لَهُمْ طَعَامٌ إِلَّا مِنْ ضَرِيْعٍ ﴿۶﴾ لَّا يُسْمِنُ

کا۔ نہیں ان کے واسطے کھانا مگر جھاڑ کانٹے۔ نہ موٹا کرے

وَلَا يُغْنِيْ مِنْ جُوْعٍ ﴿۷﴾ وُجُوْهٌ يَّوْمَئِذٍ نَّاعِمَةٌ ﴿۸﴾

نہ کام آئے بھوک میں۔ کتنے منہ اس دن آسودہ ہیں۔

لِّسَعْيِهَا رَاضِيَةٌ ﴿۹﴾ فِيْ جَنَّةٍ عَالِيَةٍ ﴿۱۰﴾ لَّا تَسْمَعُ فِيْهَا

اپنی کمائی سے راضی۔ اونچے باغ میں۔ نہیں سنتے اس میں

لَاغِيَةً ﴿۱۱﴾ فِيْهَا عَيْنٌ جَارِيَةٌ ﴿۱۲﴾ فِيْهَا سُرُرٌ مَّرْفُوْعَةٌ ﴿۱۳﴾

بکنا۔ اس میں ایک چشمہ ہے بہتا۔ اس میں تخت ہیں اونچے بچھے

وَّأَكْوَابٌ مَّوْضُوْعَةٌ ﴿۱۴﴾ وَّنَمَارِقُ مَصْفُوْفَةٌ ﴿۱۵﴾ وَّزَرَابِيُّ

اور آبخورے چنے ہوئے۔ اور غالیچے قطار سے لگے ہوئے۔ اور مخمل کے

مَبْثُوْثَةٌ ﴿۱۶﴾ أَفَلَا يَنْظُرُوْنَ إِلَى الْإِبِلِ كَيْفَ خُلِقَتْ ﴿۱۷﴾

قالیچے بکھرے پڑے۔ بھلا کیا نہیں نگاہ کرتے اونٹوں پر، کیسے بنائے ہیں!

وَإِلَى السَّمَاءِ كَيْفَ رُفِعَتْ ﴿١٨﴾ وَإِلَى الْجِبَالِ كَيْفَ نُصِبَتْ ﴿١٩﴾

اور آسمان پر کیسا بلند کیا ہے! اور پہاڑوں پر کیسے کھڑے کئے ہیں!

وَإِلَى الْأَرْضِ كَيْفَ سُطِحَتْ ﴿٢٠﴾ فَذَكِّرْ إِنَّمَا أَنْتَ مُذَكِّرٌ ﴿٢١﴾

اور زمین پر کیسی صاف بچھائی ہے! سو تو سمجھا، تیرا کام یہی ہے سمجھانا۔

لَسْتَ عَلَيْهِمْ بِمُصَيْطِرٍ ﴿٢٢﴾ إِلَّا مَنْ تَوَلَّى وَكَفَرَ ﴿٢٣﴾

تو نہیں ان پر داروغہ۔ مگر جس نے منہ موڑا اور منکر ہوا۔

فَيُعَذِّبُهُ اللَّهُ الْعَذَابَ الْأَكْبَرَ ﴿٢٤﴾ إِنَّ إِلَيْنَا إِيَابَهُمْ ﴿٢٥﴾

تو عذاب کرے گا اس کو اللہ وہ بڑا عذاب۔ بیشک ہم پاس ہے ان کو پھر آنا۔

ثُمَّ إِنَّ عَلَيْنَا حِسَابَهُمْ ﴿٢٦﴾

پھر بیشک ہمارا ذمہ ہے ان سے حساب لینا۔

تنبیہ انسان غافل از وقوع قیامت و دعوت فکر برائے رجوع الی اللہ

قال اللہ تعالیٰ: هَلْ أَتَاكَ حَدِيثُ الْغَاشِيَةِ ... الی .... عَلَيْنَا حِسَابَهُمْ

ربط: گزشتہ سورت میں انسان کو اس امر پر متوجہ کیا گیا تھا کہ وہ اللہ رب العالمین کی پاکی بیان کرے، اور مادی زندگی میں منہمک ہو کر اپنے رب کو فراموش نہ کرے۔ ایمان و تقویٰ ہی معیار نجات ہے اور فکر آخرت ہی انسانی سعادت ہے۔ یہی وہ ہدایت و تعلیم ہے جو تخلیق عالم کے بعد سے مسلسل تمام انبیاء علیہم السلام اپنی اپنی امتوں کو دیتے رہے۔ ان ہی علوم و ہدایات پر صحف ابراہیم و موسیٰ علیہما السلام بھی مشتمل تھے۔ اب اس سورت میں ہر اس غافل انسان کو وقوع قیامت سے چونکایا جارہا ہے جو مادی لذتوں میں پڑ کر آخرت اور بعث بعد الموت کو بھلا چکا، چنانچہ ارشاد فرمایا۔

کیا نہیں پہنچی تجھ کو اے مخاطب خبر ایک چھا لینے والی چیز کی جو تمام مخلوق پر اس طرح چھا جائے گی، جیسے دن کی روشنی پر رات کی تاریکی اور تمام کائنات اور اس کے نظام کو درہم برہم کر ڈالے گی اور وہ قیامت ہے؟ کوئی وجہ نہیں ہے کہ یہ خبر تجھ کو نہ پہنچی ہو کیونکہ یہ بات اللہ کے تمام انبیاء بتاتے چلے آئے

ان کو نصیحت ہی کرتے رہیئے۔ آپ ان پر داروغہ بنا کر مسلط نہیں کیے گئے ہیں کہ زبردستی ان کو منوا کر ہی چھوڑیں۔ اور نہ ہی یہ کسی کی قدرت میں ہے کہ ان کے دل بدل ڈالے یہ کام تو بس اسی ذات مقلب القلوب کا ہے جس کے دستِ قدرت میں تمام انسانوں کے قلوب ہیں اس لیے آپ زیادہ فکر میں نہ پڑیں۔

مگر ہاں یہ بات ضروری ہے اور کوئی بھی اس سے نہیں بچ سکتا کہ جو شخص بھی روگردانی کرے گا اور کفر کرے گا تو اللہ اس کو بہت ہی بڑا عذاب دے گا جس سے کوئی کافر اور منکر اپنے آپ کو نہیں بچا سکے گا کیونکہ ہماری ہی طرف ان سب کا لوٹ کر آنا ہے اور ہمارے ہی ذمہ ہے ان کا حساب لینا بس یہ ہمارا ہی کام ہے لہٰذا کوئی کافر اور مجرم ہماری گرفت اور ہمارے حساب اور اعمال کی سزا سے چھٹکارا کسی بھی حالت میں نہیں حاصل کر سکتا۔

دلائلِ قدرت میں غور و فکر

تقاضائے فطرت اور باعثِ سعادت ہے

حافظ عماد الدین ابن کثیر رحمہ اللہ ان آیات یعنی اَفَلَا یَنْظُرُوْنَ اِلَى الْاِبِلِ كَیْفَ خُلِقَتْ ۔ کی تفسیر میں بیان کرتے ہیں کہ ان دلائل کا ذکر اور ان کی ترتیب اس واقعہ سے مزید واضح ہو رہی ہے جو احادیث میں ضمام بن ثعلبہ کا بیان فرمایا گیا کہ ایک مسافر اپنے اونٹ پر سفر کر رہا ہے آسمان اس کے سر پر ہے بلند پہاڑ نظروں کے سامنے ہیں، زمین اس کے نیچے ہے جس پر وہ خلاق علیم صنعت و حکمت کے بے شمار احوال کا مشاہدہ کر رہا ہے اور ان پر غور و فکر کے عالم میں جب وہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوتا ہے تو فطری انداز استدلال کے رنگ میں بات کرتا ہے چنانچہ انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں جب ہمیں (غیر ضروری) سوالات کرنے کی ممانعت کر دی گئی تھی (اور اس وجہ سے ہم مرعوب و خوف زدہ ہو کر نفس سوال کرنے کی بھی جرأت نہ کرتے تھے تو ہمارا دل چاہتا تھا کہ کوئی بدوی شخص سمجھ دار آ کر مجلس میں کچھ سوال کرے اور ہم سن کر حضورؐ کے جواب مبارک سے مستفید ہو جائیں) تو ایک دن ایک شخص آیا تو اس نے آپ کو بدویانہ انداز میں خطاب کرتے ہوئے کہا یا محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) آپ کا ایک قاصد ہمارے پاس آیا ہے اور اس نے یہ بتایا ہے کہ آپ نے یہ اعلان کیا ہے کہ اللہ نے آپ کو رسول بنا کر بھیجا ہے آپ نے جواب دیا، اس نے سچ کہا اس پر وہ بدوی کہنے لگا تو اچھا یہ بتائیے کہ آسمان کس نے بنایا ہے آپ نے فرمایا اللہ نے، اس نے کہا یہ زمین کس نے پیدا کی آپؐ نے فرمایا اللہ نے۔ پھر اس نے کہا تو یہ پہاڑ کس نے قائم کیے اور ان میں یہ فائدے کی چیزیں کس نے پیدا کیں آپ نے جواب دیا، اللہ نے۔ یہ سن کر وہ بولا تو اس

آیاتها ۳۰ — سُورَةُ الْفَجْرِ مَكِّيَّةٌ ۸۹ = ۱۰ — رکوعها ۱

سورۂ فجر مکی ہے اس میں تیس آیتیں ہیں

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

شروع اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم والا ہے

وَالْفَجْرِ ۝١ وَلَيَالٍ عَشْرٍ ۝٢ وَّالشَّفْعِ وَالْوَتْرِ ۝٣ وَالَّيْلِ

قسم ہے فجر کی ۔ اور دس راتوں کی ۔ اور جفت اور طاق کی ۔ اور اس رات

إِذَا يَسْرِ ۝٤ هَلْ فِي ذٰلِكَ قَسَمٌ لِّذِي حِجْرٍ ۝٥ أَلَمْ تَرَ كَيْفَ

کی جب رات کو چلے ۔ ہے ان چیزوں کی قسم پوری عقلمندوں کے واسطے ۔ تو نے نہ دیکھا کیسا کیا

فَعَلَ رَبُّكَ بِعَادٍ ۝٦ إِرَمَ ذَاتِ الْعِمَادِ ۝٧ الَّتِي لَمْ يُخْلَقْ

تیرے رب نے عاد سے ۔ وہ جو ارم تھے بڑے ستونوں والے ۔ کہ بنی نہیں ویسی

مِثْلُهَا فِي الْبِلَادِ ۝٨ وَثَمُودَ الَّذِينَ جَابُوا الصَّخْرَ بِالْوَادِ ۝٩

سارے شہروں میں ۔ اور ثمود سے جنہوں نے تراشے پتھر وادی میں ۔

وَفِرْعَوْنَ ذِي الْأَوْتَادِ ۝١٠ الَّذِينَ طَغَوْا فِي الْبِلَادِ ۝١١

اور فرعون سے وہ میخوں والا ۔ یہ سب جنہوں نے سر اٹھایا ملکوں میں ۔

فَأَكْثَرُوا فِيهَا الْفَسَادَ ۝١٢ فَصَبَّ عَلَيْهِمْ رَبُّكَ سَوْطَ

پھر بہت ڈالی ان میں خرابی ۔ پھر پھینکا ان پر تیرے رب نے کوڑا

عَذَابٍ ۝١٣ إِنَّ رَبَّكَ لَبِالْمِرْصَادِ ۝١٤ فَأَمَّا الْإِنسَانُ إِذَا

عذاب کا ۔ تیرا رب لگا ہے گھات میں ۔ سو آدمی جو ہے جب

مَا ابْتَلَاهُ رَبُّهُ فَأَكْرَمَهُ وَنَعَّمَهُ فَيَقُولُ رَبِّي أَكْرَمَنِ ۝١٥

جانچے اس کو رب اس کا پھر اس کو عزت دے اور اس کو نعمت دے تو کہے میرے رب نے مجھ کو عزت دی

وَأَمَّآ إِذَا مَا ابْتَلٰىهُ فَقَدَرَ عَلَيْهِ رِزْقَهٗ ۙ فَيَقُوْلُ رَبِّيْٓ

اور وہ جس وقت اس کو جانچے، پھر کھینچ کر دے اس پر روزی اس کی، تو کہے میرے رب نے

أَهَانَنِ ﴿۱۶﴾ كَلَّا بَلْ لَّا تُكْرِمُوْنَ الْيَتِيْمَ ﴿۱۷﴾ وَلَا تَحٰٓضُّوْنَ

مجھے ذلیل کیا۔ کوئی نہیں! پر تم عزت نہیں کرتے یتیم کی۔ اور تاکید نہیں کرتے

عَلٰى طَعَامِ الْمِسْكِيْنِ ﴿۱۸﴾ وَتَأْكُلُوْنَ التُّرَاثَ أَكْلًا لَّمًّا ﴿۱۹﴾

آپس میں محتاج کے کھانے کی۔ اور کھاتے ہو مردے کا مال سمیٹ کر سارا۔

وَّتُحِبُّوْنَ الْمَالَ حُبًّا جَمًّا ﴿۲۰﴾ كَلَّآ إِذَا دُكَّتِ الْأَرْضُ دَكًّا

اور پیار کرتے ہو مال کو جی بھر کر۔ کوئی نہیں! جب پست کر دی زمین کوٹ

دَكًّا ﴿۲۱﴾ وَّجَآءَ رَبُّكَ وَالْمَلَكُ صَفًّا صَفًّا ﴿۲۲﴾ وَجِايْٓءَ

کوٹ کر۔ اور آئے تیرا رب، اور فرشتے آئیں قطار قطار۔ اور لائی

يَوْمَئِذٍ بِجَهَنَّمَ ۙ يَوْمَئِذٍ يَّتَذَكَّرُ الْإِنْسَانُ وَأَنّٰى لَهُ

اس دن دوزخ کو۔ اس دن سوچے آدمی، اور کہاں ملے اس کو

الذِّكْرٰى ﴿۲۳﴾ يَقُوْلُ يٰلَيْتَنِيْ قَدَّمْتُ لِحَيَاتِيْ ﴿۲۴﴾ فَيَوْمَئِذٍ

سوچنا؟ کہے کسی طرح میں کچھ آگے بھیجتا اپنے جیتے۔ پھر اس دن

لَّا يُعَذِّبُ عَذَابَهٗٓ أَحَدٌ ﴿۲۵﴾ وَّلَا يُوْثِقُ وَثَاقَهٗٓ أَحَدٌ ﴿۲۶﴾

مار نہ دے اس کی سی کوئی۔ اور باندھ نہ رکھے اس کا سا کوئی۔

يٰٓأَيَّتُهَا النَّفْسُ الْمُطْمَئِنَّةُ ﴿۲۷﴾ ارْجِعِيْٓ إِلٰى رَبِّكِ رَاضِيَةً

اے جی! جس نے چین پکڑ لیا، پھر چل اپنے رب کی طرف، تو اس سے راضی

مَّرْضِيَّةً ﴿۲۸﴾ فَادْخُلِيْ فِيْ عِبٰدِيْ ﴿۲۹﴾ وَادْخُلِيْ جَنَّتِيْ ﴿۳۰﴾

وہ تجھ سے راضی۔ پھر مل میرے بندوں میں۔ اور داخل ہو میری بہشت میں۔

تاریخ اقوام مکذبین و تقسیم فطرت انسانی

بصورت شقاوت و سعادت

قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى: وَالْفَجْرِ وَلَيَالٍ عَشْرٍ ...... اِلٰى ...... وَادْخُلِيْ جَنَّتِيْ

ربط: گزشتہ سورت میں قیامت کے احوال ذکر کیے گئے تھے اور یہ کہ ان ہولناک واقعات کا انسانی قدرت اور مادی اسباب کے دائرہ میں کوئی مقابلہ اور دفاع نہیں ہو سکتا، مقابلہ اور مدافعت تو درکنار اس پر بدحواسی اور اضطراب کا یہ عالم ہوگا کہ انسان اپنے آپ کو بے بس دیکھ رہا ہوگا اور مجرمین پر خداوند عالم کا ایسا عذاب مسلط ہوگا کہ اس کا تصور ہی نہیں کیا جاسکتا، تو اب اس سورت میں بالخصوص ایسے عبرتناک تاریخی واقعات بیان فرمائے گئے جنکو پڑھ کر ہر انسان عبرت حاصل کرے اور سمجھے کہ خدا کی نافرمان قومیں اور اس کے رسولوں کی تکذیب کرنے والی بڑی سے بڑی طاقت ور قوم جب اس طرح ہلاک کر دی گئی تو پھر کس کی مجال ہے کہ اللہ کے پیغمبر کا انکار کر کے اس کے عذاب سے بچ سکے، ارشاد فرمایا قسم ہے فجر کے وقت کی جس کے طلوع اور صبح صادق کی روشنی کے عالم میں پھیل جانے کے منظر کو دیکھ کر اندازہ لگایا جاسکتا ہے کہ بس اسی طرح اب کفر و ضلالت کی ظلمتوں اور شرک و بدعات کی تاریکیوں کو پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم کا نور رسالت دور کرنے کے لئے صبح صادق بن کر طلوع ہو چکا ہے، اور قسم ہے دس راتوں کی ماہ ذوالحجہ کی جو بڑی فضیلتوں اور برکتوں میں بہت ہی اعلیٰ مقام رکھتی ہیں، اور قسم ہے جفت اور طاق کی جو کہ یوم النحر یعنی ذوالحجہ کی دسویں تاریخ ہے اور یوم عرفہ جو نویں تاریخ اور طاق ہے یا وہ نمازیں جو شفع اور جفت ہیں مثلاً صبح، ظہر، عصر اور عشاء اور جو طاق ہے مثلاً مغرب اور صلوٰۃ الوتر، یا رمضان کے عشرہ اخیرہ کی طاق اور جفت راتیں اور قسم ہے رات کی جب کہ وہ ڈھلنے اور گذرتے ہوئے تاریکی کی آخری منزل پر پہنچ جائے حتیٰ کہ صبح کا نور اس پر چھا جائے، کیا نہیں ہے ان چیزوں کی قسم پوری پوری عظمت والی عقل والوں کے لیے؟ بلاشبہ ان احوال اور اوقات کی عظمت ہر صاحب عقل جانتا ہے اور کلام الٰہی میں ان کی قسم کھائی گئی تو یقیناً وہ اس قسم کی عظمت کو سمجھے گا، جیسا کہ ارشاد ہے وَاِنَّهٗ لَقَسَمٌ لَّوْ تَعْلَمُوْنَ عَظِيْمٌ اور ہر صاحب غور کرے گا کہ جن احوال اور زمانوں کو بطور قسم ذکر کیا جا رہا ہے جواب قسم اور مدعیٰ کو ثابت کرنے کے لیے بہت کافی ہے۔ اور یہ قسم بہت بڑی قسم ہے بے شک

ؔ ان الفاظ میں اشارہ ہے اس امر کی طرف یہ مضمون اور اذا یغشیٰ کا مفہوم آیت مبارکہ وَالَّيْلِ اِذْ اَدْبَرَ وَالصُّبْحِ اِذَآ اَسْفَرَ، ہی والا مضمون ہے۔

وہ پروردگار بڑی قدرت و عظمت والا ہے وہی یکتا خالق و قادر ہے اس لیے ہر انسان کو چاہیے کہ
اس کی اطاعت و فرمانبرداری کے لیے تیار ہو جائے اس کے پیغمبر کی بات پر ایمان لائے اور سمجھ لے کہ
نافرمانی کا انجام ہلاکت و بربادی کے سوا کچھ نہیں، اور یہ محض دعویٰ ہی نہیں بلکہ تاریخی حقائق اور وہ عبرتناک
واقعات ہیں جن سے اہل عرب بھی بخوبی واقف ہیں تو اے مخاطب کیا تو نے نہیں دیکھا کہ کیسا کیا تیرے رب
نے قوم عاد کے ساتھ جو ارم میں تھے بڑے بڑے ستونوں والے۔ ان کی عالیشان عمارتیں اور بلند ستونوں
پر قائم محلات اور بیرونی ساحت میں اونچے اونچے خیمے ان کی عظمت اور طاقت و شوکت کے واضح
نشانات تھے، کہ ان جیسی کوئی قوم پیدا نہیں کی گئی تھی، دوسرے تمام شہروں میں خود ان کے ڈیل ڈول
طول قد و قامت اور مضبوط بدن اور مال و دولت کی فراوانی اور عیش و عشرت کا یہ مقام کہ اونچے محلوں
اور قلعوں میں زندگی گذار رہے تھے اور تاریخی لحاظ سے اسی قوم کو یہ تمام عظمتیں اور قوتیں حاصل تھیں اور
قوم ثمود کے ساتھ جنہوں نے پتھروں اور چٹانوں کو تراشا وادی میں اور وادی القریٰ میں پہاڑوں کو تراش
کر محفوظ و مضبوط مکانات بنائے تھے اور فرعون کے ساتھ جو میخوں والا تھا کہ اس کی سرکشی و ظلم کی حد تھی
اور لوگوں کو دیوار کے ساتھ ہاتھ پاؤں میں میخیں ٹھوک کر نصب کرتا تھا۔ جنہوں نے سرکشی اختیار کر رکھی تھی
شہروں میں اور جگہ جگہ ظلم و ستم ڈھاتے پھرتے۔ بس ان کی شان و شوکت اور قوت طاقت اسی بات کے
لیے تھی، تو انہوں نے خوب دل کھول کر فساد برپا کیا ان شہروں میں۔ معصوموں اور بے گناہوں کا قتل عام
شروع کر دیا۔ خدا کی نافرمانی کے علاوہ یہ ظلم و ستم اور سرکشی کا انجام ظاہر ہے کہ ہلاکت اور بربادی کی صورت
میں رونما ہوا تھا، چنانچہ خوب برسایا ان پر اے مخاطب تیرے رب نے عذاب کا کوڑا اور وہ ایسا عذاب
تھا کہ ان قوموں کا نام و نشان بھی مٹ گیا، بے شک تیرا رب تو لگا ہوا ہے گھات میں ایسے مجرموں کی،
پھر کون مجرم ہے جو اس کی گرفت سے نکل سکے، چنانچہ یہ قومیں جن کو ان کے مال و دولت عیش و عشرت اور
طاقت و سلطنت نے مغرور و مست بنا رکھا تھا، اور طغیانی و سرکشی میں انہوں نے وہ ظلم و ستم ڈھائے کہ حد نہ
چھوڑی اور ایسا سر اٹھایا کہ گویا ان کے سروں پر کوئی حاکم ہی نہیں اور تصور تک نہ رہا کہ ان سے انتقام لینے
والا بھی کوئی حاکم موجود ہے تو اس رب العالمین نے جو کائنات کا مالک ہے اس کی طاقت کے سامنے
دنیا کی کوئی حقیقت نہیں ان کو اپنی گرفت میں ایسا پکڑا کہ پلک جھپکنے کی بھی مہلت نہ مل سکی، آناً فاناً ان

لہ: بعض مورخین کہتے ہیں کہ ارم قوم عاد کے جد اعلیٰ کا نام تھا ان ہی کو عاد اولیٰ بھی کہا گیا۔ ۱۲

لہ: بعض مفسرین ذوالاوتاد اور میخوں والے کی تفسیر میں اس کا لاؤ لشکر بیان کرتے ہیں کہ جب
وہ باہر نکلتا اور اس کا لشکر ساتھ ہوتا تو جنگلوں اور میدانوں میں ٹھیرنے کے لیے خیمے گاڑے
جاتے اور ان خیموں کو نصب کرنے کے لیے میخیں ساتھ ہوتیں تو اس لحاظ سے فرعون کو ذوالاوتاد
یعنی میخوں والا کہا گیا۔ ۱۲

اللہ کی بندگی پر راضی و مطمئن ہوا اور اسی کی رضا و خوشنودی کو اپنے لیے سکون و چین جان لیا۔ لوٹ جا تو اپنے رب کی طرف اس طرح کہ تو بھی خوش ہونے والا ہو اپنے رب کے انعامات پر اور تجھے پسند کیا جا رہا ہو۔ تیرے رب کی بارگاہ میں تیرے ایمان و عمل صالح کو قبول کرتے ہوئے۔ صرف اسی حد تک اعزاز و اکرام نہ ہوگا کہ یہ بشارت اپنے مرنے کے وقت سن لے۔ جب کہ فرشتے اس کی روح قبض کر کے آسمان کی طرف اس کے پروردگار کے پاس لیجا رہے ہوں جہاں سے وہ آیا تھا اور اب اپنی اصلی جگہ لوٹ کر جا رہا ہے۔ اسی وجہ سے اس کو خطاب لفظ ارجعی یعنی لوٹ جا تو سے کیا جاتا ہوگا اور اللہ کا جو مقرب بندہ اس مقام پر پہنچا ہوگا وہ بلاشبہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے اس فرمان کا مصداق ہوگا مَنْ اَحَبَّ لِقَاءَ اللّٰهِ اَحَبَّ اللّٰهُ لِقَاءَهٗ۔ بلکہ مزید برآں یہ بھی کہا جاتا ہوگا کہ تجھ داخل ہو جا میرے مخصوص و مقرب بندوں میں اور داخل ہو جا میری جنت میں۔ جو فردوس اعلیٰ ہے۔ اور اللہ رب العزت نے اپنے ان بندوں کے واسطے اس کو مہیا کر رکھا ہے۔ جس پر اس کا خصوصی انعام ہوگا۔ اور اس طرح یہ نفس مطمئنہ رکھنے والا مومن بندہ مطیع و منیب الی اللہ ہونے کی وجہ سے اسی گروہ میں شامل کر دیا جائے گا۔ جن کے بارہ میں ارشاد فرما دیا گیا کہ اُولٰٓئِكَ مَعَ الَّذِيْنَ اَنْعَمَ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ مِّنَ النَّبِيّٖنَ وَالصِّدِّيْقِيْنَ وَالشُّهَدَآءِ وَالصّٰلِحِيْنَ وَحَسُنَ اُولٰٓئِكَ رَفِيْقًا۔

قدیم اقوام میں ارم ذات العماد کی تاریخی عظمت اور قہر خداوندی سے ہلاکت

اس آیت مبارکہ "اَلَمْ تَرَ كَيْفَ فَعَلَ رَبُّكَ بِعَادٍ اِرَمَ ذَاتِ الْعِمَادِ" میں حق تعالیٰ نے قوم عاد کے اس تاریخی واقعہ کی طرف اشارہ فرمایا ہے جو اس عظیم اور طاقتور قوم کی ہلاکت و بربادی کا اہل عرب میں مشہور و معروف تھا۔ اِرَمَ ذَاتِ الْعِمَادِ لفظ عاد سے بدل اور اس کا بیان ہے جو بطور تفسیر و توضیح لفظ عاد کے بعد ذکر فرمایا گیا۔ یہ قوم عاد ارم کے عنوان سے معروف تھی۔ اور ان کو عاد اولیٰ بھی کہا جاتا تھا جیسا کہ وَاَنَّهٗٓ اَهْلَكَ عَادَا الْاُوْلٰى آیت میں گذر چکا۔ ارم ان کے جد اعلیٰ کا نام تھا۔ اور عرب میں قوموں اور قبیلوں کا انتساب جد اعلیٰ کی طرف مروج تھا۔ یہ لوگ نہایت بلند قد و قامت والے تھے۔ مال و دولت کی فراوانی کی بھی حد نہ تھی۔ بلند ترین مکانات، قلعے اور محلات تعمیر کرتے تھے۔ اسی وجہ سے ان کو ذات العماد یعنی ستونوں والے کے لقب سے تاریخ میں تعبیر کیا گیا۔ یہ قوم اپنے بزرگوں کے مقابر بھی نہایت بلند اور عالیشان بنایا کرتے تھے ان کی عمارات اور شان و شوکت کے آثار خود اپنی مثال تھے دیگر علاقوں اور شہروں میں اس کی مثال مشکل تھی تو اسی بناء پر ان کی حالت بیان کرتے ہوئے قرآن کریم نے۔ لَمْ يُخْلَقْ مِثْلُهَا فِي الْبِلَادِ۔ بھی فرمایا۔ تاریخی نقول سے معلوم ہوتا ہے کہ عاد دو قرنوں پر مشتمل قوم گذری ہے۔ ایک عاد اولیٰ جس کو عاد قدیم بھی کہا جاتا تھا۔ ان ہی کو اس مقام پر عاد ارم سے تعبیر کیا گیا۔ ان کے جد امجد

ارم کے نام سے یہاں ایک خوبصورت شہر بھی تھا، جو عرب علاقوں میں بے مثال شہر ہوتا تھا۔

کہا جاتا ہے کہ یہ لوگ ملک یمن کے علاقہ حضرموت میں احقاف کی سرزمین میں رہا کرتے تھے۔ خداوند عالم کی دی ہوئی نعمتوں سے اس قدر مست ہوئے کہ حد درجہ عیش و عشرت نفس پرستی اور بدکاری اپنا شیوہ بنالیا۔ ان ہی کی طرف حضرت ہود علیہ السلام مبعوث ہوئے، جیسا کہ ارشاد ہے وَإِلَىٰ عَادٍ أَخَاهُمْ هُودًا لیکن جب نافرمانی اور سرکشی حد سے بڑھ گئی تو ہوا کا طوفان ان پر مسلط ہوا اور ہلاک کر دیئے گئے بعض مورخین کا خیال ہے کہ یہ قوم حضرت نوح علیہ السلام کے طوفان کے بعد یمن میں آباد ہوئی۔ ان کا عروج اس حد تک پہنچا کہ عرب، مصر اور بعض دیگر ممالک پر بھی ان کی سلطنت ہوگئی۔ بدکاری اور عیاشی میں اس قدر بڑھ گئے کہ جانوروں کو بھی پیچھے چھوڑ دیا۔ انبیاء علیہم السلام نے ہر چند نصیحت کی لیکن راہ راست پر نہ آسکے حتیٰ کہ ہود علیہ السلام کا زمانہ آیا اور ان کی نافرمانی میں جب حد سے زیادہ غلو ہوا تو ہوا کے طوفان نے ان کو ہلاک کر ڈالا، اور عذاب الٰہی کا کوڑا جب ان پر برسنا شروع ہوا تو سلطنتیں بھی ختم ہوگئیں۔ تمام عیش و عشرت کے سامان بھی ہاتھ سے نکل گئے اور مصائب اور پریشانیوں میں اس قدر گھر گئے کہ شاید ہی دنیا میں کوئی قوم ایسے افلاس و مصائب کا شکار رہی ہو۔ عاد قدیم اور عاد اولیٰ سے پیچھے لوگوں کو عاد اخیرہ سے بھی تعبیر کیا گیا۔

حضرت العلامہ حقانی دہلوی قدس اللہ سرہٗ نے اپنی تفسیر میں ان تاریخی نقول کو بیان کرتے ہوئے فرمایا: مروی ہے کہ عاد کے دو بیٹے تھے، شدید اور شداد، یہ ملکوں پر قابض ہوئے، شدید مر گیا تو شداد اس کا قائم مقام ہوا، اس کے اقبال نے ترقی کی، بڑے بڑے شہر اس کے مطیع ہوگئے، اس نے انبیاء علیہم السلام کی تعلیمات میں جنت کا ذکر سنا تو کہا کہ میں بھی ایک ایسی جنت تیار کرتا ہوں تب اس نے یمن کے بعض جنگلوں میں شہر ارم کی بنیاد ڈالی اور تین سو برس میں ایک شہر آباد ہوا جس میں سونے چاندی کے محل اور زبرجد کے ستون تھے، اقسام و انواع کے اس میں باغ لگائے، نہریں جاری کیں، یہ شہر جب بن کر تیار ہوگیا تو تمام ارکان سلطنت کو جمع کرکے اپنے ساتھ لے کر اس شہر کی طرف چلا (تاکہ اپنی تیار کی ہوئی بہشت کی سیر کرائے) شداد جب اپنی بہشت کے قریب پہنچا تو آسمان سے ایک ہیبت ناک کڑک آئی اور اس نے سب کو ہلاک کر ڈالا۔ تاریخی نقول سے ظاہر ہوتا ہے (قوم عاد جس طرح جسمانی لحاظ سے تنومند قد آور میں مضبوط و طویل القامت ہوتے تھے اسی طرح ان کی عمریں بھی طویل ہوتی تھیں اس بنا پر تاریخی روایات میں یہ بھی آتا ہے کہ) شداد نو سو برس تک زندہ رہا۔

یہ بھی ایک روایت بعض کتب تواریخ میں مذکور ہے (واللہ اعلم بالصواب) کہ حضرت ابو قلابہ رضی اللہ عنہ ایک مرتبہ اپنا گمشدہ اونٹ تلاش کرتے ہوئے اس جنگل میں جا نکلے جہاں شہر ارم تھا۔ وہاں ان کو کچھ جواہرات ملے جو اٹھا لائے، امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کو اس کی خبر ہوئی تو بلا کر وہاں کے احوال دریافت کیے اور سن کر یہی خیال ظاہر کیا کہ شاید یہ وہی کھنڈرات ہوں جہاں ارم شہر آباد تھا۔

(کذا فی تفسیر فتح المنان المعروف بہ تفسیر حقانی۔ ۸۔۲۰)

عذابِ خداوندی کی عظمت و شدت

فَيَوْمَئِذٍ لَّا يُعَذِّبُ عَذَابَهُ أَحَدٌ کی تفسیر بالعموم مفسرین کے یہاں یہی کی جاتی ہے کہ ان الفاظ میں حق تعالیٰ صرف زیرنظر روزِ قیامت مجرمین پر جو عذاب ہوگا اس کی شدت بیان کی ہے اور یہ فرمایا ہے کہ قیامت کے روز جو عذاب اللہ رب العزت مجرمین کو دے گا دنیا اور دنیا کی طاقت اس طرح کا شدید عذاب دے ہی نہیں سکتی یہ مفہوم تو واضح اور ظاہر ہے جس طرح آخرت کی نعمتوں اور راحتوں کے برابر دنیا کی کوئی راحت و نعمت نہیں ہو سکتی تو بالکل اسی طرح آخرت کی کلفت اور عذاب کا ہم پلہ کوئی اور کلفت و عذاب نہیں ہو سکتا۔ اسی طرح خدا کی قید اور گرفت بھی ہے لیکن حضرت شاہ عبدالعزیز قدس اللہ سرہٗ ان کلمات کی تفسیر میں یہ فرماتے ہیں کہ اس روز نہ مارے گا اس کا سا مارنا کوئی، نہ آگ نہ دوزخ کے فرشتے نہ سانپ بچھو جو دوزخ میں ہوں گے کیونکہ ان کا مارنا اور دکھ دینا عذاب جسمانی ہے اور حق تعالیٰ کا عذاب اس طرح سے ہوگا کہ مجرم کی روح کو حسرت اور ندامت میں گرفتار کر دے گا۔ جو عذاب روحانی ہے اور ظاہر ہے کہ عذاب جسمانی کو عذاب روحانی سے کیا نسبت۔ نیز نہ باندھے گا اس جیسا باندھنا کوئی۔ کیونکہ دوزخ کے پیادے ہر چند کہ دوزخیوں کے گلے میں طوق ڈال دیں گے اور زنجیروں سے جکڑ لیں گے اور دوزخ کے صندوقوں میں بند کرکے اوپر سے سرپوش رکھ دیں گے جیسے کسی نادار کو چولہے سے ڈھانک دیا جاتا ہے اور بند کر دیا جاتا ہے لیکن ان کی عقل اور خیال کو تو بند نہ کر سکیں گے اور عقل اور خیال کی عادت ہے کہ بہت سی باتوں کی طرف التفات کرتا ہے اور ان میں سے بعض باتیں بعض دوسری باتوں کے واسطے حجاب ہو جاتی ہیں اسی لئے جسمانی قید کی تنگی میں انسان کو عقل اور خیال کی وسعت حاصل ہو جاتی ہے۔ برخلاف اس کے مجرم شخص کے کہ اللہ تعالیٰ اس کے خیال اور عقل کو بھی ادھر ادھر جانے سے روک دے اور بالکل ہمہ تن دکھ اور درد ہی کی طرف متوجہ رکھے تو ایسی قید بدنی قید سے ہزاروں درجہ سخت ہے اور ظاہر ہے کہ ایسی قید کسی کی طاقت میں نہیں۔ اس قید و گرفت میں بس اللہ ہی پکڑ کر سکتا ہے۔ اسی لئے بعض سودائیوں کو جن باغوں اور جنگلوں کی سیر کے وقت بھی (باوجود باغوں کی شادابی اور جنگلوں کی وسعت کے) تنگی اور گھبراہٹ، وہم و خیال کے سبب پیدا ہو جاتی ہے کیونکہ وہ باغ اور وسیع جنگل ان کی نظر میں تنگ معلوم ہوتے ہیں۔

(از افادہ شیخ الاسلام حضرت عثمانی)

فائدہ شاہ ولی اللہ قدس سرہٗ ازالۃ الخفاء میں بیان کرتے ہیں کہ ایک مرتبہ کسی نے آپ کی مجلس میں آیت يَا أَيَّتُهَا النَّفْسُ الْمُطْمَئِنَّةُ کی تلاوت کی۔ اور اس مجلس میں صدیق اکبر رضی اللہ عنہ بھی موجود تھے آپ نے فرمایا، اے ابوبکرؓ! بوقت وفات فرشتہ تم سے یہی کہے گا اور يَا أَيَّتُهَا النَّفْسُ الْمُطْمَئِنَّةُ کہہ کر تمہیں مخاطب کرے گا۔

سُورۃ البلد

سُورۃ البلد بھی مکی سورت ہے، جس کی بیس آیات ہیں۔ اس سورت کا موضوع بھی دیگر مکی سورتوں کی طرح عقیدۂ توحید، ایمان قیامت اور جزاء و سزا کو ثابت کرنا ہے۔ اور دیگر انسانوں کے دو گروہ ابرار و اخیار اور فساق و فجار مختلف گروہ ہیں۔ ہر ایک کے اعمال اور اطوار جدا جدا ہیں، ایک گروہ سعادت و نجات کی طرف جا رہا ہے تو دوسرا گروہ ہلاکت اور عذاب میں اپنے آپ کو مبتلا کر رہا ہے۔

سورۃ کی ابتداء سرزمین حرم کی قسم سے کی گئی جو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا مولد وطن ہے وہیں سے وحی کی ابتدا ہوئی۔ اور ہدایت اور روحانیت کے فیوض و برکات عالم میں اسی سرزمین سے پھیلے۔

ہدایت و سعادت کی دعوت تو انسانی زندگی کے لیے بہت ہی بڑی نعمت تھی۔ اس دعوت کو تو چاہیے تھا کہ اہل مکہ قبول کرتے اور اس کے حاصل کرنے کے لیے دوڑتے، مگر ان کی بدنصیبی کہ اس سے انحراف کیا اور رسول خدا کے ساتھ دشمنی اور مقابلہ شروع کر دیا۔ اسی مناسبت سے دنیا میں انسانوں کی دو گروہوں کی تقسیم فرما دی گئی۔ اور قانون جزاء و سزا کا بھی ذکر فرما دیا گیا۔

سورۃ بلد مکی ہے۔ اس کی بیس آیتیں ہیں۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

شروع اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم والا۔

لَآ اُقْسِمُ بِهٰذَا الْبَلَدِ ﴿۱﴾ وَاَنْتَ حِلٌّۢ بِهٰذَا الْبَلَدِ ﴿۲﴾

قسم کھاتا ہوں اس شہر کی۔ اور تجھ کو قید نہ رہے گی اس شہر میں۔

وَوَالِدٍ وَّمَا وَلَدَ ﴿۳﴾ لَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ فِيْ كَبَدٍ ﴿۴﴾

اور جننے کی اور جو جنا۔ ہم نے آدمی بنایا محنت میں۔

أَيَحْسَبُ أَن لَّن يَقْدِرَ عَلَيْهِ أَحَدٌ ﴿٥﴾ يَقُولُ أَهْلَكْتُ

کیا خیال رکھتا ہے کہ اس پر بس نہ چلے گا کسی کا ؟ کہتا ہے میں نے کھپا دیا

مَالًا لُّبَدًا ﴿٦﴾ أَيَحْسَبُ أَن لَّمْ يَرَهُ أَحَدٌ ﴿٧﴾ أَلَمْ نَجْعَل

مال ڈھیروں ۔ کیا خیال رکھتا ہے کہ دیکھا نہیں اس کو کسی نے ۔ بھلا ہم نے نہیں دیں

لَّهُ عَيْنَيْنِ ﴿٨﴾ وَلِسَانًا وَشَفَتَيْنِ ﴿٩﴾ وَهَدَيْنَاهُ النَّجْدَيْنِ ﴿١٠﴾

اس کو دو آنکھیں ۔ اور زبان اور دو ہونٹ ۔ اور سوجھا دیں اس کو دو گھاٹیاں ۔

فَلَا اقْتَحَمَ الْعَقَبَةَ ﴿١١﴾ وَمَا أَدْرَاكَ مَا الْعَقَبَةُ ﴿١٢﴾ فَكُّ

سو نہ ہمک سکا گھاٹی پر ۔ اور تو کیا بوجھا کیا ہے وہ گھاٹی ۔ چھڑانا

رَقَبَةٍ ﴿١٣﴾ أَوْ إِطْعَامٌ فِي يَوْمٍ ذِي مَسْغَبَةٍ ﴿١٤﴾ يَتِيمًا ذَا

گردن کا ۔ یا کھلانا بھوک کے دن میں ۔ بن باپ کے لڑکے کو

مَقْرَبَةٍ ﴿١٥﴾ أَوْ مِسْكِينًا ذَا مَتْرَبَةٍ ﴿١٦﴾ ثُمَّ كَانَ مِنَ

جو ناتے والا ہے ۔ یا محتاج کو جو خاک میں رُلتا ہے ۔ پھر ہوا ایمان

الَّذِينَ آمَنُوا وَتَوَاصَوْا بِالصَّبْرِ وَتَوَاصَوْا بِالْمَرْحَمَةِ ﴿١٧﴾

والوں میں ، جو تاکید کرتے ہیں سہارنے کی ، اور تاکید کرتے ہیں رحم کھانے کی ۔

أُولَٰئِكَ أَصْحَابُ الْمَيْمَنَةِ ﴿١٨﴾ وَالَّذِينَ كَفَرُوا بِآيَاتِنَا

وہ لوگ ہیں بڑے نصیب والے ۔ اور جو منکر ہوئے ہماری آیتوں سے

هُمْ أَصْحَابُ الْمَشْأَمَةِ ﴿١٩﴾ عَلَيْهِمْ نَارٌ

وہ ہیں کم بختی والے ۔ انہی کو آگ میں

مُّؤْصَدَةٌ ﴿٢٠﴾

موندا ہے ۔

انقسام عمل در خیر و شر مع بیان عظمت مہبط وحی و سرچشمۂ ہدایت

قال اللہ تعالیٰ: لَآ اُقْسِمُ بِهٰذَا الْبَلَدِ ۔۔۔۔۔۔ الیٰ ۔۔۔۔۔۔ نَارٌ مُّؤْصَدَةٌ

ربط: سورۃ الفجر میں پانچ اہم اور عظیم امور کی قسم کھا کر ہر صاحب عقل اور فہم کو اس امر کی دعوت دی گئی تھی کہ وہ عقل اور فطرت کی روشنی میں خداوند عالم کی عظمت و قدرت کو پہچانے اس کی خالقیت و ربوبیت پر ایمان لائے جو ہر انسان کو فلاح و سعادت کے مقام تک پہنچانے والی ہے۔ اور جو قومیں عقل و فطرت کی ان صلاحیتوں کو ضائع کر کے سرکشی اور نافرمانی پر ڈٹی رہیں جیسے قوم عاد و ثمود اور فرعون تو تاریخ میں ان کا عبرت ناک انجام بھی دنیا کے سامنے آچکا۔ تو اس سورت میں سرزمین مکہ مکرمہ کی قسم کھا کر اس کی عظمتوں کو اسی طرح مخاطب کے سامنے ظاہر کرتے ہوئے عمل کی تقسیم خیر و شر کی طرف کی جا رہی ہے، اور یہ کہ اسی طرح انسانوں کے گروہ بھی ان دو قسموں میں منقسم ہیں ایک گروہ ابرار و نیکوکاروں کا اور دوسرا نافرمان اور فاجروں کا۔ اس ضمن میں انسانی عقول کو حق و ہدایت کی رہنمائی اور ترغیب دلائی گئی اور ہلاکت و خسران سے بچنے کی تنبیہ کی گئی۔

ارشاد فرمایا، قسم کھاتا ہوں میں اس شہر مکہ مکرمہ کی، اور آپ کے لئے حلت و آزادی ہوگی اس شہر میں جب کہ کسی شہر میں کسی کو قتال کی اجازت نہیں مگر فتح مکہ کے وقت یہ آپ کے لئے حلال کر دیا جائے گا۔ جیسے کہ حدیث میں ارشاد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہے فتح مکہ اور اس وقت کے مقابلہ اور قتال ہی کا ذکر کرتے ہوئے، انھا لم تحل لاحد قبلی ولن تحل لاحد بعدی وانما احلت لی ساعۃ من نہار، کہ یہ شہر مکہ اور حرم مجھ سے پہلے کسی کے لئے بھی حلال ہوا اور نہ ہی ہمارے بعد کسی کے لئے حلال ہوگا اور میرے واسطے صرف دن کے ایک حصہ میں حلال کیا گیا جس میں قتال بھی کیا گیا اور مجرمین کو اس جگہ اور حدود حرم ہی میں سزا بھی دی گئی حتیٰ کہ کسی مجرم کو دیوار کعبہ کے پاس قتل کیا گیا تاکہ اس مقدس مقام کی ابدی تطہیر ہو جائے یا یہ کہ آپ اس شہر میں اترنے والے ہیں۔ اور حل بمعنی حال نازل ہو یعنی اگرچہ اس وقت مکی زندگی میں اہل مکہ کی طرف سے اے پیغمبر آپ ہر قسم کی تکلیف و مشقت اور مصائب میں گھرے ہوئے ہیں لیکن آپ اسی شہر میں جس کو چھوڑ کر ہجرت بھی کرنا پڑے گی خدا کی قدرت اور اس کے فضل و کرم سے فاتحانہ انداز میں اتریں گے جیسے کوئی معزز مہمان کسی بڑی عزت کے ساتھ اتارا جائے۔ چنانچہ یہ وعدۂ الٰہی مکی زندگی میں اس وقت کیا گیا جب کہ مادی اسباب میں کوئی تصور بھی نہیں کیا جا سکتا۔ سنہ ۸ ہجری میں فتح مکہ

جَلّٰىهَا ۝۳ وَالَّيْلِ اِذَا يَغْشٰىهَا ۝۴ وَالسَّمَآءِ وَمَا بَنٰىهَا ۝۵

اسکو روشن کرے۔ اور رات کی جب اسکو ڈھانک لیوے۔ اور آسمان کی اور جیسا اسکو بنایا۔

وَالْاَرْضِ وَمَا طَحٰىهَا ۝۶ وَنَفْسٍ وَّمَا سَوّٰىهَا ۝۷ فَاَلْهَمَهَا

اور زمین کی اور جیسا اسکو پھیلایا۔ اور جی کی اور جیسا اسکو ٹھیک بنایا۔ پھر سمجھ دی اسکو

فُجُوْرَهَا وَتَقْوٰىهَا ۝۸ قَدْ اَفْلَحَ مَنْ زَكّٰىهَا ۝۹ وَقَدْ

ڈھٹائی کی اور بچ چلنے کی۔ مراد کو پہنچا جس نے اسکو سنوارا۔ اور نامراد ہوا

خَابَ مَنْ دَسّٰىهَا ۝۱۰ كَذَّبَتْ ثَمُوْدُ بِطَغْوٰىهَآ ۝۱۱ اِذِ

جس نے اس کو خاک میں ملا دیا۔ جھٹلایا ثمود نے اپنی شرارت سے۔ جب

انْۢبَعَثَ اَشْقٰىهَا ۝۱۲ فَقَالَ لَهُمْ رَسُوْلُ اللّٰهِ نَاقَةَ اللّٰهِ

اٹھ کھڑا ہوا ان میں بڑا بدبخت۔ پھر کہا ان کو اللہ کے رسول نے خبردار ہو اللہ کی اونٹنی سے

وَسُقْيٰهَا ۝۱۳ فَكَذَّبُوْهُ فَعَقَرُوْهَا فَدَمْدَمَ عَلَيْهِمْ

اور اسکے پینے کی باری سے۔ پھر انہوں نے اس کو جھٹلایا۔ پھر وہ کاٹ ڈالی پھر الٹ مارا

رَبُّهُمْ بِذَنْۢبِهِمْ فَسَوّٰىهَا ۝۱۴ وَلَا يَخَافُ عُقْبٰهَا ۝۱۵

ان پر ان کے رب نے ان کے گناہ سے، پھر برابر کر دیا۔ اور وہ نہیں ڈرتا کہ پیچھا کریں گے۔

استعداد خیر و شر در طبیعت بشریہ و معیار سعادت و شقاوت

قال اللہ تعالیٰ۔ وَالشَّمْسِ وَضُحٰهَا ۔۔۔۔۔ الیٰ ۔۔۔۔۔ وَلَا يَخَافُ عُقْبٰهَا

ربط: گزشتہ سورت میں انسانی تخلیق کا ذکر کرتے ہوئے یہ فرمایا گیا تھا کہ وَهَدَيْنٰهُ النَّجْدَيْنِ۔ یعنی انسان کو دونوں راستے دکھا دیئے خیر کا راستہ بھی اور شر کا بھی ہدایت بھی اور گمراہی بھی اور اس پر کیفیہ

ترغیب دی گئی کہ انسان سعادت اور نجات کی گھاٹی اختیار کرلے، تو اس مناسبت سے اب اس سورۂ والشمس میں یہ ظاہر فرمایا جا رہا ہے کہ انسان اپنی فطرت اور جبلت کے لحاظ سے خیر وشر ہر دو کی استعداد رکھتا ہے اور یہ کہ نفس انسانی جب ان دونوں صلاحیتوں کا حامل ہے تو ضروری ہے کہ اس نفس کو عمل راستہ پر ڈالنے اور چلانے والی طاقت یعنی اس کی عقل خیر کی طرف اس کا رخ کرے اس کو ہر گندگی سے پاک رکھتے ہوئے فلاح وسعادت کی منزل تک پہنچ جائے۔ اس کے برعکس اگر انسان کی قوت عاقلہ گمراہی کی ظلمتوں سے اندھی ہو کر شر کا راستہ اختیار کرلے تو اس کا انجام نفس انسانی کو گندگی میں آلودہ کرنا، اور سعادت وفلاح سے محروم کرکے نفس کو ہلاکت وتباہی میں ڈالنا ہوگا تو فَاَلْهَمَهَا فُجُوْرَهَا وَتَقْوٰىهَا، اور قَدْ اَفْلَحَ مَنْ زَكّٰىهَا وَقَدْ خَابَ مَنْ دَسّٰىهَا میں اسی طرف اشارہ ہے۔ اسی مقصد کو واضح اور ثابت کرنے کے لئے اس مقام پر حق تعالیٰ نے سات چیزوں کی قسم کھائی جو بالترتیب لفظ وَالشَّمْسِ سے وَنَفْسٍ وَّمَا سَوّٰىهَا تک مذکور ہیں، اور یہ اس طرح ثابت کیا گیا کہ حیات دنیوی کیلئے جس طرح سورج اور اس کی روشنی ضروری ہے دن کی روشنی اور رات کی تاریکی اپنے تناوب وتعاقب سے نظام حیات کے سلسلہ کو قائم رکھے ہوئے ہے، بالکل اسی طرح خیر کی راہنمائی اور انسان کی روحانی زندگی کا نظام آفتاب نبوت کے بغیر ممکن نہیں ہے جس طرح سورج کی روشنی میں انسان سیاہ وسپید اور نافع ومضر کا امتیاز کرسکتا ہے اسی طرح تعلیمات نبوت سے انسان خیر وشر اور سعادت وشقاوت کو بخوبی سمجھ سکتا ہے۔

آفتاب ومہتاب دن اور رات آسمان اور زمین سے انسانی حیات کا رشتہ کسی حال میں بھی منقطع نہیں ہوسکتا، مثلاً دنیا کی کھیتی میں آفتاب کی گرمی سے زمین میں ڈالے ہوئے بیج شق ہو کر باہر نکلتے ہیں، پھر یہی حرارت اس کی نشوونما کرتی ہے، آفتاب ہی کی گردش سے موسموں کی تبدیلی ہوتی ہے، چاند کی برودت سے پھل اور پھولوں میں تازگی آتی ہے اور ان میں رس پڑتا ہے، دریا میں مد وجزر پیدا ہوتا ہے، رات کی تاریکی میں وہ آفتاب کا خلیفہ اور بدل ہے، دن میں کاروبار کا سلسلہ رہتا ہے تو رات میں آرام کیا جاتا ہے اور دن بھر کی تکان کے بعد سکون حاصل ہوتا ہے۔ رات کی شبنم دن کی گرمی اور تپش کا تدارک کرتی ہے۔ آسمان سے بارش کا برسنا زمین سے اگنے والے جملہ نباتات کھیتیوں پھل اور پھولوں کی حیات کا سامان ہوتا ہے، اور یہ تمام تصرفات اس زمین پر ہو رہے ہیں جس میں تخم ڈالا گیا تھا تو بالکل اسی طرح نفس انسانی جس میں زمین کی طرح اللہ رب العزت نے اپنی معرفت وربوبیت اور اطاعت وفرمانبرداری کا تخم عہد الست سے ودیعت رکھ دیا ہے۔ آفتاب نبوت کی روشنی اور حرارت وگرمی سے نشوونما پاتا ہے اور اس پر پھل پھول لگتے ہیں۔ آفتاب نبوت کے ساتھ وحی الٰہی کی بارش اس کی حیات وبقاء کا سامان اور جس طرح آفتاب نہار کے پیچھے قدرت خداوندی نے اس کے نائب چاند کو لگا دیا ہے تو اسی طرح آفتاب نبوت کے بعد اس آفتاب کا جانشین اور خلیفہ حضرات خلفاء راشدین کا وجود وَالْقَمَرِ اِذَا تَلٰىهَا کے مانند بنا دیا گیا، خلفاء راشدین کے وجود ومہتاب نے آفتاب نبوت کی جانشینی ادا کرتے ہوئے نور سے روحانی زندگی

کے لئے راستہ بتایا اور یہ بات قطعاً وہی ہو گئی عَلَيْكُمْ بِسُنَّتِي وَسُنَّةِ الْخُلَفَاءِ الرَّاشِدِينَ الْمَهْدِيِّينَ۔ اور چاند کا نور سورج ہی کا پرتو ہوتا ہے جیسا کہ مشہور ہے نور القمر مستفاد من نور الشمس تو خلفاء راشدین کا نور علم اور ضوء ہدایت درحقیقت آفتاب نبوت ہی کا پرتو تھا۔

ایمانی زندگی بھی مادی زندگی کی طرح لیل و نہار میں منقسم ہے۔ دن کے اوقات میں مختلف عبادات اور اعمال حسنہ کے ذریعے آخرت کا سرمایہ کمایا جا سکتا ہے اس کے بالمقابل رات کا وقت بالعموم راحت اور غفلت کا ہوتا ہے اسی لئے تہجد اور قیام لیل کی خاص فضیلت بیان فرمائی گئی۔

زمین اپنی فراخی اور استعداد کے لحاظ سے باران رحمت کا اثر قبول کرتی ہے کسی حصہ میں شادابی اور پھل پھول لگتے ہیں تو کسی حصہ میں سوائے جھاڑیوں اور کانٹوں کے کچھ نہیں اگتا۔ جیسے کہ ارشاد ہے وَالْبَلَدُ الطَّيِّبُ يَخْرُجُ نَبَاتُهُ بِإِذْنِ رَبِّهِ وَالَّذِي خَبُثَ لَا يَخْرُجُ إِلَّا نَكِدًا بالکل اسی طرح انسانی طبائع اپنی اپنی صلاحیتوں اور وسعتوں کے لحاظ سے آسمانی ہدایت اور علوم نبویہ سے مستفید ہوتے ہیں۔ کوئی کم کوئی زیادہ اور کسی کو ذرہ برابر بھی فائدہ نہیں پہنچتا قطعاً محروم ہی رہتا ہے۔ ؎

باراں کہ در لطافت طبعش خلاف نیست
در باغ لالہ روید و در شورہ بوم و خس

رہی یہ بات کہ آسمان نبوت سے برسنے والی بارشوں سے کسی کا محروم رہنا اور اس کے اثرات کو قبول نہ کرتے ہوئے شر اور گمراہی کے راستہ ہی پر چلتے رہنا اس میں نہ بارش کی کوتاہی اور نہ اس فیض اور ابر رحمت نے کوئی بخل کیا بلکہ خود ان ہدایات نے انسانی فطرت میں بھی خیر و شر کی معرفت رکھ دی تھی تو اس کے بعد تعلیمی ہدایات نے بھی اس فطری جوہر کی بار بار تجدید و تقویت بھی کی مادی اور نفسانی لذتوں میں انہماک نے اس جوہر کو اگر مردہ یا خوابیدہ کر دیا تھا، تو ان تعلیمات نے ترغیب و ترہیب اور انذار و تبشیر سے اس کو زندہ اور بیدار کرنا چاہا پھر بھی اگر محروم رہا تو خطا اس کی ہے کہ اس ابر کرم اور آسمان نبوت سے برسنے والی بارش کا کوئی بخل اور قصور نہیں۔

پھر آسمان کی بلندی اور زمین کی پستی کا ذکر کر کے انسانوں کے مراتب میں بلندی و پستی اور تفاوت درجات کو نمایاں کر دیا۔

غرض آیات مبارکہ میں ان چھ چیزوں اور آخری ساتویں چیز نفس کی قسم کھا کر انسانی افکار کو ان امور کی طرف توجہ دلائی گئی۔ اسی وجہ سے وَنَفْسٍ وَّمَا سَوّٰىهَا فَاَلْهَمَهَا فُجُوْرَهَا وَتَقْوٰىهَا کے بعد متصلاً اصل مقصد بیان مرتب فرمایا گیا یعنی قَدْ اَفْلَحَ مَنْ زَكّٰىهَا وَقَدْ خَابَ مَنْ دَسّٰىهَا آفتاب کی روشنی کی طرح نور نبوت کا تمام عالم میں پھیلنے کا ذکر کتاب یسعیاہ علیہ السلام باب ساٹھ میں اس طرح بطور بشارت مذکور ہے۔

اٹھ روشن ہو کہ تیری روشنی آئی۔ اور خداوند کے جلال نے تجھ پر طلوع کیا ہے کہ دیکھ تاریکی زمین پر چھا گئی اور تیرگی قوموں پر۔ لیکن خداوند تجھ پر طلوع کرے گا۔ اور اس کا جلال تجھ پر نمودار ہوگا

تجرّ کی صورت میں رونما ہوتے ہیں۔ چنانچہ ارشاد فرمایا جا رہا ہے: قسم ہے سورج کی اور اس کی دھوپ چڑھنے کی اس طرح کہ سورج آسمان کے کناروں سے طلوع ہونے کے بعد بلند ہو رہا ہے اور وقت ضحیٰ میں داخل ہونے کے باعث اس کی دھوپ پھیل رہی ہے۔ اور قسم ہے چاند کی جب وہ سورج کے پیچھے پیچھے چلے۔ جیسے فلکیات کے اصول سے ظاہر ہے یا یہ کہ چاند کی روشنی سورج کے غروب ہونے کے بعد ظاہر ہوتی ہے اور قسم ہے دن کی جب کہ وہ سورج کو روشن کر دے اس کی تمازت اور شعاعوں کو نصف النہار پر پہنچ کر۔ یہ روز روشن سورج کے نور کو عکس اور ترقی تر کر دے۔ اور قسم ہے رات کی جب کہ وہ اس کو ڈھانک لے۔ اور رات کی تاریکی دن پر اس طرح چھا جائے کہ سورج کی روشنی کو کچھ بھی نشان دکھائی نہ دے۔ اور قسم ہے آسمان کی اور جو کچھ یا جیسا کہ اس کو بنایا اس میں پیدا کی ہوئی تمام چیزیں یعنی جملہ کواکب و سیارے اور بروج و منازل اور خود آسمان کی عظمت کہ کیسی شان عظمت سے اس کو بنایا۔ اور قسم ہے زمین کی اور جیسا کہ اس کو پھیلایا کہ کیسی عجیب حکمت اور قدرت سے کرۂ ارض بھی پھیلا دیا گیا کہ اس پر بود و باش سہولت سے ہو سکے۔ پھر اس میں مخلوق کی ضرورت کی تمام چیزیں پیدا کر دیں۔ اور قسم ہے انسان کی جان کی اور اس کی کہ اس کو برابر بنایا اعضاء کو عجیب تناسب سے اور کیسی بہتر ساخت سے پیکر جسمانی مرتب فرمایا کہ لَقَدْ خَلَقْنَا الْإِنْسَانَ فِيْ أَحْسَنِ تَقْوِيْمٍ۔

صرف یہی نہیں بلکہ عناصر اربعہ اور اخلاط اربعہ میں بھی ایک ایسا اعتدال عطا کیا کہ اس کا نظام جسمانی بڑی ہی خوبی کے ساتھ قائم و جاری رہے۔ پھر حواس ظاہری کے علاوہ باطنی حواس سے اس کو آراستہ کیا تاکہ وہ فلاح و سعادت کے سو رجان سمجھ اور دیکھ سکے۔ پھر اس کے دل میں ڈالا اس کا فجور و تقویٰ۔ یعنی نفسانی اور بچ کر چلنے کی صلاحیت۔ فسق و فجور نافرمانی اور تقویٰ و طہارت اور اطاعت و بندگی کا شعور اور صلاحیت یعنی اول تو اجمالی طور پر عقل سلیم اور فطرت سمجھ کے ذریعہ بھلائی اور برائی میں فرق کرنے کی صلاحیت دی پھر تفصیلی طور پر انبیاء اور رسولوں کے ذریعے اور صحیفوں اور کتابوں میں آخری کتاب قرآن کریم میں تحقیق و تفصیل

۱ھ: هذا مقتبس من كلام الشيخ مجدد الف ثاني والشاه ولي الله الدهلوي والامام الرازي والعلامة المحدث ابي محمد عبد الحق الحقاني الدهلوي قدس الله اسرارهم — ونفعني الله تعالى وجميع اهل العلم من علومهم آمين۔

۲ھ: ان الفاظ سے مفسرین کی اس رائے کی طرف اشارہ کیا جو اس جگہ مَا کو مصدریہ یا موصولہ لیتے ہیں اور بعض مفسرین نے مَا کو مَن کے معنی میں لیا۔ لے و من بناها مراد یہ کہ قسم ہے آسمان کی اور قسم ہے اس کی جس نے آسمان بنایا۔

۳ھ: یہاں بھی مَا مصدریہ و موصولہ ہے اور بعض کے نزدیک مَن کے معنی میں ہے۔

۴ھ: یہ الہام کا ترجمہ ہے تفصیل گزر چکی۔

سے بتا دیا گیا کہ کون سا راستہ بدی اور برائی یعنی فجور کا ہے اور کون سا راستہ پرہیزگاری اور تقویٰ کا ہے بیشک فلاح و کامیابی حاصل کر لی۔ اس شخص نے جس نے کہ اس نفس کو پاک بنالیا اور اسی نے اپنی مراد پالی اور بیشک نامراد ہوا اور ذلیل و ناکام ہوا وہ جس نے گندگیوں میں اس کو آلودہ کر لیا۔ اور اپنے اس نفس کو خاک میں ملا چھوڑا۔ عفت و تقویٰ کی طہارت سے محروم کر کے شہوت و غضب کے ہاتھ میں اپنی باگ ڈور دیدی، عقل و شریعت سے کوئی سروکار نہ رکھا فطرت کی صلاحیت اور تقاضوں کو بھلا کر خواہش اور ہوائے نفس کا غلام بن گیا۔ اشرف المخلوق ہونے کے باوجود وہ مقام اختیار کیا کہ جانوروں سے بھی زیادہ ذلیل و خوار ہو گیا۔ ایسی ہلاکت و تباہی کی روش اختیار کرنے والے دنیا میں بہت گزرے ہیں۔ تاریخ عالم میں ان کا عبرتناک انجام روشن کی طرح ظاہر ہے چنانچہ ایک عبرتناک مثال یہ ہے کہ جھٹلایا ثمود نے اللہ کے رسول اور اس کی باتوں کو اور نفس کی پاکیزگی کے بجائے اس کو گندگیوں سے آلودہ کیا۔ اپنی سرکشی سے۔ جب کہ اٹھ کھڑا ہوا ان میں ایک بدبخت ترین انسان خدا کے پیغمبر صالح علیہ السلام کی اونٹنی کی کونچیں کاٹ ڈالنے اور ہلاک کرنے کے لئے حالانکہ وہ اونٹنی خود اس قوم کی فرمائش پر بطور معجزہ پہاڑ کی ایک چٹان شق ہو کر نکلی تھی اور انہوں نے یہ وعدہ کیا تھا کہ اے صالحؑ اگر اس چٹان سے ایک اونٹنی آپ نکال دیں تو پھر ایمان لے آئیں گے مگر بجائے ایمان لانے کے اس اللہ کی ناقہ ہی کے دشمن بن گئے اور یہ بھی یاد نہ کیا کہ وہ اپنی نوبت کے روز ہی گھاٹ سے پانی پیئے۔ جس پر اللہ کے رسول نے ان سے کہا خبردار ہو جاؤ اللہ کی اونٹنی اور اس کے پانی پینے کی باری سے۔ ایسا نہ ہو کہ اس کا پانی بند

عه ۱ ان الفاظ سے یہ ظاہر کیا جا رہا ہے کہ الہام فجور کے معنی یہ نہیں کہ انسان کو کہا گیا کہ تو فجور کا کام کر، بلکہ اس سے مراد صلاحیت اور شعور ہے جس سے وہ سمجھ لے کہ بدی اور نیکی کیا ہے۔ حضرت شاہ عبدالقادرؒ فرماتے ہیں کہ الہام فجور و تقویٰ کا یہی مفہوم ہے کہ فجور سے بچنے کا حکم دیا اور تقویٰ کو اختیار کرنے کا حکم دیا۔

استاذ محترم شیخ الاسلامؒ اپنے فوائد میں فرماتے ہیں "اس کے بعد قلب میں جو نیکی کا رجحان یا بدی کی طرف میلان ہو تو ان دونوں کا خالق بھی اللہ تعالیٰ ہے۔ مگر اول میں فرشتہ واسطہ ہوتا ہے اور ثانی میں شیطان پھر وہ رجحان و میلان کبھی بندہ کے قصد و اختیار سے مرتبہ عزم تک پہنچ جاتا ہے اور صدور فعل کا ذریعہ بنتا ہے جس کا خالق اللہ اور کاسب بندہ ہوتا ہے۔ اور اسی کسب خیر و شر پر مجازات کا سلسلہ بطریق تسبیب قائم ہے۔ کذا فی الفوائد۔ اس مسئلہ کی توضیح و تحقیق مسئلہ تقدیر اور مجازات اعمال کا معیار اور اس کی حکمت کے سلسلہ میں پہلے گزر چکی۔ حضرات قارئین مراجعت فرمالیں۔ ۱۲۔

عه ۲ ابتداء سورت یعنی وَالشَّمْسِ سے قسموں کا سلسلہ شروع ہوا اور وَنَفْسٍ وَّمَا سَوّٰىهَا فَاَلْهَمَهَا الخ کے بعد قَدْ اَفْلَحَ مَنْ زَكّٰىهَا جواب قسم ہے۔

عه ۳ تفصیل سورۂ اعراف، ہود اور دیگر مواقع میں گزر چکی۔ ۱۲۔

شخص شریر و سرکش قیدار نامی سے آشنائی تھی، یہ فرمائش کی کہ تو اس اونٹنی کا کام تمام کردے کیونکہ میرے جانوروں کو تکلیف پہنچتی ہے۔ وہ بدبخت اپنے یاروں کو لے کر اس کی تاک میں نکلا اور اس کی کونچیں کاٹ ڈالیں اور پھر سب نے تلواروں سے مار مار کر ٹکڑے کر ڈالا اور قوم میں اس کا گوشت بٹا سب نے خوشی سے پکا کر کھایا اور حضرت صالح علیہ السلام پر تمسخر کرنے لگے، مگر حضرت صالح علیہ السلام نے پہلے بھی اس کام سے منع کر دیا تھا اور کہہ دیا تھا کہ اگر اس کو ہاتھ لگایا تو جان لینا کہ غضب الٰہی آگیا مگر اب تو صاف صاف کہہ دیا کہ تین روز کی مہلت ہے اگر ایمان لایا جائے اور توبہ کی جائے تو کر لو ورنہ ہلاک ہو جاؤ گے اور علامت ہلاکی یہ ہوگی کہ اوّل روز تمہارے چہرے زرد ہو جائیں گے، دوسرے روز سرخ تیسرے روز سیاہ چنانچہ صبح کو جب اُٹھے تو سب کے چہرے زرد تھے۔ یہ دیکھ کر قیدار اور اس کے شریر دوستوں کو حضرت صالح علیہ السلام پر بڑا غصہ آیا چاہا کہ عذاب آنے سے پہلے اونٹنی کی طرح ان کا کام بھی تمام کر دیا جائے یہ قصد کر کے نو بدمعاش شبخون کی نیت کر کے حضرت صالح علیہ السلام کے گھر پر رات کو آئے۔ حمایت الٰہی نے حضرت صالح علیہ السلام کو بچایا وہ بدمعاش صبح کو وہیں مردہ پڑے پائے گئے یہ دیکھ کر قوم کو اور بھی جوش آیا اور ان کا بدلہ لینے کے لئے حضرت صالح پر حملہ آور ہوئے۔ ادھر حضرت صالح علیہ السلام کی جماعت بھی جنگ پر آمادہ ہو گئی آخر یہ فیصلہ ٹھہرا کہ صالح اور ان کی اتباع کرنے والے شہر سے باہر نکل جائیں۔ چنانچہ یہ سب لوگ نکل گئے اور اس بات کو غنیمت جانا۔ یہ روز ان کے چہرے سرخ ہونے کا تھا سب کے منہ لال ہو رہے تھے اگلا روز آیا سب کے منہ سیاہ ہو گئے اور یہ دیکھ کر ان کو یقین ہو گیا کہ اب ضرور کوئی بلا آنے والی ہے اس لئے وہ اپنے ان پہاڑوں کے تراشے ہوئے مکانوں میں چلے گئے جن کی نسبت ان کو گمان تھا کہ یہاں نہ بجلی کا اثر پہنچے گا نہ زلزلہ کا، نہ بارش کا، اتنے میں سیاہ آندھی آئی اور اس کے بعد زلزلہ آیا اور کڑک شروع ہوئی۔ متواتر تین بار ایسی ہیبت ناک آوازیں آئیں کہ سب کی روح پرواز کر گئی کوئی بھی زندہ باقی نہ بچا عذاب واقع ہونے کے بعد حضرت صالح علیہ السلام اس بدبخت قوم کے پاس آئے اُن کی لاشیں اور ان کو اوندھے منہ پڑے دیکھ کر حسرت بھرے انداز میں فرماتے تھے کہ اے قوم تم نے میرے کہنے کو نہ مانا اے بدبخت قوم میں نے تم کو بہت سمجھایا ہے مگر تم نہ سمجھے۔

یہ ہے اس قوم کی مختصر سرگذشت جو عرب میں متواتر منقول تھی۔ اس واقعے کو عموماً ہر شخص جانتا تھا یہ شہر کہ جہاں عذاب آیا حجر ہے۔ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم غزوۂ تبوک میں صحابہ کے ساتھ حجر سے گذرے تو صحابہ کو اس بدبخت قوم کے کنوؤں سے پانی پینے اور وہاں ٹھہرنے سے بھی منع فرما دیا تھا، عرب میں اب تک سیاحوں کو قوم ثمود کے آثار باقیہ شام جاتے آتے دکھائی دیا کرتے ہیں جو اس بدبخت قوم کے حال زار پر عبرت کے آنسوؤں سے رویا کرتے ہیں۔

اسی پر موقوف نہیں اب بھی اس کے قریب قریب حادثات بدبخت قوموں پر گذرتے ہیں مگر وہ اس کو کبھی زلزلہ اور کبھی سمندر کی طغیانی اور کبھی ژالہ باری، بجلی کا صدمہ بتایا کرتے ہیں۔ تم جیسے

دنیا میں جب یورپ میں آتش فشاں مادے سے بستیاں غارت ہوئیں اور اٹلی وغیرہ بلاد میں زلزلے ہزاروں شخص ہلاک ہوئے شہر برباد ہو گئے متعدد واقعات ایسے پیش آئے کہ آسمان سے پتھر برسے۔ ہزاروں کو طوفان آیا اور بستیوں کے نام و نشان ہی مٹ گئے۔ مگر عجیب بات یہ ہے کہ مادہ پرست لوگ ہمیشہ اس قسم کے واقعات کو اتفاقات پر یا کواکب کے عمل پر محمول کرتے ہیں۔ مسبب الاسباب اور قادر مطلق کی قدرت پر ایمان و یقین نہیں ہوتا۔

فَإِنَّا لِلّٰهِ وَإِنَّا إِلَيْهِ رَاجِعُونَ۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

سُورَةُ اللَّيْل

سورۃ اللیل بھی مکی سورت ہے۔ اس سورت میں بالخصوص اس امر کو بڑی تفصیل و تحقیق سے بیان کیا گیا ہے کہ انسان کی عملی کوششیں مختلف قسم کی ہیں ان میں ایک قسم تو ایمان و تقویٰ اور سخاوت بھلائی کی ہے اور دوسری نوع تکذیب حق، غرور و استکبار، بخل و تنگ دلی اور بے ایمانی و تقویٰ سے بے پروائی کی، ایمان و تقویٰ اور اخلاق حسنہ کو ترک و اختیار کرنے والا فرد فلاح کا مستحق ہوتا ہے اور اسی کی راہیں اس پر آسان کر دی جاتی ہیں اس کے بر خلاف تکذیب حق اور غرور و استکبار کا ذریعہ اختیار کرنے والا شقاوت و محرومی کی منزل پر پہنچا دیا جاتا ہے۔

سورت کی ابتداء رات کی تاریکی، دن کی روشنی اور اولادِ آدم میں مذکر و مؤنث کی تخلیق کی قسم کھا کر کی گئی جس سے قدرت خداوندی کی عظمت کا اظہار کرتے ہوئے یہ بتایا جا رہا ہے کہ جس طرح روز و شب کی ظلمت و نور میں فرق ہے اور انسانوں میں مذکر و مؤنث کا تفاوت ہے اسی طرح انسانوں کی جد و جہد میں بھی تفاوت ہے۔

سورت کے اخیر میں انسان کو تنبیہ کی گئی کہ وہ مال و دولت کے نشہ میں کبھی بھی دھوکہ میں نہ پڑے کہ یہ دنیوی مال و منال کوئی عزت کی چیز ہے یا دنیا کی دولت کسی کو کسی آفت و پریشانی سے بچا سکتی ہے، اسی کے ساتھ اہل ایمان صالحین کا ایک مثالی نمونہ بھی جس نے ایمان و تقویٰ اور جود و سخاوت سے سعادت کا اعلیٰ ترین مقام حاصل کیا، ذکر کیا گیا، اور وہ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ تھے۔

آیاتھا ۲۱ — سورۃ اللیل مکیۃ ۹۲ : ۹ — رکوعھا ۱

سورۂ لیل مکی ہے اس کی اکیس آیتیں ہیں۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

شروع اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم والا۔

وَالَّيْلِ اِذَا يَغْشٰى ۝ وَالنَّهَارِ اِذَا تَجَلّٰى ۝ وَمَا خَلَقَ الذَّكَرَ

قسم رات کی جب چھا جاوے۔ اور دن کی جب روشن ہو۔ اور اس کی جو اس نے پیدا کیے

وَالْاُنْثٰٓى ۝ اِنَّ سَعْيَكُمْ لَشَتّٰى ۝ فَاَمَّا مَنْ اَعْطٰى وَ

نر اور مادہ۔ تمہاری کمائی بھانت بھانت ہے۔ سو جس نے دیا اور

اتَّقٰى ۝ وَصَدَّقَ بِالْحُسْنٰى ۝ فَسَنُيَسِّرُهٗ لِلْيُسْرٰى ۝

ڈر رکھا۔ اور سچ جانا بھلی بات کو۔ تو اس کو ہم سہج سہج پہنچا دیں گے آسانی میں۔

وَاَمَّا مَنْۢ بَخِلَ وَاسْتَغْنٰى ۝ وَكَذَّبَ بِالْحُسْنٰى ۝

اور جس نے نہ دیا۔ اور بے پروا رہا۔ اور جھوٹ جانا بھلی بات کو۔

فَسَنُيَسِّرُهٗ لِلْعُسْرٰى ۝ وَمَا يُغْنِيْ عَنْهُ مَالُهٗٓ اِذَا تَرَدّٰى ۝

سو اس کو ہم سہج سہج پہنچا دیں گے سختی میں۔ اور کام نہ آوے گا اس کو مال اس کا، جب گڑھے میں گرے گا۔

اِنَّ عَلَيْنَا لَلْهُدٰى ۝ وَاِنَّ لَنَا لَلْاٰخِرَةَ وَالْاُوْلٰى ۝

ہمارا ذمہ ہے سوجھا دینا۔ اور ہمارے ہاتھ میں ہے پچھلا اور پہلا۔

فَاَنْذَرْتُكُمْ نَارًا تَلَظّٰى ۝ لَا يَصْلٰىهَآ اِلَّا الْاَشْقَى ۝

سو میں نے سنا دی تم کو خبر ایک بھڑکتی آگ کی۔ اس میں وہی پڑے گا (پہنچے گا) جو بڑا بدبخت ہے۔

الَّذِيْ كَذَّبَ وَتَوَلّٰى ۝ وَسَيُجَنَّبُهَا الْاَتْقَى ۝ الَّذِيْ

جس نے جھٹلایا اور منہ موڑا۔ اور بچا دیں گے اس سے وہ بڑا ڈر والا۔ جو

يُؤْتِي مَالَهُ يَتَزَكَّىٰ ﴿١٨﴾ وَمَا لِأَحَدٍ عِندَهُ مِن نِّعْمَةٍ

دیتا ہے اپنا مال دل پاک کرنے کو ۔ اور نہیں کسی کا اس پر احسان جس کا

تُجْزَىٰ ﴿١٩﴾ إِلَّا ابْتِغَاءَ وَجْهِ رَبِّهِ الْأَعْلَىٰ ﴿٢٠﴾ وَلَسَوْفَ يَرْضَىٰ ﴿٢١﴾

بدلہ دے ۔ مگر چاہ کر منہ اپنے رب کا جو سب سے اوپر ۔ اور آگے وہ راضی ہوگا ۔

تقسیم جہد و عملیت در حیات انسانی و ترتب ثمرات سعادت و شقاوت

قال اللہ تعالیٰ : وَاللَّيْلِ إِذَا يَغْشَىٰ ...... الیٰ ...... وَلَسَوْفَ يَرْضَىٰ

ربط : گزشتہ سورت میں فوز و فلاح اور شقاوت و بدنصیبی کے اسباب پر کلام تھا اور یہ کہ انسانی نفس کو طہارت و تزکیہ سے آراستہ کر لے تو اس پر دنیا کی عزت و سربلندی اور آخرت کی کامیابی نصیب ہوتی ہے اور اگر نفس کو شہوت کی گندگی میں آلودہ کر لیا جائے تو انسانی شرف سے محرومی کے بعد دنیا کی تباہی اور عذاب آخرت میں مبتلا ہونے کے سوا کوئی نتیجہ نہیں ہوتا ۔ اور دنیا میں بڑی سے بڑی طاقت ور قومیں اسی شقاوت و بدنصیبی کا شکار ہو کر ہلاک ہوئیں اور تاریخ عالم اس کی گواہی دیتی ہے ۔ تو اب اس سورت میں انسان کی عملی جد و جہد کا تفاوت اور اس کا انقسام الی الخیر والی الشر بیان کیا جا رہا ہے اور ساتھ ہی عملی حیثیت سے مکارم اخلاق ایمان و تقویٰ کے ایک عظیم پیکر یعنی سیدنا ابوبکر الصدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی مثال و شان کی بیان کی گئی ہے تاکہ دنیا ان کے نقش قدم پر چلنے کی کوشش کرے اور یہ کہ ہر عمل میں اخلاص اس عمل کی عظمت و مقبولیت کی روح ہے تو ارشاد فرمایا ۔

قسم ہے رات کی جب وہ چھا جائے اور اپنی تاریکی سے تمام فضا کو ڈھانک لے اور قسم ہے دن کی جب کہ وہ روشن ہو اور اس کی روشنی تمام عالم پر محیط ہو جائے اور قسم ہے اس کی جس نے پیدا کیا نر اور مادہ ۔ تو جس طرح رات اور دن اور نر و مادہ مختلف ہیں اپنی صورت میں اور آثار و خواص میں بالکل اسی طرح بلاشک اے انسانو ! تمہاری کوشش اور عملی محنت طرح طرح کی ہے ۔ ہر ایک کے اعمال دوسرے سے مختلف و متقابل ہیں بلحاظ صورت و شکل میں بھی اور نتائج و ثمرات میں بھی سو جس شخص نے عطا کیا یعنی خدا کی راہ میں دیا اور خرچ کیا اور خدا کا تقویٰ اختیار کیا اس کی نافرمانی اور برائیوں سے بچتا رہا اور تصدیق کی اچھی بات کی ۔ ایمان لایا اور ایمان کی باتوں کو سچا سمجھا تو ہم اس کے واسطے آسانی کر دیں گے راحت و سہولت کی

کہ جس پر عمل بھی آسان ہوگا اور اس راستہ پر چل کر انجام راحت و سہولت ہی کا ہوگا اور اس کا حاصل راحت کا مقام جنت ہے جس کا وہ اپنے ایمان اور اعمال اور طاعت و بندگی کی نعمتوں سے مستحق سمجھا جائے گا۔ مگر اس کے بالمقابل جس نے یہ سعادت حاصل نہ کی اور بخل کیا اور بے پرواہی اختیار کی اور خدا سے بے نیاز رہا اور بھلی بات کو جھٹلایا تو ہم اس کے واسطے آسان کر دیں گے دشواری کا راستہ اور وہ عمل اور طریقہ کہ جس کا انجام مشقت اور مصیبت کے سوا کچھ نہیں اور مقام تو آلام و مصائب اور مشقتوں کا اصل مقام جہنم ہے۔

اور اس وقت کام نہ آئے گا اس کو ذرہ برابر اس کا مال جب کہ وہ ہلاکت و مشقت کے گڑھے میں گرے گا اس انسان کو زندگی میں اس کی نافرمانیوں پر ڈھیل دی جائے گی اور جتنا جی چاہے اپنی شقاوت و بدبختی کے کاموں میں اور خود دنیا کی زندگی اختیار کرتا جائے گا تاآنکہ اپنی بداعمالیوں کا انجام دیکھ لے جیسا کہ پہلے شخص کو اپنی توفیق سے نیکی اور تقویٰ کے کاموں میں لگنے دیں گے۔ بالکل جیسے ارشاد ہے کُلًّا نُّمِدُّ هٰٓؤُلَآءِ وَ هٰٓؤُلَآءِ مِنْ عَطَآءِ رَبِّكَ ۚ وَمَا كَانَ عَطَآءُ رَبِّكَ مَحْظُوْرًا۔ بے شک ہمارے ذمہ ہے راہ دکھا دینا ہے نیکی اور تقویٰ کی اور بدی و گمراہی کی ان دونوں راہوں میں سے کسی بھی راہ کا اختیار کرنا خود انسان کا اپنا کام ہے اس لئے وہ جس راہ کو اور جیسے بھی عمل طریقہ کو اختیار کرے گا اس کا ثمرہ اس پر مرتب ہوگا اور بے شک ہمارے ہی لئے اور ہمارا ہے آخرت بھی اور دنیا بھی۔ تو اے انسانو! میں نے ڈرا دیا ہے، ایک ایسی آگ سے جو دہکتی ہوئی ہے۔ اس کے شعلے سمندر کی موجوں کی طرح اٹھ رہے ہیں ہر مجرم اور نافرمان کے لئے مخصوص ہے جس میں کوئی نہیں داخل ہوگا بجز اس شخص کے جو نہایت ہی بدبخت ہے جس نے اللہ کی باتوں کو جھٹلایا اور اللہ کی فرمان برداری سے پیٹھ پھیری اور منہ موڑ لیا تو جہنم کی اس دہکتی ہوئی آگ میں جو کفار و نافرمانوں کے لئے مخصوص کر دی گئی ہے بس ایسے ہی بدبخت انسان داخل ہوں گے اور اس آگ سے دور رکھا جائے گا ایسا شخص جو زیادہ سے زیادہ پرہیزگار ہو جو اپنا مال دیتا ہو اللہ کی راہ میں اس لئے کہ وہ پاک ہو جائے ہر قسم کی کوتاہی اور ہر نوع کی گندگی سے خواہ نفس کی ہو یا عمل کی اور کسی شخص کا بھی اس کی پر احسان نہیں کہ اس کا بدلہ ادا کیا جا رہا ہے بجز اس کے کہ اپنے رب اعلیٰ کی خوشنودی طلب کرتا ہے تو ظاہر ہے کہ اس اخلاص و تقویٰ سے اعلیٰ کوئی مقام نہیں تو ضرور اس بندہ کا یہ عمل اس کے رب اعلیٰ کی بارگاہ میں مقبول ہوگا اور عنقریب اپنے پروردگار کی طرف سے جو نوال عنایات پر خوش ہوگا۔ اور ظاہر ہے کہ ہر انعام اور قدر دانی پر مسرت و خوشی طبعی تقاضا ہے بالخصوص اہل ایمان کا تو شعار ہی یہ ہے کہ وہ اللہ کے فضل و کرم پر فرحان و شاداں ہوں۔ کما قال اللہ تعالیٰ قُلْ بِفَضْلِ اللّٰهِ وَبِرَحْمَتِهٖ فَبِذٰلِكَ فَلْيَفْرَحُوْا۔

طریقوں سے اس امر کے اہل تھے کہ ان کو ولی بنایا جاتا۔ ابوبکر صدیقؓ کی طرح حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے بھی ان
تمام چیزوں سے اپنے خاندان اور عزیزوں کو دور رکھا حتیٰ کہ ان کے احباب اور مخلصین ہر چند کوشش کرتے رہے
کہ عمر فاروقؓ اپنے صاحبزادہ عبداللہ بن عمرؓ کو اپنا جانشین بنا دیں اور ان کے فضائل و اوصاف بیان کر کے
اس امر کے حق میں ہونے کو ثابت بھی کرتے رہے مگر فاروق اعظم نے ان باتوں میں کسی بات کی طرف ادنیٰ توجہ
بھی نہ دی۔ اور جب کسی نے یہ فرمایا کہ اس امر کا بوجھ برداشت کرنے کے لئے تو خطاب کی اولاد میں سے بس عمر ہی
کافی ہے یہ امتحان اللہ کیسی ہی اچھا نہ تھا۔ حتیٰ کہ آئندہ خلیفہ کے انتخاب کے واسطے جو مجلس شوریٰ مرتب فرمائی
اس میں بھی اپنے بیٹے کو شریک رکھا اور صرف اس حد تک اجازت دی کہ وہ مجلس میں مشورہ تو دیں حق نہیں رکھتا ہے۔
اور اگر کوئی بات اس کے خیال میں آئے تو کہہ سکتا ہے لیکن عبداللہ کا شمار ان اراکین شوریٰ میں نہیں ہوگا اور نہ
ہی اس کو کسی فیصلہ کا حق ہوگا۔ تفصیل کے لئے ملاحظہ فرمائیں۔

منتقیٰ الذہبی صفحہ ۲ - منہاج السنۃ ابن تیمیہ ص ۱۷۵ تا ص ۲۹۴۔

حدیث میں ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا سب سے زیادہ اپنے جان و مال سے مجھ پر احسان
کرنے والا (صرف) ابوبکرؓ ہے۔ اور آپ نے یہ بھی فرمایا دنیا میں مجھ پر جس کسی نے بھلا احسان کیا میں نے اس کا
بدلہ دے دیا اس کے احسان کو اتار دیا مگر ابوبکرؓ کا احسان مجھ پر ایسا ہے کہ میں نہیں اتار سکتا۔ اس کا بدلہ اللہ ہی
ان کو قیامت کے روز ادا کرے گا۔ اللہ کی راہ میں اپنا سارا مال خرچ کر دیا نوبت یہاں تک پہنچی کہ پہننے کے لئے
کپڑے بھی نہ رہے، ایک کمبل تھا درخت کا کانٹا لگا کر سینہ پر لپیٹ رکھا تھا اسی حالت میں آنحضرت صلی اللہ
علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ اتنے میں جبرئیل امین بھی نازل ہوئے اور کہا کہ اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم ابوبکرؓ
کو اللہ تعالیٰ بعد سلام کہتا ہے اور پوچھتا ہے کہ اے ابوبکرؓ تم اس فقر میں مجھ سے راضی ہو یا دل میں کچھ
کدورت ہے۔ یہ سننا تھا کہ ابوبکر رضی اللہ عنہ پر ایک وجد کی کیفیت طاری ہو گئی۔ اور بے قراری کے عالم میں
رونے لگے اور کہنے لگے بھلا مجھے اپنے مولا سے کدورت ہو سکتی ہے۔ انا عن ربی راض۔ انا عن
ربی راض کے الفاظ زبان سے جاری ہو گئے اور دیر تک یہی کہتے رہے کہ میں تو اپنے رب سے راضی ہوں،
میں تو اپنے رب سے راضی ہوں۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ کی جو روایت مشکوٰۃ میں ہے اس میں صراحۃً حضرت ابوبکرؓ کے اوصاف کے
لطف اور توجہ کا ذکر ہے۔ اس میں یہ ہے کہ جب آپ سے دربارۂ خلافت ذکر کیا گیا تو آپ نے فرمایا کہ اگر تم لوگ
ابوبکرؓ کو امیر بناؤ گے تو ان کو زاہد فی الدنیا اور راغب فی الآخرۃ پاؤ گے۔ اور یہ وصف آپ نے کسی اور
صحابی کی شان میں نہیں فرمایا اور یہ وصف اتقیٰ اور والی صفت سے تعلق رکھتا ہے۔

نیز حضرت علی رضی اللہ عنہ ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے لئے أشجع الناس ہونے کی بھی گواہی دیتے
تھے اور فرماتے تھے کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو کفار نے گھیر لیا میں دیکھتا رہا۔ مجھ سے کچھ نہ ہو سکا۔
یہاں تک کہ ابوبکرؓ آئے اور مجمع میں گھس گئے آپ کی مدد کی اور آپ کو بچایا۔

محدثین نے باسناد بھی یہ روایت کو اس طرح نقل کیا ہے کہ ایک بار آپ کے صاحبزادہ محمد بن الحنفیہؒ نے پوچھا کہ بابا جان سب سے زیادہ بہادر کون ہے۔ تو آپ نے جواب دیا ابوبکر رضی اللہ عنہ۔ اور پھر اس کے ثبوت میں یہ روایت ذکر کی جو صحاح ستہ میں موجود ہے۔ صدیق اکبر رضی اللہ عنہ صرف اشجع الناس ہی نہیں بلکہ اعلم الناس بھی تھے جیسا کہ احادیث میں ان کا یہ وصف موجود ہے ارشاد ہے اَرْحَمُ اُمَّتِیْ بِاُمَّتِیْ اَبُوْبَکْرٍ۔ اسی طرح یہ صرف یہی نہیں بلکہ اعدل الناس بھی تھے۔ جیسا کہ یہ اظہر من الشمس ہے اس لئے کہ جس ذات میں امانت، دیانت، زہد و تقویٰ، ایثار و سخاوت اور علم کامل ہوگا۔ بلاشبہ وہ اعدل الناس ہے۔ عدل کی ضد ظلم ہے اور ظاہر ہے کہ ظالم ان اوصاف سے محروم ہوتا ہے۔ جب ہی تو وہ ظلم کا مرتکب ہوتا ہے اور ظلم کا باعث حب دنیا اور خیانت اور عدم تقویٰ ہے تو جو شخص ان خرابیوں سے قطعاً منزہ اور پاک ہو بلکہ اس کے بالمقابل وہ کمالات اور خوبیوں سے متصف ہو وہ کیسے ظالم ہو سکتا ہے اور بلاشبہ وہ اعدل الناس ہی ہوگا اور عدل کے ثمرات میں سے شفقت بھی ہے تو ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اس خوبی میں بھی سب سے بڑھ کر تھے۔

صدیق اکبر رضی اللہ عنہ ان تمام خوبیوں کے علاوہ اعلم الناس کے شرف اور فضیلت سے بھی متصف تھے۔ جیسا کہ ایک حدیث میں ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک روز خطبہ میں یہ فرمایا کہ اللہ نے اپنے بندہ کو دنیا کی نعمتوں اور آخرت کی نعمتوں کے درمیان اختیار دیا کہ چاہے وہ دنیا کو اختیار کرلے اور چاہے وہ آخرت کو تو اس بندہ نے اللہ کو یعنی آخرت کو اختیار کر لیا ہے یہ سن کر ابوبکر صدیقؓ زار و قطار رونے لگے صحابہؓ فرماتے ہیں کہ ہمیں تعجب ہوا کہ یہ بزرگ اس بات کو سن کر کیوں رو رہے ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تو کسی ایک بندہ کا ذکر کر رہے ہیں، اور یہ بزرگ رونے لگے۔ فرماتے ہیں بعد میں ہمیں معلوم ہوا کہ وہ عبد مخیر خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تھے اور ہم نے سمجھ لیا کہ ابوبکرؓ ہم میں سب سے زیادہ اعلم تھے کہ پہلی ہی مرتبہ اس اشارہ کو سمجھ گئے۔

پھر یہ کہ عہد رسالت میں ہی آپؓ کا لقب صدیق تھا اور آیت مبارکہ وَالَّذِیْ جَآءَ بِالصِّدْقِ وَصَدَّقَ بِہٖ میں سب سے پہلا تصدیق کرنے والا آپ کو ہی فرمایا گیا اور یہ امر ظاہر ہے کہ فہم و فراست اور علم و حکمت میں نبی کے بعد درجہ صدیق ہی کا ہے اور صدیق کے بعد درجہ فاروق کا ہے۔

علاوہ ازیں یہ بات بھی بدیہی اور قطعی ہے کہ علم میں فضل و کمال کا دارومدار رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی رفاقت اور مجالست پر ہے تو ابتداء سے ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے رفیق کامل سب خاص اور مخلص با اختصاص تھے۔ سفر و حضر میں آپ کے ساتھ رہتے تھے۔ آپ کو جو بھی مہم پیش آتی آپ ان ہی ابوبکرؓ سے مشورہ لیتے تھے۔

اور آیت مبارکہ وَسَیُجَنَّبُهَا الْاَتْقَی مفسرین کے بیان کے مطابق ابوبکر صدیقؓ ہی کی شان میں نازل ہوئی ہے اور ظاہر ہے کہ تقویٰ اسی سے پیدا ہوتا ہے جو علم و فہم اور ان تمام اوصاف اور فضائل سے

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

سُوْرَةُ الضُّحٰى

سورۂ ضحیٰ بھی مکی سورت ہے اس میں بالخصوص آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی شخصیت عظیمہ کے اہم ترین اوصاف ذکر کیے گئے ہیں اور ان انعامات کی تفصیل ہے جن سے آپ کی ذات اقدس کو نوازا گیا، ابتداء سورت میں دن کی روشنی اور رات کی چھپنے والی تاریکی کی قسم کھا کر مخاطبین کو یہ بات ذہن نشین کرائی کہ جس طرح عالم میں پھیلنے والا نور رات کی تاریکی کو مٹا دیتا ہے اسی طرح رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے نور نبوت نے عالم سے کفر و گمراہی کی تاریکیاں مٹا دیں اس کے بعد ان انعامات کا ذکر کیا گیا جو رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات اقدس پر کیے گئے اور یہ کہ اگر اللہ کا پیغمبر وقتی مال و متاع اور دولت سے خالی ہاتھ ہو تو یہ اس رسول کی شان میں کسی طرح کا نقص پیدا کرنے والی چیز نہیں۔ اصل نعمتیں تو آخرت کی نعمتیں ہیں اور وہ تمام تر اللہ نے اپنے پیغمبر کے لئے مہیا کر دی ہیں، اور ان میں سب سے بڑا انعام رضاء الٰہی ہے۔ جس سے آپ کو سرفراز فرما دیا گیا۔

آیاتہا ۱۱ (۹۳) سُوْرَةُ الضُّحٰى مَكِّيَّةٌ (۱۱) رکوعہا ۱

سورۂ ضحیٰ مکی ہے۔ اس میں گیارہ آیتیں ہیں۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

شروع اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم والا

وَالضُّحٰى ۝۱ وَالَّيْلِ اِذَا سَجٰى ۝۲ مَا وَدَّعَكَ رَبُّكَ وَمَا

قسم دھوپ چڑھتے وقت کی، اور رات کی جب چھا جاوے۔ نہ رخصت کر دیا تجھ کو تیرے رب نے اور نہ

قَلٰى ۝۳ وَلَلْاٰخِرَةُ خَيْرٌ لَّكَ مِنَ الْاُوْلٰى ۝۴ وَلَسَوْفَ

بیزار ہوا۔ اور البتہ پچھلی بہتر ہے تجھ کو پہلی سے۔ اور آگے دے گا

يُعْطِيكَ رَبُّكَ فَتَرْضٰى ۝٥ اَلَمْ يَجِدْكَ يَتِيمًا فَاٰوٰى ۝٦

تجھ کو تیرا رب، پھر تو راضی ہوگا۔ بھلا نہیں پایا تجھ کو یتیم پھر جگہ دی!

وَوَجَدَكَ ضَآلًّا فَهَدٰى ۝٧ وَوَجَدَكَ عَآئِلًا فَاَغْنٰى ۝٨

اور پایا تجھ کو بھٹکتا، پھر راہ دی! اور پایا تجھ کو مفلس، پھر محظوظ کیا۔

فَاَمَّا الْيَتِيمَ فَلَا تَقْهَرْ ۝٩ وَاَمَّا السَّآئِلَ فَلَا تَنْهَرْ ۝١٠

سو جو یتیم ہو اس کو مت دبا۔ اور جو مانگتا ہو اس کو مت جھڑک۔

وَاَمَّا بِنِعْمَةِ رَبِّكَ فَحَدِّثْ ۝١١

اور جو احسان ہے تیرے رب کا سو بیان کر۔

انعامات خاصہ

بر ذات اقدس نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم و امر باداء شکر

قال اللہ تعالیٰ۔ وَالضُّحٰى وَالَّيْلِ اِذَا سَجٰى ...... الٰی ...... وَاَمَّا بِنِعْمَةِ رَبِّكَ فَحَدِّثْ

ربط: گزشتہ چند سورتوں میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت و رسالت کو ثابت کیا گیا تھا اور ایمان کا دارومدار آخرت پر ایمان و یقین کی شکل میں ہے تو اس کے دلائل بھی ذکر فرما دیئے گئے تھے اب اس سورت میں ان خصوصی انعامات کا ذکر ہے جن سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات اقدس کو سرفراز فرمایا گیا، اور ان انعامات کے ضمن میں آپ کی رسالت کے دلائل بھی ذکر کر دیئے گئے اور جن خاص کمالات اور اخلاق حسنہ سے پیغمبر کی ذات متصف ہونی چاہیے ان کو بھی بیان کر دیا گیا۔ ارشاد ہے

قسم ہے دھوپ چڑھتے وقت کی اور رات کی جب کہ اس کی تاریکی فضاء پر چھا جائے، ان تمام چیزوں کی قسم کھاتے ہوئے کہا جا رہا ہے کہ دشمنوں کے خیالات اور ان کی یہ بیہودہ باتیں سب غلط ہیں، ہرگز نہیں چھوڑا ہے آپ کو آپ کے رب نے اور نہ ہی آپ سے بیزار ہوا، اس لیے نزول وحی میں تاخیر سے دشمنوں کا یہ کہنا کہ

انعامات سے بدل دیا جائے گا؟ اس کی تو بہت سی مثالیں موجود ہیں جن کا مشاہدہ ہو چکا تو کیا نہیں پایا تھا آپ کو یتیم کہ پھر اس پروردگار نے آپ کو ٹھکانا دیا۔ واقعہ یہ کہ ولادت با سعادت سے قبل آپ کے والد وفات پا چکے تھے، چھ سال کی عمر تھی کہ والدہ بھی فوت ہو گئیں، پھر آٹھ سال کی عمر تک اپنے دادا کی کفالت میں رہے جن کے بعد اس دُرِّ یتیم کی پرورش اور دیکھ بھال چچا نے کی اور اس میں شبہ نہیں کہ آپ کے چچا ابوطالب نے آپکی نصرت و حمایت میں کوئی دقیقہ اٹھا نہ رکھا مگر ہجرت سے کچھ قبل وہ بھی انتقال کر گئے۔ ان تمام حالات یا حادثات کے بعد اللہ رب کریم نے ایسی عزت و کرامت کا ٹھکانا عطا فرمایا کہ تاریخ عالم میں اس سے بڑھ کر کوئی عزت و کرامت کا مقام نہیں ہو سکتا۔ اور وہ مدینہ منورہ کی ہجرت تھی، جہاں پہنچ کر وہاں کی دونوں عظیم قومیں اوس و خزرج آپ کے مطیع و فرمانبردار بن گئے، آپ کے اشاروں پر جان دینے کے لئے تیار۔ انصار و مہاجرین سب مل کر شمع رسالت کے پروانے نظر آتے تھے اللہ نے وہ قوت و شوکت عطا کی کہ فتوحات کا سلسلہ شروع ہو گیا، مکہ، طائف، حنین اور بحرین فتح ہو گیا۔ تو یہ تھی بعد کی حالت جو مکہ کی پہلی حالت سے کس قدر بہتر شاندار اور عزت و عظمت والی ہے کہ تاریخ عالم میں بظاہر ہوئی اور حقیقی آخرت کی بہتری اور بلندی کا تو انسانی افکار تصور بھی نہیں کر سکتے۔ مالا عین رأت ولا اذن سمعت ولا خطر علی قلب بشر۔

اور کیا نہیں پایا تھا اللہ نے آپ کو بے خبر (وحی الٰہی اور آسمانی علوم سے) تو پھر راہ سمجھائی۔ علوم الٰہیہ۔

حہ: لفظ ضالاً کو ترجمہ بے خبر کیا گیا کیونکہ لغت کے لحاظ سے ضلال کے معنی بے خبری کے بھی آتے ہیں۔ ضلال اور ضلالۃ کا مفہوم صرف گمراہی نہیں ہے۔ اگرچہ اس مفہوم پر بھی اطلاق آتا ہے۔ بے خبری کا یہ مفہوم حافظ ابن کثیرؒ نے اپنی تفسیر میں اختیار فرمایا اور یہ ترجمہ ہے اسی آیت مبارکہ کا وَكَذٰلِكَ اَوْحَيْنَآ اِلَيْكَ رُوْحًا مِّنْ اَمْرِنَا ۭ مَا كُنْتَ تَدْرِيْ مَا الْكِتٰبُ وَلَا الْاِيْمَانُ وَلٰكِنْ جَعَلْنٰهُ نُوْرًا نَّهْدِيْ بِهٖ مَنْ نَّشَاۗءُ مِنْ عِبَادِنَا۔ بعض مفسرین نے ضالاً کا مفہوم یہ بیان کیا ہے کہ آپ تلاش حق میں وادیوں اور بیابانوں میں پھرتے تھے کہ حق مل جائے، اسی سلسلہ میں آپ کا غار حرا میں جانا اور وہاں خلوت نشینی اختیار کرنا ہوتا۔ یا یہ کہ آپ تعلق مع اللہ اور اس کی محبت میں حیران و مضطرب تھے اس معنی کی تائید سورۂ یوسف کی اس آیت سے ہو سکتی ہے جس میں حضرت یوسف کے بھائیوں نے اپنے والد کو یوسف کی محبت میں مضطرب و بے چین دیکھ کر کہا۔ تَاللّٰهِ اِنَّكَ لَفِيْ ضَلٰلِكَ الْقَدِيْمِ اور اِنَّا لَنَرٰىهَا فِيْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ۔

بے خبری کے عالم میں حق تعالیٰ نے آپ کے قلب پر علوم و معرفت کے دروازے کس طرح کھولے تو اس کی توضیح کرتے ہوئے شیخ الاسلام علامہ عثمانیؒ فرماتے ہیں جب حضرت جوان ہوئے تو قوم کے مشرکانہ اطوار اور بیہودہ رسم و راہ سے سخت بیزار تھے اور قلب میں خدائے وحدہٗ کی عبادت کا جذبہ پوری قوت کے

(باقی حاشیہ اگلے صفحہ پر)

احکام شریعت اور معارف ربانیہ کی اور دیا تھا آپ کو محتاج و مفلس تو پھر غنی کر دیا اور ایسا غنی و بے نیازی کا مقام عطا کیا کہ کسی چیز کی بھی پروا اور احتیاج نہ رہی بہرحال یہ ہیں وہ انعامات لے ہمارے پیغمبر جن سے آپ کو نوازا گیا تو اب ان انعامات کا حق یہ ہے کہ جو بھی کوئی یتیم ہو اس کو آپ نہ دبائیں بلکہ اس پر نہ کوئی زیادتی کریں اور نہ ڈانٹ ڈپٹ سے اس کو مغلوب یا آزردہ کریں اور جو سائل ہو اس کو نہ جھڑکیں بلکہ اس کی اعانت وامداد کرتے رہیں۔ اور آپ کے رب کا جو انعام ہے سو اس کو آپ بیان کیجئے۔ اور جن جن نعمتوں سے اللہ نے آپ کو نوازا ہے اس کا شکر بھی ادا کیجئے اور جو علوم وہدایت آپ کو عطا کئے گئے ہیں ان کو بیان کیجئے۔ لوگوں تک انہیں پہنچا دیجئے۔ اور ظاہر ہے کہ محسن کے احسانات کا بہ نیت شکر گذاری بیان اور چرچا کرنا اعتقاداً شرعاً محمود امر ہے۔ تحدث بنعمات الحق بڑی چیز ہے۔

انعاماتِ خداوندی اور مکارمِ نبوی

اس سورت مبارکہ میں حق تعالیٰ شانہ نے دن کی روشنی اور دھوپ اور رات کی پھیلنے والی تاریکی کی قسم کھا کر یہ ارشاد فرمایا کہ مَا وَدَّعَكَ رَبُّكَ وَمَا قَلٰی کہ آپ کے رب نے نہ تو آپ

ف، ان کلمات سے لفظ تحدیث کے ان متعدد معانی کی طرف اشارہ کرنا ہے جو مفسرین نے ذکر فرمائے ہیں اور نعمت رب میں سب سے بڑی نعمت چونکہ یہی علوم ہدایت عطا کرنے کی ہے تو اس کا بیان وتبلیغ اور تعلیم تحدیث کا محل ہے۔ اسی وجہ سے لفظ حدیث ارشادات، افعال اور احوال رسول کے لئے مخصوص ہوگیا کیونکہ ان ہی علوم ہدایت کا بیان حدیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہے۔ ۱۲

(باقی حاشیہ صفحہ ۷۶۳) ساتھ موجود تھا۔ عشق الٰہی کی آگ بڑی تیزی سے سینہ میں بھڑک رہی تھی وصول الی اللہ اور ہدایت خلق کی اس اکمل ترین استعداد کا چشمہ جو تمام عالم سے بڑھ کر نفس قدسی میں ودیعت رکھا گیا تھا اندر ہی اندر جوش مار رہا تھا۔ لیکن کوئی صاف کھلا ہوا راستہ اور مستقل دستور اور مفصل دستور العمل بظاہر دکھائی نہ دیتا تھا جس سے اس عرش وکرسی سے زیادہ وسیع قلب کو تسکین ہوتی۔ اسی جوش طلب اور فرط محبت میں آپ بیقرار و سرگرداں پھرتے، غاروں اور پہاڑوں میں جاکر مالک کو یاد کرتے اور محبوب حقیقی کو پکارتے۔ آخر اللہ نے غار حرا میں فرشتہ کو وحی دے کر بھیجا اور وصول الی اللہ اور اصلاح خلق کی تفصیلی راہیں آپ پر کھول دیں اور دین حق نازل فرما دیا۔ یہی ہے جو ارشاد فرمایا گیا۔
مَا كُنْتَ تَدْرِي مَا الْكِتٰبُ وَلَا الْإِيْمَانُ وَلٰكِنْ جَعَلْنٰهُ نُوْرًا نَّهْدِيْ بِهٖ مَنْ نَّشَاءُ مِنْ عِبَادِنَا۔ ۱۲

آپ

کو چھوڑا اور نہ ہی بیزار ہوا اور ان الفاظ سے رب العالمین نے اپنے رسول کے ساتھ اپنا کمال تعلق اور قرب بیان فرما دیا۔ اور پھر اس کے ثمرات و نتائج کے طور پر تین خاص اور عظیم انعامات کا ذکر فرمایا۔

ابتداء بحالت یتیمی، بے خبری اور لاعلمی میں علوم ہدایت کی عطا اور افلاس و تنگدستی کے عالم میں غنیٰ اور فراخی، فتح اور فراخیٔ مال کا انعام تو قبل از بعثت ہی شروع ہو گیا تھا جب کہ حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا نے آپ کو اپنے تجارتی کاروبار میں شریک کر لیا اور اس سے نفع حاصل ہوا۔ پھر نکاح کی درخواست کر کے آپ کی زوجیت کا شرف حاصل کر لیا جس کے بعد اپنا کل مال ہی آپ کے لئے حاضر کر دیا۔ یہ تو ظاہری غنا تھا لیکن اسی کے ساتھ آپ کے قلب اور باطن کو جو غنا عطا کیا گیا وہ تو فقط رب العالمین جو غَنِیٌّ عَنِ الْعٰلَمِیْنَ ہے۔ وہی جانتا ہے اور دنیا نے مشاہدہ کر لیا کہ روئے زمین پر کوئی فرد بشر آپ کے برابر باطنی اور قلبی غنا کی صفت سے متصف نہیں ہوا۔ یتیمی کی حالت میں ٹھکانا عطا کیا جانا یہ بھی عظیم الشان انعام ہے اور جس غربت کے ساتھ بے سروسامانی اور یتیمی کے عالم میں خدا نے آپ کے سہارے مہیا فرمائے اور آخری اور کامل و اعلیٰ ٹھکانا مدینہ منورہ ہوا جہاں سے بے شمار فتوحات اور تمکین و قدرت اور غلبہ و ظہور کا سلسلہ شروع ہوا۔ تیسرا انعام علوم ہدایت سے سرفراز فرمایا جانا تو ہر ایک انعام کے بالمقابل ایک حق ذکر فرما دیا گیا کہ یتیمی میں جب آپ پر خدا کا انعام ہوا تو آپ یتیم پر کوئی زیادتی اور دباؤ نہ ڈالیں نہ اس کو ڈانٹ ڈپٹ کریں بلکہ اس کو ٹھکانا دیں۔ جیسے کہ اللہ نے آپ کو ٹھکانا دیا اور چونکہ اللہ نے آپ کو غربت و احتیاج کے عالم میں غنی کر دیا اس لئے آپ کسی سائل کو ہرگز نہ جھڑکیں نہ اس کو دھتکاریں اور علوم ہدایت آپ کو عطا کئے گئے تو اس کا حق یہ ہے کہ ان علوم کو بیان کیجئے پھیلائیے، ان کی تبلیغ و اشاعت فرمائیے۔

ان اوصاف کا آپ کی ذات اقدس میں ایسا کامل اور مکمل ظہور ہوا کہ بدء وحی کے وقت جب آپ پر گھبراہٹ و بے چینی طاری تھی تو حضرت خدیجہ نے آپ کے مکارم اخلاق اور اوصاف حمیدہ میں ان ہی اوصاف کا ذکر کیا، جیسا کہ احادیث میں ہے فرمایا آپ تو صلہ رحمی کرتے ہیں، سچ بولتے ہیں، ناداروں کا بوجھ اٹھاتے ہیں، محتاجوں کی اعانت کرتے ہیں، گداگروں کو کھلاتے ہیں، مہمان کی ضیافت کرتے ہیں، تو ہرگز خدا تعالیٰ آپ کو ناکام نہیں کرے گا۔ گویا جن اوصاف اور مکارم اخلاق سے متصف ہونے کے لئے ان آیات میں خطاب فرمایا جا رہا ہے، الحمد للہ آپ کی ذات ستودہ صفات بعثت و نبوت کے پہلے ہی روز سے متصف تھی۔

ایک حدیث میں ہے آپ نے ارشاد فرمایا انا و کافل الیتیم کھاتین اور اپنی دو انگلیوں کو جمع کر کے اشارہ فرمایا۔

تم بحمد اللہ تعالیٰ تفسیر سورۃ الضحیٰ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

سورۃ الانشراح

سورۃ الانشراح مکی سورت ہے جس کی آٹھ آیات ہیں۔

اس سورت کا خاص مضمون آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے قلب مبارک کا انشراح اور مزید حوصلہ افزائی کامل اور منصب پر پیدا ہونے والے بوجھ اور اس فکر و تشویش کو دور کرنے کی بشارت پر مشتمل ہے جن کا ذکر ثانی سے آپ کے قوی شکست ہو رہے تھے اور جو بہت مشکل حالات پیش آ رہے تھے ان کے دور کرنے کے ساتھ آپ کی عزت و عظمت کا بیان ہے اور تسلی دی جا رہی ہے کہ زندگی کے شدائد اور مشقتوں سے آپ خاطر برداشتہ نہ ہوں۔ یہ قانون قدرت ہے کہ ہر تنگی کے بعد سہولت ہوتی ہے۔

سورۃ الانشراح مکی ہے اس کی آٹھ آیتیں ہیں۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

شروع اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم والا۔

اَلَمْ نَشْرَحْ لَكَ صَدْرَكَ ۝۱ وَوَضَعْنَا عَنْكَ وِزْرَكَ ۝۲

کیا ہم نے نہیں کھول دیا تیرا سینہ۔ اور اتار رکھا تجھ سے بوجھ تیرا؟

الَّذِيْٓ اَنْقَضَ ظَهْرَكَ ۝۳ وَرَفَعْنَا لَكَ ذِكْرَكَ ۝۴ فَاِنَّ

جس نے توڑ دی پیٹھ تیری۔ اور اونچا کیا ذکر تیرا۔ سو البتہ

مَعَ الْعُسْرِ يُسْرًا ۝۵ اِنَّ مَعَ الْعُسْرِ يُسْرًا ۝۶ فَاِذَا فَرَغْتَ

مشکل کے ساتھ آسانی ہے۔ البتہ مشکل کے ساتھ آسانی ہے۔ پھر جب تو فارغ ہو

یعنی حق تعالیٰ نے آپ کے ذکر کو بلند کیا، آپ کا آوازہ اونچا کیا، چنانچہ آپ کے نام مبارک کی عظمت و بلندی کا یہ عالم ہے کہ اذان میں اللہ تعالیٰ کے نام کے ساتھ پانچ وقت آپ کا نام مبارک بھی پکارا جاتا ہے، خطبہ میں حضرت پر شہادت و درود ہوتی ہے، کلمہ جو ایمان کی جڑ ہے اس کے اندر بھی آپ کا ذکر ہے، ہر حال میں باستثنائے ذات جل جلالہ جہاں حق تعالیٰ کا ذکر ہے وہیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا بھی ہے۔ عالم غیب میں آپ کے سلطان ہیں کوئی جگہ اور کوئی محل نہیں جہاں آپ کا ذکر خیر نہ ہو، قبر میں بھی اور حشر میں بھی، منکر نکیر پوچھتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا مطیع تھا یا نافرمان، ان پر ایمان بھی لایا تھا یا نہیں۔ جنت کے دروازے اور عرش کے کنگروں پر بھی اسم گرامی مکتوب ہے۔ موافق یا مخالف کی کوئی ایسی تاریخ نہیں جس میں حضرت کا ذکر نہ ہو، مگر ہی کا علم کیسے پوشیدہ ہو جاتا ہے۔ اب معمورۂ دنیا پر کوئی جگہ نہیں کہ جہاں آپ کا ذکر نہ ہو۔ پھر اس سے بڑھ کر اور کیا رفعت ہوگی۔ حضرت علامہ حقانیؒ اپنی تفسیر میں بیان فرماتے ہیں۔

اس رفعت ذکر کو ایک محل رفیع الشان سے تشبیہ دی جائے کہ جس میں بارہ کمرے ہوں تو نہایت ہی مناسب ہے۔ ہر ایک میں آپ ہی کا ذکر اعلیٰ ہو۔ جس کی توضیح یہ ہے کہ ایک کمرہ میں ایک بادشاہ عظیم الشان بیٹھا ہوا ہے اور اس کے سامنے روئے زمین کے بڑے بڑے بادشاہ عرب و عجم روم و شام ایران و ہندوستان ملک کے دست بستہ حاضر ہیں اور تدابیر مملکت اور قوانین جہانداری آپ سے دریافت کر رہے ہیں اور جو کچھ آپ فرماتے ہیں اس کو سر اور آنکھوں پر رکھتے ہیں۔ کہیں ہارون الرشید دست بستہ کھڑے ہیں کہیں کسی گوشہ میں امراء وقت کسی جگہ سلاطین مجتمع ہیں۔ پھر ان سے پیچھے کہیں خلفائے مصر ہیں پھر ان سے پیچھے کہیں سلطان بایزید یلدرم ہیں اور کہیں سلطان محمد فاتح قسطنطنیہ ہیں۔ اور کہیں تیمور صاحبقران ہیں۔ اور کہیں علاؤ الدین خلجی اور سلطان محمود غزنوی اور ہر زمانے کے نامور باقبال بادشاہ جن کے تذکروں سے کتب تواریخ مشحون ہیں اور جن کے نام سے زمانہ لرزتا ہے ایک شاہنشاہ کے سامنے مسلح حاضر ہیں اور حکم کے منتظر ہیں اور ان جملہ بادشاہوں کا بادشاہ کون ہے وہی ذات بابرکات محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم۔

پھر دوسرے کمرہ میں ایک حکیم استاد دانا بیٹھا ہوا ہے اور اس کے سامنے دنیا بھر کے حکماء اور فلاسفہ دست بستہ حاضر کھڑے ہیں اور علوم سیاست منزلیہ تہذیب اخلاق و درستی آداب حاصل کر رہے ہیں۔ کہیں افلاطون سا حکیم کھڑا ہے، کہیں ابوریحان بیرونی کھڑا ہے کہیں ابو نصر فارابی، اور کہیں شیخ سنائی اور کہیں نصیر طوسی وغیرہ وغیرہ حکماء دہر علوم کا استفادہ کر رہے ہیں اور وہ استاد کل صلی اللہ علیہ وسلم ہر ایک کو اس کی استعداد و فہم کے موافق تعلیم دے رہے ہیں۔

تیسرے کمرہ میں قانون محمدی کی بیسیوں کتابیں جو اس کی شرح ہیں ہدایہ وغیرہ اور ایک قاضی القضاۃ علیہ الصلوٰۃ والسلام بڑی تمکنت اور وقار سے بیٹھے ہوئے ہیں اور ان کے سامنے بڑے بڑے مقرر اور مجتہد قانون ساز سیاسی و نیز فقیہ حاضر ہیں کہیں امام ابوحنیفہؒ ہیں تو کہیں قاضی ابو یوسفؒ اور امام محمد اور امام مالکؒ امام شافعیؒ

وشی لہ من اسمہ العلی ہذا ما تیسر لی تحریرہ بفضلہ الصمد

تم بحمد اللہ تفسیر سورۃ الانشراح

بسم اللہ الرحمن الرحیم

سُورَةُ التِّين

سورۃ التین مکی سورت ہے جس کی آٹھ آیات ہیں، مکی سورتوں کے مضامین کی طرح اس سورت کا بھی اہم موضوع اور مقصد بیان ایمان بالآخرۃ ومحاسبہ اور جزاء اعمال ہے۔ سورت کی ابتداء انجیر اور زیتون کے درخت کی قسم کھا کر کی گئی اور ان دو عظیم النفع درختوں اور پھلوں کی قسم کے ساتھ اماکن مقدسہ یعنی طور سینا اور بلد امین مکہ مکرمہ کی بھی قسم کھا کر ان کی برکتوں کی طرف ذہن کو متوجہ کیا گیا۔ جو ان مقامات مقدسہ میں رکھی گئی ہیں کہ طور سینا پہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کو اللہ رب العزت سے شرف ہم کلامی نصیب ہوا، اور سرزمین مکہ جہاں ہے، ان عظیم اشیاء کی قسم کھا کر بطور جواب قسم انسانی تخلیق کا ذکر فرمایا۔

انجیر و زیتون کثیر المنفعت اور جامع الفوائد ہونے کی وجہ سے انسان کی حقیقت جامعہ سے پوری پوری مشابہت رکھتے ہیں، اسی وجہ سے جواب قسم کے مضمون میں لَقَدْ خَلَقْنَا الْإِنْسَانَ فِي أَحْسَنِ تَقْوِيمٍ فرمانا بہت ہی مناسب ہوا۔ پھر تخلیق انسانی میں یہ فرمانا کہ اس کو ایک بہترین پیکر اور عمدہ ساخت میں ڈھالا گیا ہے، قدرت خداوندی کی کامل ترین دلیل کو پیش کرتا ہے۔ اس کے بعد کفار پر تنبیہ اور زجر فرمائی گئی جو بعث بعد الموت کا انکار کرتے تھے اور ظاہر ہے یہ دلائل قدرت کی انسانی عقول اور فکروں کے سامنے نمایاں کرتے ہوئے یہ سوال کیا گیا کہ اب اس کے بعد کوئی منکر انسان آخر کس بنا پر قیامت اور بعث بعد الموت کا انکار کرتا ہے جب کہ ہر انسان کی تخلیق اس کے وجود اور اس کے تغیرات میں ان سب امور کا مشاہدہ ہو رہا ہے۔ اور یہ تمام مشاہدات اس امر پر انسان کو آمادہ بلکہ مجبور کرتے ہیں کہ وہ قیامت پر ایمان لائے، حساب و کتاب پر یقین رکھے جیسا کہ شرف رب العالمین کو احکم الحاکمین مانے۔

سورۃ التین مکیۃ ۹۵ — آیاتہا ۸ — رکوعہا ۱

سورۂ تین مکی ہے جس کی آٹھ آیتیں ہیں

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

شروع اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم والا

وَالتِّيْنِ وَالزَّيْتُوْنِ ۝ وَطُوْرِ سِيْنِيْنَ ۝ وَهٰذَا الْبَلَدِ الْاَمِيْنِ ۝ لَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ فِيْٓ اَحْسَنِ تَقْوِيْمٍ ۝ ثُمَّ رَدَدْنٰهُ اَسْفَلَ سٰفِلِيْنَ ۝ اِلَّا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ فَلَهُمْ اَجْرٌ غَيْرُ مَمْنُوْنٍ ۝ فَمَا يُكَذِّبُكَ بَعْدُ بِالدِّيْنِ ۝ اَلَيْسَ اللّٰهُ بِاَحْكَمِ الْحٰكِمِيْنَ ۝

قسم انجیر کی اور زیتون کی۔ اور طور سینین کی۔ اور اس شہر امن والے کی۔ ہم نے بنایا آدمی خوب سے خوب انداز پر۔ پھر پھینک دیا اس کو نیچوں سے نیچے۔ مگر جو یقین لائے اور کیے بھلے کام سو ان کو نیگ ہے بے انتہا۔ پھر تو اس کے پیچھے کیوں جھٹلاوے بدلہ ملنا۔ کیا نہیں ہے اللہ سب حاکموں سے بہتر حاکم۔

شہادت اشیاء و اماکن بر خالقیت رب العالمین و مبدا و معاد انسان

قال اللہ تعالیٰ وَالتِّيْنِ وَالزَّيْتُوْنِ .... الیٰ .... بِاَحْكَمِ الْحٰكِمِيْنَ

ربط: گذشتہ سورت میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو جن خاص انعامات سے نوازا گیا تھا۔ ان کا ذکر تھا۔

تھا کہ سینا سے کوہ سینا مراد ہے اور وہیں سے خدا وند کا آنا حضرت موسیٰ پر تجلی کرنا اور شریعت ہم کلامی عطا کرنا بالکل ظاہر اور فاران سے جلوہ گر ہونے کے بارہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا تعلق ہے۔ اقدس سے بطور تمثیل کرنے کی بجائے فلسطین کے دو پہاڑوں کے نام بتاتے ہیں۔ بالفرض اگر یہ تسلیم بھی کر لیا جائے تو پھر دس ہزار قدسیوں کی کیا تاویل کریں گے۔ اس لئے حقیقت یہ ہے کہ شعیر سے بیت المقدس کے پہاڑ مراد ہیں۔ مگر وہ پہاڑ جس پر شہر بیت المقدس واقع ہے اس کے دو ٹکڑے ہیں۔ جن میں ایک کو اب تک جبل زیتون کے نام سے تعبیر کرتے ہیں۔ اور دوسرے کو تین کہتے ہیں اور فاران تو وہ ہے کہ مکہ کا پہاڑ ہے جہاں جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جلوہ گر ہوئے اور فتح مکہ کے وقت آپ نے دس ہزار قدسیوں کے ساتھ مکہ فتح کیا اور آپ کے ہاتھ کو آتشی شریعت نے مکہ کے بت خانوں کو جلا کر خاک کر دیا اور عالم سے کفر و شرک کو مٹا دیا تو اس بشارت سے بھی ان چار مقدس مقامات کا مفہوم واضح ہوا ہے۔ اور مناسب ہوا کہ ان کی قسم کھا کر جہاں سے نبوت و رسالت کا آفتاب طلوع ہوا اور اس کے نور نے دنیا کو منور کیا۔ انسان کی سعادت و شقاوت کا مضمون بطور جواب قسم مرتب کیا جائے۔

تم بحمد اللہ تعالیٰ تفسیر سورۃ التین۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

سورۃ العلق

سورۃ العلق مکیہ ہے جس کی انیس آیات ہیں

وحی الٰہی کا آغاز اسی سورت مبارکہ کی ابتدائی پانچ آیات سے ہوا۔ اس پر تمام امت اور ائمہ مفسرین کا اجماع ہے۔ اس سورت کا سب سے پہلا موضوع آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر نزول وحی کی ابتدائی کیفیت اور حالت کا بیان کرنا ہے پھر انسان کی اس کمزوری اور غلط فطرت کا بیان ہے کہ جس قدر اس پر خدا کے انعامات ہوں اس کی سرکشی و طغیانی ایسا ہی زیادہ ہوتا جاتا ہے۔ اسی سلسلہ میں مشرکین کے سرغنہ اس اشقیا کی شقاوت کا ذکر ہے۔ جیسے کہ ابوجہل۔ وہ اس کو بھی برداشت نہیں کرتا تھا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم حرم مکہ میں نماز ہی پڑھ لیں۔ چنانچہ اس نے ایک روز قتل کا ارادہ اور ایک ذبح شدہ اونٹ کا اوجھ جو گوبر اور خون آلودہ سے بھرا ہوا تھا، پشت مبارک پر لا کر رکھ دیا۔ وہ اور اس کے ساتھی اس بیہودگی پر خوب ہنسے اور قہقہے لگانے لگے تو اس سورت میں اس تاریخی شقاوت کا بھی ذکر ہے۔ اللہ سبحانہ وتعالیٰ شانہ

کے عذاب اور قہر کی وعید ہے کہ اقترب! اس حدیث کے علم اور نظر سے یہ بات حق کا عمل تھی نہیں اور وہ وقت عنقریب آنے والا ہے کہ جہنم کے فرشتے اپنے مجرموں کو پکڑ پکڑ کر ٹکڑے ٹکڑے کر ڈالیں گے۔ بلکہ دنیا ہی میں اللہ تعالیٰ نے اپنے قہر اور گرفت کا منظر دکھا دیا کہ یہ تمام اشقیاء جو اس وقت غزوۂ بدر میں مارے گئے ابوجہل زخمی پڑا تھا اس کا سر قلم کرنے والے عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ اس کے کان میں رسی باندھ کر کھینچتے ہوئے حضور کے سامنے لے آئے۔ اور مردم کی یہی جو مقتولین کے سامنے لے کر حضور نے سجدہ ادا فرمایا۔ وہ سب کے سب مارے گئے تھے ان کے سردار اور لاشیں بدر کے ایک کنوئیں میں ڈالی گئیں اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے وہاں تشریف لا کر ان کو خطاب کرتے ہوئے فرمایا هَلْ وَجَدْتُمْ مَا وَعَدَ رَبُّكُمْ حَقًّا۔ إِنَّا وَجَدْنَا مَا وَعَدَنَا رَبُّنَا حَقًّا۔ کیا تم نے اپنے رب کا وعدہ پورا پالیا۔ جو تم سے کیا گیا تھا۔ ہم نے اس وعدہ کو پوری طرح پالیا جو ہمارے رب نے ہم سے کیا تھا۔

ابتداء سورت میں قراءۃ اور تعلیم کی دعوت دی گئی اور سورۃ کی انتہاء نماز اور بارگاہِ خداوندی میں سجود اور اقترب بالتقرب کے مضمون پر کی گئی جس سے یہ ظاہر ہو گیا کہ انسانی فوز و فلاح کی ابتداء قراءت اور علم سے ہے اور اس کی منزل و مقصود اور انتہاء عبادت اور قرب خداوندی ہے تو اس طرح وَاسْجُدْ وَاقْتَرِبْ؛ پر سورت ختم فرمائی گئی۔

(۹۶) سُوْرَةُ الْعَلَقِ مَكِّيَّةٌ (۱) — اٰیاتھا ۱۹ — رکوعھا ۱

سورۂ علق مکی ہے اس میں اُنیس آیتیں ہیں

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

شروع اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم والا

اِقْرَاْ بِاسْمِ رَبِّكَ الَّذِيْ خَلَقَ ۝۱ خَلَقَ الْاِنْسَانَ مِنْ عَلَقٍ ۝۲ اِقْرَاْ وَرَبُّكَ الْاَكْرَمُ ۝۳ الَّذِيْ عَلَّمَ بِالْقَلَمِ ۝۴ عَلَّمَ الْاِنْسَانَ مَا لَمْ يَعْلَمْ ۝۵ كَلَّآ اِنَّ الْاِنْسَانَ لَيَطْغٰٓى ۝۶

پڑھ اپنے رب کے نام سے جس نے بنایا۔ بنایا آدمی کو جمے ہوئے لہو سے۔ پڑھ، اور تیرا رب بڑا کریم ہے۔ جس نے علم سکھایا قلم سے۔ سکھایا آدمی کو جو وہ نہ جانتا تھا۔ کوئی نہیں، آدمی سر چڑھتا ہے۔

اَنْ رَّاٰهُ اسْتَغْنٰى ۝ اِنَّ اِلٰى رَبِّكَ الرُّجْعٰى ۝ اَرَءَيْتَ الَّذِيْ

اس سے کہ دیکھے آپ کو محفوظ ۔ بیشک تیرے رب کی طرف پھر جانا ہے ۔ تو نے دیکھا وہ جو

يَنْهٰى ۝ عَبْدًا اِذَا صَلّٰى ۝ اَرَءَيْتَ اِنْ كَانَ عَلَى الْهُدٰٓى ۝

منع کرتا ہے ۔ ایک بندے کو جب نماز پڑھے ۔ بھلا دیکھ تو اگر ہوتا نیک راہ پر ۔

اَوْ اَمَرَ بِالتَّقْوٰى ۝ اَرَءَيْتَ اِنْ كَذَّبَ وَتَوَلّٰى ۝ اَلَمْ يَعْلَمْ

یا سکھاتا ڈر کے کام ۔ بھلا دیکھ تو اگر جھٹلایا اور منہ موڑا ۔ یہ نہ جانا

بِاَنَّ اللّٰهَ يَرٰى ۝ كَلَّا لَئِنْ لَّمْ يَنْتَهِ ۙ لَنَسْفَعًۢا بِالنَّاصِيَةِ ۝

کہ اللہ دیکھتا ہے ۔ کوئی نہیں اگر باز نہ آوے گا ، ہم گھسیٹیں گے چوٹی پکڑ کر ۔

نَاصِيَةٍ كَاذِبَةٍ خَاطِئَةٍ ۝ فَلْيَدْعُ نَادِيَهٗ ۝ سَنَدْعُ

کیسی چوٹی ، جھوٹی ، گنہگار ۔ اب بلاوے اپنی مجلس کو ۔ ہم بلاتے ہیں

الزَّبَانِيَةَ ۝ كَلَّا ۭ لَا تُطِعْهُ وَاسْجُدْ وَاقْتَرِبْ ۝ السجدۃ

پیادے سیاست کرنے کو ۔ کوئی نہیں ! مت مان اس کا کہنا ، اور سجدہ کر ، اور نزدیک جا ۔

آغاز وحی بامر قراءۃ باسم رب العالمین
ومذمت وتہدید بر مخالفت رسول خدا

قال اللہ تعالیٰ: اِقْرَاْ بِاسْمِ رَبِّكَ الَّذِيْ خَلَقَ ۔۔۔ الیٰ ۔۔۔ وَاسْجُدْ وَاقْتَرِبْ

یہ بات اجماع امت سے ثابت ہے کہ وحی الٰہی کا آغاز سورۂ اقرأ کی پہلی پانچ آیات یعنی اِقْرَاْ بِاسْمِ رَبِّكَ سے عَلَّمَ الْاِنْسَانَ مَا لَمْ يَعْلَمْ تک کے نزول سے ہوا، جمہور صحابہ اور روایات صحیحہ سے بھی ثابت ہے پھر تعلیم سوال اور نماز میں پڑھنے کے لیے سورۂ فاتحہ نازل ہوئی تو سورتوں میں نازل ہونے والی یہ پہلی سورت ہوئی۔ اسی بناء پر حضرت علیؓ سے ایک روایت میں سورۂ فاتحہ کی اوّلیت بیان

ورقہ بن نوفل نے اس سے متعلق اپنی خبر دی کہ یہ ناموس ہے۔ تسلی دی اور آپ کی نبوت و رسالت کی تصدیق کی اس کے بعد سلسلہ نزول وحی منقطع ہو گیا اور مشہور روایت قول کی بناء پر تقریباً پورے تین سال وحی منقطع رہی آگے پھر دوبارہ سلسلہ سورۂ مدثر کے نزول سے شروع ہوا۔ اور آیات يَا أَيُّهَا الْمُدَّثِّرُ قُمْ فَأَنْذِرْ کے نزول سے آپ مامور بالرسالۃ فرما دیئے گئے اور تبلیغ و دعوت کا حکم دے دیا گیا اور پھر پے در پے سلسلہ نزول وحی کا شروع ہو گیا۔ تو یہ پانچ آیات سب سے پہلی آیات ہیں جن سے وحی الٰہی کا سلسلہ شروع ہوا اور آپ کو منصب نبوت سے سرفراز فرمایا گیا۔ اور اللہ کے فرشتہ کی طرف سے اقرأ کے خطاب اور امر کے آپ نے جو ارشاد فرمایا تھا ما انا بقارئ کہ میں تو ایسا نہیں ہوں کہ پڑھ سکوں۔ اس کے جواب کے طور پر وحی الٰہی کا آغاز ان کلمات سے ہوا اِقْرَأْ بِاسْمِ رَبِّكَ الَّذِي خَلَقَ یعنی آپ کو قرأت اور پڑھنے کا حکم دیا گیا اور رب العزت سے آپ کی صلاحیت اور قدرت کی بنا پر نہیں دیا جا رہا ہے بلکہ پڑھیے اپنے رب کے نام سے اور اس کے نام کی مدد سے۔ جس نے پیدا کیا ہے ہر چیز کو اور کمال قدرت کی ہر چیز کو عدم سے وجود عطا فرمایا۔ تو جو ذات عدم سے وجود عطا کرنے والی ہے وہ ایک جاندار اور حس و شعور رکھنے والے انسان کو قرأت کا وصف کیسے نہیں عطا کر سکتی۔ اس کی شان خالقیت اور حکمت کے سوتے تو اتھاہ ہیں بے پایاں ہیں۔ چنانچہ اس نے پیدا کیا انسان کو ایک جمے ہوئے خون سے۔ جو نطفہ کی شکل سے جمے ہوئے خون کی شکل اختیار کر لیتا ہے پھر اس میں نشوونما کی صلاحیت دیتا ہے اور اس میں ہاتھ پاؤں آنکھ ناک کان بنانا یہ سب کچھ اسی کی صناعی ہے تو جس خلاق حکیم نے ایک قطرہ کو اس طرح تغیرات کے ساتھ یہ سب کچھ عطا کیا ہے وہ ایک زندہ و بینا و بصیر انسان ہیں جو اگرچہ پڑھا ہوا نہیں قرأت کی صفت نہیں دے سکتا تو آپ کو اس رب خالق اور صانع حکیم کے بھروسے کہا جا رہا ہے کہ پڑھیے اور اگر یہ تصور و خیال ہو کہ ایسی عظیم صفت اور خوبی کس طرح دے دی جائے گی تو فرمایا گیا اور آپ کا رب تو بڑا ہی کریم ذات ہے۔ اس بنا پر اگر اللہ رب فضل و انعام ہی سب کریم کی طرف سے حاصل ہونے میں کوئی تعجب و اشکال نہ ہونا چاہئے اور نہ ہی یہ سوچنے کی کوئی ضرورت ہے کہ اتنا عظیم اور بھاری کام کس طرح انجام دیا جائے گا تو وہ رب کریم اپنی غیبی مدد سے اس کو آسان کر دے گا

لیکن اس کے بعد اگر یہ خیال ہو اور تردد پیش آئے کہ آخر اس قدر بڑی نعمت کس طرح حاصل ہوگی تو اس حیرت و تردد کو دور کرنے کے لئے فرمایا۔ وہ رب جس نے علم سکھایا قلم کے ذریعہ۔ جو بھی قلم تھا ایک

عــه پہلی مرتبہ اقرأ میں قرأت مطلوب ہونے کی حیثیت سے فرمایا گیا تو دوسری مرتبہ اس امر سابق کی تعمیل پر آمادہ ہونے اور اس کی عملی صورت ہموار کرنے کے لئے ہے گویا کہ بس پڑھیے۔ بعض مفسرین کا خیال ہے کہ اقرأ اول سے علوم باطنیہ کا پڑھنا مراد ہے اور اقرأ ثانی سے علوم ظاہرہ۔ لیکن پہلی توجیہ عربیت کی رو سے زیادہ قوی ہے۔ ۱۲

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

سُوْرَةُ الْقَدْرِ

اس سورت میں خاص طور پر نزول قرآن کی ابتداء اور شب قدر کی عظمت و فضیلت بیان کی گئی ہے اور یہ کہ اللہ رب العزت نے اس مبارک رات کو تمام زمانوں اور اوقات میں کیسی برتری عطاء فرمائی کہ اس ایک رات ہی کو ہزار مہینوں کی عبادت سے بڑھ کر قرار دیا۔ اور اس میں اللہ کی خاص تجلیات اس کی رحمتوں اور برکتوں کا نزول ہوتا ہے، جبرئیل امینؑ اور فرشتوں کی جماعتیں ملاء اعلیٰ سے زمین پر اُترتی ہیں۔ عابدین و ذاکرین کی مجالس عبادت و ذکر میں حاضر ہوتی ہیں اور اہل اللہ کے قلوب پر خاص کیفیت و باطنی انوار کا ورود ہوتا ہے۔

آیاتُہا ۵ — ۹۷ سُوْرَةُ الْقَدْرِ مَكِّيَّةٌ ۲۵ — رُكُوْعُهَا ۱

سورۂ قدر مکی ہے اس میں پانچ آیتیں ہیں۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

شروع اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم والا۔

إِنَّآ أَنزَلْنٰهُ فِى لَيْلَةِ الْقَدْرِ ① وَمَآ أَدْرٰىكَ مَا لَيْلَةُ

ہم نے یہ اتارا شب قدر میں - اور تو کیا بوجھا کیا ہے شب

الْقَدْرِ ② لَيْلَةُ الْقَدْرِ خَيْرٌ مِّنْ أَلْفِ شَهْرٍ ③ تَنَزَّلُ

قدر ؟ شب قدر بہتر ہے ہزار مہینے سے ۔ اترتے ہیں

الْمَلٰٓئِكَةُ وَالرُّوحُ فِيهَا بِإِذْنِ رَبِّهِم مِّن كُلِّ أَمْرٍ ④

فرشتے اور روح اس میں ، اپنے رب کے حکم سے ہر کام پر ۔

سَلٰمٌ هِيَ حَتّٰى مَطْلَعِ الْفَجْرِ ۝

امان ہے وہ رات صبح کے نکلنے تک۔

عظمت شب قدر و ماہ رمضان بنزول قرآن

قال اللہ تعالیٰ: اِنَّآ اَنْزَلْنٰهُ فِيْ لَيْلَةِ الْقَدْرِ ۔۔۔ الیٰ ۔۔۔۔۔ ھِیَ حَتّٰى مَطْلَعِ الْفَجْرِ

ربط: گذشتہ سورۃ اقرأ میں آغاز وحی اور ابتداء بعثت کا ذکر تھا۔ اب اس سورت میں نزول قرآن کا زمانہ اور شب قدر کی فضیلت بیان کی جا رہی ہے جس میں اللہ رب العزت نے قرآن جیسی نعمت اور عظیم کتاب ہدایت نازل فرمائی۔

یا یہ کہیے کہ گزشتہ سورت میں انسان پر عنایات و الطاف خداوندی کا ذکر تھا اور اسی کی تکمیل تھا کہ۔ اب اس مناسبت سے انسانی سعادت اور فوز و فلاح کی اصل اساس کتاب الٰہی اور قرآن حکیم کا نزول بیان کیا جا رہا ہے کہ وہ شب قدر میں ہوا۔ جس میں حقائق و معارف، عقائد و تہذیب نفس اور سیاست مدنیہ کے جملہ اصول و احکام موجود ہیں اور پھر یہ کہ انسان حصول سعادت میں جدوجہد کا محتاج ہے اور عمل زندگی ہی اس کو فلاح و سعادت کی منزل تک پہنچاتی ہے امم سابقہ طویل طویل مدتوں تک عبادات شاقہ کر کے بارگاہ رب العزت میں جو تقرب حاصل کرتی تھیں وہ اس امت کے لیے ایک رات کی چند گھڑیوں میں بھی مقدر فرما دیا۔ ارشاد مبارک ہے۔

بے شک ہم نے اتارا ہے اس قرآن کو شب قدر میں۔ اور اے مخاطب تو جانتا بھی ہے کہ کیا ہے شب قدر اس کی عظمت و برکت کیا ہے۔ اور کس وجہ سے کتاب الٰہی اس شب قدر میں اتاری گئی، اس کا منظر کیا اور کیسا ہے اور اس میں عبادت و ذکر الٰہی کا اجر و ثواب کس قدر ہے؟ اس کی حد اور حقیقت کا بیان تو کسی کے احاطہ ادراک میں نہیں آسکتا۔ بس اتنا سمجھ لے کہ شب قدر ہزار مہینوں سے بہتر ہے۔ اس ایک رات کی عبادت ہزار مہینوں کی عبادت کے ثواب سے بڑھ کر اور بہتر ہے۔ یہ ایسی رات ہے کہ اس میں اترتے ہیں فرشتے اور روح الامین یعنی جبرائیل امین اپنے رب کی اجازت اور حکم سے ہر امر خیر لے کر زمین کی طرف اور اللہ کی عبادت کرنے والے اہل ایمان بندوں کی جانب یہ رات سراپا سلام ہے کہ اس کا ایک ایک لمحہ سلامتی اور برکت و رحمت کا ہے جس میں فرشتوں کے گروہ پیغام سلامتی و رحمت لے کر زمین والوں پر اترتے ہیں۔ ان کے واسطے دعا کرتے ہیں۔ ان کو سلام کرتے ہیں۔ اور یہ رات طلوع فجر تک رہتی ہے۔ گویا غروب شمس سے لے کر یہ انوار و برکات اور اللہ رب العزت کی تجلیات طلوع فجر تک مسلسل رہتی ہیں جس کا لازمی نتیجہ یہ ہے کہ رات کے جس حصہ میں بھی عبادت ہوگی وہ ان رحمتوں اور برکتوں کا باعث ہوگی جو اس شب میں اللہ کی طرف

تو بظاہر خلجان ہو سکتا ہے کہ لیلۃ مبارکہ میں نزول بظاہر لیلۃ القدر میں نزول کے خلاف ہے تو کچھ ائمہ تفسیر نے اس خلجان کو رفع کرنے کے لئے لیلۃ مبارکہ کے معنی لیلۃ القدر کے کر دیئے، لیکن بالعموم حضرات مفسرین و روایت مرفوعہ کی تفسیر نیز اس وصف کے پیش نظر کہ فِیْهَا یُفْرَقُ کُلُّ اَمْرٍ حَکِیْمٍ، لیلۃ المبارکۃ کے معنی کو ترجیح دیتے ہیں کیونکہ یہ صفت لیلۃ البراءۃ ہی کی ہے (جیسا کہ گذر چکا) اس وجہ سے مناسب یہ ہوگا کہ یہ کہا جائے کہ لیلۃ البراءۃ میں بارگاہ خداوندی سے لوح محفوظ سے بیت العزۃ میں اتارنے کا فیصلہ ہوا اور پھر اس فیصلہ کے مطابق شب قدر میں بیت العزت پر پورا قرآن اتار دیا گیا اس کے بعد مختلف اور متعدد مواقع اور اماکن میں آیات قرآنیہ کا نزول ہوتا رہا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہر آیت کے نازل ہونے کے بعد کاتبین وحی کو فرماتے کہ اس آیت کو فلاں جگہ اور سورت میں فلاں آیت کے بعد لکھو۔ تاکہ اس طرح یہ ترتیب بیت العزۃ اور لوح محفوظ میں جس ترتیب سے قرآن کریم ہے اسی کے مطابق ہو جائے۔

شب قدر

امت محمدیہ کی خصوصیت

بعض حضرات محدثین و محققین کا اس امر میں اختلاف نقل کیا گیا کہ لیلۃ القدر امم سابقہ میں بھی تھی یا نہیں۔ بعض محدثین نے بروایت مالک یہ نقل کیا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو جب اللہ کی طرف سے اس امر پر مطلع کیا گیا کہ آپ کی امت کی عمریں بہ نسبت امم سابقہ کے بہت کم ہوں گی تو آپ نے فرمایا اے پروردگار پھر تو میری امت کے لوگ اعمال صالحہ اور عبادات کے اس مقام تک نہیں پہنچ سکیں گے جو پہلی امتوں کے لوگ اپنی طویل ترین عمر کے باعث حاصل کر چکے تو اس پر اللہ تعالیٰ نے آپ کو لیلۃ القدر عطا فرمائی اور اس کو خَیْرٌ مِّنْ اَلْفِ شَهْرٍ بنا دیا۔

علاوہ ازیں حدیث عبداللہ بن عمرؓ جو تمثیل امم کے سلسلہ میں وارد ہوئی جس میں آپ نے اپنی امت کی مثال بہ نسبت پہلی امتوں کے یہ فرمائی کہ ایک جماعت مزدوری پر صبح سے ظہر تک لگائی گئی اور انہوں نے ظہر تک عمل کیا اور ان کو حسب معاہدہ ایک ایک قیراط دے دیا گیا۔ دوسری جماعت نے ظہر سے عصر تک کام کیا اور ان کو بھی ایک ایک قیراط دے دیا گیا پھر تیسری جماعت لائی گئی اور انہوں نے عصر سے مغرب تک کام کیا اور ان کو دو دو قیراط دیئے گئے تو پہلی جماعتوں نے اعتراض کیا۔ نَحْنُ اَکْثَرُ عَمَلًا وَّ اَقَلُّ اَجْرًا فقال هل ظلمتکم؟ فذلک فضلی اوتیه من اشاء۔ کہ اے آقا ہم نے کام تو زیادہ کیا اور مزدوری ہم کو کم ملی بجائے ان لوگوں کو جنہوں نے کام کم کیا ان کو اجرت زیادہ دی گئی تو مالک نے اس پر کہا کیا تم پر

حُنَفَآءَ وَيُقِيمُوا الصَّلٰوةَ وَيُؤْتُوا الزَّكٰوةَ وَذٰلِكَ

ابراہیم کی راہ پر، اور کھڑی کریں نماز اور دیں زکوٰۃ، اور یہ ہے

دِينُ الْقَيِّمَةِ ۝ إِنَّ الَّذِينَ كَفَرُوا مِنْ أَهْلِ الْكِتٰبِ

راہ مضبوط لوگوں کی۔ وہ جو منکر ہوئے کتاب والے

وَالْمُشْرِكِينَ فِي نَارِ جَهَنَّمَ خٰلِدِينَ فِيهَا ۚ أُولٰٓئِكَ

اور شریک والے، دوزخ کی آگ میں، سدا رہیں ان میں۔ وہ لوگ ہیں

هُمْ شَرُّ الْبَرِيَّةِ ۝ إِنَّ الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ ۙ

بدتر سب خلق سے۔ وہ لوگ جو یقین لائے اور کئے بھلے کام،

أُولٰٓئِكَ هُمْ خَيْرُ الْبَرِيَّةِ ۝ جَزَآؤُهُمْ عِنْدَ رَبِّهِمْ جَنّٰتُ

وہ لوگ جو ہیں بہتر سب خلق سے۔ بدلا ان کا ان کے رب کے ہاں باغ ہیں

عَدْنٍ تَجْرِي مِنْ تَحْتِهَا الْأَنْهٰرُ خٰلِدِينَ فِيهَا أَبَدًا ۖ

بسنے کے، بہتی نیچے ان کے نہریں، سدا رہیں ان میں ہمیشہ۔

رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ وَرَضُوا عَنْهُ ۚ ذٰلِكَ لِمَنْ خَشِيَ رَبَّهُ ۝

اللہ ان سے راضی اور وہ اس سے راضی، یہ ملتا ہے اس کو جو ڈرا اپنے رب سے۔

معارف و مسائل

ذات رسول کریم و آیات قرآن سرچشمۂ علوم و برہان ہدایت

قال اللہ تعالیٰ: لَمْ يَكُنِ الَّذِينَ كَفَرُوا ۔۔۔ الیٰ ۔۔۔ ذٰلِكَ لِمَنْ خَشِيَ رَبَّهُ

ربط: گزشتہ سورت القدر میں شب قدر کی عظمت و فضیلت کا ذکر تھا، اس مناسبت سے اب اس سورت میں نیز تیسری عبادت کی اساس بیان کی جا رہی ہے کہ وہ خدا کا اخلاص اور قلب کی طہارت ہے اور اسی کا نام حنیفیت ہے جو حضرت ابراہیم علیہ السلام کا شعار تھا، نیز یہ کہ سورۃ قدر میں لیلۃ القدر کی فضیلت

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

سورۃ الزلزال

سورۃ الزلزال مدنی سورت ہے جمہور مفسرین کا یہی قول ہے ابن عباسؓ اور قتادہؒ سے اسی طرح نقل کیا گیا۔ عبداللہ بن مسعودؓ، عطاءؒ اور جابرؓ کا قول بعض مفسرین یہ بیان کرتے ہیں کہ یہ سورت مکہ مکرمہ میں نازل ہوئی۔ بظاہر اس قول کا منشاء یہ ہوگا کہ اس سورت کا اسلوب بیان مکی سورتوں جیسا ہے کہ قیامت اور احوال قیامت کا ذکر ہے اس کی آٹھ آیات ہیں۔

(ربط) اس سے قبل سورت میں جَزَآؤُهُمْ عِنْدَ رَبِّهِمْ جَنّٰتُ عَدْنٍ سے اہل ایمان و طاعت پر ہونے والے انعامات کا بیان تھا ظاہر ہے کہ اہل ایمان کو یہ بشارت سن کر شوق و انتظار ہو سکتا تھا کہ یہ نعمتیں انکو کب ملیں گی تو اب اس سورت میں اس کا وقت بتایا جا رہا ہے کہ وہ روز قیامت ہے اور قیامت کس حقیقت کا عنوان ہے اس کو بھی واضح کیا جا رہا ہے اور اس کی آمد پر جو انقلاب برپا ہوگا وہ بھی ذکر کیا جا رہا ہے اور کس طرح آسمان و زمین اور نظام کائنات درہم برہم کر دیا جائے گا؟ ان امور کو بیان فرماتے ہوئے یہ بھی واضح کر دیا گیا کہ انسان کا عمل خواہ اچھا ہو یا برا اس کا بدلہ اس کو ضرور ملے گا کسی کا عمل غیر ضائع نہیں ہوتا اور کوئی شخص برے عمل کے انجام اور سزا سے نہیں بچ سکتا۔

سورۂ زلزال مدنی ہے اس کی آٹھ آیتیں ہیں۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

شروع اللہ کے نام سے، جو بڑا مہربان نہایت رحم والا

إِذَا زُلْزِلَتِ الْأَرْضُ زِلْزَالَهَا ﴿۱﴾ وَأَخْرَجَتِ الْأَرْضُ

جب ہلا ڈالے زمین کو اس کے بھونچال سے۔ اور نکال ڈالے زمین اپنے

انہوں نے بیان کیا ہے۔ اور ایسے دلائل کے ساتھ ذکر کیا گیا کہ سلیم الطبع انسان اس کو قبول کرنے میں تامل نہیں کر سکتا اس کے ساتھ ہی آخر میں اس امر کو بیان کیا گیا کہ کچھ لوگ باوجود جاذب ہونے کے اور اہل عقل و فکر کی سوجھ بوجھ سے محروم ہو جانے کے جو ان کی دی گئی ہیں۔ اپنے مالک کے کس قدر وفادار ہیں اور اس کے حکم پر اپنے آپ کو کس قدر جانبازی اور بہادری سے لڑاتے ہیں اور اپنے مالک کے دشمن کا مقابلہ کس مستعدی اور ہمت سے کرتے ہیں۔ لیکن افسوس انسان اشرف المخلوقات ہو کر بھی اپنے آقا کا نافرمان ہے اس کا شکر نہیں کرتا۔ اور نہ ہی اس کی اطاعت و فرمانبرداری میں کوئی جانفشانی و ہمت کا مظاہرہ کرتا ہے اس کے بالمقابل حرص و لالچ اور نفس کی خواہشات ہی کی اتباع میں لگا رہتا ہے جس کا انجام سوائے ہلاکت و تباہی کے اور کیا ہو سکتا ہے اور یہ سب کچھ اس وجہ سے ہے کہ وہ فکر آخرت سے غافل ہے۔

آیاتھا ۱۱ | ۱۰۰ سُوْرَةُ الْعٰدِيٰتِ مَكِّيَّةٌ ۱۴ | رکوعھا ۱

سورۃ عادیات مکی ہے۔ اس میں گیارہ آیتیں ہیں۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

شروع اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم والا۔

وَالْعٰدِيٰتِ ضَبْحًا ۝۱ فَالْمُوْرِيٰتِ قَدْحًا ۝۲ فَالْمُغِيْرٰتِ

قسم ہے دوڑنے گھوڑوں کی ہانپتے۔ پھر ٹاپ سے آگ جھاڑ کر۔ پھر دھاوا دیتے

صُبْحًا ۝۳ فَاَثَرْنَ بِهٖ نَقْعًا ۝۴ فَوَسَطْنَ بِهٖ جَمْعًا ۝۵

صبح کو۔ پھر اٹھاتے اس میں گرد۔ پھر جا گھستے اس وقت فوج میں۔

اِنَّ الْاِنْسَانَ لِرَبِّهٖ لَكَنُوْدٌ ۝۶ وَاِنَّهٗ عَلٰى ذٰلِكَ

بیشک آدمی اپنے رب کا ناشکرا ہے۔ اور وہ اس کام سامنے

لَشَهِيْدٌ ۝۷ وَاِنَّهٗ لِحُبِّ الْخَيْرِ لَشَدِيْدٌ ۝۸ اَفَلَا

دیکھتا ہے۔ اور آدمی محبت پر مال کے مضبوط ہے۔ کیا نہیں

يَعْلَمُ اِذَا بُعْثِرَ مَا فِى الْقُبُوْرِ ۝۹ وَحُصِّلَ مَا فِى

جانتا وہ وقت کہ کریدا جاوے جو کچھ قبروں میں ہیں۔ اور تحقیق ہو جو

بعض ائمہ مفسرین نے قوارع قرآن کے عنوان سے تعبیر کیا ہے۔

اس سورت کی گیارہ آیات جن کی ابتداء ایسے ہیبت ناک عنوان سے کی گئی جو طبع بشری کو خواب غفلت سے بیدار کر دے اور انسانی جامد قوتوں میں حرکت پیدا کر دے۔ بالخصوص وزن اعمال کا بیان کرتے ہوئے نجات و کامیابی اور ہلاکت کا راز ظاہر کر دیا گیا اور انسانی فطرت کو متنبہ کیا گیا کہ وہ ہلاکت و بربادی کے راستہ سے اجتناب کرے۔

آیاتہا ۱۱ (۱۰۱) سُورَةُ القَارِعَةِ مَكِّيَّةٌ (۳۰) رکوعہا ۱

سورۃ قارعہ مکی ہے اس کی گیارہ آیتیں ہیں۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

شروع اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم والا

اَلْقَارِعَةُ ۝۱ مَا الْقَارِعَةُ ۝۲ وَمَا اَدْرٰىكَ مَا الْقَارِعَةُ ۝۳

وہ کھڑکھڑاتی ۔ کیا ہے وہ کھڑکھڑاتی ؟ اور تو کیا بوجھا ! کیا ہے وہ کھڑکھڑاتی ۔

يَوْمَ يَكُوْنُ النَّاسُ كَالْفَرَاشِ الْمَبْثُوْثِ ۝۴ وَتَكُوْنُ

جس دن ہو دیں لوگ جیسے پتنگے بکھرے ۔ اور ہو دیں

الْجِبَالُ كَالْعِهْنِ الْمَنْفُوْشِ ۝۵ فَاَمَّا مَنْ ثَقُلَتْ

پہاڑ جیسے رنگی اون دھنی ۔ سو جس کی بھاری ہوئیں

مَوَازِيْنُهٗ ۝۶ فَهُوَ فِيْ عِيْشَةٍ رَّاضِيَةٍ ۝۷ وَاَمَّا مَنْ

تولیں ۔ تو اس کو گذران ہے من مانتی ۔ اور جس کی

خَفَّتْ مَوَازِيْنُهٗ ۝۸ فَاُمُّهٗ هَاوِيَةٌ ۝۹ وَمَا اَدْرٰىكَ

ہلکی ہوئیں تولیں ۔ تو اس کا ٹھکانا گڑھا ۔ اور تو کیا بوجھا وہ

مَا هِيَهْ ۝۱۰ نَارٌ حَامِيَةٌ ۝۱۱

کیا ہے ؟ آگ ہے دہکتی ۔

دیکھنا ہے کہ میں نے اپنی عمر برباد کر ڈالی۔

سورت کو اختتام اس وعید و تنبیہ پر کیا گیا کہ انسان کو دنیا میں جو نعمتیں اور راحتیں دی گئی ہیں، ان کا ایک حق ہے اور یقیناً اس بارہ میں اس سے باز پرس ہوگی کہ اس نے حق نعمت کیا اور کس طرح ادا کیا۔

سورۃ تکاثر مکی ہے۔ اس میں آٹھ آیتیں ہیں

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

شروع اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم والا

اَلْهٰىكُمُ التَّكَاثُرُ ۝۱ حَتّٰى زُرْتُمُ الْمَقَابِرَ ۝۲ كَلَّا سَوْفَ

غفلت میں رکھا تم کو بہتایت کی حرص نے، جب تک جا دیکھیں قبریں۔ کوئی نہیں آگے

تَعْلَمُوْنَ ۝۳ ثُمَّ كَلَّا سَوْفَ تَعْلَمُوْنَ ۝۴ كَلَّا لَوْ تَعْلَمُوْنَ

جان لوگے۔ پھر بھی کوئی نہیں، آگے جان لوگے۔ کوئی نہیں اگر جانو

عِلْمَ الْيَقِيْنِ ۝۵ لَتَرَوُنَّ الْجَحِيْمَ ۝۶ ثُمَّ لَتَرَوُنَّهَا

یقین کر جاننا۔ بیشک تم کو دیکھنا ہے دوزخ۔ پھر دیکھنا ہے اس کو یقین کی

عَيْنَ الْيَقِيْنِ ۝۷ ثُمَّ لَتُسْئَلُنَّ يَوْمَئِذٍ عَنِ النَّعِيْمِ ۝۸

آنکھ سے۔ پھر پوچھیں گے تم سے اس دن آرام کی حقیقت۔

تنبیہ و تہدید بر غفلت از آخرت و وعید بر حرص مال و دولت

قال اللہ تعالیٰ۔ اَلْهٰىكُمُ التَّكَاثُرُ ۔۔۔ الیٰ ۔۔۔ يَوْمَئِذٍ عَنِ النَّعِيْمِ

ربط: سورۃ القارعہ میں انسان کو قیامت پر پیش آنے والے ہولناک حوادث سے آگاہ و خبردار

کیا گیا تھا، اب اس سورت میں جو اسباب غفلت ہیں ان سے باخبر کیا جارہا ہے کہ مال و دولت کی حرص انسان کو آخرت سے غافل اور دور کرنے والی چیز ہے، اسی طرح مال و اولاد پر تفاخر و غرور بھی کوئی اچھی بات نہیں، انسان کو چاہیے ان فتنوں میں مبتلا ہو کر اپنے اصل مقصد یعنی فکر آخرت کو فراموش نہ کرے۔

قتادہؒ اور مقاتلؒ سے یہ منقول ہے کہ یہ سورت مدینہ منورہ میں نازل ہوئی، جبکہ مدینہ میں بسنے والے یہود اس پر تفاخر کرتے تھے کہ میرے پاس اس قدر مال ہے اور میری اولاد اتنی ہے، اور ہر ایک اسی فکر میں رہتا اور اس میں اس قدر انہماک اور غلو اختیار کیا کہ اپنا دین بھی بھول گئے اور اس سلسلہ میں جو بھی کچھ کرنا پڑا، حلال و حرام کی پرواہ کئے بغیر کر گذرے، لیکن یہ روایت باعتبار اسناد محدثین کے نزدیک صحیح نہیں، اس لیے اس سورت کا مکی ہونا ہی جمہور نے اختیار کیا ہے۔

بعض مفسرین اس کا سبب نزول، قریش کے دو قبیلوں بنو عبد مناف اور بنو سہم کے درمیان اس نزاع اور باہمی قتال کو بتاتے ہیں جو اسی طرح باہمی تفاخر اور سرداری کے لالچ کی وجہ سے پیش آیا، آپس میں خوب لڑے قبروں کے گننے کی نوبت آگئی۔ انسان کے اس فطری عیب کو بیان کرتے ہوئے اس امر کی بھی تلقین کی گئی کہ دنیا میں اس کو نعمتیں عطا کی جاتی ہیں ان کا حق ہوتا ہے اور اگر انسان اس حق کو ادا کرنے میں کوتاہی کرے تو مواخذہ اور سزا سے ہرگز نہ بچ سکے گا۔ تو ارشاد فرمایا اے لوگو! غافل بنادیا ہے تم کو زیادہ سے زیادہ مال جمع کرنے کی حرص نے اور اس کی کثرت پر فخر کرنے نے اور تم اس تفاخر و تکاثر مال سے باز نہ آؤ گے یہاں تک کہ تم قبروں کو دیکھ لو تو مرنے تک اسی طرح باہمی تفاخر اور مال و دولت جمع کرنے کی حرص میں مبتلا رہو گے اور یہ غفلت کا پردہ اس وقت تک نہیں ہٹے گا جب تک کہ تم قبروں میں نہیں چلے جاؤ گے، خبردار ہرگز یہ چیز غفلت کی نہیں اور نہ قابل انکار ہے بے شک عنقریب تم جان لو گے کہ قیامت برحق ہے، اور دنیوی زندگی کے اعمال و افعال کا حساب و بدلہ ہے۔ خبردار ہرگز یہ چیز قابل غفلت نہیں دنیا کی زندگی خیال ہے، بے شک پھر تم بہت جلد معلوم کرلو گے کہ دنیا کی زندگی آخرت کے مقابلہ میں ایک خواب ہے۔[۳]

---

[۱] ان الفاظ میں اشارہ ہے کہ تکاثر کے دونوں معنی ہیں، مال و دولت زیادہ جمع کرنے کی حرص اور مال و اولاد پر تفاخر، ابن عباسؓ اور حسن بصریؒ نے پہلے معنی کو ترجیح دی ہے۔ ۱۲

[۲] : ترجمہ کے درمیان اضافہ کردہ کلمات سے کَلَّا سَوْفَ تَعْلَمُوْنَ کے تکرار کی طرف اشارہ ہے۔ ۱۲

[۳] ، حدیث میں ہے کہ عبداللہ بن الشخیر صحابی ایک روز آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے تو آپ سورۃ اَلْھٰکُمُ التَّکَاثُرُ پڑھ رہے تھے اور فرما رہے تھے۔

یقول ابن آدم مالی وھل لک — کہ ابن آدم یہ کہتا ہے میرا مال میرا مال حالانکہ

(باقی حاشیہ اگلے صفحہ پر)

سے بیان فرمایا گیا۔

سورۃ تکاثر میں یہ بتلایا گیا تھا کہ انسان اپنی زندگی اسی حرص و شوق میں گنوا رہا ہے کہ مال و دولت کی کثرت ہو۔ عیش و عشرت کے اسباب مہیا ہو جائیں۔ اور اسی پر وہ فخر کرتا ہے۔ تو اب اس سورت میں یہ فرمایا جارہا ہے کہ انسان اپنی فطری اور عقلی کمزوری سے اپنی زندگی ہی تباہ و برباد کرتا ہے اور اس قیمتی سرمایۂ حیات سے جو نفع اٹھانا چاہئے تھا وہ نہیں اٹھاتا تو اس طرح انسان اپنی زندگی برباد کرتا ہے اور اس محرومی اور خسران سے بچنے کے یہ اصول ہیں۔ ایمان و عمل صالح۔ تواصی بالحق۔ اور تواصی بالصبر گویا اصول فلاح و سعادت کے موضوع پر یہ سورت نہایت ہی جامع سورت ہے۔ اسی وجہ سے امام شافعی رحمۃ اللہ فرمایا کرتے تھے۔ اگر اللہ رب العزت قرآن کریم میں اس سورت کے علاوہ اور کچھ نہ اتارتے تو تنہا یہی ایک سورت تمام دنیا کے انسانوں کے لئے کافی تھی۔ تو ارشاد فرمایا قسم ہے زمانہ کی جس کے انقلابات کا انسان ہر وقت مشاہدہ کرتا ہے عزت و ذلت امیری و فقیری۔ تندرستی و بیماری۔ راحت و تکلیف اور کامیابی و ناکامی اور غمی و خوشی۔ غرض یہ تمام احوال اور زندگی میں واقع ہونے والے افعال خیر و شر سب ہی باتیں اس بات کی گواہ ہیں۔

بے شک انسان اپنی فطرت اور عقلی کمزوریوں کے باعث عمر عزیز کا گرانقدر سرمایہ ضائع کرتا رہنے کی وجہ سے بڑے ہی خسارہ میں ہے۔ دنیا میں ہر خسارہ کی تلافی ممکن ہے۔ لیکن اس خسارہ کی تلافی کا کوئی امکان نہیں۔ مگر وہ لوگ جو ایمان لائے اور نیک کام کئے اور باہم ایک دوسرے کو حق پر قائم رہنے کی تاکید کرتے رہے۔ اور ایک دوسرے کو صبر و برداشت اور پابندی احکام پر قائم رہنے کی وصیت کرتے رہے تو بس یہی لوگ تو خسارہ سے بچیں گے اور بلاشبہ نفع اٹھا سکیں گے اپنے سرمایۂ حیات سے۔

کلام اللہ میں زمانہ کی قسم کھانا انسانی حیات کو ضیاع و خسران سے محفوظ رکھنے کے لئے ہے

اس سورۂ مبارکہ میں حق تعالیٰ نے زمانہ کی قسم کھا کر انسانی حیات کی تباہی و بربادی کا اسکے سودمند اور کارآمد ہونے کا ایک جامع ضابطہ اور مکمل ہدایت کے اصول بیان فرمائے۔

عہ: بعض صحابہ سے منقول ہے کہ جب دو مسلمان آپس میں ملتے تو جدا ہونے کے وقت ایک دوسرے کو یہ سورت سنایا کرتے۔ ۱۲

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

سُوۡرَۃُ الۡھُمَزَۃ

سورۃ الہمزہ مکی سورت ہے، اور اکثر ائمہ تفسیر کا اس پر اتفاق ہے۔

اس سورۂ مبارکہ میں خاص طور پر ان امور و خصائل کی مذمت کی گئی ہے جو انسانی اقدار کو تباہ کرنے والے ہیں، طعن و تشنیع، عیب جوئی بدترین خصلت ہے جو ایمان کے ساتھ جمع ہونے کے قابل نہیں۔ مومن کی شان سے اس قسم کی باتیں بعید ہیں۔ ان مذموم اور ناپاک خصلتوں کا کفر و شرک کے ساتھ اجتماع ہو سکتا ہے مگر انسان کو آگاہ ہونا چاہئے کہ کفر و نافرمانی کا کیسا بدترین انجام ہے، جہنم کی دہکتی ہوئی آگ جس کے تصور سے ہی انسان کانپ جائے۔ ظاہر ہے کہ جب اس جہنم میں مجرمین کو ڈالا جائے گا تو کیا حال ہوگا تو اس مضمون میں نار جہنم کی عظمت و ہیبت کو بیان کیا گیا۔

سورۃ الہمزۃ مکی ہے، اس میں نو آیتیں ہیں۔

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

شروع اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم والا

وَیۡلٌ لِّکُلِّ ہُمَزَۃٍ لُّمَزَۃِۣ ۙ﴿۱﴾ الَّذِیۡ جَمَعَ مَالًا وَّ عَدَّدَہٗ ۙ﴿۲﴾

خرابی ہے ہر طعنہ دینے عیب چننے والے کی۔ جس نے سمیٹا مال اور گن گن کر رکھا۔

یَحۡسَبُ اَنَّ مَالَہٗۤ اَخۡلَدَہٗ ۚ﴿۳﴾ کَلَّا لَیُنۡۢبَذَنَّ فِی الۡحُطَمَۃِ ۫﴿۴﴾

خیال رکھتا ہے کہ اس کا مال سدا رہے گا اس کے ساتھ۔ کوئی نہیں! وہ پھینکا جائے گا اس روندنے والی میں۔

وَ مَاۤ اَدۡرٰىکَ مَا الۡحُطَمَۃُ ؕ﴿۵﴾ نَارُ اللّٰہِ الۡمُوۡقَدَۃُ ۙ﴿۶﴾ الَّتِیۡ

اور تو کیا سمجھا کون ہے وہ روندنے والی؟ ایک آگ ہے اللہ کی سلگائی ہوئی۔ وہ جو

کیا ہے فرمایا اپنی زبان قابو میں رکھو یعنی ہر بری بات سے زبان کو روکو۔ اور گھر میں بیٹھو اور اپنے گناہوں پر رویا کرو۔ عله

ایک روایت میں ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم جانتے بھی ہو کہ غیبت کیا ہے لوگوں نے عرض کیا اللہ اور اس کا رسول ہی خوب جانتا ہے۔ فرمایا کسی شخص کا اپنے بھائی کی ایسی بات ذکر کرنا جو اس کو بری معلوم ہو کسی نے اس پر عرض کیا یا رسول اللہ اگر وہ بات اس میں ہو تو کیا پھر بھی غیبت ہے۔ آپ نے فرمایا اسی کا نام غیبت ہے اور اگر ایسی بات یا عیب لگاؤ جو اس میں نہیں تو پھر یہ بہتان ہے۔ عله

بالعموم ایسے غیبت اور بد عادت کا سبب کبر و تعلی ہوتا ہے اس بنا پر وہ دوسروں کی عیب گوئی اور طعن میں لگ کر اپنے آپ کو بڑا سمجھتا ہے۔ اور عیبتًا انسان کے غرور و نخوت اور دوسروں کی تحقیر کے یہ اسباب ہوتے ہیں۔ حسن و جمال، ثروت، نسب و حسب، علم و ہنر اور مال و دولت جس کا نشہ انسان کو اندھا بنا دیتا ہے تو اسی وجہ سے اوصاف غیبیہ کے ساتھ اس شخص کا یہ وصف بھی بیان کر دیا گیا۔ الَّذِيْ جَمَعَ مَالًا وَّعَدَّدَهٗ۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

سورۃ الفیل

تمام مفسرین کے نزدیک سورۃ الفیل مکی سورت ہے حضرت عبد اللہ بن عباسؓ اور دوسرے اکابر مفسرین صحابہ سے اسی طرح منقول ہے۔ اس کی پانچ آیات ہیں۔ اس سورت میں ایک عظیم تاریخی واقعہ ذکر فرمایا گیا ہے جو باتباع امت حق تعالیٰ نے شعائر کی قدرت کاملہ و بالغہ کا ایک واضح نمونہ تھا۔ اور اللہ رب العزت نے اس واقعہ کو اپنے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کے مقام نبوت کے لیے ایک دلیل اور بشارت کے طور پر ظاہر کیا۔ جس کو اصطلاح شریعت میں ارہاص کہا جاتا ہے۔ جس سال حضورؐ کی ولادت باسعادت ہوئی تھی اور ابھی ایک ماہ بیس روز باقی تھے کہ یہ واقعہ پیش آیا کہ ابرہہ اشرم نے بیت اللہ پر ہاتھیوں کے لشکر سے حملہ کرنے کا ارادہ کیا۔ مگر اللہ نے اپنی قدرت سے پرندوں جیسی ضعیف مخلوق کی چونچوں اور پنجوں کی کنکریوں سے اس عظیم لشکر کو ہلاک اور برباد فرما دیا یہ آپ کی نبوت کی تصدیق کے لیے

عله ، جامع ترمذی ابو داؤد۔

عله ، صحیح مسلم۔

اس سورت کا مضمون قریش پر خصوصیت سے خداوندی کی طرف سے خاص انعامات کا ذکر ہے کہ ان پر اللہ کی کیسی عنایت تھی کہ تجارتی وسائل اور ذرائع آمدورفت آسان کر دیئے تھے۔ اس طرح کے مادی انعامات اور ظاہری عنایات کا تقاضا یہ تھا کہ وہ اپنے منعم کی عبادت کرتے۔ پھر چونکہ ان کے رب کا گھر بھی خود مکہ میں ہے تو پھر کوئی وجہ نہیں کہ ایمان نہ لائیں اور کعبۃ اللہ کی عبادت ذکر یں۔ تو اس سورت میں خاص طور پر ان مضامین کو بیان کیا گیا۔

سورۂ قریش مکی ہے۔ اس کی چار آیتیں ہیں۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

شروع اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم والا۔

لِإِيلَافِ قُرَيْشٍ ﴿۱﴾ إِيلَافِهِمْ رِحْلَةَ الشِّتَاءِ وَالصَّيْفِ ﴿۲﴾

اس واسطے کہ مانوس کیا قریش کو۔ مانوس رکھنا ان کو کوچ سے جاڑے کے اور گرمی کے۔

فَلْيَعْبُدُوا رَبَّ هَٰذَا الْبَيْتِ ﴿۳﴾ الَّذِي أَطْعَمَهُمْ مِنْ

تو چاہئے بندگی کریں اس گھر کے رب کی۔ جس نے ان کو کھانا دیا بھوک

جُوعٍ ۙ وَآمَنَهُمْ مِنْ خَوْفٍ ﴿۴﴾

میں۔ اور امن دیا ڈر میں۔

انعامات خداوندی بر قریش بصورت عطاء رزق وامن و تسہیل وسائل سفر

خلاصۂ تفسیر: لِإِيلَافِ قُرَيْشٍ ...... الى ...... وَآمَنَهُمْ مِنْ خَوْفٍ۔

ربط: گزشتہ سورت میں اہل مکہ پر خداوند عالم کے اس خاص انعام و کرم کا ذکر تھا کہ ہاتھی والوں کو

(۱۰۷) سُورَةُ الْمَاعُونِ مَكِّيَّةٌ (۱۷) — آیاتها ۷ — رکوعها ۱

سورۂ ماعون مکی ہے اس میں سات آیتیں ہیں

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

شروع اللہ کے نام سے جو بیحد مہربان نہایت رحم والا

أَرَأَيْتَ الَّذِي يُكَذِّبُ بِالدِّينِ ﴿١﴾ فَذَٰلِكَ الَّذِي يَدُعُّ الْيَتِيمَ ﴿٢﴾ وَلَا يَحُضُّ عَلَىٰ طَعَامِ الْمِسْكِينِ ﴿٣﴾ فَوَيْلٌ لِّلْمُصَلِّينَ ﴿٤﴾ الَّذِينَ هُمْ عَن صَلَاتِهِمْ سَاهُونَ ﴿٥﴾ الَّذِينَ هُمْ يُرَاءُونَ ﴿٦﴾ وَيَمْنَعُونَ الْمَاعُونَ ﴿٧﴾

تو نے دیکھا اس کو جو جھٹلاتا ہے انصاف ہونا، سو وہی ہے جو دھکے دیتا ہے یتیم کو، اور نہیں تاکید کرتا محتاج کے کھانے پر، پھر خرابی ہے ان نمازیوں کی، جو اپنی نماز سے بے خبر ہیں، وہ جو دکھلاوا کرتے ہیں، اور مانگے نہ دیں برتنے کی چیز۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

سورۃ الماعون

سورۃ ماعون بھی مکی سورت ہے جس کی سات آیتیں ہیں۔ عطاءؒ اور جابرؓ کا یہی قول ہے جمہور اسی کے قائل ہیں اگرچہ بعض مفسرین سے یہ نقل کیا گیا ہے کہ نصف اول مکہ میں نازل ہوئی اور نصف آخر مدینہ منورہ میں۔

اس سورت کے مضامین اگرچہ مختصر اور اختصار میں بڑی ہی عجیب شان رکھتے ہیں۔ اور مختصر آیات میں حکمت نظریہ اور عملیہ تہذیب و اخلاق، سیاست مدن اور تمدن جیسے عظیم اصول اور

۔ سمجھنے کو عیب کہا جاتا ہے تو ایسی حقیر سی چیزیں بھی جو دینے میں تنگ نظر ہو وہ کیا صدقات و زکوٰۃ ادا کرے گا کیا کسی مسکین کو کھانے کو دے گا یتیم کی تربیت و کفالت کرے گا، تو ظاہر ہے کہ اقتصادی تنگدلی اور عملی خرابیوں کے بعد ایسی اخلاقی گراوٹ انتہائی افسوسناک امر ہے اور انسانیت کے لیے تباہ کن بات ہے اور اس میں شبہ نہیں کہ اسلام اور اسلامی تعلیمات انسان اور معاشرہ کو ایسی گندگیوں اور کمینہ خصلتوں سے پاک رکھنے والی ہیں جن کی تعلیم و ہدایت سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کے ذریعہ دنیا کو دی گئی اس لیے ہر مسلمان شخص کو چاہیے کہ وہ اللہ کے ساتھ اخلاص اور مخلوق کے ساتھ ہمدردی کا برتاؤ کرے، ریاکاری اور بداخلاقی سے بچے۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

سُورَۃُ الکَوثَر

سورۃ الکوثر مکیہ ہے جس کی تین آیات ہیں اکثر مفسرین کا یہی قول ہے کہ یہ مکہ مکرمہ میں نازل ہوئی۔ حضرت عبداللہ بن زبیرؓ اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے اسی طرح منقول ہے۔ یہ سورت بھی جامعیت مضامین میں ایک اعلیٰ مقام رکھتی ہے جیسا کہ ظاہر ہے۔

ابتداءً اس میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو خداوند عالم کی طرف سے خیر کثیر عطا کیے جانے کا اعلان ہے اور یہ بات اظہر من الشمس ہے کہ جو وحی اور علوم الٰہیہ، رشد و ہدایت اور فلاح و سعادت آپ کو دیئے گئے ان کی عظمت و برتری اور بہتری کی کوئی حد نہیں ہو سکتی جن علم و حکمت سے دنیا کو انسانیت سکھا دی ان کو عقائد اعمال و اخلاق کی بلندیوں تک پہنچا دیا۔ گمراہی کی ظلمتوں سے نکال کر ہدایت اور ایمان و تقویٰ کے نور سے ان کی زندگیاں روشن کر دیں یقیناً وہ ایسی خیر کثیر ہے کہ اس سے بڑھ کر کسی خیر کا تصور نہیں کیا جا سکتا ہے۔ اس خیر کثیر کے شکر میں مسلمانوں کی تکمیل صلوٰۃ اور قربانی سے ہوتی ہے تو فَصَلِّ لِرَبِّكَ وَانْحَرْ فرما دیا اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی عظمت اور عند اللہ مقبولیت کا یہ مقام ہے کہ آپ کا دشمن اور بدخواہ ہمیشہ کے لیے تباہ و برباد ہو کر رہے گا۔

غرض اس سورت میں بے شمار مطالب اور اسرار و حکم ہیں جن کا مقابلہ عرب کا کوئی فصیح و بلیغ ادیب و شاعر نہ کر سکا۔ روایات میں ہے کہ عرب کے شعراء میں سے نامور شعراء اپنے اپنے اشعار اور قصائد بیت اللہ کی دیواروں اور پردوں پر لگا دیتے تھے۔ لیکن جب یہ سورت نازل ہوئی سب حیرت میں پڑ گئے اور شعراء کو اپنے اپنے کلام بیت اللہ کی دیواروں پر سے اتارنے پڑے۔ اور پھر کسی کو جرأت نہ ہوئی کہ وہ اپنا

عرب جب کسی شخص کی اولاد میں کوئی بیٹا نہ رہے تو اس کو ابتر کہا کرتے تھے۔ مظہری سے منقول ہے کہ یہ ابولہب کی طرف اشارہ ہے جس وقت آپ کے صاحبزادہ قاسم کا انتقال ہوا تو ابولہب مشرکین کے مجمع میں دوڑتا ہوا گیا اور کہنے لگا، بُتِرَ محمد، اس پر اللہ رب العزت نے یہ آیت نازل فرمائی اِنَّ شَانِئَكَ هُوَ الْاَبْتَرُ۔

ابن عباسؓ سے منقول ہے کہ یہ آیت ابوجہل کے بارہ میں نازل ہوئی ہے۔ بعض مفسرین کا خیال ہے عاص بن وائل کے بارہ میں نازل ہوئی ہے کہ وہ خبیث آپ کو ابتر کہتا تھا انس بن مالکؓ بیان کرتے ہیں کہ ایک دفعہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو نیند کا ایک جھونکا سا آیا۔ پھر آپ نے اپنا سر اٹھایا، مسکراتے ہوئے اور فرمایا مجھ پر ایک سورت نازل ہوئی ہے جس میں بہت ہی عظیم الشان اور آپ نے یہ سورت پڑھ کر سنائی۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

سورۃ الکافرون

سورۃ کافرون مکی سورت ہے۔ عبداللہ بن مسعودؓ، حسن بصریؒ اور عکرمہؒ سے یہی منقول ہے۔ اور جمہور اسی کے قائل ہیں۔

اس سورت کا مضمون درحقیقت اس بات کی تعلیم و تلقین ہے کہ اہل ایمان کو ایمان پر کامل استقامت اختیار کرنی چاہئے اور کسی مرحلہ پر اہل باطل کو اس کی طرف سے ایسی توقع نہ رکھنی چاہئے کہ وہ حق اور ہدایت کے تقاضوں سے کسی درجہ میں انحراف کر سکتا ہے۔

پھر یہ بات بھی اس ضمن میں واضح کی جا رہی ہے کہ حق اور باطل کی آمیزش کا کوئی امکان نہیں۔ اہل حق کو اسی پر استقامت چاہئے اور اگر اہل باطل کی طرف سے یہ بات ظاہر ہو جائے کہ وہ کسی طرح بھی حق قبول کرنے کی صلاحیت نہیں رکھتے اور عناد و بغض سے اس درجہ اسلام اور مسلمانوں سے متنفر ہیں کہ قریب بھی آنے کو تیار نہیں تو پھر ان کو ایک آخری پیغام کے طور پر اعلان کر دیا جائے کہ اب اس صورت حال میں ہم مایوس ہو چکے ہیں۔ تم اگر حق قبول کرنے کو تیار نہیں تو تمہارا دین تم کو مبارک، اور تم یہ توقع اپنے دل سے نکال دو کہ ہم تمہاری دلجوئی کے واسطے تمہارے مذہب اور تمہارے اخلاق و افعال اختیار کر سکتے ہیں تو یہ اہم حقائق اور امور ان چند آیات میں ذکر فرمائے گئے ہیں۔

پر قائم رہنا چاہئے اور اس پختگی اور استقامت کا ایسی ہی قوت کے ساتھ اعلان کر دینا چاہئے کہ اہل باطل اس کی طرف سے مایوس ہو جائیں۔

تمّ بحمد اللہ تفسیر سورۃ الکافرون

فائدہ صحیح مسلم میں حضرت ابن عمرؓ سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے طواف کے بعد دو رکعتوں میں قل یا ایہا الکافرون اور سورۃ اخلاص کی تلاوت فرمایا۔

حضرت ابو ہریرہؓ سے مروی ہے کہ آپ ان دو سورتوں کو مغرب کے بعد سنتوں میں اور فجر سے قبل سنتوں میں پڑھا کرتے تھے۔

نیز حضرت جابرؓ بیان کرتے ہیں کہ آنحضرتؐ جب رات کو بستر پر لیٹتے تو تب بھی یہ سورت تلاوت فرماتے اور آپ نے حضرت علیؓ کو بھی اس کی تاکید فرمائی۔ اور ایک حدیث میں ہے کہ انہا براءۃ من الشرک کہ یہ سورت شرک سے براءت اور بیزاری ہے۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

سورۃ النصر

سورۃ النصر جمہور مفسرین کے نزدیک مدنیہ ہے۔ بعض روایات سے یہ بیان کیا گیا کہ حجۃ الوداع کے زمانہ میں ایام تشریق کے دوران مقام منیٰ میں نازل ہوئی۔ اس سورت کا نام بعض حضرات نے سورۃ التودیع بھی بیان کیا ہے۔ اور بعض حضرات فرماتے ہیں کہ فتح مکہ سے قبل نازل ہوئی۔

حافظ ابن کثیرؒ بروایت صدقہ بن یسارؒ حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے یہ بیان کرتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر یہ سورت جب ایام تشریق میں نازل ہوئی تو آپ نے سمجھ لیا کہ یہ سورت میرے وصال

(بقیہ حاشیہ) تو معبودوں کی شرکت اور نہ طریقہ عبادت میں شرکت تو پھر مفاہمت کی بات کیا ہو سکتی ہے۔

حافظ ابن تیمیہؒ کا بیان یہ ہے کہ ایک دفعہ نفی اس لحاظ سے ہے کہ آنحضرتؐ یہ اعلان فرما رہے ہیں کہ میں نے تو پہلے بھی کبھی شرک نہیں کیا جب کہ بتوں کی پرستش کا اور جاہلیت کا دور تھا تو اب جب کہ رسالت عطا کر دی گئی اور مجھ کو اللہ نے توحید کا داعی بنا دیا تو اب یہ کیونکر ممکن ہے کہ میں ان معبودوں کی عبادت کروں۔

(تفصیل کے لیے فوائد عثمانی ملاحظہ فرمائیں)

سورۂ نصر مدنی ہے اس کی تین آیتیں ہیں۔

شروع اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم والا۔

اِذَا جَآءَ نَصْرُ اللّٰهِ وَالْفَتْحُ ۝۱ وَرَاَيْتَ النَّاسَ

جب آچکی مدد اللہ کی اور فیصلہ۔ اور تو نے دیکھے لوگ

يَدْخُلُوْنَ فِيْ دِيْنِ اللّٰهِ اَفْوَاجًا ۝۲ فَسَبِّحْ بِحَمْدِ

داخل ہوتے اللہ کے دین میں فوج فوج۔ اب پاکی بول اپنے

رَبِّكَ وَاسْتَغْفِرْهُ ۚ اِنَّهٗ كَانَ تَوَّابًا ۝۳

رب کی خوبیاں۔ اور گناہ بخشوا اس سے بیشک وہ معاف کرنے والا ہے۔

ذکر بشارت فتح و نصرت و غلبۂ دین و ظہور اسلام مع حکم تسبیح و استغفار

قال اللہ تعالیٰ: اِذَا جَآءَ نَصْرُ اللّٰهِ وَالْفَتْحُ ...... الیٰ ...... اِنَّهٗ كَانَ تَوَّابًا۔

ربط: اس سے قبل سورۃ کافرون میں اس امر کا حکم تھا کہ مشرکین کی سازشوں سے مسلمانوں کے قدم دین و صداقت سے کسی درجہ میں متزلزل نہ ہونے پائیں اور واضح اعلان کی صورت میں کہہ دیا جائے کہ ان کی خواہشات و کوششیں کامیاب نہ ہوسکیں گی اور اس امر کا کوئی امکان نہیں کہ حق اور باطل میں کوئی باہمی سمجھوتہ ہو اگر کفار شرک اور کفر سے باز آنے کو تیار نہیں تو پھر حق پرست اور مسلمان کیونکر ایمان اور توحید کے تقاضوں سے دست بردار ہوسکتا ہے اس مرحلہ پر تو بس یہی اعلان کرنا ہے کہ لَكُمْ دِيْنُكُمْ وَلِيَ دِيْنِ تو اس مناسبت سے اس سورت میں فتح و نصرت کی بشارت کا ذکر کیا جا رہا ہے ہمیشہ کے لیے غلبۂ دین اور ظہور اسلام کی خبر دی گئی، اور چونکہ یہ بشارت اس نعمت کو متضمن تھی کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی غرض بعثت الحمدللہ مکمل ہوگئی۔

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

سُوْرَۃُ اللَّھَب

سورۂ لہب مکی سورت ہے۔ عبداللہ بن الزبیرؓ اور ابن عباسؓ سے یہی منقول ہے اور ائمہ مفسرین بیان کرتے ہیں کہ اس میں کسی کا اختلاف نہیں، اس کی پانچ آیات ہیں۔ اس سورت میں خاص طور سے اس اہم تاریخی امر کا بیان ہے کہ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے تمام عرب کو اللہ کا پیغام پہنچانے کا ارادہ فرمایا اور آیت مبارکہ وَاَنْذِرْ عَشِیْرَتَکَ الْاَقْرَبِیْنَ نازل ہوئی اور علانیہ دعوت کے آغاز کے بعد سب سے پہلا حکم بھی آپ کو یہی دیا گیا۔ ثُمَّ فَاصْدَعْ بِمَا تُؤْمَرُ تو آپ بطحٰی مکہ کی طرف نکلے اور ایک پہاڑ پر چڑھ کر آپ نے قبائل عرب کو پکارا (فرمایا) یا صباحاہ، یا صباحاہ! جب قریش کے تمام قبائل جمع ہو گئے تو آپ نے فرمایا اے گروہ ذرا یہ بتاؤ کہ اگر میں تم سے یہ کہوں کہ ایک دشمن کا لشکر تم پر صبح کو حملہ آور ہونے والا ہے یا شام کو حملہ کرنے والا ہے تو کیا تم میری تصدیق کرو گے اور میری بات پر اعتماد کرو گے۔ سب نے جواب دیا بے شک۔ اور ایک روایت میں ہے کہ ہم نے آپ کے بارہ میں کبھی کوئی تجربہ نہیں کیا سوائے صداقت اور سچائی کے۔ آپ نے فرمایا، اِنِّیْ نَذِیْرٌ لَّکُمْ بَیْنَ یَدَیْ عَذَابٍ شَدِیْدٍ کہ میں تمہیں ایک سامنے آنے والے شدید عذاب سے ڈرانے والا ہوں اگر تم ایمان نہ لاؤ گے، تو یہ سن کر بدبخت ابولہب کہنے لگا۔ تَبًّا لَّکَ تمہارے (لئے ہلاکت ہو) کیا اسی کام کے لئے ہمیں جمع کیا تھا، اور ایک روایت میں ہے کہ اس نے آپ پر ایک پتھر اٹھا کر پھینکا اور بہت کچھ بیہودہ باتیں کہیں اور گستاخیاں کیں۔ تو اس سورت میں اس بدبخت کی بدنیتی اور شقاوت کی مذمت اور اس پر وعید فرمائی جا رہی ہے اور یہ بتایا جا رہا ہے کہ ایسے مغرور متکبر انسانوں کا مال اور ان کی عزت و قوت اسلام اور رسول خدا کے مقابلہ میں ہرگز کام نہیں آسکتی ان کو ذلیل و رسوا اور تباہ و برباد ہونا ہی پڑے گا۔

مجلس میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لے آئے اور فرمایا صدق ابوایوب۔[1]

ایک روایت میں ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس شخص نے قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ تمام سورت دس مرتبہ پڑھی، اس کے واسطے اللہ تعالیٰ نے جنت میں ایک محل بنا دے گا۔ عمر فاروقؓ یہ سن کر کہنے لگے پھر تو یا رسول اللہ ہم جنت میں بہت سے محل بنالیں گے آپ نے فرمایا اللہ کی رحمت اور اس کے انعامات اس سے بھی زیادہ وسیع تر ہیں۔

اس سورت کی عظمت کا یہ مقام ہے کہ احادیث و روایات میں اس کے متعدد نام ذکر فرمائے گئے۔ امام رازیؒ نے ایسے بیس نام تفصیل کے ساتھ بیان فرمائے ہیں اور ہر نام کے ساتھ وجہ تسمیہ اور اس کا ماخذ بھی قرآن کریم سے ذکر کر دیا گیا ہے۔[2]

آیاتہا ۴ — (۱۱۲) سُوْرَةُ الْاِخْلَاصِ مَكِّيَّةٌ (۲۲) — رکوعہا ۱

سورۂ اخلاص مکی ہے۔ اس میں چار آیتیں ہیں۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

شروع اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم والا

قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ ۝۱ اَللّٰهُ الصَّمَدُ ۝۲ لَمْ يَلِدْ ۙ وَ

تو کہہ وہ اللہ ایک ہے۔ اللہ نرادھار (بے نیاز) ہے۔ نہ کسی کو جنا، نہ

لَمْ يُوْلَدْ ۝۳ وَلَمْ يَكُنْ لَّهٗ كُفُوًا اَحَدٌ ۝۴

کسی سے جنا۔ اور نہیں اس کے جوڑ کا کوئی۔

اعلان توحید خداوندی و تقدیس و تنزیہ از مماثلت و مشابہت

قال اللہ تعالیٰ۔ قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ ...... الی ...... كُفُوًا اَحَدٌ۔

حق تعالیٰ شانہ کی معرفت اس کی شان ربوبیت ہی سے حاصل ہو سکتی ہے جو انسان کی فطرت میں ابتداء آفرینش

[1] تفسیر ابن کثیر ج ۴، تفسیر کے لیے در منثور اور قرطبی ملاحظہ فرمائیں۔
[2] تفسیر کبیر ج ۳۲، ص ۱۷۵-۱۷۶

کہ اگر کسی وقت کوئی مرض یا کسی لمحہ کوئی سہو یا غشی کا غلبہ طاری ہوگیا تو اس سے فرائض نبوت میں کوئی خلل نہیں واقع ہو سکتا۔

آیاتہا ۵ | ۱۱۳ سُوْرَۃُ الْفَلَقِ مَدَنِیَّۃٌ ۲۰ | رکوعہا ۱

سورۃ فلق مدنی ہے اور اس کی پانچ آیتیں ہیں

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

شروع اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم والا

قُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ الْفَلَقِ ﴿۱﴾ مِنْ شَرِّ مَا خَلَقَ ﴿۲﴾ وَمِنْ

تو کہہ میں پناہ میں آیا صبح کے رب کی ہر چیز کی برائی سے جو اس نے بنائی اور برائی سے

شَرِّ غَاسِقٍ اِذَا وَقَبَ ﴿۳﴾ وَمِنْ شَرِّ النَّفّٰثٰتِ فِی

اندھیرے کی جب سمٹ آوے اور برائی سے عورتوں کی جو گرہوں میں

الْعُقَدِ ﴿۴﴾ وَمِنْ شَرِّ حَاسِدٍ اِذَا حَسَدَ ﴿۵﴾

پھونکیں اور برائی سے برا چاہنے والے کی جب لگے ٹوکنے

آیاتہا ۶ | ۱۱۴ سُوْرَۃُ النَّاسِ مَدَنِیَّۃٌ ۲۱ | رکوعہا ۱

سورۃ ناس مدنی ہے اس کی چھ آیتیں ہیں

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

شروع اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم والا

قُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ النَّاسِ ﴿۱﴾ مَلِکِ النَّاسِ ﴿۲﴾ اِلٰہِ

تو کہہ میں پناہ میں آیا لوگوں کے رب کی لوگوں کے بادشاہ کی لوگوں کے

النَّاسِ ﴿۳﴾ مِنْ شَرِّ الْوَسْوَاسِ الْخَنَّاسِ ﴿۴﴾ الَّذِیْ

معبود کی برائی سے اس کی جو وسوسہ ڈالے اور چھپ جاوے وہ جو خیال

يُوَسْوِسُ فِي صُدُورِ النَّاسِ ۝ مِنَ الْجِنَّةِ وَالنَّاسِ ۝

ڈالتا ہے لوگوں کے دلوں میں جنوں میں اور آدمیوں میں

معوذتین کے بارہ میں عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کا موقف

معوذتین یعنی سورۂ فلق اور سورۂ ناس قرآن کریم کی دو سورتیں ہیں اور جمہور صحابہ اور ائمہ مفسرین کا اتفاق ہے اور عہد صحابہ سے لے کر آج تک تواتر کے ساتھ ان دونوں کا قرآن کی سورتیں ہونا ثابت ہے اور احادیث صحیحہ سے ان دونوں کا قرآن نمازوں میں پڑھنے کا بھی ثبوت ہے نیز حضرت عثمان غنیؓ کے مصحف امام میں بھی ان کا ہونا تمام روایات اور آثار متواترہ سے ثابت ہے جس میں کسی بھی تردد کی گنجائش نہیں۔

عقبہ بن عامرؓ کی روایت ہے کہ میں ایک سفر میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی سواری کی لگام پکڑ کر چل رہا تھا تو آنحضرت نے اپنی انتہائی شفقت کے باعث مجھ کو کہا اے عقبہ کیا تو سوار نہیں ہوگا اس ڈر کی وجہ سے کہ آپ کے فرمان کی تعمیل نہ کرنا کہیں معصیت نہ ہو جائے میں سواری پر سوار ہو گیا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نیچے اتر کر پیدل چلنے لگے تھوڑی دیر تعمیل حکم کی خاطر میں بیٹھ کر پھر نیچے اتر آیا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پھر سواری پر سوار ہو گئے پھر آپ نے ارشاد فرمایا اے عقبہ کیا میں تجھ کو ایسی دو بہترین سورتیں نہ سکھاؤں جو قرآن کریم میں پڑھی جاتی ہیں میں نے عرض کیا بیشک یا رسول اللہ ضرور آپ نے مجھ کو یہ دونوں سورتیں پڑھائیں اس کے بعد نماز کی اقامت ہوئی تو آپ نے نماز پڑھائی اور نماز کی دونوں رکعتوں میں ان ہی دونوں سورتوں کی تلاوت فرمائی پھر فرمایا جب آپ میرے سامنے سے گزر رہے تھے اے عقبہ کیسا پایا تو نے ان دو سورتوں کو یعنی تو نے دیکھ لیا کہ یہ دو سورتیں ایسی ہیں کہ نماز میں ان کی تلاوت کی گئی ایک روایت میں ہے کہ یہ نماز فجر تھی اور آپ نے فرمایا ان سورتوں کو پڑھا کرو جب بھی تم سویا کرو اور جب بھی نیند سے بیدار ہوا کرو۔

حضرت عثمان غنیؓ کے مصحف قرآنی کے جو نسخے تمام بلاد اسلامیہ کو بھیجے تھے ان سب میں یہ موجود تھیں اور آفاق عالم میں صحابہؓ و تابعینؒ اور پوری امت اس کی تلاوت کرتی رہی اور تواتر سے یہ امر ثابت ہے کہ اس بارہ میں کسی نے اختلاف نہیں کیا حضرت عبداللہ بن مسعودؓ سے اختلاف نقل کیا گیا کہ انہوں نے اپنے مصحف (نسخہ قرآن) میں معوذتین کو نہیں لکھا تھا جس سے یہ بات سمجھی گئی کہ وہ ان کے

قرآن ہونے کے قائل نہیں تھے، قطعی طور پر تو یہ متعین و معلوم نہیں ہو سکا کہ عبداللہ بن مسعودؓ کی کیا مراد تھی اور کس وجہ سے انہوں نے اپنے مصحف میں انکو نہیں لکھا تھا یا ان کو کیا خیال یا شبہ پیش آیا کہ اس کے باعث یہ صورت واقع ہوئی۔

بعض حضرات مفسرین جیسے صاحب روح المعانیؒ کا اس وجہ سے کہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ کے مصحف میں معوذتین لکھی ہوئی نہیں تھیں یہ سمجھنا کہ ابن مسعودؓ ان کے قرآن ہونے کے منکر تھے صحیح نہیں ہے قاضی ابوبکر باقلانیؒ نے تصریح کی ہے۔

لم ینکر ابن مسعود کونهما من القرآن وانما انکر اثباتهما فی المصحف فانه کان یری ان لا یکتب فی المصحف شیئا الا ان کان النبی صلی اللہ علیہ وسلم اذن فی کتابته وکانه لم یبلغه الاذن۔

کہ ابن مسعودؓ انکے قرآن میں سے ہونے کے منکر نہیں تھے بلکہ مصحف قرآنی میں لکھنے کے منکر تھے اور ان کا خیال تھا کہ مصحف میں صرف ان ہی آیات کو لکھا جاتے جن کی کتابت کی آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے اجازت دی ہو باقلانیؒ کہتے ہیں کہ شاید ابن مسعودؓ کو آپ کی اجازت کا علم نہیں ہوا تھا۔

حافظؒ نے فتح الباری میں بعض ائمہ سے یہ نقل کیا کہ ابن مسعودؓ کو انکے قرآن ہونے میں کوئی اختلاف نہیں تھا بلکہ انکی صفت میں اختلاف تھا یعنی یہ سمجھتے تھے کہ یہ تلاوت کے لئے نازل نہیں ہوئیں بلکہ تعوذ اور دم کرنے کے لیے نازل ہوئی ہیں تاکہ بلاؤں اور آفات سے محفوظ رہنے کیلئے پڑھا جائے۔

لیکن روایات و دلائل اور صحابہ کے تعامل سے یہ بات ظاہر ہے کہ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کی یہ اپنی ایک رائے تھی جس کے ساتھ حضرات صحابہ میں سے کسی نے بھی اتفاق نہیں کیا بعض حضرات سلف کا خیال ہے کہ ابن مسعودؓ نے اپنے مصحف میں ان سورتوں کو لکھا تھا جن کو یاد کرنے اور حفظ کرنے یا محفوظ رکھنے کی ضرورت ہو اور چونکہ یہ سورتیں ایسی تھیں کہ انکے لئے اس امر کی حاجت نہ تھی اور انکا حفظ ایسا قطعی تھا کہ اس میں کبھی بھی شبہ نہیں ہو سکتا تھا تو اس وجہ سے انکو اپنے مصحف میں نہیں لکھا جیسا کہ بعض روایات سے یہ معلوم ہوا کہ انکے مصحف میں سورۃ الحمد بھی لکھی ہوئی نہیں تھی حالانکہ سورۃ فاتحہ کا قرآن ہونا ایسا قطعی اور یقینی امر ہے کہ اس میں کسی کو بھی تردد نہیں ہو سکتا۔

زر بن حبیشؓ سے بھی اسی طرح نقل کیا گیا۔

ابن قتیبہؒ کا قول ہے کہ ابن مسعودؓ انکو نماز میں تلاوت کے لئے نہیں بلکہ صرف تعوذ یعنی سحر اور دیگر بلیات سے حفاظت کے لئے بطور تعویذ سمجھتے تھے علامہ ابوبکر بن الانباریؒ نے اس بات پر تنقید کی اور فرمایا ابن قتیبہؒ کا یہ قول درست نہیں ان کا کلام منزل ہونا اور قرآن کریم کی سورتیں ہونا تمام دنیا

ہے

مندرج ہو جاتے جیسے قرآن کریم کی آیت اِلٰی غَسَقِ اللَّیْلِ سے بھی مفہوم ہوتا ہے اور وقب کے معنی چھپنے کے ہیں اور بعض اہل لغت گھسنے کے بھی بیان کرتے ہیں ابن قتیبہ بیان کرتے ہیں کہ غاسق چاند کو کہتے ہیں گہن میں آجانے کی وجہ سے تاریک ہو جاتا ہے تو اس کا وقوب اس ظلمت و تاریکی میں داخل ہو جانا ہے چاند چونکہ اپنے اصل جرم اور کرہ کے اعتبار سے تاریک ہی ہے اس میں نور سورج کی محاذات سے ہوتا ہے اس بنا پر غاسق تاریک اور چاند دونوں کے معنی کیلئے جامع ہو سکتا ہے۔

تعلیم و تلقین از مہالک باطنیہ و آفات نفسانیہ

قال اللہ تعالیٰ قُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ النَّاسِ ...... الیٰ .... مِنَ الْجِنَّةِ وَالنَّاسِ

ربط: گذشتہ سورت یعنی فلق میں الله رب العزت کی پناہ مانگنے کا حکم دیا گیا تھا ایسے تمام مہلک امور و آفات سے جو حسی اور ظاہری ہیں کہ ہر مخلوق کے شر سے ہر تاریکی کے فتنہ سے ہر جادو کی مصیبت سے اور ہر حسد اور کینہ و مکر سے تو یہ تمام آفات ظاہری اور حسی تھیں اب اس سورۃ الناس میں ان آفات و ہلاکتوں کو ذکر کیا جا رہا ہے جو باطنی ہیں اور وہ نفس سے اور نفس کے دواعی و تقاضوں سے پیدا ہوتی ہیں اور قلب بد باطن ہو کر انسان کے دین اور عقیدہ کو ہلاک و برباد کر دینے والی ہیں تو اس سورت میں ان سے پناہ حاصل کرنے کا حکم دیا جا رہا ہے۔

ارشاد فرمایا کہہ دیجئے اے ہمارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم میں پناہ حاصل کرتا ہوں انسانوں کے رب انسانوں کے بادشاہ انسانوں کے معبود کی ہر وسوسہ ڈالنے والے کے شر سے جو پیچھے ہٹ جانے والا ہو جو وسوسہ ڈالتا ہو لوگوں کے دلوں میں خواہ جنوں میں سے ہو یا انسانوں میں سے ہر ایک کے وسوسے میں مبتلا ہو جاتا ہوں قلبی وساوس کے ذریعہ۔

گمراہ کرنے والے جنوں میں سے بھی ہوتے ہیں اور انسانوں میں سے بھی جیسے کہ ارشاد ہے وَکَذٰلِکَ جَعَلْنَا لِکُلِّ نَبِیٍّ عَدُوًّا شَیٰطِیْنَ الْاِنْسِ وَالْجِنِّ یُوْحِیْ بَعْضُهُمْ اِلٰی بَعْضٍ زُخْرُفَ الْقَوْلِ غُرُوْرًا اس لئے دونوں کے وسوسوں سے خدا کی پناہ طلب کرنے کی تلقین فرمائی گئی اور چونکہ وساوس ڈالنے والے شیاطین لوگوں کے سامنے نہیں ہوتے مگر یاد وسوسہ ڈال کر پیچھے ہٹ جانے والے ہیں "خناس" خنس سے پیچھے ہٹ جانے کو کہا جاتا ہے جیسے کوئی قزاق اور ڈاکو راہ اور گھات میں لگا ہو اور موقع دیکھتے ہی حملہ کرکے پیچھے چھپ جاتا ہے تو وسوسہ ڈالنے والا شیطان بھی اسی طرح وسوسہ ڈال کر فوراً چھپ جاتا ہے۔

لہ بعض مفسرین اس خنوس اور پیچھے ہٹ جانے کو اس مضمون پر محمول کرتے ہیں جو اس آیت میں
(از حاشیہ ...)

ابلیس یا اس کی ذریت میں سے نوع جن تو حسب انسانی تک رسائی حاصل کرنے کی وجہ سے لوگوں کے دلوں میں وسوسے اور ناپاک خیالات قلب میں ڈال دیتے ہیں اور جو افراد ابلیس کے تابع ہو جاتے ہیں وہ ابلیس ہی کا کام انجام دینے کے لئے اس مہم میں لگے رہتے ہیں کہ مسلمانوں کے دلوں میں مختلف قسم کے شکوک وادہام پیدا کرتے رہیں اور ان کی تمام تر کوشش یہی ہوتی ہے کہ دین اسلام احکام اسلام اور حوادث قیامت میں ایسے ایسے شکوک پیدا کریں کہ مسلمان عقیدۂ توحید ایمان بالآخرۃ اور اصل ایمان ہی سے محروم ہو جائے ایسے ہی شیاطین انس کے بارہ میں مولانا رومؒ فرما گئے۔

اے بسا ابلیس شکل آدم است

پس بہر دستے نباید داد دست

ان خبیث طینت انس کا وجود اور ظہور ہر زمانہ میں ہوتا رہا ہے خصوصاً زمانہ آخر میں ایسے مفسدین اور فتنہ پردازوں کی کثرت احادیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہے ان میں ایسے خطرناک فتنہ پرداز بھی ہوں گے جن کے بارہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے اگر میں ان کا زمانہ پالوں تو ان کو اس طرح ہلاک کروں گا جیسے عاد و ثمود کی قومیں ہلاک کی گئیں جب دریافت کیا گیا کہ یا رسول اللہ ان کی کوئی علامت اور نشان ہمیں بتا دیجئے؟ آپ نے فرمایا وہ لوگ ہم ہی جیسے ہوں گے صورت و شکل میں ہماری جیسی ہی باتیں کرتے ہوں گے ہماری جیسی زبان سے بولتے ہوں گے خیر البریہ کے اقوال کہتے ہوں گے قرآن اپنی زبان سے پڑھتے ہوں گے لیکن دین سے اس طرح قطعاً بے تعلق ہوں گے جس طرح کوئی تیر نشانہ اور شکار سے خطا کر جائے اور بچ کر نکل جائے تو اس تیر پر اس کی نوک پھل ہو یا پھینکے پر لگا ہوا کہیں بھی شکار کا کوئی اثر اور نشان نہیں ہوتا تو ایسا ہی ان فتنہ پردازوں اور گمراہ کرنے والوں ـــــ کی زندگی میں یعنی ان کی معاشرت طور طریق طرز زندگی میں کسی جگہ بھی اسلام کا اثر نہیں آئے گا تو یہ ان ملحدین کا گروہ ہے جو دین اور اسلام کا نام لے کر اسلام کو مسخ کرنے والے ہیں۔

تو اس میں کوئی شبہ نہیں کہ ان کے وسوسے شیاطین کے وسوسوں سے زیادہ خطرناک اور مہلک ہیں۔

فائدہ: بیان فرمایا وَإِمَّا يَنزَغَنَّكَ مِنَ الشَّيْطَانِ نَزْغٌ فَاسْتَعِذْ بِاللَّهِ اور حدیث میں ہے ان الشیطان جاثم علی قلب ابن آدم فاذا ذکر اللہ خنس تو شیطان کا انسان کے قلب سے ہٹنا استعاذہ اور ذکر اللہ سے اس کا علاج ہے ۔۱۲

تنبیہ

تمام ہو گیا اور شرح کر دی گئی تو مناسب معلوم ہوا کہ اب خالق سے آخر کر ان دونوں سورتوں میں مخلوقات
کے مراتب کی تعیین کی جاوے اس لیے شروع سورت میں قُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ الْفَلَقِ کہہ کر اشارہ کر دیا
گیا کہ اس سورت میں مخلوق کے مدارج کا ذکر ہوگا کیونکہ فلق لغت میں اس چیز کو کہتے ہیں جس کو شق
کر کے کوئی دوسری چیز اس میں سے برآمد ہو اور جیسا کہ رات کی تاریکی میں سے صبح کا نکلنا اور بیج سے
درخت باہر نکلنا اور پتھروں میں سے چشمے نکلنا پدر میں سے نطفہ یا رحم مادر میں سے بچہ برآمد ہوتا ہے
اسی طرح تمام مخلوقات ظلمات عدم کی حقیقت کے پردوں کو پھاڑتے ہوئے وجود کے منصہ ظہور پر آ کر
ہوتے ہیں تو اس اعتبار سے رب الفلق کے معنی رب جمیع الممکنات ہوئے۔

اب عالم ممکنات دو حصوں پر تقسیم ہوتا ہے ایک ارواح مجردہ کا عالم جس کو عالم الامر کہتے ہیں
اور دوسرا مرکبات کا عالم جس کو عالم الخلق سے تعبیر کرتے ہیں ان میں سے پہلی قسم چونکہ خیر محض ہے اس
میں شر کا کوئی شائبہ نہیں اور دوسری قسم میں مادہ کے قرآن سے شر وجود کا سا عرض پیدا ہو گیا ہے
اس لیے جناب باری عز اسمہ نے مِنْ شَرِّ مَا خَلَقَ کہہ کر عالم مرکبات سے شر کی تعلیم
فرمائی لیکن یہ ظاہر ہے کہ کل اجسام دو قسم کے ہیں اجسام اثیریہ وعلویہ اور اجسام عنصریہ سفلیہ جس میں
سے اجسام اثیریہ تو بلحاظ اختلاف و فطور سے بری ہونے کی وجہ سے شر کی خیر ہی ہیں جیسا کہ قرآن میں فرمایا
ہے مَا تَرٰی فِیْ خَلْقِ الرَّحْمٰنِ مِنْ تَفٰوُتٍ فَارْجِعِ الْبَصَرَ هَلْ تَرٰی مِنْ فُطُوْرٍ
اور اجسام عنصریہ کی تین قسمیں ہیں جن کو موالید ثلاثہ کہتے ہیں یعنی جمادات نباتات حیوانات ان ہی
تینوں اقسام کا اظہار کرنے اور ما خلق کی مصداق میں سے بطریق تخصیص بعد التعمیم اجسام اثیریہ کو نکالنے کے
واسطے یہ تین کلمات ارشاد ہوئے۔

وَمِنْ شَرِّ غَاسِقٍ اِذَا وَقَبَ وَمِنْ شَرِّ النَّفّٰثٰتِ فِی الْعُقَدِ وَمِنْ شَرِّ حَاسِدٍ
اِذَا حَسَدَ۔ کیونکہ غاسق اذا وقب سے مراد اس جگہ شب دیجور ہے جس میں تہ بہ تہ تاریکی
جڑ پکڑتی ہے اور ظاہر ہے جمادات شب دیجور کے ساتھ کئی وجہ سے بہت پوری مشابہت رکھتے
ہیں کیونکہ قوی نفسانیہ اور آثار کمالات سے بالکل خالی ہونے کی وجہ سے ظلمت خالص لیے اور لپیٹے ہوئے
ہیں برخلاف نباتات کے کہ ان میں کم از کم قوت غاذیہ نباتیہ تو موجود ہوتی ہے جو ان کو طول عرض
عمق تینوں جانبوں میں بڑھاتی رہتی ہے جس کو اگر نفاثات فی العقد سے تعبیر کیا جاوے تو بالکل
چسپاں ہے۔

باقی تیسری قسم حیوانات کی حالت یہ ہے کہ تمام قوی مدرکہ باطنہ و حواس ظاہرہ و قوائے باطنہ اور شہوت
غضب وغیرہ روح انسانی کو انجذاب الی عالم الغیب اور امور آخرت میں اشتغال رکھنے سے روکنے میں
مصروف رہتے ہیں اور یہاں تک موقع پاتے ہیں روح مقدس کو اوج سے حقیقی کی طرف اور
بلندی سے پستی کی طرف دھکیلنے میں کوئی دقیقہ فروگذاشت نہیں کرتے ان کا مثل بالکل ایسے دشمن اور

رَبِّ الفلق۔ پہلے اور پیچھے ناس بعض اضافتوں کی طرف مضاف ہیں ان امور کی حکمت ذکر کرتے ہوئے امام رازیؒ اپنی تفسیر کے آخر میں فرماتے ہیں۔

جاننا چاہیے کہ اس سورۃ (قُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ النَّاسِ) میں ایک خاص نکتہ ہے وہ یہ کہ اس سے پہلی سورۃ فلق میں تو صرف ایک صفت (رب الفلق) سے بیان کیا گیا ہے اور مستعاذ منہ کی جانب میں تین قسم کی آفتیں (غاسق، نفاثات، حاسد) مذکور ہیں اور اس کے برعکس اس سورۃ (قُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ النَّاسِ) میں مستعاذ بہ کی طرف تین صفتیں (رب الناس، ملک الناس، الٰہ الناس) بیان ہوتی ہیں اور اور مستعاذ منہ فقط ایک ہی آفت (وسواس) کو قرار دیا گیا تو دونوں سورتوں میں فرق کی وجہ یہ ہے کہ خدا تعالیٰ کی ثناء ہر مقام میں بقدر مطلوب کی عظمت اور اہمیت کے کی گئی ہے اور معلوم ہے کہ پہلی سورۃ میں مستعیذ کا مقصود اپنے نفس اور بدن کو بچانا ہے اور دوسری میں دین کو بچانا ہے اپنے خدا تعالیٰ نے اپنے طرز کلام سے ظاہر کر دیا کہ دین کی تھوڑی سی بھی مضرت دنیا کی بڑی سے بڑی مضرت کے مقابلہ میں بہت زیادہ قابل احتراز اور قابل خیال ہے اور خصوصاً خلق میں اگرچہ دنیا کی ہر چیز سے استعاذہ ہو گیا تھا لیکن بعد میں غاسق، نفاثات اور حاسد کو ذکر کر کے یہ ظاہر فرما دیا گیا کہ انواع ضرر میں یہ تین قسمیں سب سے زیادہ خطرناک اور مضر ہیں۔

حضرت شاہ عبدالعزیز قدس اللہ سرہ ان تین اضافتوں کے ذکر کرنے کی وجہ اس طرح بیان فرماتے ہیں کہ ان تین صفتوں کو ذکر فرمانے کی وجہ یہ ہے کہ شیطان کے دخل پانے کی آدمی میں تین راہیں ہیں شہوت، غضب اور حقیقۃً باطل کو جس کو اصطلاح میں ہوا بھی کہتے ہیں ان میں سے شر شہوت کو دفع کرنے کے لئے اسم رب ہے اور شر غضب کے رد کرنے کے لئے اسم ملک ہے اور شر ہوا کے مقابلہ میں اسم الٰہ کو رکھا گیا ہے گویا یوں فرمایا گیا کہ اگر شیطان شہوت کی راہ سے تمہارے دل میں وسوسہ ڈالے تو اس باری تعالیٰ کی ربوبیت کو پیش نظر رکھو اور اگر وہ غضب کی راہ سے تمہارے سامنے آئے تو تم خدا کی شہنشاہی اور عدل و انتقام کو یاد کرو اور اگر ہوا کی راہ سے اپنا تصرف جمانا چاہے تو تم کو چاہئے کہ مرتبۂ الوہیت کی طرف اپنی التجاء لے جاؤ اس کے بعد آگے چل کر شاہ صاحبؒ فرماتے ہیں۔

اور بعض مفسرین نے ان تینوں صفتوں (رب الناس، ملک الناس، الٰہ الناس) کی تفسیر اور انکو اس ترتیب کے ساتھ بیان کرنے کے بارہ میں یہ کہا ہے کہ انسان پر اس کی زندگی کے تین دور آتے ہیں عہد طفولیت میں وہ اپنے پرورش کرنے والے کے سوا کسی کو نہیں پہچانتا اور بھوک اور پیاس کے وقت ایک اسی سے التجا کرتا ہے اور جب کسی چیز سے خوف زدہ ہوتا ہے تو اسی کی طرف بھاگتا ہے اور اسی واسطے ان حالات میں بجز فقط ماں باپ ہی کو بلاتا ہے اور انہی سے فریاد کرتا ہے بعدہٗ جوانی کی عمر میں پہنچ کر جب یہ دیکھتا ہے کہ میرے ماں باپ بھی میری طرح سے بادشاہ وقت یا امیر کے محتاج ہیں اور اسی سے روزی حاصل کرتے ہیں اور بلاؤں اور مصائب کے دفع کرنے

لے مشغول ہو کر آپ کے مقتضیات طبیعت کو بھلا لیا تھا جو جبرئیل علیہ السلام کے تعوذ سے باذن اللہ دفع ہو گئی اب ان آفات میں سے تحرز و پرہیز کرنا ضروری قرار دیا گیا صرف ایک آخری درجہ باقی ہے یعنی کوئی مالک یا بیج کا دشمن بربنائے عداوت و حسد پودے کو جڑ سے اکھاڑ کر پھینک دے یا اس کی شاخ برگ کاٹ ڈالے تو شر کے اس مرتبہ کو مِنْ شَرِّ حَاسِدٍ اِذَا حَسَدَ میں بہت ہی وضاحت کے ساتھ ادا کر دیا یہاں اس تقریر میں اگر کچھ کمی ہے تو صرف اتنی کہ کبھی کبھی تخم کو ان چاروں آفات میں سے کسی کا سامنا نہیں کرنا پڑتا بلکہ روئیدگی سے پہلے ہی یا تو بعض چیونٹیاں اس تخم کے باطن سے وہ لاش جوہر ہی چوس لیتی ہیں جس سے تخم کی روئیدگی اور نشوونما ہوتی ہے اور جس کو ہم مغز یا لب الحبوب یا نسمۂ تخم سے تعبیر کرتے ہیں یا اندر ہی اندر گھن لگ کر کھوکھلا ہو جاتا ہے تو قابل نشوونما نہیں رہتا شاید اسی کمی کی تلافی یا جملات کی تکمیل کے لئے دوسری صورت میں مِنْ شَرِّ الْوَسْوَاسِ الْخَنَّاسِ کے شر سے استعاذہ کی تعلیم فرمائی گئی کیونکہ وسواس ان ہی فاسد خطرات کا نام ہے جو ظاہر ہو کر نہیں بلکہ اندرونی طور پر ایمان کی قوت میں رخنہ ڈالتے ہیں جن کا علاج عالم الخفیات ذوالسرائر کے علاوہ کسی کے قبضہ میں نہیں لیکن وساوس کا مقابلہ ایمان سے تھا تو دفع وسواس کے وقت بھی ان ہی صفات سے تمسک کرنے کی ضرورت ہوئی جو ایمان کے اصل مبادی و مناشی شمار کئے جاتے ہیں اور جن سے ایمان کو مدد پہنچتی ہے اب تجربہ سے معلوم ہوا کہ سب سے اول ایمان و انقیاد و تسلیم کا نشوونما حق تعالیٰ کی تربیت عامہ بے پایاں اور انعامات بے نہایت ہی کو دیکھ کر حاصل ہوتا ہے پھر جب ہم اس کی ربوبیت مطلقہ پر نظر ڈالتے ہیں تو ہمارا ذہن اس طرف منتقل ہوتا ہے کہ وہ رب العزت مالک الملک اور شاہنشاہ مطلق بھی ہے کیونکہ تربیت مطلقہ کے معنی ہر قسم کی جسمانی و روحانی ضروریات کو بہم پہنچانے کے ہیں۔

اور یہ کام بجز اس ذات منبع الکمالات کے اور کسی سے بن نہیں پڑ سکتا جو ہر قسم کی ضروریات کی مالک ہو اور دنیا کی کوئی ایک چیز بھی اس کے قبضہ اور اقتدار سے خارج نہ ہو ایسی ہی ذات کو ہم مالک الملک اور شاہنشاہ مطلق کہہ سکتے ہیں اور لاریب اسی کی یہ شان ہونی چاہئے [illegible] النُّجُوْمُ بِخَفْضِ النَّوَاجِبِ، گویا مالکیت و ملکیت ایسی قوت کا نام ہے جس کی نسبت کا مرتبہ ربوبیت سے موسوم ہوتا ہے کیونکہ ربوبیت کا ظہور اعطاء منفعت اور دفع مضرت ہوتا ہے اور ان دونوں چیزوں پر قادر ہونا ملک علی الاطلاق کا منصب ہے پھر ذرا آگے بڑھتے ہیں تو ملک علی الاطلاق کے ہونے ہی سے ہم کو اس کی معبودیت اور الوہیت کا سراغ بھی ملتا ہے کیونکہ معبود اسی کو کہتے ہیں جس کے سامنے گردن ڈال دی جائے اور اسی کے حکم کے مقابلہ میں کسی دوسرے کے حکم کی اصلاً پروا نہ کی جائے تو ظاہر ہے کہ یہ انقیاد و بندگی بجز ربوبیت کاملہ اور حکومت مطلقہ کے اور کسی کے سامنے سزاوار نہیں تو ان دونوں چیزوں کا اصل مستحق اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی دوسرا نہیں ہو سکتا اس لئے

ہو گیا کہ نفوس بالعموم کہ کرنوں میں بڑیک حسی اور ظاہری فتنے ہیں اور ایسے جرائم و جنایات ہیں جو ظاہری اور حسی طور پر نجاست ہیں بعض نجاست ناک ہیں جو شیطان اسود (کالے شیطان) کا اغوا و اضلال ہے یا افعال و اعمال اگرچہ نجاست ہی کی قبیل و جنس ناک ہے جس میں قتل و غارت گری بدکاری جیسے مذموم افعال ہیں لیکن ان سے بڑھ کر خطرناک فتنہ اور گمراہی شیطان ابیض (گورے شیطان) کی ہے جو عقائد و نظریات اور افکار و خیالات کی گمراہی سے دنیا کو ہلاک اور تباہ کرتا ہے اس وجہ سے اس سے پناہ مانگتے ہوئے خدا کی تین صفتیں بیان فرمائی گئیں کہ اس ہلاکت سے بچاؤ اسکی ربوبیت ، ملکیت اور الوہیت ہی کی صفت اور شان سے ہو سکتا ہے اس قسم کی تباہی اور ہلاکت وہ ہے جس کا ذکر حدیث میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس طرح فرمایا یصبح الرجل مؤمنا ویمسی کافرا ویمسی مؤمنا ویصبح کافرا کہ صبح کو اٹھے گا تو مومن ہوگا لیکن جب شام کا وقت آئے گا تو کافر ہوگا یا شام کو مومن ہے تو صبح کافر اٹھے گا تو اس قدر جلد تبدیلی ایمان و کفر کی یہ ایسے فساد ہی سے ہوتی ہے جو شیطان ابیض کی طرف سے گمراہی کی طرز ہلاکت کا ذریعہ ہوتی ہے کہ عقیدہ اور نظریہ کا بگاڑ یہ اسکی حرکت ہے ورنہ انسان میں عملی گمراہی اس قدر جلد نہیں آتی اور کبھی ایسا تصور نہیں کیا جاسکتا کہ صبح کو ایک شخص عفیف و پاکدامن ہو اور شام کو بدکار زانی بدکار ، اور شرابی نظر آئے اس وجہ سے اس ہلاکت کو اہم سمجھتے ہوئے اس سے تحفظ اور بچاؤ حق تعالیٰ شانہ کی تین عظیم صفتوں کے ساتھ استعاذہ میں ذکر فرمایا گیا۔ اللّٰھم احفظنا من الفتن ما ظھر منھا وما بطن رَبَّنَا لَا تُزِغْ قُلُوْبَنَا بَعْدَ اِذْ ھَدَیْتَنَا وَھَبْ لَنَا مِنْ لَّدُنْکَ رَحْمَۃً اِنَّکَ اَنْتَ الْوَھَّابُ۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

تصدیق نامہ

ریسرچ اینڈ رجسٹریشن آفیسر

مکتبۂ المعارف دارالعلوم حسینیہ شہداد پور کی مطبوعہ تفسیر معارف القرآن جلد ہشتم (مکمل) مصنفہ حضرت مولانا محمد مالک کاندھلوی رحمۃ اللہ علیہ ابن حضرت مولانا محمد ادریس کاندھلوی رحمۃ اللہ علیہ کے پارہ ۲۸ - ۲۹ - ۳۰ کا متن قرآن کریم بغور پڑھا۔

تصدیق کی جاتی ہے کہ اس کے متن قرآن کریم میں کوئی کمی بیشی یا اعراب کی غلطی نہیں ہے۔

واللہ اعلم

عبدالمنان ...

رجسٹرڈ پروف ریڈر برائے قرآن کریم

بسم اللہ الرحمن الرحیم
وَتَمَّتْ كَلِمَتُ رَبِّكَ صِدْقًا وَّعَدْلًا لَا مُبَدِّلَ لِكَلِمٰتِهٖ
وَهُوَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ ○
مکتبۃ المعارف
دار العلوم الحسینیہ شہداد پور
سندھ، پاکستان